النحو فی الکلام کالملح فی الطعام

اشرف النحو

شرح اردو

نحو میر

مصنف: (مولانا) محسن بن یعقوب رنوج (پٹن)

کتاب کا نام: اشرف النحو شرح نحو میر

مصنف: (مولانا) محسن بن یعقوب رنوج

اشاعت: ۲۰۲۳

تعداد صفحات: ۳۴۲

کمپوزنگ: (قاری) محمد عمران ٹوکریا (مدرس، مدرسہ الفضل جوہاپورہ، احمد آباد)

تعداد: ۱۰۰

(کتاب ملنے کا پتہ)

(۱) مولانا محسن بن یعقوب رنوج (پٹن) موبائل نمبر۔ 9594984904

(۲) (قاری) محمد عمران ٹوکریا، موبائل نمبر۔ 9727246936

فہرست

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

انتساب۔۔۔

احقر اپنی اس کاوش کو مادر علمی" مدرسہ کنز مرغوب فیض صفا" پٹن. گجرات کے نام منسوب کرتے ہوئے فرحت ومسرت اور تشکر و امتنان کے بے پناہ جذبات اپنے دل میں موجزن پا رہا ہے، جس کی مردم ساز عطر بیز اور روح پرور فضاؤں نے اس قابل بنایا۔ فللہ الحمد والمنۃ أولا وآخراً۔

فجزی اللہ عنی بانیہا و ناظمیہا وجمیع اساتذتی الکرام خیر الجزاء،
(آمین یارب العالمین)

احقر: محسن بن یعقوب رنوج

﴿تقریظ﴾

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد از تحیۂ مسنونہ:

عربی زبان میں علم نحو کو اساسی حیثیت حاصل ہے لیکن آج کل نحو کی طرف عام بے توجہی کا جو ماحول ہے وہ اہل علم سے مخفی نہیں ہے، علم دین سے بے رغبتی، طلباء میں ذوق وشوق کی کمی اور قوی کا اضمحلال یہ سارے وہ اسباب ہیں جو سد راہ بن رہے ہیں، مدارس کے نصاب میں نحو کی جو کتاب بنیادی حیثیت کی جو حامل ہے جو فارسی زبان میں ہے، زمانۂ ماضی میں جب طالب علم اس کتاب کو پڑھنا شروع کرتا تو اس کو فارسی زبان سے کافی حد تک واقفیت ہوتی تھی لہٰذا اس طالب علم کو کتاب کے ترجمہ اور مطلب سمجھنے میں دشواری نہیں ہوتی تھی لیکن اب فارسی سیکھنے سکھانے پہلے جیسا اہتمام نہیں رہا، جسکی وجہ سے نحو میر کا سمجھنا دشوار ہو گیا اس لئے شدید ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ نحو میر پر بھی عام فہم انداز اور تجربات کی روشنی میں کام کیا جائے تاکہ ابتدائی طلباء کی استعداد سازی میں معین ثابت ہو۔

زیر نظر کتاب **اشرف النحو شرح اردو نحو میر** کو احقر نے جا بجا دیکھا، ہمارے مدرسہ دعوۃ الحق کے لائق استاذ مولانا محمود صاب ڈینڈولوی نے بالاستیعاب غائرانہ نظر سے دیکھا، ماشاء اللہ یہ کتاب اس سلسلہ کی ایک مفید کڑی ہے جو جناب مولانا **محسن بن یعقوب رنوج** صاحب کی قابل تحسین کاوش ہے، عزیز محترم کو اللہ تعالی نے علم نحو سے خصوصی مناسبت عطا فرمائی ہے نیز موصوف کو مبدأ فیاض نے دوررس نگاہ بھی عطاء فرمائی ہے وہ بال کی کھال

نکالتے ہیں اور قابلِ اشکال باتوں کی تحقیق کرتے ہیں اور حلِ کتاب میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتے، شرح ہذا کی خصوصیات میں سے یہ ہے کہ حتی الامکان حلِ عبارت کے واسطے لفظی ترجمہ کیا گیا ہے، پھر تشریح کا عنوان قائم کر کے عبارت کی مناسب تشریح کر دی گئی ہے اور قدیم مثالوں کی جگہ جدید اور رائج مثالوں سے وضاحت کی ہے اور دقیق مسائل کو اہم کتب نحو کی مدد سے سلجھایا ہے، نیز شرح ہذا کا دیگر شروحات کے مقابلہ میں ایک امتیاز یہ بھی ہے کہ نحو میر کے مشکل مسائل کو جن کے افہام و تفہیم میں دشواری پیش آتی ہے، سوال و جواب کی شکل میں نہایت سہل انداز سے حل کرنے کی کوشش کی گئی ہے، بہر حال علم نحو کے ذوق رکھنے والوں کے لئے کتاب کے مباحث اور مندرجات خصوصی اہمیت و افادیت کی حامل ہیں۔

راقم الحروف دعا گو ہے کہ پروردگار عالم مصنف محترم کو زیادہ سے زیادہ علمی خدمات کی توفیق عطا فرمائے اور ان کی اس خدمات کو طلباء و اساتذہ کے درمیان قبولِ عام اور اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت سے نوازے (آمین)

فقط والسلام: (مولانا) عبدالقدوس الندوی پالنپوری
مدرسہ اسلامیہ عربیہ مجلس دعوۃ الحق پالن پور

﴿تقریظ﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وحدہ والصلوۃ والسلام علی من لا نبي بعدہ! اما بعد!

قرآن وحدیث اور دیگر علوم عربیہ سے استفادہ کے لئے نحو وصرف کے قواعد اور اصول بنیاد کی حیثیت رکھتے ہیں، جن کے سیکھے بغیر اہل لسان کے لئے لسان عرب کا سمجھنا اور اس میں تقریر وتحریر کی استعداد پیدا کرنا قریب از ناممکن ہے، یہی وجہ ہے کہ مدارس عربیہ اسلامیہ میں جتنے بھی نصاب رائج ہیں، ان میں نحو وصرف کی متعدد کتابیں شامل ہیں اور انہی کتابوں میں نحو میر کو ابتدائی درجات میں کافی اہمیت حاصل رہی ہے لیکن پچھلے کچھ سالوں میں فارسی کا ذوق اساتذہ وطلبہ میں کمیاب ہونے کی وجہ سے اس کتاب سے استفادہ کی شکلیں محدود ہوتی گئیں، اور اس کمی کو دور کرنے کے لئے اس کی متعدد اردو شروحات آخری کچھ سالوں میں تیار کی گئیں، جو متداول ہیں۔

زیر نظر کتاب **اشرف النحو شرح اردو نحو میر**" بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے، جس کو عزیز محترم مولانا **محسن بن یعقوب رنوج** صاحب نے بڑی عرق ریزی سے تیار کیا ہے، اس کتاب میں انہوں نے نحو میر کے مسائل کو عام فہم انداز میں سمجھایا ہے، اور سوال و جواب کے انداز میں مشق وتمرین کا مزید اضافہ کیا ہے، نیز مختلف نئی مثالوں سے وضاحت پیش کی ہے، جس سے کتاب کی خوبی میں اضافہ ہوا ہے، عزیز موصوف نے مدرسہ اسلامیہ کنز مرغوب، پٹن میں کئی سال بحیثیت طالب علم شرافت اور سنجیدگی کے ساتھ گذارے ہیں اور اس

مدت میں انہیں اپنے اساتذہ کا اعتماد اور تعلق حاصل رہا ہے اور اب تک وہ اپنے آپ کو علمی مشاغل میں مصروف رکھتے ہیں (ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء)۔

امید ہے کہ یہ شرح طلبہ کے لئے مفید ثابت ہوگی، دعا ہے کہ اللہ تعالی مؤلف کی اس کاوش کو اپنے دربار میں شرف قبولیت عطا فرمائے، اور علمی طبقوں میں اسے پذیرائی حاصل ہو، وما ذالک علی اللہ بعزیز۔

فقط والسلام

(مولانا) عمران (صاحب) پٹنی (دامت برکاتہ)

مہتمم: مدرسہ اسلامیہ کنز مرغوب، پٹن، گجرات

﴿تقریظ﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ و کفٰی و سلام علیٰ عبادہ الذین اصطفی! اما بعد!

مدارس اسلامیہ میں جس نصاب کے تحت طلبہ کو تعلیم دی جاتی ہے اس نصاب کے تحت کوئی کتاب تصنیف و تالیف کرنا یا زیرِ نصاب کسی کتاب کی شرح تیار کرنا بہت دشوار ہوتا ہے کیونکہ اس کام میں بچوں کی ذہنی سطح کو سامنے رکھا جاتا ہے اور اس انداز میں کتاب یا شرح تیار کی جاتی ہے کہ اس فن یا کتاب کے ہر گوشے اور نکتے کو مشتمل ہو، اتنی دشواریاں اور پریشانیوں کے لاحق ہونے کے باوجود کوئی ایسی کتاب یا شرح تصنیف یا تالیف کرنا جس کا تعلق ابتدائی درجات سے ہو، مزید پیچیدگی کا باعث ہوتا ہے کیونکہ اس میں مبتدی طلبہ کی منتہائے نظر وفکر کو مد نظر رکھتے ہوئے آسان اور سہل زبان میں کتاب تیار کی جاتی ہے جس سے بچہ تنگی اور پریشانی کا شکار نہ ہو، بعدازاں فن نحو جس کی اہمیت مشہور مقولہ **النحو فی الکلام کالملح فی الطعام** سے عیاں ہوتی ہے جو کتاب ہدایت اور اقوال رسالت کو سمجھنے کے لئے اساسی حیثیت رکھتا ہے جس کے بغیر قرآن و حدیث سمجھنا بہت دشوار ہے، خصوصاً غیر عربی لوگ کہ ان کے لئے بغیر نحو کے قرآن و حدیث سمجھنا ناممکن ہے پھر چونکہ نحو کی اکثر کتابیں عربی زبان میں ہیں یا فارسی، اور اہل ہند کی زبان اردو ہے جس کی وجہ سے ان سے استفادہ کرنا بدرجہ مشکل ہوتا ہے، انہی مشکلات اور پریشانیوں کو دور کرنے کے لئے محترم مولانا **محسن بن یعقوب صاحب رنوج** نے فن نحو میں فارسی زبان کی مشہور تالیف نحو میر کی اردو شرح (اشرف النحو) منظر عام پر لا کر

تمام ان لوگوں کے لئے جو قرآن کریم اور احادیث نبویہ کو سمجھ کر ان پر عمل پیرا ہونے کے خواستگار ہیں، بالکل آسانی کردی، اللہ تعالی اس کتاب کے تمام قارئین حضرات کی جانب سے موصوف کو جزائے خیر اور سعادتِ دارین نصیب فرمائیں، نیز موصوف محترم نے مسودہ میں ترجمہ وتشریح کے ساتھ ساتھ انوکھا ودلچسپ انداز اختیار کرتے ہوئے سوال و جواب کا اضافہ کرکے طالبین ومتعلمین کے لئے نافع سے نافع ترین بنادیا ہے۔

راقم الحروف دعا گو ہے کہ اللہ موصوف کی مساعی جملیہ کو شرف قبولیت سے نوازیں اور اس کتاب کو تمام طالبان کے لئے مفید بنائے آمین۔۔

(مولانا) داؤد صاحب ودانی (پٹنی)
سابق مہتمم مدرسہ کنز مرغوب پٹن

پیش لفظ از مرتب*

الحمد لله رب العالمین، والعاقبة للمتقین، والصلوة والسلام علی سید المرسلین، محمد بن عبد الله الأمین، وعلی آله الطیبین وأصحابة الطاهرین، ومن تبعهم باحسان الی یوم الدین. اما بعد.........

قرآن وحدیث کا علم تمام علوم سے اعلیٰ اور افضل، قرآن وحدیث چونکہ عربی میں ہیں لہذا اس کے جاننے کے لئے علوم عربیہ کا سیکھنا انتہائی ضروری ہے، علم نحوان تمام علوم میں سرفہرست ہے، یہی وجہ ہے کہ علماء کرام نے ہر دور میں تصنیف وتالیف درس وتدریس کے ذریعے علم نحو کی خدمت کر کے اس کی اہمیت کو اُجاگر کیا ہے۔

ابتدائی طلبہ کو علم نحو سے واقف کرانے کیلئے نحو میر کتاب کو جو مقبولیت عامۃً اور پذیرائی حاصل ہوئی وہ ایک مسلّم حقیقت ہے اور اسی وجہ سے یہ کتاب تا حال تمام مدارس عربیہ میں اہتمام سے پڑھائی جاتی ہے۔

نحو میر چونکہ فارسی زبان میں ہے اور موجودہ زمانے میں فارسی زبان سے ہماری علمی وابستگی برائے نام بھی باقی نہیں رہی، خصوصاً ہمارے مدارس میں زیادہ تر درجہ اولیٰ میں آنے والے طلبہ اسکول کالج سے پڑھ کر آتے ہیں اس لئے وہ فارسی زبان سے اجنبی ہوتے ہیں، فارسی زبان کی اجنبیت کے ساتھ ساتھ کتاب کے قواعد ومسائل کا سمجھنا ان کے لئے ایک اضافی بوجھ بن جاتا ہے اس لئے اللہ تعالی نے قلب میں بات ڈالی کہ نحو میر کی آسان شرح لکھی جائے تاکہ درجہ اولیٰ میں آنے والے طلبہ کے لئے نحو کے قواعد ومسائل آسانی سے سمجھ میں آجائیں اس لئے مدارس کے طلبہ کے لئے اس شرح کو بہت آسان کر دیا ہے کہ پہلے عبارت کا ترجمہ، اس کے بعد عبارت کی تشریح اور اس کے بعد سوال وجواب کی صورت میں اس نحو میر کو حل کیا گیا ہے اور اس میں طلبہ کی طرف سے ہونے والے اشکالات کو بھی سوال وجواب کی

صورت میں بقدر محنت حل کیا گیا ہے۔

چنانچہ یہ ہمارے مشفق اساتذۂ کرام کی محنتوں کا ثمرہ ہیں کہ جنہوں نے ہمارے پیچھے لیل ونہار محنت کی اور بڑی محنتوں سے ہمیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے علم کا گھونٹ پلایا، اللہ تعالیٰ ان اساتذۂ کرام کو اور مدرسہ کے تمام معاونین کو دارین میں بہترین بدلہ عطا فرمائیں۔

حضرات معلمین کرام اور باذوق طلبۂ عظام سے درخواست ہے کہ اس رسالے میں کوئی قابل اصلاح وترمیم یا قابل حذف و اضافہ بات نظر آئے تو ضرور اطلاع فرمائیں، تاکہ اگلے ایڈیشن میں اصلاح کی جاسکے اوراس کو مفید سے مفید بنایا جاسکے، ہم آپ کے مشورہ جات کے لئے چشم براہ ہیں۔

اخیر میں دعا کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ محض اپنے فضل وکرم سے اس معمولی کاوش کو قبول فرمائیں اور احقر کے لئے اوراس کے والدین ماجدین، اساتذۂ کرام اور جملہ محسنین کے لئے ذخیرہ آخرت بنائیں۔ آمین

یارب العالمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔۔۔

﴿حصول علم کے درس آداب﴾

(۱) اخلاص نیت:۔ طالب علم کو چاہئے کہ علم حاصل کرنے میں کوئی غلط نیت اور دنیوی غرض نہ ہو، اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے اور اپنی آخرت درست کرنے کے لئے علم حاصل کرے۔

(۲) بری باتوں سے اجتناب:۔ طالب علم کو چاہئے کہ اپنے نفس کو رذیل عادات اور بری صفات سے پاک کرے، چھوٹ، غیبت، بہتان، چوری، فضول گفتگو اور بری صحبت سے خود کو ہمیشہ بچاتا رہے، اس لئے کہ علم دل کی عبادت ہے جو ایک باطنی شئی ہے، پس جس طرح نماز جو ظاہری اعضاء کی عبادت ہے، بغیر طہارت کے درست نہیں ہوتی اسی طرح علم جو باطنی عبادت ہے، بغیر طہارت باطنی کے حاصل نہیں ہوتی۔

(۳) اساتذہ کا ادب:۔ طالب علم کو چاہئے کہ اساتذہ کا ادب واحترام ہر حال میں اپنے اوپر لازم سمجھے، حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: علم حاصل کرو اور علم کے لئے متانت ووقار پیدا کرو، جس سے تعلیم حاصل کرو اُس سے خاکساری برتو، ایک جگہ ارشاد فرمایا کہ بوڑھے مسلمان، عالم، حافظ قرآن، بادشاہ عادل اور استاذ کی عزت کرنا تعظیم خداوندی میں داخل ہے۔

(۴) اساتذہ کی خدمت:۔ طالب علم کو چاہئے کہ استاذ کی خدمت کو اپنے لئے فلاح دارین کا ذریعہ سمجھے، استاذ کے آداب میں ذکر کیا ہے کہ طالب علم سے خدمت نہ لے، یہی ان کے لئے مناسب ہے لیکن طالب علم استاذ کے کہنے کا انتظار نہ کرے، خود ہی ان کا کام کر دیا کرے اور اس میں اپنی سعادت سمجھے۔

(۵) دینی کتابوں کا احترام:۔ طالب علم کے لئے جس طرح یہ ضروری ہے کہ اساتذہ کی تعظیم و احترام کرے اسی طرح اس کو چاہئے کہ دینی کتابوں کی عظمت اس کے دل میں ہو، اس سلسلے میں مندرجۂ ذیل باتوں کا لحاظ رکھے۔

(۱) کسی کتاب کو بغیر طہارت کے نہ چھوئے (۲) کتاب کی طرف پیر دراز نہ کرے (۳) تفسیر، حدیث اور فقہ وغیرہ کی کتابوں کو بقیہ فنون کی کتابوں کے اوپر رکھے (۴) کتاب ادب کے ساتھ اٹھائے (۵) کتاب پر کوئی چیز نہ رکھے۔

(۶) رفقاء کے ساتھ ہمدردی:۔ طالب علم کو چاہئے کہ رفقاء کے ساتھ ہمدردی سے پیش آئے، اپنے ساتھیوں کا احترام کرے اور ان کے حقوق کا لحاظ رکھے، ان کو کسی قسم کی تکلیف نہ دے، ان کی کسی بات پر نہ ہنسے، ان پر طعن وتشنیع نہ کرے، کتاب سمجھنے میں ان کی مدد کرے، اپنی طاقت کے مطابق غریب ساتھیوں کی مدد کرے۔

(۷) علم حاصل کرنے میں محنت:۔ طالب علم کو چاہئے کہ علم دین حاصل کرنے میں اچھی طرح محنت کرے، اپنے اوقات ضائع نہ کرے، علم حاصل کرنے میں ہرگز سستی سے کام نہ لے، بزرگوں کی زندگی کا مطالعہ کرے، اور یہ سوچے کہ انہوں نے کس قدر محنتیں کیں۔

محنت کے سلسلے میں تین باتوں کا لحاظ ضروری ہے.

(۱) **مطالعہ:** یعنی اگلے سبق کی تیاری، اس کے بغیر کسی طرح استعداد نہیں بن سکتی، کوئی بھی اس کے بغیر ترقی نہیں کرسکا۔

(۲) **سبق کی پابندی:** طالب علم کو چاہئے کہ سبق کا کبھی ناغہ نہ کرے، اس میں علم کی ناقدری ہے جس سے بڑی بے برکتی ہوتی ہے، بسااوقات یہ ناقدری علم سے محرومی کا سبب بن جاتی ہے۔

(۳) **تکرار و مذاکرہ:** طالب علم کو چاہئے کہ سبق غور سے سنے اور اس کے بعد اس کا تکرار کرے، اس کے بغیر صلاحیت پیدا نہیں ہوسکتی۔

(۸) علم کی حرص اور اس کے لئے سفر:۔ طالب علم کو علم کا حریص ہونا چاہئے، اگر وطن میں تحصیل علم کے مواقع میسر نہ ہوں تو اس کے لئے سفر کرے، پہلے زمانے میں لوگ ایک ایک حدیث اور

ایک ایک مسئلہ کے لئے مہینوں کا سفر کرتے تھے اور بڑی مشقت اٹھاتے تھے۔

(۹) طلب علم میں ثابت قدمی اور ہر قسم کی تکلیف برداشت کرنا:۔ طالب علم کو چاہئے کہ علم جیسی بے بہا نعمت حاصل کرنے میں جو دشواریاں پیش آئیں ان کو برداشت کرے اور اپنے اکابر (بزرگوں) کی زندگی کو سامنے رکھے کہ انہوں نے علم دین کے خاطر کیسے کیسے مصائب برداشت کئے ، ہر طرح کی تنگی کے باوجود اس میں لگے رہے۔ ، اگر وہ ایسا نہ کرتے تو آج ہم تک دین نہ پہنچتا۔

(۱۰) شیخ کامل سے اصلاحی تعلق:۔ طالب علم کو چاہیے کہ زمانۂ طالب علمی میں کسی شیخ کامل سے اپنا اصلاحی تعلق قائم کرلے اور ہر کام اس سے دریافت کرنے کے بعد کرے، اور فراغت کے بعد ان کی خدمت میں رہ کر اچھی طرح اپنی ظاہری و باطنی اصلاح کرلے، اس کے بعد دینی کام شروع کرے ، بغیر اصلاح کے اخلاص پیدا ہونا مشکل ہے۔ ماخوذ از: " آداب المتعلمین " مؤلفہ حضرت قاری صدیق صاب باندویؒ)

اللہ تعالیٰ ہمیں ان آداب کی رعایت کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے ، اور ہمیں علم نافع عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین ۔۔۔

علم نحو کی اہمیت...

علم نحواور اس جیسے دیگر علوم کی فضیلت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ یہ علوم قرآن اور حدیث کو سمجھنے کیلئے ذریعہ ہیں تاہم خاص علم نحو کے متعلق چند فضائل درج ذیل ہیں۔

(۱) حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے "علم نحو کو اس طرح حاصل کرو جیسے تم فرائض وسنن کو سیکھتے ہو.

(۲) مشہور مقولہ ہے: "النحو في الكلام كالملح في الطعام" "علم نحو کلام میں ایسا ہے جیسا کہ کھانے میں نمک"

(۳) علماء نے فرمایا ہے " الصرف ام العلوم والنحو ابوھا" صرف تمام علوم میں ماں اور نحو تمام علوم میں باپ کی حیثیت رکھتا ہے۔

علم نحو کی تعریف: نحو ایسے علم کو کہتے ہیں جس سے اسم، فعل، حرف کو ایک دوسرے سے ملا کر جملہ بنانے کا طریقہ اور ان کے آخر کی حالت معلوم ہو۔

علم نحو کا موضوع: اس کا موضوع کلمہ اور کلام ہے، علم نحو میں ان ہی دونوں کے احوال بیان کئے جاتے ہیں۔

علم نحو کی غرض: علم نحو کی غرض یہ ہے کہ اسکا جاننے والا اگر قواعد کی صحیح رعایت کرلے تو وہ عرب کے کلام میں بولنے اور لکھنے کی غلطی سے محفوظ رہے گا۔

علم نحو کی ایجاد: علم نحو کی ایجاد کے متعلق بعض مؤرخین نے لکھا ہیکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک دیہاتی نے لوگوں سے کہا کہ کوئی شخص ہے جو مجھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل شدہ قرآن کریم کا کچھ حصہ پڑھائے اس پر ایک شخص نے اس کو سورۂ توبہ کی ابتدائی آیتیں پڑھائیں اور آیت " ان الله برئ من المشركين ورسولهٗ" میں لفظ ورسولهٗ کو (جر، زیر) کے ساتھ پڑھا جس کا مطلب یہ ہوا کہ بے شک اللہ تعالی مشرکین اور اپنے رسول سے بری (بیزار) ہیں تو دیہاتی نے کہا کہ جب اللہ خود اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بری ہیں تو میں بھی اس سے بری ہوں، جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع

ہوئی تو آپ نے دیہاتی کو بلا کر کہا کہ" ورسولُہ" میں لام پر پیش ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ اور اس کے رسول مشرکین سے بری ہیں، اس کے بعد آپ نے ابوالاسود دویلیؒ کو علم نحو کے وضع کرنے کا حکم دیا اور ابوالاسود دویلیؒ نے نحو کے قواعد جمع کیئے جن کی روشنی میں لوگ اس طرح کی غلطیوں سے بچیں، رفتہ رفتہ یہ علم تدوین پاتا رہا یہاں تک کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور میں اس کو بہت ترقی ہوئی ۔۔

مصنف نحو میر کے حالات*

آپ کا نام علی بن محمد بن علی ہے، آپ کا لقب زین الدین ہے اور کنیت ابوالحسن ہے، آپ"" میر سید شریف سے مشہور ہیں، آپ کو سید السنہ بھی کہا جاتا ہے، آپ ۲۲ یا ۲۳ / شعبان سنہ ۷۴۰ھ کو جرجان میں پیدا ہوئے۔

بچپن ہی میں آپ نے علوم عربیہ یعنی نحو، صرف، اشتقاق ولغت کی تکمیل کر لی، بلکہ صغر سنی ہی میں آپ نے نحو کی متعدد کتابیں لکھیں۔ چنانچہ" وافیہ شرح کافیہ، اسی دور کی تصنیف ہے، غالباً نحو میر اور صرف میر بھی اوائل عمری میں لکھ ڈالی تھیں۔

آپ کے علمی شوق کا اندازہ اس واقعہ سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ آپ نے مطالع" پر علامہ قطب الدین رازی" کی شرح کا سولہ مرتبہ مطالعہ فرمایا، لیکن طبیعت میں ابھی تشنگی باقی تھی لہذا خود شارحؒ سے پڑھنے کے لئے" ہراۃ" کی طرف چل پڑے،" ہراۃ" پہنچنے پر جب شارح" سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے آپ کے شوق مطالعہ، فہم و ذکا اور اپنی ضعیف العمری میں بے ربطی دیکھتے ہوئے معذوری ظاہر فرمائی، کہاں جوانی کے ولولے، اور کہاں ایک سو بیس سال کی عمر کہ اپنے شاگرد کو دیکھنے کے لئے آنکھوں پر لٹکی ہوئی بھنوؤں کو ہاتھوں سے اٹھانا پڑے لیکن اس شوق کو رد بھی نہیں کیا جا سکتا تھا، چنانچہ یہ فرماتے ہوئے کہ مصر میں میرا ایک شاگرد مولیٰ مبارک شاہ ہے، جو تمہیں میری کتاب اسی طرح پڑھا سکتا ہے جس طرح میں نے جوانی میں اُسے پڑھائی تھی، آپ کو مبارک شاہ کے نام خط دے کر روانہ فرمایا، میر صاحب کو علم کی کشش مصر لے گئی آپ نے شارح کا خط پیش کیا تو مبارک شاہ نے اُسے پڑھنے کے بعد

بوسہ دیا اور شرح مطالع پڑھانے کی ہامی بھر لی، لیکن ساتھ ہی شاگرد رشید کا امتحان لینے کے لئے چند سخت قسم کی شرائط عائد کر دیں کہ تم میرے مستقل شاگرد نہیں ہو گے، بلکہ دوسرے شاگردوں کے ساتھ بیٹھ کر صرف میرا درس سن سکو گے، حتی کہ تمھیں کسی قسم کا سوال کرنے کی اجازت نہیں ہوگی، شاگرد رشید جو اتنا لمبا سفر طے کر کے آیا تھا وہ بھلا ان شرائط کو ناگوار کب خیال کر سکتا تھا، اس نے بھی من وعن ان شرائط کو تسلیم کر لیا۔

اب مبارک شاہ تو بیٹھے مصر کے کسی امیر زادے کو پڑھا رہے ہیں اور یہ غریب الدیار طالب علم بڑے انہماک سے خاموش بیٹھا سُن رہا ہے لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا، ایک رات مبارک شاہ اپنے مکان سے نکل کر مدرسے کے صحن میں چہل قدمی فرما رہے تھے اور حضرت میر صاحب کے کمرے سے آواز آ رہی تھی کہ فلاں مسئلے پر شارح نے تو یہ لکھا ہے، استاذ نے تو یوں کہا ہے، اور میں کہتا ہوں کہ بات اس طرح ہے، طالب علم کمرے میں اپنے گرد و نواح کے ماحول سے بے خبر اپنے خیال میں مست ہر مسئلے پر بحث کر کے آخر میں اپنا فیصلہ دیتا رہا، استاذ محترم کچھ دیر یوں ہی سنتے رہے، لیکن جب خوشی حد سے بڑھ گئی تو شدت طرب سے وجد میں آ گئے، اب جو طالب علم کے جوہر کھلے تو استاذ محترم کا مقرب بننا بھی نصیب ہو گیا۔ قراءت وسوالات وغیرہ سب کی اجازت مل گئی۔

علامہ جمال الدین افسرائی جو اپنے زمانے کے مشہور طبیب تھے اور اپنے وقت کے یکتا عالم تھے، میر صاحب نے جو ان کا شہرہ سُنا تو آپ کو بھی شوق ہوا کہ قرمان جا کر شرف تلمذ حاصل کیا جائے، لیکن افسوس کہ قرمان پہنچ کر خوشی کے بجائے حسرت کا منہ دیکھنا پڑا کہ افسرائی وفات

پا چکے تھے، اسی عالم حسرت میں مولا شمس الدین محمد فناری سے ملاقات ہوئی تو دونوں نے اپنی تشنگی بجھانے کے لئے علامہ اکمل الدین محمد محمود بابری کے پاس مصر جانے کی ٹھان لی، وہاں جا کر میر صاحب نے ہدایہ کے حواشی اور باقی مذہبی علوم کی تعلیم حاصل کی، فراغت کے بعد میر صاحب نے شیراز میں تدریس شروع کر دی اور وہی مستقل سکونت اختیار کر لی، آپؒ کی سن وفات بھی شیراز میں ٦ / ربیع الاول ٨١٦ھ میں بعمر ٧٦ / سال ہوئی۔

میر صاحب نے پچاس سے زائد کتابیں تصنیف کیں، ان میں مشہور یہ ہیں: صرف میر، نحو میر، میر قطبی، شرح مواقف، شرح ایساغوجی، صغری، کبری، حاشیہ بیضاوی، شریفیہ، حاشیہ ہدایہ۔

آپ کی مقبولیت کی بڑی دلیل یہ ہے کہ آپؒ کی پانچ کتابیں داخل نصاب ہیں یعنی صرف میر، نحو میر، صغری، کبریٰ اور میر قطبی۔

ابتدائی طور پر چند ضروری باتیں۔

حرکت: زبر، زیر، پیش میں سے ہر ایک کو حرکت اور اکٹھا تینوں کو حرکات ثلاثہ کہتے ہیں۔

متحرک: حرکت والے حرف کو کہتے ہیں (یعنی وہ حرف جس پر حرکت ہو)۔

رفع یا ضمہ: پیش کو کہتے ہیں۔

نصب یا فتحہ: زبر کو کہتے ہیں۔

جر یا کسرہ: زیر کو کہتے ہیں۔

مرفوع مضموم: وہ حرف جس پر پیش ہو۔

منصوب مفتوح: وہ حرف جس پر زبر ہو۔

مجرور، مکسور: وہ حرف جس کے نیچے زیر ہو۔

سکون، جزم: حرکت نہ ہونے کو کہتے ہیں۔

ساکن، مجزوم: وہ حرف جس پر حرکت نہ ہو۔

تشدید: ایک حرف کو دو بار ایک سکون اور حرکت کے ساتھ پڑھنا جیسے مدَّ۔

مشدد: وہ حرف جس پر تشدید ہو۔

واحد: کسی لفظ کا ایسی حالت میں ہونا جس سے ایک چیز سمجھی جائے۔ جیسے رَجُلٌ (ایک آدمی)

تثنیہ: کسی لفظ کا ایسی حالت میں ہونا جس سے دو چیزیں سمجھی جائیں جیسے رَجُلَانِ (دو آدمی)

جمع: کسی لفظ کا ایسی حالت میں ہونا جس سے دو سے زیادہ چیزیں سمجھی جائیں جیسے، رِجَالٌ (بہت آدمی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ترجمہ: شروع کرتا ہوں اللہ ہی کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

عبارت: الحمد للہ رب العالمین، والعاقبۃ للمتقین والصلاہ والسلام علی خیر خلقہ محمد والہ اجمعین، امابعد

ترجمہ: تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے خاص ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے، اور اچھا انجام پرہیز گاروں کے لئے ہے اور رحمت خاصہ اور سلامتی نازل ہو اس کی مخلوق میں بہترین ذات محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور آپ کی تمام اولاد پر حمد وصلوٰۃ کے بعد جانو۔

عبارت: بران ارشدک اللہ تعالیٰ کہ ایں مختصریست مضبوط در علم نحو۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تمہاری رہنمائی فرمائے کہ یہ ایک مختصر سا رسالہ ہے جو علم نحو میں ضبط کیا گیا ہے۔

تشریح: مصنف فرماتے ہے کہ اپنے عربی علوم کو حاصل کرنے والے ابتدائی طالب علم خوب اچھی طرح یہ بات سمجھ لے، اللہ تعالیٰ تجھ کو سیدھا راستہ دیکھائے کہ یہ رسالہ "نحو میر" علم نحو کے قواعد کے بیان میں مختصر اور چھوٹا سا رسالہ ہے، مگر جس قدر عربی عبارت کو صحیح اور ٹھیک پڑھنے کے قواعد ہیں وہ سب نہایت وضاحت اور مضبوطی سے اپنی اپنی جگہ اس رسالہ میں بیان کئے ہیں۔

عبارت: کہ مبتدی رابعد از حفظ مفردات لغت ومعرفت اشتقاق وضبط مہمات تصریف۔

ترجمہ: جو کہ مبتدی طالب علم کو لغت کے مفردات یاد کر لینے کے بعد اور اشتقاق کی پہچان کے بعد اور علم صرف کی اہم باتیں یاد کر لینے کے بعد۔

تشریح: لیکن یہ اصول اور قواعد نحو یہ اس وقت کارآمد اور فائدہ مند ہونگے جبکہ ابتدا میں آنے والا طالب علم لغت کے مفردات جیسے مصادر اور اسکے مشتقات کو جیسے ماضی، مضارع، امر، نہی وغیرہ کو اور علم صرف کے ضروری امور کو اس رسالہ کو شروع کرنے سے پہلے خوب اچھی طرح رٹ کر حفظ کر لے، یعنی صیغوں کا

علم تو علم صرف سے حاصل کیا جائے اور ان میں باہم ربط اور جوڑ دینے کا علم اس رسالہ سے سمجھ کر حاصل کیا جائے۔

عبارت: بآسانی بکیفیت ترکیب عربی راہ نماید۔

ترجمہ: آسانی کے ساتھ عربی ترکیب کے طریقے کی طرف راستہ دکھاتا ہے۔

تشریح: تو ایسے طرز اور طریقے کو اگر ابتدا میں آنے والے طالب علم نے اپنی تعلیم میں اختیار کیا تو انشاء اللہ اس رسالہ کے قواعد عربی ترکیب کے بنانے کا راستہ سہولت کے ساتھ دکھا دیں گے کہ جس طرز کو اختیار کرنے سے اوپر کے درجات کی ترکیبی کتابوں میں عربی کا طالب علم بڑی تیزی سے چلے گا اور ہر کتاب کی ترکیب میں اس کو اچھی خاصی بصیرت پیدا ہو جائیگی۔

عبارت: و بزودے مبتدی را معرفت اعراب و بنا۔

ترجمہ: اور جلدی سے معرب و مبنی کی پہچان میں۔

تشریح: اگر مذکورہ بالا طریقے کو ابتداء میں آنے والے شوقین اور ذہین طالب علم نے پوری کوشش اور جد و جہد سے اختیار کیا تو معرب اور مبنی کی بہت جلد پہچان ہو جائیگی۔

عبارت: و سواد خواندن توانائی دہد۔

ترجمہ: اور پڑھنے کے ملکہ کی طاقت دیتا ہے۔

تشریح: جس طریقے کو اختیار کرنے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ عربی عبارت درست اور صحیح پڑھنے کی استعداد اس رسالہ کے قواعد یاد کرنے سے پیدا ہو جائیگی اور اس فن نحو کے پڑھنے کا مقصد بھی یہی ہے کہ عبارت میں اعراب کی غلطی واقع نہ ہو۔

عبارت: بتوفق اللہ تعالیٰ و عونہ۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اسی کی مدد سے۔

تشریح: مگر یہ چیزیں اپنی قوت بازو سے حاصل نہیں ہوتیں ،مگر اللہ تعالیٰ کی مدد اور اس کی توفیق سے حاصل ہوتی ہیں، البتہ ہمارا اور تمہارا کام سمجھ کر محنت کرنا اور اس میں لگا رہنا ہے۔

خطبہ میں وارد مشکل کلمات کی تشریح

(۱) **مختصر:** یہ باب افتعال سے اسم مفعول کا صیغہ ہے بمعنی اختصار کیا ہوا، مختصر وہ کتاب ہے جس کے الفاظ کم اور معانی زیادہ ہوں۔

(۲) **مضبوط:** یہ بھی اسم مفعول کا صیغہ ہے بمعنی لکھا ہوا، ضبط کیا ہوا۔

(۳) **علم نحو:** وہ علم ہے جس کے ذریعہ کلمات کے آخر کے احوال معرب اور مبنی ہونے کی حیثیت سے جانے جائیں اور کلمات کو ایک دوسرے سے ملانے کا طریقہ معلوم ہو۔

(۴) **مبتدی:** یہ باب افتعال سے اسم فاعل کا صیغہ ہے، بمعنی شروع کرنے والا۔

(۵) **مفردات:** یہ مفرد کی جمع ہے، مفرد وہ تنہا لفظ ہے جو ایک معنی بتائے جیسے۔ زَیدٌ، رَجُلٌ وغیرہ

(۶) **لغت:** ان آوازوں کا نام ہے جن کے ذریعہ لوگ اپنی اغراض تعبیر کریں۔

(۷) **اشتقاق:** وہ علم ہے جس کے ذریعہ بعض کلمات کا بعض کلمات کی طرف اصلیت وفرعیت کے اعتبار سے منسوب ہونا معلوم ہو۔

(۸) **مہمات:** یہ مُہِمٌّ کی جمع ہے، جس کے معنی ہیں اہم اور ضروری باتیں، یہاں مراد قواعد ہیں۔

(۹) **تصریف:** یہ علم صرف کا دوسرا نام ہے علم صرف وہ علم ہے جس میں مفردات سے ان کی صورت اور ہیئت کے اعتبار سے بحث ہو۔

(۱۰) **ترکیب:** اس کے لغوی معنی ہیں ملانا، اور اصطلاح میں چند کلمات کو اس طرح ملانا کہ ان کو مرکب کہا جائے۔

(۱۱) **اعراب:** اس کے معنی ہیں معرب ہونا، معرب وہ کلمہ ہے جس کا آخر عامل کے بدلنے سے بدلے جیسے جاءَ زَیدٌ، رَأَیتُ زَیدًا، مَرَرْتُ بِزَیدٍ۔۔۔

(۱۲) **بناء:** اس کے معنی ہیں مبنی ہونا، مبنی وہ کلمہ ہے جس کا آخر عامل کے بدلنے سے نہ بدلے۔ جیسے جاءَ

ہٰذَا، رَأَیْتُ ہٰذَا، مَرَرْتُ بِہٰذَا۔۔۔

(۱۳) سوادخواندن: پڑھنے کا ملکہ، پڑھنے کی صلاحیت۔

(۱۴) توفیق: اچھے مطلوب کے لئے اسباب مہیا کرنا۔

فصل اول

عبارت: بدانکہ لفظ مستعمل درسخن عرب بردو قسم است مفرد و مرکب۔

ترجمہ: جان لوکہ عرب کی گفتگو میں مستعمل لفظ دو قسم پر ہے مفرد اور مرکب۔

تشریح: عربی، فارسی اردو جو زبان بھی ہو جس وقت اہل زبان آپس میں زندگی کے جس شعبہ میں بھی گفتگو کریں گے ان کے محاورہ میں ہر قسم کے الفاظ مفرد اور مرکب آئیں گے، عربی کی ہی خصوصیت نہیں ہے جیسا کہ مصنف کی عبارت" درسخن عرب" کے لفظ سے بظاہر سمجھ میں آتا ہے کہ مفرد اور مرکب عربی زبان میں ہی ہوتے ہوں گے دوسری زبانوں میں نہیں۔

سوال: اگر ایسا ہی ہے یعنی تمام زبانوں میں گفتگوں کے وقت مفرد اور مرکب آئیں گے تو" درسخن عرب" بڑھانے کی مصنفؒ کو کیا ضرورت تھی؟

جواب: یہ ہے کہ یہ رسالہ نحو میر عربی قواعد اور اصول بیان کرنے کے لئے لکھا گیا ہے اسی وجہ سے مصنفؒ نے" درسخن عرب" کا اضافہ کر دیا۔

عربی کلام میں لفظ کا استعمال دو طرح ہوتا ہے، ایک مفرد اور دوسرا مرکب، اب یہاں سے مصنفؒ مفرد اور مرکب کا معیار اور اس کی تعریف بیان کرتے ہے۔

عبارت: مفرد لفظ باشد تنہا کہ دلالت کند بر یک معنی۔

ترجمہ: مفرد وہ ایک لفظ ہے جو ایک معنی پر دلالت کرے۔

تشریح: مصنفؒ یہاں سے مفرد کی تعریف کرتے ہے کہ مفرد اس اکیلے لفظ کو کہیں گے کہ جس سے صرف ایک ہی معنی کی طرف رہنمائی ہو یعنی ایک معنی کے لئے ایک لفظ ہو، مثال کے طور پر یوں سمجھو کہ ایک تلوار کے لئے ایک نیام، نیام ایسا ہے جیسے لفظ اور تلوار ایسی ہے جیسے معنی، لفظ مفرد کو کلمہ بھی کہتے ہے تو نحویوں کی اصلاح میں جو کلمہ ہے وہی مفرد ہے اب ہمیں اختیار ہے چاہے مفرد کہئے، چاہے کلمہ کہئے، دونوں ایک ہی

چیز ہیں۔

سوال: لفظ کس کو کہتے ہے؟

جواب: لفظ وہ بات ہے جو انسان کے منہ سے نکلے۔

سوال: لفظ کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: لفظ کی دو قسمیں ہیں: موضوع، مہمل۔

سوال: موضوع کس کو کہتے ہے؟

جواب: موضوع وہ لفظ ہے جس کے کچھ معنی ہوں جیسے رَجُلٌ، قَلَمٌ۔

سوال: مہمل کس کو کہتے ہے؟

جواب: مہمل وہ لفظ ہے جس کے کچھ معنی نہ ہوں جیسے دیز (زید کا اُلٹا)

سوال: لفظ موضوع کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: لفظ موضوع کی دو قسمیں ہیں، مفرد، مرکب۔

سوال: مفرد کس کو کہتے ہے؟

جواب: مفرد وہ تنہا لفظ ہے جو ایک معنی بتائے، جیسے: رَجُلٌ، فَرَسٌ، فِي، مِنْ وغیرہ۔

اب آگے مصنف مفرد یا کلمہ کی قسمیں بیان فرماتے ہیں کہ کلمہ کتنی قسمیں ہیں؟۔

عبارت: وآراں کلمہ گویند وکلمہ بر سہ قسم است، اسم چوں رَجُلٌ، وفعل چوں ضَرَبَ، وحرف چوں هَلْ، چنانکہ در تصریف معلوم شدہ است۔

ترجمہ: اور اس کو کلمہ بھی کہتے ہیں اور کلمہ تین قسم پر ہے اسم جیسے رَجُلٌ اور فعل جیسے ضَرَبَ اور حرف جیسے هَلْ، جو کہ علم صرف میں معلوم ہو چکا۔

تشریح: مفرد کو کلمہ بھی کہتے ہے اور کلمہ کی تین قسمیں ہیں، اسم، فعل، حرف، مثال مفرد اسم کی، زیدٌ اس

کے معنیٰ (وہ ایک شخص جس کا یہ نام ہے) دیکھوں لفظ بھی ایک، معنیٰ بھی ایک، مثال مفرد فعل کی جیسے ضرب اس کے معنیٰ (اس نے مارا) دیکھوں لفظ بھی ایک، معنیٰ بھی ایک، مثال مفرد حرف کی جیسے ھَلْ، اس کے معنیٰ ہے (کیا) دیکھوں لفظ بھی ایک، معنیٰ بھی ایک اور ان کلموں یا مفردوں کی تعریف تم کو علم صرف میں بھی معلوم ہو چکی۔

سوال: کلمہ کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: کلمہ کی تین قسمیں ہیں، اسم، فعل، حرف۔

سوال: اسم کس کو کہتے ہے؟

جواب: اسم وہ کلمہ ہے جس کے معنیٰ بغیر کسی کلمہ کے ملائے سمجھ میں آجائیں اور اس میں کوئی زمانہ نہ پایا جائے، جیسے رَجُلٌ، اِمْرَءَۃٌ، وغیرہ

سوال: فعل کس کو کہتے ہے؟

جواب: فعل وہ کلمہ ہے جس کے معنیٰ بغیر کسی کلمہ کے ملائے سمجھ میں آجائیں اور تین زمانوں میں سے کوئی زمانہ اس میں پایا جائے، جیسے ضَرَبَ (اس نے مارا یعنی ماضی میں) یَضْرِبُ (وہ مارتا ہے یعنی حال میں) اِضْرِبْ (تو مار یعنی مستقبل میں)

سوال: حرف کس کو کہتے ہے؟

جواب: حرف وہ کلمہ ہے جس کے معنیٰ بغیر کسی کلمہ کے ملائے سمجھ میں نہ آئیں، جیسے ھَلْ (بمعنیٰ کیا) فِی (بمعنیٰ میں) مِنْ (بمعنیٰ سے)

سوال: اسم کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: اسم کی تین قسمیں ہیں، جامد، مصدر، مشتق۔

سوال: اسم جامد کس کو کہتے ہے؟

جواب: اسم جامد وہ اسم ہے جو نہ خود کسی سے بنا ہو، نہ کوئی اور کلمہ اس سے بنے جیسے **رَجُلٌ، فَرَسٌ**۔

سوال: اسم مصدر کس کو کہتے ہے؟

جواب: اسم مصدر وہ اسم ہے جو خود تو کسی سے نہ بنا ہو مگر اس سے دوسرے الفاظ بنتے ہوں جیسے **نَصْرٌ، ضَرْبٌ**۔

سوال: اسم مشتق کس کو کہتے؟

جواب: اسم مشتق وہ اسم ہے جو مصدر سے بنا ہو، جیسے اسم فاعل، اسم مفعول، اسم آلہ، اسم ظرف اور اسم تفضیل جیسے **عالِمٌ، مَعْلُومٌ، مِفْتَاحٌ، مَسْجِدٌ** اور **اَکْبَرُ**۔

سوال: کلمہ کی صرف تین ہی قسمیں کیوں ہیں، چار یا پانچ کیوں نہیں؟

جواب: کلمہ کی صرف تین ہی قسمیں اس لئے ہے کہ کلمہ دو حال سے خالی نہیں یا تو اپنے معنی بتلانے میں دوسرے کا محتاج ہوگا یا نہیں، اگر اپنے معنی بتانے میں دوسرے کلمہ کا محتاج ہو تو وہ حرف ہے، اور اگر دوسرے کلمہ کا محتاج نہ ہو تو پھر دو حال سے خالی نہیں یا تو اس میں زمانہ پایا جائے گا یا نہیں، اگر زمانہ پایا جائے تو وہ فعل ہے اور اگر زمانہ نہ پایا جائے تو وہ اسم ہے، پس آگے کوئی اور قسم بچتی ہی نہیں اس لئے تین ہی قسمیں ہیں۔

سوال: اسم کا اسم فعل کا فعل اور حرف کا حرف نام رکھنے کی وجہ کیا ہے؟

جواب: اسم کو اسم اس وجہ سے کہتے ہے کہ اسم کے معنی بلند ہونا اور چونکہ وہ فعل اور حرف سے مرتبہ میں بڑھا ہوا ہے اس لئے کہ وہ کسی کا محتاج نہیں جب کہ فعل زمانہ کا محتاج ہے اور حرف تو سراسر ہی محتاج ہے، اور فعل کو فعل اس لئے کہتے ہیں کہ فعل کے معنی کام اور چونکہ اس میں بھی کسی نہ کسی کام کا کرنا یا ہونا پایا جاتا ہے، اور حرف کو حرف اس لئے کہتے ہیں کہ حرف کے معنی کنارہ کے ہیں، حرف کا نام حرف اس لئے ہیں کہ وہ اسم اور فعل کے مقابلہ میں کنارہ پر آتا ہے۔

سوال: صاحب کتاب نے اسم کوفعل وحرف پرمقدم کیا جبکہ بعض کتابوں میں فعل کواسم وحرف پرمقدم کیا گیا ہے؟

جواب: حضرت علیؓ نے اپنے شاگرد ابوالاسود دوویلیؒ کوایک کتابچہ عنایت فرمایا تھا جس میں علم النحو کے ابتدائی قواعد مذکور تھے اس میں یہی ترتیب تھی (الکلام کله ثلاثةاسم و فعل و حرف) تومصنفؒ نے بھی اسی فعل کالحاظ رکھا۔۔

جواب(۲) نیز اس لئے بھی مقدم کیا کہ اسم مسند اور مسند الیہ دونوں ہوتا ہے، فعل مسند ہوتا ہے مسند الیہ نہیں جبکہ حرف نہ مسند ہوتا ہے نہ مسند الیہ۔

عبارت: اما مرکب لفظے باشد کہ از دو کلمہ یا بیشتر حاصل شدہ باشد۔

ترجمہ: بہرحال مرکب ایسا لفظ ہوتا ہے جودو یا زیادہ کلموں سے مل کر بنا ہو۔

تشریح: دوسری قسم لفظ کی مرکب ہے، مرکب کی تعریف یہ ہے کہ لفظ مرکب دوکلموں یا دو سے زائد سے بنا ہو، وہ مرکب ہے اور مرکب کم سے کم دوکلموں سے بنتا ہےتو اس کی دلالت کم سے کم دو معنی پرتو ضرور ہوگی، اوراگر مرکب دوکلموں سے زائد سے بنا ہےتو اس کی دلالت دو معنیٰ سے زائد پر ہوگی۔ خلاصہ یہ ہے کہ جتنے کلموں سے مرکب بنا ہوگا اُتنے ہی معنی پر اس کی دلالت ہوگی جیسے **غُلامُ زَیْدٍ** یہ مرکب دوکلموں سے بنا ہے، ایک غلام سے اور ایک زید سے دونوں سے دو معنی سمجھ میں آ گئے، اور جیسے **غُلامُ زَیدٍ قَائِمٌ** کہ یہ مرکب تین لفظوں سے بنا ہے، تو اس سے تین معنی سمجھ میں آئیں ،ایک غلام سے ،دوسرے زید سے،تیسرے قائم سے ،اور جیسے **غُلامُ زَیدٍ قَائِمٌ عِنْدِی** ، یہ مرکب پانچ کلموں سے بنا ہے، تو اس سے پانچ معنی سمجھ میں آئیں، ایک غلام سے دوسرے زید سے، تیسرے قائم سے، چوتھے عند سے اور پانچوے یائے متکلم سے۔

سوال: مرکب کسے کہتے ہیں؟

جواب: مرکب کے لغوی معنی ہے ملا ہوا، اور اصطلاح میں اس لفظ کو کہتے ہیں جو دو یا دو سے زیادہ کلموں سے مل کر بنے جیسے غُلامُ زَیْدٍ (زید کا غلام)

عبارت: مرکب بر دو گونہ است، مفید و غیر مفید، مفید آنست کہ قائل برآں سکوت کوند و سامع را خبرے یا طلبے حاصل شود، وآں را جملہ گویند و کلام نیز۔

ترجمہ: مرکب دو قسم پر ہے مفید اور غیر مفید، مفید وہ مرکب ہے کہ جب کہنے والا اس پر سکوت کرلے تو سننے والے کو کوئی خبر یا طلب معلوم ہو اور اس کو جملہ کہتے ہے اور کلام بھی۔

تشریح: یہاں سے مرکب کی تقسیم بیان فرمارہے ہیں کہ مرکب کی دو قسمیں ہیں مفید اور غیر مفید، مرکب مفید اسے کہتے ہے کہ جب بولنے والا اپنی بات کہہ کر رک جائے تو سننے والے کو کوئی خبر دینا، (یعنی ہمیں یہ خبر دی جارہی ہے) یا طلب (یعنی ہم سے کوئی چیز طلب کی جارہی ہے) معلوم ہو مثلاً کسی متکلم نے کہا "زَیْدٌ صَالِحٌ" معنی زید نیک ہے تو آپ کو زید کے صالح ہونے کی خبر ہوگئی یا کہا "اِقْرَأْ (تو پڑھ) تو اس سے آپ کو معلوم ہوگیا کہ پڑھنے کی طلب کی جارہی ہے پس یہ مرکب مفید ہے، اس کو جملہ اور کلام بھی کہتے ہے۔

سوال: مرکب کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: مرکب کی دو قسمیں ہیں، مفید، اور غیر مفید۔

سوال: مرکب مفید کس کو کہتے ہیں؟

جواب: مرکب مفید اس کو کہتے ہیں کہ متکلم یعنی بولنے والا ایسا کلام کرے کہ مخاطب یعنی سننے والا مطمئن ہو جائے۔

سوال: مخاطب کو پورا پورا فائدہ کب حاصل ہوتا ہے؟

جواب: مخاطب کو پورا پورا فائدہ اس وقت حاصل ہوتا ہے جب دو چیزیں ہو، ایک وہ چیز جس کے متعلق

بات بتلانی مقصود ہو، اس کو مسند الیہ کہتے ہیں، دوسری وہ چیز جو بات بتلانی مقصود ہو اس کو مسند کہتے ہیں ، جیسے زیدٌ قَائِمٌ میں پہلی چیز کہ زیدٌ کے متعلق بات بتلانی ہے، دوسری چیز قَائِمٌ یعنی کھڑے ہونیکی بات بتلانی ہے تو زید کو مسند الیہ اور قائم کو مسند کہتے ہیں۔

سوال: مرکب مفید کے دوسرے نام کتنے اور کون کون سے ہیں؟

جواب: مرکب مفید کے دوسرے نام ہیں (۱) مرکب جملہ (۲) مرکب تام (۳) مرکب اسنادی (۴) مرکب کلمہ۔

عبارت: پس جملہ بردو گونہ است خبریہ وانشائیہ۔

ترجمہ: پس جملہ دو قسم پر ہے خبریہ اور انشائیہ۔

تشریح: مصنفؒ نے اوپر بیان کیا کہ مرکب مفید کو جملہ اور کلام بھی کہتے ہیں تو ان تینوں کی یعنی مرکب مفید، مرکب جملہ، مرکب کلام دو قسمیں ہوگی خبریہ اور انشائیہ، یعنی مرکب مفید انشائی اور مرکب مفید خبری ، مرکب جملہ انشائی ، مرکب جملہ خبری، مرکب کلام انشائی اور مرکب کلام خبری تو خلاصہ اس فصل اول کا یہ ہوا کہ لفظ کی دو قسمیں ہیں، مفرد اور مرکب پھر مفرد یعنی کلمہ کی تین قسمیں ہیں، اسم، فعل، حرف پھر مرکب کی دو قسمیں ہیں، مفید اور غیر مفید پھر مرکب مفید کی دو قسمیں ہیں خبریہ اور انشائیہ۔

سوال: جملہ کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: جملہ کی دو قسمیں ہیں۔

سوال: جملہ کی دو قسمیں کون کون سی ہیں؟

جواب: (۱) جملہ خبریہ (۲) جملہ انشائیہ۔۔۔

فصل دوم

عبارت فصل دوم: بدانکہ جملہ خبریہ آنست کہ قائلش را بصدق وکذب تواں کرد۔

ترجمہ: جان لو کہ جملہ خبریہ وہ ہے جس کے کہنے والے کو سچ اور جھوٹ کے ساتھ متصف کرسکیں۔

تشریح: اس فصل میں مصنفؒ جملہ کی قسموں اور ان قسموں کی اقسام کو بیان فرمارہے ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں کہ جملہ کی دو قسمیں ہیں، خبریہ اور انشائیہ، اب اس عبارت میں جملہ خبریہ کی تعریف بیان کرتے ہیں کہ جملہ خبریہ ایسے جملہ کو کہتے ہیں کہ جس جملہ کا مضمون ایسا ہو کہ جس کی وجہ سے کہنے والا اس جملہ کا سچا اور جھوٹا کہا جاسکے، یہ سچ اور جھوٹ کے دونوں احتمال اس وقت ہوں گے جبکہ اس جملہ کا کہنے والا کسی کے حال کی حکایت بیان کرے اگر یہ حکایت درحقیقت محکی عنہ کے حال کے موافق ہو تو اس کے قائل کو سچا کہیں گے اور اگر محکی عنہ کے حال کے خلاف ہو تو اس کے قائل کو جھوٹا کہیں گے، مثلاً کسی نے کہا **زَیْدٌ عَالِمٌ** یہ جملہ خبریہ ہے کیونکہ اس جملہ میں کہنے والے نے یہ بتایا کہ زید عالم ہے، اگر واقع میں زید عالم ہے تو اس جملہ کا کہنے والا سچا ہے، اور اگر زید عالم نہیں ہے بلکہ وہ جاہل ہے تو اس جملہ کا کہنے والا جھوٹا ہے کیونکہ جو صفت زید میں نہیں ہے یہ کہنے والا اس کو ثابت کرتا ہے تو لامحالہ جھوٹا ہوا۔

دوسری مثال جملہ خبریہ کی **دَخَلَ زَیْدٌ فِی الْمَسْجِدِ** اس کلام کو کہنے والا یہ خبر دیتا ہے کہ زید مسجد میں داخل ہوا، اگر حقیقت میں زید مسجد میں داخل ہوا ہے تو اس کلام کا کہنے والا سچا ہے، اور اگر زید مسجد میں داخل نہیں ہوا تو یہ کہنے والے کا کلام واقع کے خلاف ہے، اس وجہ سے اس کلام کا کہنے والا جھوٹا ہے۔

سوال: جملہ خبریہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: خبریہ کے لغوی معنیٰ ہے خبر دینا اور اصطلاح میں اس جملہ کو کہتے ہے کہ جس کے کہنے والے کو سچا یا جھوٹا کہا جاسکے۔

سوال: خبریہ کو خبریہ کیوں کہتے ہیں/ اس کا وجہ تسمیہ کیا ہے؟

جواب: خبریہ کا معنیٰ ہے خبر دینا اور جملہ خبریہ سے بھی متکلم، مخاطب کو خبر دیتے ہیں اس لئے اسے خبریہ کہتے ہیں۔

عبارت: **وآن بر دو نوع است اول آنکہ جزو اولش اسم باشد وآں را جملہ اسمیہ گویند چوں زیدٌ عالمٌ یعنی زید دانا ست، جزوِ اولش مسند الیہ ست وآں را مبتدا گویند، وجزوِ دوم مسند ست وآں را خبر گویند، دوم، جزوِ اولش فعل باشد وآنرا جملہ فعلیہ گویند، چوں ضرب زَیدٌ، بزد زید، جزوِ اولش مسند ست آنراں فعل گویند، وجزو دوم مسند الیہ است وآنرا فاعل گویند۔**

ترجمہ: اور وہ دو قسم پر ہے، اول یہ کہ اس کا پہلا جز اسم ہو اس کو جملہ اسمیہ کہتے ہیں، جیسے زَیدٌ عَالِمٌ یعنی زید جاننے والا ہے اس کا پہلا جز مسند الیہ ہے اور اس کو مبتدا کہتے ہیں، دوسرا وہ جملہ ہے جس کا پہلا جز فعل ہو اور اس کو جملہ فعلیہ کہتے ہیں، جیسے ضَرَبَ زَیدٌ، زید نے مارا اس کا پہلا جز مسند ہے اور اس کو فعل کہتے ہیں اور دوسرا جز مسند الیہ ہے اور اس کو فاعل کہتے ہیں۔

تشریح: مصنفؒ یہاں سے جملہ خبریہ کی قسموں کو بیان کر رہے ہیں کہ جملہ خبریہ کی دو قسمیں ہیں، جملہ اسمیہ اور جملہ فعلیہ اور دونوں کی تعریف یہ ہیں کہ اگر جملہ کا پہلا جز اسم ہو تو اس کو جملہ اسمیہ کہتے ہے، جیسے زیدٌ عالمٌ یہ جملہ خبریہ ہے لیکن یہ جملہ اسمیہ بھی ہے کیونکہ اس جملہ کا پہلا جز زید ہے جو اسم ہے اس وجہ سے اس جملہ کا نام جملہ اسمیہ ہے اور جملہ اسمیہ کے پہلے جز کو مسند الیہ اور دوسرے جز کو مسند کہتے ہے، جیسے زَیدٌ عَالِمٌ میں زید مسند الیہ ہے اس لئے کہ اس کی طرف عالم ہونیکی نسبت کی گئی ہے اور عالم مسند ہے کہ اس کی نسبت کی گئی ہے زید کی طرف۔

جملہ اسمیہ میں مسند الیہ کو مبتدا اور مسند کو خبر کہتے ہے، مبتدا کے معنی جس سے ابتدا کی جائے اور مبتدا کو بھی مبتدا اسی لئے کہتے ہیں کہ اس سے جملہ کی ابتدا اور شروعات ہوتی ہے اور خبر کو خبر اس لئے کہتے ہیں کہ اس کے ذریعہ سے خبر دی جاتی ہے، جیسے مثال مذکور میں زَیدٌ مبتدا ہے اس لئے کہ اس سے جملہ کی ابتدا ہو رہی

ہے، اور عَالِمٌ خبر ہے اس لئے کہ اس کے ذریعہ زید کے بارے میں عالم ہونے کی خبر دی جارہی ہے۔
جملہ خبریہ کی دوسری قسم جملہ فعلیہ ہے، اور جملہ فعلیہ وہ جملہ خبریہ ہے کہ جس کا پہلا جز فعل ہو اور دوسرا جز اسم، اس کے پہلے جز کو مسند اور دوسرے جز کو مسند الیہ کہتے ہیں، جیسے ضَرَبَ زَیْدٌ، زید نے مارا، اب اس میں ضرب مسند ہے اس لئے کہ اس کی نسبت کی گئی ہے زید کی طرف اور" زیدٌ، مسند الیہ ہے اس لئے کہ اس کی طرف ضرب یعنی مارنے کی کی نسبت کی گئی ہے۔
جملہ فعلیہ میں مسند کو فعل اور مسند الیہ کو فاعل کہتے ہے، فعل کے معنیٰ ہے کام اور فعل کو بھی فعل اسی لئے کہتے ہیں کہ اس میں کسی کام کا کرنا یا ہونا پایا جاتا ہے اور فاعل کے معنی ہے کام کرنے والا اور فاعل کو بھی فاعل اسی لئے کہتے ہیں کہ اس کی طرف کسی کام کی نسبت کی جاتی ہے یعنی وہ کسی کام کو کرنے والا ہوتا ہے جیسے، ضَرَبَ زَیْدٌ میں ضَرَبَ فعل ہے، اس لئے کہ اس میں ایک کام کا کرنا یعنی مارنا پایا گیا اور زَیْدٌ فاعل ہے اس لئے کہ مارنے کی نسبت اس کی طرف کی گئی ہے یعنی وہ فعل ضرب کو انجام دینے والا ہے۔

سوال: جملہ خبریہ کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: جملہ خبریہ کی دو قسمیں ہیں۔

سوال: جملہ خبریہ کی دو قسمیں کون کونسی ہیں؟

جواب: ایک جملہ اسمیہ اور دوسری جملہ فعلیہ۔

سوال: جملہ اسمیہ کس کو کہتے ہیں؟

جواب: جملہ اسمیہ وہ جملہ ہے جس کا پہلا جز اسم ہو اور دوسرا جز اسم ہو یا فعل جیسے زَیْدٌ قَائِمٌ، اور زَیْدٌ قَامَ۔

سوال: جملہ اسمیہ کے پہلے جز کے دوسرے کون کون سے نام ہیں؟۔

جواب: جملہ اسمیہ کے پہلے جز کے دو اور نام ہیں (۱) مسند الیہ (۲) مبتدا۔

سوال: جملہ اسمیہ کے دوسرے جز کے دوسرے کون کون سے نام ہیں؟۔

جواب: جملہ اسمیہ کے دوسرے جز کے دو اور نام ہیں (۱) مسند (۲) خبر۔

سوال: جملہ فعلیہ کس کو کہتے ہیں؟

جواب: جملہ فعلیہ وہ جملہ ہے جس کا پہلا جزء فعل ہو اور دوسرا جزء اسم ہو جیسے **ضَرَبَ زَیدٌ**۔

سوال: جملہ فعلیہ کے پہلے جزء کے دوسرے کون کون سے نام ہیں؟

جواب: جملہ فعلیہ کے پہلے جزء کے دو اور نام ہیں (۱) مسند (۲) فعل۔

سوال: جملہ فعلیہ کے دوسرے جزء کے دوسرے نام کون کون سے ہیں؟

جواب: جملہ فعلیہ کے دوسرے جزء کے دو اور نام ہیں (۱) مسند الیہ (۲) فاعل یا نائب فاعل۔

عبارت: وبدانکہ مسند حکم است ومسند الیہ آنچہ بروحکم کنند۔

ترجمہ: اور جان لو کہ مسند حکم ہے اور مسند الیہ وہ کلمہ ہے کہ جس پر حکم لگائیں۔

تشریح: ہمیں اوپر دونوں جملوں یعنی اسمیہ، فعلیہ میں معلوم ہو گیا کہ ہر جملہ میں دو دو جز ہیں، ایک جز مسند اور دوسرا مسند الیہ، لہذا اب یہ بات معلوم کرنے کی ضرورت ہیں کہ مسند اور مسند الیہ کس کو کہتے ہیں؟ تو مصنفؒ اس عبارت میں مسند اور مسند الیہ کی تعریف کرتے ہیں۔

مسند اور مسند الیہ کی تعریف یہ ہیں، جو چیز کسی دوسری چیز کے ساتھ لگائی جائے اس لگائی ہوئی چیز کو مسند اور حکم کہتے ہیں اور جس کے ساتھ یہ چیز لگی اس کو مسند الیہ اور محکوم علیہ کہتے ہیں۔

مثال جملہ اسمیہ میں **زَیدٌ عَالِمٌ**، یعنی زید عالم ہے، یا بالفاظ دیگر زید جاننے والا ہے، تو عربی کا لفظ **عَالِمٌ** اور اردو کا لفظ جاننے والا یہ دونوں اپنی اپنی زبان میں مسند ہیں۔

مسند الیہ اور محکوم علیہ اس کو کہتے ہیں کہ جس کے ساتھ کوئی چیز لگائی جائے یا بالفاظِ دیگر جس پر کسی دوسری چیز کا حکم کیا جائے۔

مثال جملہ اسمیہ میں **زَیدٌ عَالِمٌ**، یعنی زید عالم ہے، اس میں زید مسند الیہ اور محکوم علیہ ہے کیونکہ عالم ہونے

کوزید کے ساتھ لگایا گیا ہے، یا یوں کہو کہ عالم کا حکم زید پر کیا گیا ہے، یہ جملہ اسمیہ کی مثال ہوئی۔

مثال جملہ فعلیہ میں **ضَرَبَ زَیدٌ** ہے، ضرب مسند ہے کیونکہ مارنے کو زمانہ گذشتہ میں زید کے ساتھ لگایا گیا ہے کہ زید نے زمانہ گذشتہ میں مارا، زید مسند الیہ اور فاعل ہے کیونکہ مارنا زمانہ گذشتہ میں زید سے صادر ہوا ہے لہذا **ضَرَبَ** کا فعل زید کے ساتھ لگا دیا گیا۔

سوال: مسند کس کو کہتے ہیں؟

جواب: مسند وہ حکم ہے جس کی نسبت کسی اسم کی طرف کی جائے۔ جیسے مذکورہ مثال میں "**عَالِمٌ** اور **ضَرَبَ** مسند ہیں۔

سوال: مسند الیہ کس کو کہتے ہیں؟

جواب: مسند الیہ وہ اسم ہے جس کی طرف کسی اسم یا فعل کی اسناد کی جائے، جیسے مثال مذکورہ میں **زَیدٌ** مسند الیہ ہے کہ اس کی طرف" **عَالِمٌ** اور **ضَرَبَ** کی اسناد کی گئی ہے۔

عبارت: واسم مسند و مسند الیہ تواند بود، و فعل مسند باشد و مسند الیہ نتواند بود، و حرف نہ مسند باشد و نہ مسند الیہ۔

ترجمہ: اور اسم مسند و مسند الیہ دونوں ہوسکتا ہے اور فعل مسند تو ہوتا ہے مسند الیہ نہیں، اور حرف نہ مسند ہوسکتا ہے نہ مسند الیہ۔

تشریح: ہمیں اوپر کلمہ کی تقسیم میں معلوم ہوا کہ مفرد کی تین قسمیں ہیں: اسم، فعل، حرف، مصنفؒ یہاں ان تینوں کی حیثیت اور قابلیت بیان کرتے ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں کہ اسم میں دو قابلیتیں ہیں ایک یہ کہ اسم مسند الیہ ہوتا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اس کے ساتھ دوسری چیز لگائی جاسکتی ہے، اور مسند بھی ہوتا ہے کہ اس کو دوسری چیز کے ساتھ لگایا جاسکتا ہے، مثال زیدٌ عالم، دیکھو زیدٌ اسم ہے معرفہ اور مسند الیہ ہے اور عالمٌ بھی اسم ہے نکرہ اور مسند ہے جو کہ زید کے ساتھ لگایا گیا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ زیدٌ اور عالمٌ دونوں اسم ہے، ایک اسم ان دونوں میں سے مسند الیہ ہو گیا، یعنی زید اور دوسرا اسم ان دو میں سے مسند ہو گیا، یعنی عالم۔

فعل میں صرف ایک قابلیت ہے کہ وہ ہمیشہ مسند ہو گا، مسند الیہ کبھی نہ ہو گا، مثال **ضَرَبَ زَیْدٌ** ان دو میں سے ایک فعل ہے اور دوسرا اسم ہے، دیکھو ضربَ فعل ہے اور مسند ہے اور زیدٌ اسم ہے اور مسند الیہ ہے۔

حرف کی اپنی ذاتی کوئی حیثیت اور قابلیت نہیں، دوسرے کے سہارے سے اس کے معنی سمجھے جاتے ہیں، لہذا حرف نہ مسند ہو گا نہ مسند الیہ۔

یاد رکھو کہ مسند اور مسند الیہ وہ چیز ہو سکتی ہیں جو خود اپنی ذاتی حیثیت سے دوسرے کے سہارے کے بغیر اپنے معنی تک راہنمائی کر دے۔

سوال: کیا اسم، مسند اور مسند الیہ ہوتا ہے؟

جواب: جی ہاں! اسم مسند اور مسند الیہ ہوتا ہے جیسے **زَیْدٌ عَالِمٌ**۔

سوال: کیا فعل مسند اور مسند الیہ ہوتا ہے؟

جواب: فعل مسند تو ہوتا ہے مگر مسند الیہ نہیں ہوتا جیسے **قَامَ زَیْدٌ**۔

سوال: کیا حرف مسند اور مسند الیہ ہوتا ہے؟

جواب: حرف نہ مسند ہوتا ہے نہ مسند الیہ..

سوال: کون کون سی چیزیں مسند الیہ واقع ہوتی ہیں؟

جواب: چند چیزیں مسند الیہ واقع ہوتی ہیں (۱) فاعل (۲) نائب فاعل) (۳) مبتدا (۴) حروف مشبہ بالفعل کا اسم (۵) حروف مشبہ بلیس کا اسم (۶) افعال ناقصہ کا اسم (۷) لانفی جنس کا اسم۔

سوال: کون کون سی چیزیں مسند واقع ہوتی ہیں؟

جواب: چند چیزیں مسند واقع ہوتی ہیں۔ (۱) فعل (۲) اسم الفعل (۳) مبتدا کی خبر (۴) حروف مشبہ

بالفعل (۵) حروف مشبہ بلیس کی خبر (٦) افعال ناقصہ کی خبر (۷) لانفی جنس کی خبر۔

سوال: اسم مسند اور مسند الیہ دونوں کیوں ہوسکتا ہے؟

جواب: مسند الیہ ہر وہ کلمہ بن سکتا ہے جو کسی ذات پر دلالت کرتا ہو اور مسند ہر وہ کلمہ بن سکتا ہے جو صفت پر دلالت کرتا ہو اب چونکہ اسم میں دونوں صلاحیت پائی جاتی ہیں کہ وہ ذات پر بھی دلالت کرتا ہے۔ جیسے **زیدٌ، مسجدٌ**، اور صفت پر بھی دلالت کرتا ہے جیسے **قَائِمٌ، عَالِمٌ**، اس لئے اسم مسند الیہ اور مسند دونوں بن سکتا ہے۔

پس یوں سمجھئے کہ اس کی دو قسمیں ہیں (۱) اسم ذات (۲) اسم صفت۔

اسم ذات: وہ اسم ہے جو کسی شئے کے محض وجود اور ذات پر دلالت کرے جیسے **زیدٌ، اَلْھَوَاءُ، الماءُ**، کہ یہ تینوں الفاظ زید، ہوا، اور پانی کہ وہ محض وجود اور ذات پر دلالت کرتے ہیں۔

اسم صفت: وہ اسم ہے جو کسی چیز کی اچھائی برائی حالت و کیفیت اور صفت پر دلالت کرے جیسے" **جمیلٌ، شُجَاعٌ، ضَعِیفٌ** کہ یہ تینوں الفاظ صفت کو بتلا رہے ہیں۔

سوال: فعل صرف مسند ہوتا ہے مسند الیہ کیوں نہیں ہوسکتا ہے؟

جواب: فعل صرف مسند بن سکتا ہے اس لئے کہ وہ ہمیشہ وصف پر دلالت کرتا ہے اور فعل کبھی مسند الیہ نہیں بن سکتا ہے اس لئے کہ وہ کبھی ذات پر دلالت نہیں کرتا ہے۔

سوال: حرف مسند اور مسند الیہ دونوں کیوں نہیں بن سکتا ہے؟

جواب: حرف نہ مسند بن سکتا ہے نہ مسند الیہ، اس لئے کہ وہ نہ ذات پر دلالت نہ وصف پر بلکہ وہ تو اپنے پورے معنیٰ بتانے میں دوسرے کا محتاج ہوتا ہے۔

جملہ خبریہ کی بحث تام ہوئی، آگے جملہ انشائیہ کا بیان شروع ہوتا ہے، فصل اول کے آخر میں مرکب مفید کی تعریف میں خبر اور طلب کے دو لفظ آئے ہیں، یاد رکھو کہ خبر تو جملہ خبریہ میں ہوتی ہے اور طلب جملہ انشائیہ

میں ہوتی ہے۔

عبارت: بدانکہ جملہ انشائیہ آنست کہ قائلش رابصدق وکذب صفت نہ تواں کرد۔

ترجمہ: جان لو کہ جملہ انشائیہ وہ ہے کہ جس کے کہنے والے کو سچ اور جھوٹ کے ساتھ متصف نہ کرسکیں۔

تشریح: مصنفؒ یہاں سے جملہ انشائیہ کو بیان فرما رہے ہیں کہ جملہ انشائیہ وہ جملہ ہے کہ جس کا مضمون ایسا ہو کہ اس کے کہنے والے کو نہ جھوٹا کہہ سکے اور نہ سچا، کیونکہ جملہ انشائیہ میں کسی کے حال کی حکایت بیان نہیں ہوتی جیسا کہ جملہ خبریہ میں ہوتی ہیں، بلکہ جملہ انشائیہ میں غیر موجود کو وجود میں لانے کی خواہش اور طلب ہوتی ہے، اور کسی چیز کی طلب میں صدق وکذب کی بحث آنیکی کوئی وجہ نہیں ہے، لہذا جملہ انشائیہ کے قائل کو سچ اور جھوٹ کے ساتھ متصف نہیں کرسکتے، مثال کے طور پر سمجھو کہ متکلم مخاطب سے کہتا ہے، **اِضْرِبْ** یہ **اِضْرِبْ** ملہ انشائیہ ہے، اس جملہ سے متکلم کی خواہش یہ ہے مخاطب **فعل ضَرَبْ** کو وجود میں لائے یعنی مخاطب مارنا شروع کردے تاکہ **فعل ضَرَبْ** عدم سے وجود میں آجائے، دوسری مثال جملہ انشائیہ کی **لاتَضْرِبْ** ہے، اس جملہ **لاتَضْرِبْ** سے مقصود متکلم کا یہ ہے کہ عدم ضرب کو وجود میں لائے اور عدم **ضَرَبْ** کا وجود میں آنا اس وقت ہوگا کہ مخاطب مارنے سے اپنا ہاتھ روک لے، خلاصہ یہ ہوا کہ متکلم مخاطب سے نہ مارنے کی طلب کرتا ہے، تو آپ خود اُس پر گہری نظر ڈالو کہ **اِضْرِبْ** اور **لاتَضْرِبْ** کے فاعل کو سچا اور جھوٹا کہنے کی کوئی صورت نہیں یعنی آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ **اِضْرِبْ** کا قائل اس وقت جھوٹا ہوگا جبکہ مخاطب کسی کو نہ مارے اور اس کے یعنی متکلم کے حکم کے بموجب کسی کو مارے تو سچا ہوگا اس کی مثال اپنے رات دن کے معاملات میں یوں سمجھو کہ مثلاً زید کسی کے پاس گیا اور زید نے اُس سے کہا کہ تو اپنی کتاب مجھ کو دیدے، جواب میں اُس نے کہا کہ لیجاؤ یا یوں کہا کہ میں نہ دوں گا، اگر اُس نے نہ دی تو تم زید کو جھوٹا نہیں کہہ سکتے، اگر دیدی تو سچا نہیں کہہ سکتے کیونکہ یہ تو زید کا مخاطب سے سوال تھا پورا ہو یا نہ ہو، یہاں صدق، کذب سے کیا بحث، یاد رکھو جملہ انشائیہ اور جملہ خبریہ میں فرق کرنا ابتدائی تعلیم میں دشوار ہوتا

ہے لیکن مزید غور کرنے کے بعد یہ دشواری دور ہوسکتی ہے۔
سوال: جملہ انشائیہ کس کو کہتے ہیں؟
جواب: جملہ انشائیہ وہ جملہ ہے جس کے کہنے والے کو سچ اور جھوٹ سے متصف نہیں کر سکتے جیسے :اِضْرِبْ (تو مار) لاتَضْرِبْ (تو مت مار)
عبارت: وآن بر چند قسم است.
ترجمہ: اور وہ چند قسم پر ہے۔
تشریح: آپ کو اوپر معلوم ہو چکا کہ جملہ خبریہ کی دو قسمیں ہیں، ایک جملہ اسمیہ، اور دوسری جملہ فعلیہ، اب مصنفؒ فرماتے ہیں کہ اسی طرح جملہ انشائیہ کی بھی کچھ قسمیں ہیں جسکو ہم آگے بیان کرتے ہیں۔
سوال: جملہ انشائیہ کی کتنی قسمیں ہیں؟
جواب: جملہ انشائیہ کی دس قسمیں ہیں۔
عبارت: امر چوں اِضرِبْ، نہی چوں لاتَضْرِبْ، استفهام چوں هَلْ ضَرَبَ زَيْدٌ، وتمنی چوں لَيتَ زَيْدٌ حَاضِرٌ، وترجی چوں لَعَلَّ عَمْرًوا غَائِبٌ، وعقود چوں بِعْتُ وَاِشْتَرِيتُ، ونداچوں يَا اَللهُ، وعرض چوں اَلاتَنزِلُ بِنَا فَتُصِيبُ خيراً، وقسم چوں وَاللهِ لَاَضْرِبَنَّ زَيدًا، وتعجب چوں مَا اَحْسَنَهُ وَأَحْسِنْ بِهِ۔
ترجمہ: اور جیسے **اِضْرِبْ** (تو مار) اور نہی جیسے **لاتَضْرِبْ** (تومت مار) اور استفہام جیسے **هَلْ ضَرَبَ زَيْدٌ** (کیا زید نے مارا) اور تمنی جیسے **لَيتَ زَيْدٌ حَاضِرٌ** (کاش زید حاضر ہوتا) اور ترجی جیسے **لَعَلَّ عَمْرًوا غَائِبٌ** (امید ہے کہ عمرو غائب ہو) اور عقود جیسے **بِعْتُ وَاِشْتَرِيتُ** (میں نے بیچا اور میں نے خریدا) اور ندا جیسے **يَا اَللهُ** (اے اللہ) اور عرض جیسے **اَلاتَنزِلُ بِنَا فَتُصِيبُ خَيراً** (آپ ہمارے پاس کیوں نہیں آتے تاکہ آپ بہتری پائیں) اور قسم جیسے **وَاللهِ لَاَضْرِبَنَّ زَيدًا** (اللہ کی قسم البتہ میں

ضرور زید کو ماروں گا) اور تعجب جیسے مَا أَحْسَنَهُ وَأَحْسِنْ بِهٖ (وہ کس قدر حسین ہے)۔

تشریح: غور کرو کہ جملہ انشائیہ کی بمقابلہ جملہ خبریہ کے زیادہ قسمیں ہیں اگر آپ اس کو شمار کرو گے تو دس قسمیں ہوگی امر ایک، نہی دو، استفہام تین، تمنی چار، ترجی پانچ، عقود چھ، نداسات، عرض آٹھ، قسم نو، تعجب دس، تو اس عبارت میں مصنفؒ جملہ انشائیہ کی ہر قسم کو مثال کے ساتھ بیان کرتے ہیں---

(۱) امر: یعنی حکم کرنا اور وہ صیغہ ہے جس میں مخاطب سے کسی کام کا مطالبہ کیا جائے۔ جیسے اِضْرِبْ اس میں مخاطب سے مارنے کا مطالبہ کیا جارہا ہے۔

پھر اس طلب (مطالبہ) کے چار درجے ہیں:

(۱) اعلیٰ ادنیٰ سے کسی کام کو طلب کرے اسے امر کہتے ہیں۔ جیسے أَقِيمُوا الصَّلٰوةَ۔

(۲) ادنی اعلیٰ سے کسی کام کو طلب کرے اسے عرض کہتے ہیں جیسے شاگرد استاذ سے کسی کام کو طلب کرے۔

(۳) اگر ادنی سب سے برتر و اعلیٰ کی بارگاہ میں طلب کرے تو اسے دعا کہتے ہیں جیسے رَبِّ اغْفِرْلِي۔

(۴) اگر مساوی مساوی سے کسی کام کو طلب کرے اسے التماس کہتے ہیں، جہاں امر ہو وہاں تین باتوں کا جاننا ضروری ہے، امر (حکم دینے والا) مأمور (جس کو حکم دیا گیا) مأمور بہ (جس کا حکم دیا جائے) جیسے أَقِيمُوا الصَّلٰوةَ اس میں امر اللہ ہے مأمور بندے ہیں مأمور بہ نماز قائم کرنا ہے۔

ترکیب: اِضْرِبْ فعل امر صیغہ مذکر حاضر اس میں انت ضمیر مستتر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

(۲) نہی: یعنی منع کرنا وہ صیغہ ہے جس کے ذریعہ کسی کام کو چھوڑنے اور نہ کرنے کا مطالبہ کیا جائے جیسے لا تَضْرِبْ (مت مار) یہاں مخاطب کو مارنے سے روکا جارہا ہے اور اس سے مطالبہ کیا جارہا ہے کہ وہ مارنے کو چھوڑ دے۔

ترکیب: لا تَضْرِبْ فعل نہی صیغہ واحد مذکر حاضر اس میں انت ضمیر مستتر فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ

فعلیہ انشائیہ ہوا

(۳) استفہام: لغوی معنی پوچھنا، سوال کرنا اور اصطلاح میں کوئی غیر واقف متکلم واقف کار مخاطب سے کسی انجان چیز کے سمجھنے کی طلب اور کوشش کرے جیسے اگر آپ کو نحو میر کا کوئی مقام سمجھ نہ آئے تو اس کو سمجھنے کے لئے کوئی سوال کرے تو اسے استفہام کہا جاتا ہے جیسے هَلْ ضَرَبَ زَيْدٌ (کیا زید نے مارا)

ترکیب: هَلْ حرف برائے استفہام غیر عامل ضَرَبَ فعل زَيْدٌ اس کا فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

(۴) تمنی: آرزو کو کہتے ہیں، وہ جملہ ہے جس کے ذریعہ سے کسی چیز کی خواہش یا آرزو کی جائے خواہ وہ تمنا پوری ہو سکے یا نہ ہو سکے۔

حاصل ہونے کی مثال: لَيْتَ زَيْدًا حَاضِرٌ (کاش کے زید حاضر ہو جاتا)

حاصل نہ ہونے کی مثال لَيْتَ الشَّبَابَ يَعُودُ، (کاش کہ جوانی لوٹ آئے)

ترکیب: لَيْتَ حروف مشبہ بفعل زَيْدًا اس کا اسم حاضر اس کی خبر لَيْتَ اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ انشائیہ ہوا۔

(۵) ترجی: امید کرنے کو کہتے ہیں، ترجی وہ جملہ ہے کہ جس کے ذریعہ سے کسی چیز کی امید ظاہر کی جائے اور وہ پوری ہو سکے، لَعَلَّ عَمْرًوا غَائِبٌ (امید ہے کہ عمرو غائب ہو گیا)

ترکیب: لَعَلَّ حرف ترجی مشبہ بفعل عَمْرًوا اس کا اسم، غَائِبٌ اس کی خبر، لَعَلَّ اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ انشائیہ ہوا۔

(۶) عقود: عقد کی جمع ہے، لغت میں گرہ لگانے کو کہتے ہیں، عقود وہ جملہ ہے کہ جس کے ذریعہ سے کسی معاملہ کو طے کیا جائے جیسے بِعْتُ (میں نے بیچا) اِشْتَرَيْتُ (میں نے خریدا)

آسان لفظوں میں یوں سمجھے کہ جن جملوں کو خرید و فروخت کرتے ہوئے استعمال کیا جائے۔

ترکیب: بِعْتُ فعل اس میں ت ضمیر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوکر معطوف علیہ واؤ حرف عطف اِشْتَرِیْتُ فعل اس میں ت ضمیر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوکر معطوف ہوا، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ معطوفہ ہوا۔

(۷) ندا: پکارنے کو کہتے ہیں، ندا وہ جملہ ہے کہ جس کے ذریعہ سے کسی کو پکارا جائے، اور متوجہ کیا جائے، اور اسکے شروع میں حرف ندا ملفوظ ہو یا محذوف ہو جیسے **یَا اَللّٰہُ**۔

ترکیب: یا حرف ندا قائم مقام ادعو فعل کے، انا ضمیر اس کا فاعل اور لفظ اللہ اس کا مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

فائدہ: پکارنے والے کو منادی کہتے ہیں، جس کو پکارا جائے اس کو منادیٰ کہتے ہیں اور جس مقصد کے لئے پکارا جائے اس کو جواب ندا اور مقصود ندا کہتے ہیں۔

(۸) عرض: پیش کرنے کو کہتے ہیں، عرض وہ جملہ ہے کہ جس سے کسی شیئ کے حاصل کرنے کی نرمی سے ترغیب دی جائے جیسے اَلا تَنزِلُ بِنَا فَتُصِیبُ خَیراً (آپ ہمارے پاس کیوں نہیں آئے کہ آپ کو بھلائی حاصل ہو)

ترکیب: اَلا تَنزِل جملہ انشائیہ ہے اور فَتُصِیبُ خَیراً جملہ خبریہ ہے اور خبریہ کو انشائیہ پر عطف جائز نہیں، لہذا اس جملہ کو اَلا یَکونُ مِنکَ نُزولَ فَاِصَابۃ خَیرہ مِنِّی کی تاویل میں کر کے ترکیب کریں گے۔

اَلا حرف عرض یکون فعل ناقص نزول معطوف علیہ فا حرف عطف، اِصَابۃٌ مصدر، مضاف خَیرہ مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر معطوف، معطوف اپنے معطوف علیہ سے مل کر اسم مؤخر ہوا یَکونُ فعل ناقص کا مِنکَ میں مِنْ جار ک ضمیر مجرور، جار اپنے مجرو سے مل کر معطوف علیہ ہوا مِنِّی میں مِن حرف جار، نون وقایہ کا ی متکلم کی مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر معطوف، معطوف اپنے معطوف علیہ سے مل کر ثَابتًا مقدر سے متعلق ہوکر خبر مقدم، یَکونُ اپنے اسم مؤخر اور خبر مقدم سے مل کر جملہ انشائیہ

عرضیہ ہوا۔

(۹) قسم: پکارنے کو کہتے ہیں، قسم وہ جملہ ہے جس سے کسی چیز کی قسم اٹھائی جائے اور اس میں تذبذب اور شک کو دور کرنے کے لئے اللہ کا نام یا اس کی کسی صفت کا ذکر کیا جائے جیسے **وَاللّٰهِ لَاَضْرِبَنَّ زَيْدًا** (اللہ کی قسم میں زید کو ضرور مارونگا)

قسم کے لئے" واو "با، تا، لام " کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں جیسے **وَاللهِ، بِاللّٰهِ، لِلّٰهِ، تَاللّٰهِ۔**

ترکیب: واؤ برائے قسم حرف جار، لفظ **اللہ** مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر اُقْسِمُ فعل کے متعلق، اُقْسِمُ فعل اپنے فاعل انا سے ملکر جملہ قسمیہ، لَاَضرِبَنَّ فعل مضارع صیغہ واحد متکلم بانون تاکید ثقیلہ انا ضمیر پوشیدہ اسکا فاعل زَیدًا مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے ملکر جواب قسم، قسم اپنے جواب قسم سے ملکر جملہ فعلیہ انشائیہ قسمیہ ہوا۔

(۱۰) تعجب: حیران ہونے کو کہتے ہیں، تعجب وہ جملہ ہے جس سے کسی چیز پر تعجب اور حیرت کا اظہار کیا جائے جیسے **مَا اَحْسَنَہ وَاَحْسِنْ بِہٖ** (وہ کیا ہی حسین ہے)

ترکیب: ما بمعنی ای شئی کے مبتدا ہے احسنہ فعل اور اس کے اندر پوشیدہ ضمیر جو لوٹتی ہے لفظ ما کی طرف وہ اس کا فاعل، ہ ضمیر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر ہوئی مبتدا کی، مبتدا اپنی خبر سے ملکر جملہ اسمیہ انشائیہ ہوکر معطوف علیہ ہوا۔

اَحْسِنْ فعل أنت ضمیر پوشیدہ اس کا فاعل، با حرف جر، ہ مجرور، جار اپنے مجرور سے متعلق ہوا اَحْسِنْ کے، اَحْسِنْ فعل اپنے فاعل متعلق سے ملکر خبر ہوئی مبتدا محذوف کی، مبتدا محذوف اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ انشائیہ ہوکر معطوف ہوا معطوف علیہ کا، معطوف اپنے معطوف علیہ سے ملکر جملہ انشائیہ معطوفہ ہوا۔

سوال: تمنی اور ترجی میں فرق کیا ہیں؟

جواب: تمنی اور ترجی میں فرق چند طریقے سے بیان کیا جاتا ہے۔

حرف تمنی تین ہیں

(۱)لیت جیسے لَیتَ زَیدًا حَاضِرٌ۔

(۲)لَو ، جواپنے مدخول کومصدر کے معنی میں کر دیتا ہے جیسے لَوْ کَانُوا مُسْلِمِیْنُ (البقرۃ)

(۳)لَوْ لَا جیسے لَوْ لَا أَخَّرْتَنِی إِلٰی أَجَلٍ قَرِیبٍ فَأَصَّدَّقَ وَاَکُنْ مِنَ الصالحین (المفقون).

اورحرف ترجی صرف ایک لعل ہی ہے جیسے لَعَلَّ عَمْرٌوا غَائِبٌ۔

(۲) دوسرا فرق تمنی ممکن اور ناممکن دونوں کو عام ہے جیسا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا شعر ہے:

بَکَیْتُ عَلٰی شَبَابٍ قَدْ تَوَلّٰی۔ فَیَالَیْتَ الشَّبَابَ لَنَا یَعُودُ

لَوْ کَانَ الشَّبَابُ یُبَاعُ بَیْعًا۔ لَاعْطَیْتُ البَائِعُ مَا یُرِیدُ

آپؓ نے یہاں لَیتَ حرف تمنی کے ساتھ دوبارہ جوانی کی آرزو فرمائی حالانکہ جوانی کا لوٹ آنا بدیہی محالات میں سے ہے، جبکہ ترجی ممکن کے ساتھ خاص ہے، ناممکن چیز میں استعمالی نہیں ہوتی، اسی وجہ سے لَعَلَّ الشَّبَابُ یَعُودُ کہنا صحیح نہیں ہے۔

سوال: فرعون کا قول ہے لَعَلِّی اَبْلُغُ اس نے اپنے وزیر سے کہا کہ میرے لئے ایک بلند محل تیار کرتا کہ میں اس پر آسمانوں کے راستے سے چڑھ کر موسیٰ کے رب کو دیکھ سکوں اب آسمان پر چڑھنا اور رب کو دیکھنا انسانوں میں سے غیر نبی کیلئے دیکھنا عادۃ محال ہے توفرعون نے پھر لَعَلَّ کیوں کیا؟

(۱) جواب: یہاں لَعَلَّ، لَیتَ کے معنی میں ہے اب کوئی اشکال نہ رہا۔

(۲) جواب: فرعون سرکشی ، انانیت ، وتکبر میں اس قدر عرق ہو چکا تھا کہ عقل سلیم اور صحیح سمجھ اس سے سلب ہو چکی تھی اور وہ بمنزلہ پاگل کے ہوگیا تھا، اب پاگل ومجنون کی باتیں کہاں ٹھیک رہتی ہیں یہ اسی پاگل پن کی وجہ تھی کہ لَیتَ کے بجائے لَعَلَّ کہا۔

(۳) تیسرا فرق یہ ہے کہ تمنی کا استعمال امر محبوب کے ساتھ خاص ہے، اور ترجی کا استعمال امر محبوب وغیر

محبوب دونوں کے ساتھ ہے جیسا کہ شعر ہے:

أُحِبُّ الصَّالحین وَلستُ مِنهم۔لَعَلَّ اللّٰہُ یَرْزُقَنِی صَلاحًا

سوال: نہی اور نفی میں فرق کیا ہیں؟

جواب: نہی ایسے کام سے باز رکھنا ہے جس کے کرنے پر قدرت حاصل ہو اور جس کام کو کرنے پر قدرت حاصل نہ ہو اس کام سے باز رکھنے کو نفی کہتے ہیں۔

سوال: جملہ خبریہ اور جملہ انشائیہ کو پہچاننے کا طریقہ کیا ہیں؟

جواب: ان دونوں کی تعریف تو آسان ہے مگر ان کی پہچان مشکل ہے لیکن اگر عزیز طلبہ کو ایک مقدمہ ذہن نشین کرا دیا جائے تو امید ہے کہ ان دونوں میں فرق کر سکیں گے وہ مقدمہ یہ ہے کہ نسبت کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) نسبت کلامیہ جو متکلم کے کلام میں مذکور و ملحوظ ہو۔

(۲) نسبت ذہنیہ جو متکلم کے ذہن و تصور میں ملحوظ ہو۔

(۳) نسبت خارجیہ جو نسبت کلامیہ و ذہنیہ سے قطع نظر خارج میں حاصل ہو۔

جیسے زَیْدٌ قَائِمٌ اب زَیْدٌ قَائِمٌ کا تلفظ کرنا یہ نسبت کلامیہ ہے اور ذہن میں زید کے قیام کا تصور کرنا یہ نسبت ذہنیہ ہے، اب دیکھنا یہ ہے کہ نسبت خارجیہ کیا ہے یعنی خارج میں زید کھڑا ہے یا نہیں، پس اگر وہ کھڑا ہے تو صدق ہے اور اگر کھڑا نہیں ہے تو کذب، معلوم ہوا کہ صدق و کذب کا دارو مدار اسی نسبت خارجیہ پر ہے اور ظاہر ہے کہ نسبت خارجیہ صرف جملہ خبریہ میں ہوتی ہے، جملہ انشائیہ میں صرف نسبت کلامیہ و ذہنیہ ہوتی ہے۔

عبارت: فصل۔ بدانکہ مرکب غیر مفید آنست کہ چوں قائل برآں سکوت کند سامع را خبرے یا طلبے حاصل نشود۔

ترجمہ: جان لو کہ مرکب غیر مفید وہ ہے کہ جب کہنے والا اس پر سکوت اختیار کرے تو سننے والے کو کوئی خبر یا کوئی طلب حاصل نہ ہو۔

تشریح: پہلی فصل میں مصنفؒ نے مرکب کی دو قسمیں بیان کی ہیں۔

مرکب مفید اور مرکب غیر مفید، مرکب مفید کی تعریف اور اس کی مثالیں اوپر بیان کی جا چکیں، اس فصل میں مرکب غیر مفید کی تعریف اور اس کی قسمیں بیان کی جاتی ہیں۔

مرکب غیر مفید کی تعریف: مرکب غیر مفید اس کو کہتے ہیں کہ قائل اس کو بول کر خاموش ہو جائے، سننے والے کو نہ کوئی خبر معلوم ہو جیسے کہ جملہ خبریہ میں معلوم ہوتی ہے نہ کوئی طلب معلوم ہو جیسے کہ جملہ انشائیہ میں معلوم ہوتی ہے جیسے کہ کِتَابُ زَيْدٍ پس اس سے اتنا معلوم ہوا کہ کِتَابُ زَيْدٍ کی اور اتنی بات نا تمام اور ادھوری ہے، سننے والا انتظار میں ہے کہ قائل اس کا کچھ اور اس کے آگے کہے گا مثلاً قائل نے یوں کہہ دیا کہ کِتَابُ زَيْدٍ جَيِّدٌ یعنی زید کی کتاب اچھی ہے اب اس وقت بات پوری ہوگئی اب یہ مرکب مفید ہو گیا کیونکہ قائل نے کتاب کے اچھے ہونے کی خبر دیدی۔

سوال: مرکب غیر مفید کس کو کہتے ہیں؟

جواب: مرکب غیر مفید وہ مرکب ہے کہ جب کہنے والا اس پر خاموش ہو جائے تو سننے والے کو کوئی خبر یا طلب معلوم نہ ہو جیسے قلمُ سَعِيدٍ (سعید کا قلم)

سوال: مرکب غیر مفید کے دوسرے کون کون سے نام ہیں؟

جواب: مرکب غیر مفید کے دو اور نام ہیں (۱) مرکب اسناد (۲) مرکب ناقص

عبارت: وآں بر سہ قسم است.

ترجمہ: اور وہ تین قسم پر ہیں۔

تشریح: اوپر آپ کو معلوم ہو گیا کہ مرکب مفید کی دو قسمیں ہیں، جملہ خبریہ اور جملہ انشائیہ، اب مصنف یہاں

یہ بیان کرر ہے ہیں کہ مرکب غیر مفید کی تین قسمیں ہیں۔
سوال: مرکب غیر مفید کی کتنی قسمیں ہیں؟
جواب: مرکب غیر مفید کی تین قسمیں ہیں۔
(۱) مرکب اضافی۔
(۲) مرکب بنائی۔
(۳) مرکب منع صرف۔

عبارت: اول مرکب اضافی، چوں غُلَامُ زَیْدٍ جزو اول را مضاف گویند، و جزو دوم را مضاف الیہ ومضاف الیہ ہمیشہ مجرور باشد۔

ترجمہ: اول مرکب اضافی جیسے غُلَامُ زَیْدٍ (زید کا غلام) اس کے پہلے جز کو مضاف اور دوسرے جز کو مضاف الیہ کہتے ہیں، اور مضاف الیہ ہمیشہ مجرور ہوتا ہے۔

تشریح: مصنفؒ نے مرکب غیر مفید کی تقسیم میں قدرے اختصار سے کام لیا ہے، ورنہ مرکب غیر مفید کی اولا دو قسمیں ہیں: (۱) مرکب غیر مفید تقییدی (۲) مرکب غیر مفید غیر تقییدی۔
(مرکب غیر مفید تقییدی کی تعریف) وہ مرکب ہے جس کا پہلا جز دوسرے جز کے لئے قید واقع ہو، یعنی اس کا پہلا جز قید سے پہلے کثرت افراد ہوں گے لیکن قید کے بعد قلت افراد ہو جائیں گے جیسے غُلَامُ زَیْدٍ (زید کا غلام) اس میں دوسرا جز زیدٍ پہلے جز غلامُ کی قید ہے، زید کے آنے سے پہلے غلام عام تھا اس میں کثرت افراد پائے جاتے تھے ہر ایک کے غلام کو غلام کہہ سکتے تھے مگر زید کے آنے سے کثرت سے قلت ہوگئی، عمومیت وتکثیر معدوم اور خصوصیت معلوم وموجود ہوگئی اب ہر ایک کے غلام کو غلام نہیں کہہ سکتے۔
(اقسام مرکب غیر مفید تقییدی)
اس مرکب غیر مفید تقییدی کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) مرکب اضافی (۲) مرکب توصیفی۔

(مرکب اضافی کی تعریف): یہ وہ مرکب ہے جس کا پہلا جز مضاف اور دوسرا جز مضاف الیہ ہو جیسے غُلَامُ زَیدٍ۔

فائدہ: جس چیز کی نسبت کی جائے اسے مضاف کہتے ہیں اور جس چیز کی طرف نسبت کی جائے اسے مضاف الیہ کہتے ہیں جیسے غُلَامُ زَیدٍ میں غلام کی نسبت زید کی طرف کی جارہی ہے، عربی زبان میں پہلے مضاف آتا ہے پھر مضاف الیہ مگر اردو زبان میں اکثر مضاف الیہ کا ترجمہ پہلے کیا جاتا ہے اور مضاف کا بعد میں۔

یہ بھی جان لو کہ مضاف الیہ ہمیشہ مجرور ہوتا ہے جبکہ مضاف کبھی مرفوع ہوتا ہے جیسے جَاءَ غُلَامُ زیدٍ کبھی منصوب ہوتا ہے جیسے رَأَیتُ غَلَامَ زَیدٍ اور کبھی مجرور ہوتا ہے جیسے مَرَرْتُ بِغُلَامِ زیدٍ۔

(مرکب توصیفی کی تعریف) یہ وہ مرکب ہے جس کا پہلا جز موصوف ہو اور دوسرا جز صفت ہو، صفت وہ لفظ ہوتا ہے جو موصوف کی اچھائی یا برائی بیان کرے، اور موصوف جس کی صفت بیان کی جائے جیسے رَجُلٌ عَالِمٌ اس میں رَجُلٌ موصوف ہے اور عَالِمٌ اس کی ایک اچھی صفت ہے۔

سوال: مرکب اضافی کس کو کہتے ہیں؟

جواب: مرکب اضافی وہ مرکب غیر مفید ہیں جس میں ایک اسم کی اضافت دوسرے اسم کی طرف کی جائے جیسے غُلَامُ زَیْدٍ۔

سوال: مضاف کس کو کہتے ہیں؟

جواب: مضاف وہ اسم ہے جس کی اضافت دوسرے اسم کی طرف کی جائے جیسے مثال مذکور میں غلام مضاف ہے کہ اس کی اضافت زید کی طرف کی گئی۔

سوال: مضاف الیہ کس کو کہتے ہیں؟

جواب: مضاف الیہ وہ اسم ہے جس کی طرف کسی اسم کی اضافت کی جائے جیسے مثال مذکور میں زیدٌ کہ اس

کی طرف غُلام کی اضافت کی گئی۔

سوال: مرکب اضافی کے پہلے جزو کا نام مضاف کیوں ہیں؟

جواب: مرکب اضافی میں پہلے جزو کا نام مضاف اس وجہ سے ہے کہ یہ مشتق ہے اضافت سے، اضافت مصدر ہے باب افعال کا بروزن اِقَامَۃٌ اور اضافت کے معنی ہے منسوب کرنا، آپ دیکھو کہ مضاف اسم مفعول کا صیغہ ہے جس کے معنی یہ ہیں منسوب کیا گیا تو ظاہر ہے کہ غُلَامُ زَیْدٍ میں غلام کس کی طرف منسوب ہے؟ آپ جواب دوگے کہ زید کی طرف منسوب ہے کیونکہ زید اس کا مولی ہے، اس وجہ سے مرکب اضافی کے پہلے جزء کو مضاف کہتے ہے۔

سوال: مرکب اضافی کے دوسرے جزو کا نام مضاف الیہ کیوں ہیں؟

جواب: مرکب اضافی کے دوسرے جزو کا نام مضاف الیہ اس وجہ سے ہے کہ مضاف اسم مفعول کا صیغہ ہے جیسا کہ آپکو معلوم ہوا، اِلَیْہِ میں اِلٰی حرف جار ہے، اِلٰی کے ساتھ ضمیر متصل ہے جس کے معنی یہ ہوئے نسبت کیا گیا اس کی طرف تو یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ ترکیب اضافی میں اول کی نسبت دوسرے جزو کی طرف ہوتی ہے اس وجہ سے مرکب اضافی کے دوسرے جزو کو مضاف الیہ کہتے ہے۔

سوال: جب مرکب اضافی میں پہلے جزو کی نسبت دوسرے جزو کی طرف ہوتی ہے تو اس سے صاف طور پر یہ ثابت ہوا کہ مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان نسبت ہوئی، تو اس وقت اس کو مرکب مفید کہنا چاہئے نہ کہ مرکب غیر مفید؟

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ نسبت کی دو قسمیں ہیں، ایک نسبت تام، دوسری نسبت ناقص، مرکب مفید وہ ہوتا ہے کہ جس میں نسبت تام ہو کہ جس سے مخاطب کو پورا فائدہ حاصل ہو جائے، مرکب اضافی میں ہمیشہ نسبت ناقص ہوتی ہے اس وجہ سے اس کو مرکب غیر مفید ہی کہیں گے۔

سوال: نسبت کس کو کہتے ہیں؟

جواب: نسبت دو چیزوں میں جو لگاؤ ہو اس کو نسبت کہتے ہیں۔
سوال: مضاف الیہ کو جر کون دیتا ہے؟
جواب: اس کا بیان آگے اسماء عاملہ کے بیان میں آئے گا۔
سوال: مضاف پر کونسا اعراب آئے گا؟
جواب: مضاف کا اعراب ایک نہیں ہوتا جیسا اس کے اوپر عامل ہوگا ویسا ہی اس کا اعراب ہوگا، یعنی کبھی رفع، کبھی نصب، کبھی جر۔
عبارت: دوم۔ مرکب بنائی، واو آنست کہ دو اسم را یکے کردہ باشند. واسم دوم متضمن حرفے باشد۔
ترجمہ: دوسرا مرکب بنائی، اور یہ وہ مرکب ہے کہ جس میں دو اسموں کو ایک کر دیا جائے اور دوسرا اسم کسی حرف کو شامل ہو۔
تشریح: اوپر ذکر کیا کہ مرکب غیر مفید کی دو قسمیں ہیں، ایک مرکب غیر مفید تقییدی، دوسری مرکب غیر مفید غیر تقییدی، تو اوپر مرکب غیر مفید تقییدی کی تعریف اور اس کی اقسام کو بیان کر دیا، اب یہاں سے مرکب غیر مفید غیر تقییدی اور اس کی اقسام کو بیان کر رہے ہیں۔
مرکب غیر مفید غیر تقییدی کی تین قسمیں ہیں (۱) مرکب بنائی (۲) مرکب صوت (۳) مرکب منع صرف۔
(مرکب غیر مفید غیر تقییدی کی تعریف) وہ مرکب ہے جس کا پہلا جز دوسرے جز کے لئے قید واقع نہ ہو جیسے أَحَدَ عَشَرَ۔

مصنفؒ اپنی اس عبارت میں مرکب بنائی کی تعریف فرما رہے ہیں۔

(مرکب بنائی کی تعریف) مرکب بنائی وہ مرکب ہے جس میں بلا نسبت دو اسموں کو ملا کر ایک کر لیا گیا ہو اور دوسرا اسم کسی حرف کو متضمن ہو یعنی دوسرا اسم کسی حرف کے معنیٰ اپنے اندر لئے ہوئے ہو، خلاصہ یہ ہوا کہ درحقیقت دو اسم علیحدہ علیحدہ تھے، پہلا اسم ختم ہونے کے بعد ایک حرف ہوتا ہے کہ جس کا تعلق اس

حرف کے بعد والے اسم سے ہوتا ہے جس وقت دو اسموں کو ایک کرنا مقصود ہوتا ہے تو وہ حرف جو دوسرے اسم کے ساتھ ہے اس کو درمیان سے نکال کر ساقط کر دیتے ہیں کیونکہ حرف کو باقی رکھتے ہوئے دو اسم ایک ہو ہی نہیں سکتے، جب وہ درمیان والا حرف ساقط کر دیا جائیگا تو دونوں اسموں کو ملا کر ایک کر دیا جائیگا اور اس مرکب کا نام مرکب بنائی کر دیا جائیگا۔

عبارت: چوں اَحَدَ عَشَرَ تَا تِسعَةَ عَشَرَ کہ در اصل اَحَدَ عَشَرَ تَا تِسعَةَ عَشَرَ بودہ است، واوٗ را حذف کردہ، ہر دو اسم را یکے کردند، و ہر دو جزو مبنی باشد بر فتحہ الا اثنا عشر کہ جزو اول معرب است۔

ترجمہ: جیسے اَحَدَ عَشَرَ سے تِسعَةَ عَشَرَ تک جو کہ اصل میں اَحَدٌ وَّ عَشَرٌ اور تِسعَةٌ وَّ عَشَرٌ تھا واؤ کو حذف کر کے دونوں اسموں کو ایک کر لیا اور اسکے دونوں جز مبنی بر فتحہ ہوتے ہیں سوائے اِثْنَا عَشَرَ کے کہ اسکا پہلا جز معرب ہے۔

تشریح: مصنفؒ اس عبارت میں مرکب بنائی کی مثال بیان کرتے ہیں کہ مرکب بنائی کی مثال اَحَدَ عَشَرَ سے تِسعَةَ عَشَرَ تک ہے، یعنی گیارہ سے مرکب بنائی شروع ہوتی ہے اور انیس تک جاتی ہے۔

(۱۱) اَحَدَعَشَرَ (۱۲) اِثنَاعَشَرَ (۱۳) ثَلٰثَةَعَشَرَ (۱۴) اَربعَةَعَشَرَ (۱۵) خَمسَةَعَشَرَ (۱۶) سِتَّةَ عَشَرَ (۱۷) سَبعَةَعَشَرَ (۱۸) ثَمانِيَةَ عَشَرَ (۱۹) تِسعَةَ عَشَرَ۔

یہ کلمات اصل میں اس طرح تھے۔ (۱۱) اَحَدٌوَّعَشَرٌ (۱۲) اِثنَان وَ عَشَرٌ (۱۳) ثَلٰثَةٌ وَ عَشَرٌ (۱۴) اَربعَةٌوَعَشَرٌ (۱۵) خَمسَةٌوعَشَرٌ (۱۶) سِتَّةٌوَعَشَرٌ (۱۷) سَبعَةٌوَعَشَرٌ (۸۱) ثَمانِيَةٌوَعَشَرٌ (۱۹) تِسعَةٌوَعَشَرٌ۔

ان تمام کلمات میں واؤ کو دوسرا اسم یعنی عشر متضمن یعنی شامل ہے جس وقت ان کلمات کو مرکب بنائی بنائیں گے واؤ کو درمیان سے خارج کر دیں گے، پھر دونوں اسم ملا کر ایک اسم کی طرح ہو جائیں گئے، مثال کے طور اَحَدٌ وَّ عَشرٌ کا ترجمہ یہ ہے ایک اور دس، اَحَدٌ کا معنی ایک اور عَشرٌ کا معنی دس ہے،

ہر ہر لفظ کا الگ الگ معنی ہے، جب درمیان سے واؤ گرا دی تو ہو گیا اَحَدَ عَشَرَ اب اس کے معنی ہوئے گیارہ، تو گویا اَحَدَ عَشَرَ ایک لفظ ہو گیا اور گیارہ اس کا ایک معنی ہو گیا اور اس تغیر کی وجہ سے دونوں جز مرکب بنائی میں مبنی بر فتحہ کر دیئے گئے، سوائے اِثنا عَشَرَ کے کہ اس مثال میں پہلا جز و یعنی اِثنا معرب ہے، خلاصہ یہ ہے کہ مرکب بنائی میں گیارہ سے انتیس تک اٹھارہ کلمے ہیں، ان میں سے سترہ کلمے مبنی ہیں فتح پر، اور ایک کلمہ یعنی بارہویں عدد کا پہلا جز و یعنی اِثنا فقط معرب ہے۔

سوال: اِثنا عَشَرَ میں اِثنا کیوں معرب ہے؟

جواب: اِثنا اس وجہ سے معرب ہے کہ اصل میں یوں تھا اِثْنَانِ وَ عَشْرٌ جب ان دونوں کو ایک کیا تو واؤ گرا دی، اب باقی رہ گیا اِثْنَانِ عَشَرَ، اِثْنَانِ تثنیہ ہے نون اس کا اعرابی ہے جب تک یہ نون درمیان سے ساقط نہ ہو گا تو دونوں اسم ایک نہ ہونگے، تو پھر لا محالہ نون بھی ساقط کیا جائے گا تو اب ہو جائے گا، اِثْنَا عَشَرَ اب غور سے سمجھو کہ تثنیہ جس وقت مضاف ہو کسی دوسرے اسم کی طرف تو اس وقت بھی تثنیہ کا نون ایسے ہی ساقط ہو جاتا ہے جیسا کہ اِثنامیں ہو گیا، مثلاً آپ نے یوں کہا، غُلامَا زَیْدٍ، اس کی اصل تھی غلامانِ زیدٍ جب غُلَامَان کو زید کی طرف مضاف کیا تو تثنیہ کا نون درمیان سے ساقط ہو گیا اب رہ گیا غُلامَا زَیْدٍ ترجمہ، زید کے دو غلام تو اثنا مشابہ ہو گیا نون ساقط ہونے میں غُلامَا کے اور غُلامَا معرب ہے، لہذا اس کی مشابہت کی وجہ سے اِثنَا بھی معرب ہو گیا۔

سوال: مرکب بنائی میں دونوں جز و مبنی کیوں ہوتے ہیں؟

جواب: پہلا جز و تو مبنی اس وجہ سے ہوتا ہے کہ جب درمیان سے واؤ نکل گئی تو دونوں اسم ایک ہو گئے تو پہلے اسم کا اخیر حرف کلمے کا درمیان بن گیا اور ایک اسم کے درمیان کا حرف معرب نہیں ہوتا، اعراب ہمیشہ اسم معرب کے اخیر حرف پر آتا ہے، تو لہذا مرکب بنائی میں پہلا جز تو اس وجہ سے مبنی ہوا، دوسرا جز و اس وجہ سے مبنی ہوا کہ وہ متضمن ہے حرف واؤ کو، آپ کو آگے معلوم ہو گا کہ تمام حروف مبنی ہیں، تو دوسرا اسم اس

واؤ کے لگاؤ کی وجہ سے مبنی ہوگیا۔

سوال: مرکب بنائی میں دونوں اسم فتحہ پر مبنی کیوں ہوتے ہیں؟ ضمہ پر اور کسرہ پر مبنی کیوں نہیں ہوتے؟

جواب: آپ کو فن صَرف میں معلوم ہوگیا کہ تینوں حرکتوں میں سب سے زیادہ ہلکی پھلکی حرکت فتح ہے لہذا دونوں اسموں کو ہلکی حرکت پر مبنی کر دیا، تا کہ بولتے وقت سہولت سے ادا ہوجائے۔

سوال: مرکب بنائی میں دونوں اسموں میں سہولت کا لحاظ کیوں رکھا گیا؟

جواب: اس وجہ سے دونوں اسموں میں سہولت کا لحاظ رکھا گیا کہ یہ عربی کی گنتی ہے اور گنتی سے آدمی کو ہر وقت واسطہ پڑتا ہے، اور جس چیز سے واسطہ زیادہ پڑے اس میں سہولت کا لحاظ اہل عرب کرتے ہیں۔

(مرکب صوتی کی تعریف) یہ وہ مرکب غیر مفید غیر تقییدی ہے جو دو اسموں سے ملکر بنا ہو جس میں دوسرا اسم صوت (آواز) ہو جیسے سِیبَوَیہُ یہ سِیبَ اور وَیْہِ سے مرکب ہے اس میں دوسرا جز وَیْہُ اسم صوت ہے اس کا پہلا جز فتحہ پر مبنی ہوتا ہے اور دوسرا جز کسرہ بر مبنی ہوتا ہے۔

عبارت: مرکب منع صرف، واو آنست کہ دو اسم را یکے کردہ باشد و اسم دوم متضمن حرفے نہ باشد، چوں بَعْلَبَکَّ وَ حضرَ مَوْتَ کہ جزءِ اول مبنی باشد بر فتحہ بر مذہب اکثر علماء و جزو دوم معرب۔

ترجمہ: مرکب منع صرف اور وہ یہ ہے کہ جس میں دو اسموں کو ایک کرلیا جائے اور دوسرا اسم کسی حرف کو شامل نہ ہو جیسے، بَعْلَبَکَّ اور حَضرَ مَوْتَ اس کا پہلا جزء اکثر علماء کے نزدیک فتحہ پر مبنی ہوتا ہے اور دوسرا جزء معرب۔

تشریح: اوپر ذکر کیا گیا کہ مرکب غیر مفید غیر تقییدی کی تین قسمیں ہیں، اوپر دو قسموں کو ذکر کیا گیا اور مصنفؒ کی اس عبارت میں تیسری قسم کو ذکر کیا جارہا ہے اور وہ ہے مرکب منع صرف

(مرکب منع صرف کی تعریف) مرکب منع صرف وہ مرکب ہے کہ جس میں دو اسم ایک کئے گئے ہو مگر دوسرا اسم اپنے ساتھ کسی حرف کا لگاؤ نہ رکھتا ہو۔

مطلب یہ ہوا کہ مرکب منع صرف میں دونوں اسموں کے درمیان میں کوئی حرف نہیں ہوتا جیسا کہ مرکب بنائی میں ہوتا ہے جیسا کہ بَعْلَبَکّ بعل ایک بت کا نام ہے جس کی حضرت الیاس علیہ الصلوۃ والسلام کی قوم پوجا کرتی تھی اور بک شہر کے بانی و بادشاہ کا نام ہے، دونوں کو ملا کر ایک شہر کا نام رکھ دیا گیا ہے، اسی طرح حَضْرَ مَوْتَ کہ حضر اور مَوْتَ سے مرکب ہے، عرب کے ایک قبیلہ کا نام ہے، اکثر علماء کے نزدیک اس کا پہلا جز فتحہ پر مبنی ہوتا ہے اور دوسرا جز معرب ہوتا ہے۔

عبارت: فصل، بدانکہ مرکب غیر مفید ہمیشہ جزو جملہ باشد، چوں غُلَامُ زَیْدٍ قَائِمٌ، عِنْدِیْ اَحَدَ عَشَرَ دِرْھَمًا، و جَاءَ بَعْلَبَکُ۔

ترجمہ: جان لو کہ مرکب غیر مفید ہمیشہ جملہ کا جز ہوتا ہے جیسے غُلَامُ زیدٍ قَائِمٌ (زید کا غلام کھڑا ہے) عِنْدِیْ اَحَدَ عَشَرَ دِرْھَمًا (میرے پاس گیارہ درہم ہے) و جَاءَ بَعْلَبَکُ (بَعْلَبَکُ آیا)۔

تشریح: خدا کے فضل و کرم سے مرکب غیر مفید کی تینوں قسموں کی بقدر ضرورت تفصیل ہوگئی، یعنی مرکب اضافی کی، مرکب بنائی کی اور مرکب منع صرف کی بھی۔

اب مصنفؒ نے اپنی اس عبارت میں ایک اعتراض کا جواب دے رہے ہیں، اعتراض یہ ہے کہ مرکب غیر مفید مرکب تو ہے مگر ایسا مرکب ہے کہ اس سے سامع کو کوئی فائدہ، خبر یا طلب کا حاصل نہیں ہوتا تو فائدہ نہ ہونے کی وجہ سے یہ مرکب غیر مفید ایسا ہوا جیسا کے لفظ مفرد، تو پھر مرکب غیر مفید کی جملہ تام میں نحوی حضرات کیوں بحث کررہے ہیں؟

جواب: تو مصنفؒ نے اپنی اس عبارت میں اعتراض کا جواب بیان فرماتے ہیں کہ یہ یعنی مرکب غیر مفید اگر چہ خود تو غیر مفید ہے مگر اس کا فائدہ یہ ہے کہ یہ کسی جملہ کا جز بن کر جملہ کو مکمل کر لیتا ہے، مثلاً کسی نے یوں کہا، غلامُ زیدٍ قَائِمٌ یہ جملہ ہے اس کا ایک جز تو غلامُ زیدٍ ہے اور دوسرا جزء قَائِمٌ ہے، دونوں جزوں سے مل کر جملہ خبریہ ہو گیا کہ جس سے سامع کو فائدہ تام حاصل ہو گیا، مرکب بنائی کی مثال کسی نے یوں کہا،

اَحَدَ عَشَرَ دِرهماً اس سے مخاطب کو کچھ فائدہ نہ ہوا، کیونکہ اَحَدَ عَشَرَ دِرهماً ایک جز ہے جب یوں کہیں عندی اَحَدَ عَشَرَ دِرهماً تو اس وقت یہ جملہ پورا ہو گیا، دوسرا جزء اس کا عندی ہو گیا، مرکب منع صرف کی مثال بَعْلَبَکُ ہے مرکب غیر مفید ہے، اس سے سامع کو نہ کوئی خبر معلوم ہوئی اور نہ کوئی طلب، جب اس طرح کہا جائے جَاءَ بَعْلَبَکُ تو یہ مرکب مفید ہو گیا ایک جز و اس کا جَاءَ فعل ماضی ہو گیا اور دوسرا جز ہو گیا بَعْلَبَکُ، دونوں آپس میں مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو گیا۔

عبارت: فصل بدانکہ ہیچ جملہ کمتر از دو کلمہ نباشد، لفظا چوں ضَرَبَ زیدٌ و زیدٌ قَائِمٌ یا تقدیرا چوں اِضْرِبْ کہ انت درو مستتر ست و ازیں پیشتر باشد و بیشتر را احدی نیست۔

بدانکہ چوں کلمات جملہ بسیار باشد، اسم و فعل و حرف را با یکدیگر تمیز باید کردن و نظر کردن کہ معرب ست یا مبنی و عامل است یا معمول و باید دانستن کہ تعلق کلمات با یکدیگر چگونہ است تا مسند و مسند الیہ پیدا گردد معنی جملہ بتحقیق معلوم شود۔

ترجمہ: فصل: جان لو کہ کوئی جملہ دو کلموں سے کم نہیں ہوتا خواہ وہ لفظاً دو کلمے ہوں جیسے ضَرَبَ زیدٌ، اور زیدٌ قَائِمٌ یا تقدیرا جیسے اِضْرِبْ کہ اس میں انت ضمیر پوشیدہ ہے، اور اس سے زیادہ بھی ہوتے ہیں اور زیادہ کی کوئی حد نہیں، جان لو کہ جب جملہ کے کلمات بہت ہوں تو اسم، فعل، حرف کو ایک دوسرے سے علیحدہ کر لینا چاہئے، اور یہ دیکھنا چاہئے کہ معرب ہے یا مبنی، اور عامل ہے یا معمول، اور اسی طرح یہ بھی جاننا چاہئے کہ کلمات کا تعلق آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ کیا ہے، تا کہ مسند و مسند الیہ حاصل ہو جائے اور جملہ کا معنی تحقیق سے معلوم ہو جائے۔

تشریح: یہاں سے مصنفؒ عزیز طلبہ کے لئے مطالعہ کرنے کا آسان طریقہ بیان کر رہے ہیں کہ جملہ خواہ خبریہ ہو یا انشائیہ دو کلموں سے کم نہیں ہوتا جن میں سے ایک مسند اور دوسرا مسند الیہ بنتا ہے، ہاں! البتہ یہ ضروری نہیں کہ دونوں کلمے لفظوں میں موجود ہو بلکہ کبھی تو دونوں کلمے لفظوں میں موجود ہوں گے جیسے

ضرب زیدٌ، کہ اس میں ضَرَبَ مسند اور زیدٌ مسند الیہ دونوں لفظاً موجود ہیں اور یہ جملہ فعلیہ خبریہ کی مثال ہے، دوسری مثال زیدٌ قائمٌ یہ جملہ اسمیہ خبریہ کی مثال ہے ، اور کبھی دوسرا کلمہ مقدر ہوتا ہے جیسے اِضرِبْ یہ جملہ انشائیہ امریہ کی مثال ہے، اس میں ایک کلمہ اِضرِبْ تو لفظوں میں موجود و ملفوظ ہے جبکہ دوسرا کلمہ انت ضمیر مرفوع جو اِضرِبْ کا فاعل ہے جو لفظوں میں موجود نہیں بلکہ وہ اِضرِبْ فعل امر میں پوشیدہ ہے۔

اب آگے مصنفؒ نے اپنی عبارت میں ایک فائدہ بیان کیا ہے کہ جملہ میں دو کلموں سے زیادہ کلمات بھی ہو سکتے ہیں جیسے نَصرَ زَیدٌ عَمرًا نَصرًا (مدد کی زید نے عمر کی مدد کرنا) حاصل اس کا یہ ہے کہ جملہ میں دو کلموں سے زیادہ کلمات بھی ہو سکتے ہیں، زیادہ کلمات کی کوئی حد مقرر نہیں ہے جیسے کم کلمات کی حد مقرر ہے جملہ کے لئے دو کلمہ سے زائد تین ہوں، چار ہوں، پانچ ہوں، دس ہوں، بیس ہوں، زیادتی کی کچھ تعیین نہیں کی جا سکتی۔

مصنفؒ اپنی عبارت بدانکہ چوں کلمات سے ایک اور فائدہ کو بیان کر رہے ہیں اور وہ فائدہ مطالعہ کرنے کے طریقہ کے متعلق ہے کہ اگر جملہ کے کلمات بہت ہوں تو اس جملہ کا معنی معلوم کرنے کے لئے چار باتوں کی تحقیق کرنا ضروری ہے۔

(۱) ان کلمات میں کونسا اسم فعل، و حرف ہے۔

(۲) ان کلمات میں یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ کونسا معرب اور کونسا مبنی ہے۔

(۳) ان کلمات میں یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ ان کلمات کا آپس میں تعلق کیا ہے۔

(۴) ان کلمات میں یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ وہ کلمہ مبتدا ہے یا خبر، مضاف ہے یا مضاف الیہ، موصوف ہے یا صفت، ذوالحال ہے یا حال، فاعل یا مفعول وغیرہ۔

ان چار باتوں کے بعد مسند اور مسند الیہ کا علم ہو جائے گا جس سے اس جملہ کا معنی تحقیق کے ساتھ واضح ہو

جائیں گے۔

عبارت: فصل:۔ بدانکہ علامت اسم آنست کہ الف ولام یا حرف جر دراولش باشد، چوں الحمدُ و بزیدٍ، یا تنوین درآخرش باشد، چوں زیدٌ، یا مسند الیہ باشد، چوں زیدٌ عالمٌ یا مضاف باشد، چوں غلامُ زَیدٍ، یا مصغر باشد چوں قُرَیشٍ یا منسوب باشد، چوں بغْدَادِیٌّ، یا مثنی باشد، چوں رَجلانِ یا مجموعہ باشد، چوں رِجَالٌ، یا موصوف باشد، چوں جاءَ رَجُلٌ عالمٌ یا تائے متحرک بدو پیوندو، چوں ضَارِبَۃٌ۔

ترجمہ: آپ جان لو کہ اسم کی علامت یہ ہے کہ اس کے شروع میں الف لام، یا حرف جر ہو، اَلحمدُ، بِزَیْدٍ یا تنوین اس کے آخر میں ہو زیدٌ یا مسند الیہ ہو جیسے زیدٌ عَالمٌ، یا مضاف ہو غلامُ زَیدٍ، یا مصغر ہو جیسے قُرَیشٍ یا منسوب ہو جیسے بغْدَادِیٌّ، یا تثنیہ ہو جیسے رَجلانِ یا جمع ہو، جیسے رِجَالٌ، یا موصوف ہو جیسے جاءَ رَجُلٌ عَالمٌ یا تائے متحرکہ اس کے ساتھ لگی ہوئی ہو جیسے ضَارِبَۃٌ۔

تشریح: مصنفؒ نے اس فصل میں اسم، فعل، حرف کی علامات کو بیان کیا ہے کیونکہ ماقبل میں جو مطالعہ کا طریقہ مصنفؒ نے بیان کیا تھا اس میں سب سے پہلے یہی تھا کہ عبارت میں اسم، فعل، حرف کا امتیاز کریں، تو اب اس امتیاز کو ذکر کیا جا رہا ہے یعنی عبارت میں اسم، فعل، حرف کو پہچاننے کی علامات ذکر کی جا رہی ہیں، آپ اس کو اچھی طرح جانتے ہوں کہ جتنی چیزیں اللہ تعالیٰ نے دنیا میں پیدا کی ہیں ان میں ایسی خصوصیات اور علامتیں رکھی ہیں کہ ہر ہر چیز اپنی اپنی خصوصیات اور علامتوں سے ایک دوسرے سے جدا معلوم ہوتی ہیں، گائے کو ایسی علامت دی کہ اس کو بکری نہیں کہتے، بکری کو گائے نہیں کہتے، مرد کو عورت نہیں کہتے، عورت کو مرد نہیں کہتے، بوڑھے کو جوان نہیں کہتے جوان کو بوڑھا نہیں کہتے، آسمان کو زمین نہیں کہتے، شجر کو حجر نہیں کہتے وغیرہ وغیرہ تو یہ تمام چیزیں ایک دوسرے سے اپنی اپنی خاص خاص علامتوں کی وجہ سے الگ الگ معلوم ہوتی ہیں، اسی طرح اسم، فعل، حرف بھی تین چیزیں ہیں ان میں بھی ایسی خصوصیات اور علامات ہیں کہ جن کی وجہ سے اسم، فعل اور حرف سے جدا معلوم ہوتا ہے، فعل، اسم اور حرف

سے جدا اور ممتاز معلوم ہوتا ہے، حرف، اسم، فعل ان دونوں سے ممتاز معلوم ہوتا ہے ان تینوں میں باہم دو طرح امتیاز ہے، ایک معنوی اور دوسرا لفظی، معنوی فرق یہ ہے کہ اس کے معنی مستقل ہوتے ہیں، اور تینوں زمانوں میں سے کوئی زمانہ اس میں نہیں پایا جاتا، بخلاف فعل کے کہ اس کے معنی مستقل تو ضرور ہوتے ہیں مگر تینوں زمانوں میں سے ایک زمانہ بھی پایا جاتا ہے بخلاف حرف کے کہ اس کے معنیٰ نہ مستقل کے ہوتے ہیں اور نہ زمانہ اس میں پایا جاتا ہے، یہ فرق تو اسم، فعل، حرف کا معنوی ہوا، تینوں کے لفظی فرق اس فصل میں بیان ہوئے ہیں، چنانچہ مصنفؒ بیان فرماتے ہیں کہ اسم کی گیارہ علامتیں ہیں کہ جو نہ فعل میں پائی جائیں گی اور نہ حرف میں۔

(۱) اسم کی پہلی علامت یہ ہے کہ جس کلمے کے اول میں الف اور لام ہو وہ کلمہ اسم ہوگا جیسے الحمدُ۔

(۲) اسم کی دوسری علامت یہ ہے کہ جس کلمے کے اول میں حروف جارہ کے سترہ حروف میں سے کوئی حرف ہو وہ کلمہ اسم ہوگا۔ جیسے بِزَیْدٍ۔

(۳) اسم کی تیسری علامت یہ ہے کہ جس کلمے کے آخر میں تنوین ہو، یعنی دو زبر، دو زیر، دو پیش ہو وہ کلمہ اسم ہوگا جیسے زیدٌ۔

(۴) اسم کی چوتھی علامت یہ ہے کہ جو کلمہ مسند الیہ ہو وہ کلمہ اسم ہوگا جیسے زیدٌ قائمٌ۔

(۵) اسم کی پانچویں علامت یہ ہے کہ جو کلمہ مضاف ہو وہ کلمہ اسم ہوگا جیسے غُلَامُ زَیْدٍ۔

(۶) اسم کی چھٹی علامت یہ ہے کہ جو کلمہ مصغر ہو وہ کلمہ اسم ہوگا جیسے، قُرَیْشٌ۔

(۷) اسم کی ساتویں علامت یہ ہے کہ جو کلمہ منسوب ہو وہ کلمہ اسم ہوگا جیسے بَغْدَادِیٌّ۔

(۸) اسم کی آٹھویں علامت یہ ہے کہ جو کلمہ تثنیہ ہو وہ کلمہ اسم ہوگا جیسے، رَجُلَان۔

(۹) اسم کی نویں علامت یہ ہے کہ جو کلمہ جمع ہو وہ کلمہ اسم ہوگا جیسے رِجَالٌ۔

(۱۰) اسم کی دسویں علامت یہ ہے کہ جو کلمہ موصوف ہو وہ کلمہ اسم ہوگا جیسے جَاءَ رَجُلٌ عَالِمٌ۔

(۱۱)اسم کی گیارھویں علامت یہ ہے کہ جس کلمے کے آخر میں تائے متحرک ہو وہ کلمہ اسم ہوگا جیسے ضَارِبَۃٌ۔

سوال: تنوین کس کو کہتے ہیں؟

جواب: تنوین نام ہے نون ساکن کا، نون حرف ہے لہذا تنوین بھی حرف ہوگی، رسم خط اس کی دوزبر، دوزیر اور دوپیش کی شکل میں ہوتی ہے دیکھو اَنْ اور اً یعنی الف نون زبر اَنْ اور الف دوزبر اً، آواز دونوں کی ایک ہے۔

سوال: اسم کی علامت مسند الیہ ہونا تو معلوم ہوگیا مگر فعل مسند الیہ کیوں نہیں ہوتا ہے؟

جواب: اچھی طرح غور کریں گے تو بات سمجھے گے، دیکھو فعل نام ہے تین چیزوں کا، ایک معنی مصدری، دوسرے نسبت اس کی کسی نہ کسی فاعل کی طرف، تیسرے ان معنے مصدری کے ساتھ تینوں زمانوں میں سے کسی نہ کسی زمانہ کا لگا ہونا، مثلاً ضرب فعل ہے، اس میں ایک ضربٌ مصدر ہے، ایک زمانہ ماضی ہے، اور ایک نسبت ہے مارنے والے کی طرف ان تینوں چیزوں کے مجموعہ کا نام فعل ہوا اور کوئی بھی فعل ہو اس کی اسناد فاعل یا نائب فاعل کی طرف ضرور ہوگی، یعنی فعل مسند ہوگا اور فاعل مسند الیہ ہوگا تو اگر ہم فعل کو مسند الیہ بنائیں گے تو کوئی چیز فعل کی طرف مسند ہوگی اور فعل مسند الیہ ہوگا تو اب فعل کے اندر ایک وقت میں دو چیزیں پائی گئی، فعل کا خود مسند ہونا فاعل کی طرف تام اسناد کے ساتھ اور خود مسند الیہ ہونا کسی دوسری چیز کا تام اسناد کے ساتھ تو اس وقت لازم آئے گا کہ شئی واحد مسند بھی ہو اور مسند الیہ بھی ہو اور دونوں اسنادیں تام ہوں اور یہ ہو نہیں سکتا، کیونکہ انسان کا ذہن ایک وقت ایک اسناد کی طرف توجہ کرسکتا ہے، دوسری اسناد کی طرف توجہ نہیں ہوسکتی، لہذا فعل مسند الیہ نہیں ہوسکتا ہے، محض مسند ہی ہوگا۔

سوال: فعل مضاف کیوں نہیں ہوتا؟

جواب: فعل مضاف اس وجہ سے نہیں ہوتا کہ مضاف اضافت کے بعد یا تو معرفہ ہوجائیگا جس وقت کے مضاف الیہ معرفہ ہو یا نکرہ مخصوصہ ہوجائیگا جس وقت کے مضاف الیہ نکرہ ہو اور فعل نہ معرفہ ہوتا ہے اور نہ

نکرہ مخصوصہ ہوتا ہے مثال اس مضاف کی جو کہ پہلے نکرہ تھا اور اضافت کے بعد معرفہ ہوگیا جیسے غلامُ زیدٍ دیکھو غلام نکرہ تھا ہر ایک کے غلام پر غلام صادق آتا تھا جس وقت غلامُ کو زیدٌ کی طرف مضاف کر دیا تو زیدٌ مضاف الیہ کے معرفہ ہونے کی وجہ سے غلامُ بھی معرفہ ہوگیا، مثال اس مضاف کی جو اضافت کے بعد نکرہ مخصوصہ ہوگیا جیسے غلامُ زیدٍ، اضافت سے پہلے غلام عورت اور مردوں کے غلام پر صادق آتا تھا جس وقت اس کی اضافت رجلٌ کی طرف ہوگئی تو اب صرف مرد کے غلام پر ہی صادق آئے گا عورت کے غلام پر صادق نہیں آئیگا۔

سوال: مصغَّر کس کو کہتے ہیں؟

جواب: مصغَّر اس اسم کو کہتے ہیں جس کی تصغیر لائی گئی ہو۔

سوال: تصغیر کس کو کہتے ہیں؟

جواب: تصغیر کے معنی ہے چھوٹا، ظاھر کرنا جیسے رَجُلٌ کی تصغیر رُجَیْلٌ یعنی چھوٹا سا مرد، جیسے شَجَرٌ کی تصغیر شُجَیرہ چھوٹا سا درخت جیسے کتابٌ کی تصغیر کُتَیِّبٌ چھوٹی سی کتاب۔

سوال: کیا فعل کی تصغیر نہیں آتی؟

جواب: ہرگز نہیں کیونکہ فعل اپنے معنی جنسی کے اعتبار سے تصغیر کو قبول نہیں کرتا، دیکھو ضرب فعل ہے، دیکھو ضرَبَ فعل ہے، اس کے معنی ہیں، مارا، اگر سخت مارا تب بھی یہی کہیں گے کہ ضرَبَ، اگر درمیانی درجہ کا مارنا ہو تب بھی یہی کہیں گے کہ ضَرَبَ، اگر معمولی مار ماری، تب بھی یہی کہیں گے کہ ضَرَبَ کیونکہ ضَرَبَ معنی جنسی ہیں جو ہر قسم کی مار پر صادق آتے ہیں لہٰذا فعل کے معنی میں تصغیر کی صلاحیت ہی نہیں

سوال: منسوب کس کو کہتے ہیں؟

جواب: منسوب اس اسم کو کہتے ہیں کہ جس کے آخر میں یائے نسبت کی ہو جیسے بغدادِیٌ۔

سوال: بَغدادِیٌ کا کیا مطلب ہے:؟

جواب: شَئیٌ مَنسُوبٌ اِلٰی بَغدادٍ یعنی وہ چیز جو منسوب ہو بغداد کی طرف جیسے رَجُلٌ بَغدادِیٌ، ثوبٌ بَغدادِیٌ، کِتَابٌ بَغدادِیٌ۔

سوال: فعل منسوب کیوں نہیں ہوتا؟

جواب: فعل منسوب اس وجہ سے نہیں ہوتا کہ اسم منسوب ایسا ہوتا ہے جیسا کہ مسند الیہ جیسے کہ ثوبٌ بَغدادِیٌ، تو ثوبٌ بمنزلہ مسند کے ہوا اور بَغدادِیٌ بمنزلہ مسند الیہ کے ہوا اور فعل مسند الیہ ہوتا نہیں تو اس وجہ سے فعل منسوب نہیں ہوتا ہے۔

سوال: مثنیٰ کس کو کہتے ہیں؟

جواب: مثنیٰ صیغہ اسم مفعول ہے، باب تفعیل سے ہے، اس کا مصدر تثنیہ ہے اس کے معنی دو ہو جانا جیسے رَجُلٌ ایک مرد اور رَجُلانِ دو مرد۔

سوال: مصنفؒ نے اسم کی علامات میں ذکر کیا کہ اسم کی ایک علامت تثنیہ ہونا ہے تو فعل بھی تثنیہ ہوتا ہے جیسے ضَرَبَ سے ضَرَبَا اور یَضْرِبُ سے یَضْرِبَانِ تو مصنفؒ کا اسم کی علامات میں تثنیہ کا ذکر کرنا صحیح نہیں؟

جواب: فعل کبھی تثنیہ نہیں ہوتا ضَرَبَ اور یَضْرِبَانِ میں فعل واحد ہے البتہ مارنے والے دو ہیں بخلاف رَجُلَانِ کے کہ اس کے اندر تعدد ہے یعنی دو آدمی یہی جواب ہوگا ضَرَبُوا اور رِجَالٌ میں کہ ضَرَبُوا میں نفس فعل واحد ہے اور مارنے والے دو سے زائد ہیں بخلاف رِجَالٌ کے کہ اس میں خود تعدد ہے۔

سوال: فعل موصوف کیوں نہیں ہوتا؟

جواب: فعل موصوف اس وجہ سے نہیں ہوتا کہ موصوف ذات ہوتی ہے، اور فعل ذات نہیں ہوتی۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ موصوف اس کو کہتے ہیں کہ جس کی کوئی صفت لائی گئی ہوں اور صفت لانے سے موصوف کی وضاحت مقصود ہوتی ہے جبکہ موصوف معرفہ ہو جیسے **جَاءَنِیْ زَیْدُنِ الْعَالِمُ** یا صفت لانے سے مقصود موصوف میں تخصیص ہوتی ہے جبکہ موصوف نکرہ ہو، ظاہر ہے کہ فعل نہ معرفہ ہوتا ہے اور نہ نکرہ تو پھر فعل کی صفت لانے سے کیا فائدہ ہوگا۔ واللہ اعلم۔

سوال: مصنفؒ نے اسم کی علامات میں ذکر کیا کہ اسم کی ایک علامت تائے متحرک ہونا ہے تو فعل پر بھی تائے متحرک آتی ہے جیسے ضربتُ تو مصنفؒ کا اسم کی علامات میں تائے متحرک کا ذکر کرنا صحیح نہیں ؟

جواب: اسکا جواب یہ ہے کہ ضربتُ کی تاء حرف نہیں ہے یہ اسم ہے، اس تاء کے اسم ہونے کی دلیل یہ ہے کہ یہ فاعل ہے اور فاعل اسم ہوتا ہے بخلاف ضَارِبَۃٌ کہ یہ تاء حرف ہے جو کہ فارق یعنی فرق کرنے والی ہے مذکر اور مؤنث کے درمیان میں۔

سوال: اسم کی اور علامات بھی ہیں یا اتنی ہی ہے، جتنی علامات مصنفؒ نے بیان کی؟

جواب: اسم کی اور علامات بھی ہیں لیکن مصنفؒ نے اختصاراً صرف اتنی ہی علامات پر اکتفاء کیا ہے اور وہ علامات یہ ہیں.

(۱۲) کلمہ کے شروع میں حرف ندا میں سے کوئی حرف آجائیں جیسے **یا اللّٰہ** اور حرف ندا پانچ ہیں

(۱) یا (۲) ایا (۳) ھیا (۴) اے (۵) ہمزہ مفتوحہ۔

(۱۳) علم ہو یعنی کسی کا نام ہو جیسے عبدالرزاق، محمد شاکر، روح اللہ۔

(۱۴) حروف مشبہ بالفعل میں سے کوئی حرف شروع میں آجائیں۔

اور حروف مشبہ بالفعل کل چھ ہیں (۱) اِنَّ (۲) اَنَّ (۳) کَاَنَّ (۴) لَیْتَ (۵) لٰکِنَّ (۶) لَعَلَّ۔

(۱۵) الف مقصورہ آخر میں ہو اس کی پہچان یہ ہے کہ اس کے الف کے بعد ہمزہ نہ ہو جیسے حُبْلٰی، جَبْلاَ

(۱۶) الف ممدودہ آخر میں ہو اور اس کی پہچان یہ ہے کہ الف کے بعد ہمزہ ہو جیسے حمراءُ۔

(۱۷)کلمہ کے شروع میں میم زائد ہو جیسے مَنصُورٌ۔

(۱۸)مذکر ہوا جیسے، جملٌ۔

(۱۹)مؤنث ہو جیسے نَاقَۃٌ۔

(۲۰)معرفہ ہو جیسے ھٰذا۔

(۲۱)نکرہ ہو جیسے، رَجُلٌ۔

(۲۲)فاعل ہو جیسے ضرب زَیدٌ۔

(۲۳)مفعول ہو جیسے ضرب زَیدٌ عَمرًا۔

(۲۴)ضمائر جیسے، ھُوَ، ھُما، ھُمْ۔

(۲۵)اسماء اشارہ جیسے ذَا، ذَانَ۔

(۲۶)اسماء موصولہ جیسے اَلَّذِی وغیرہ

عبارت: وعلامت فعل آنست کہ قَدْ دراولش باشد قَدْ ضَرَبَ یا سین باشد چوں سَیَضْرِبُ یا سوف باشد چوں سَوْفَ یَضْرِبُ یا حرف جزم بود چو لم یَضْرِبْ یا ضمیر مرفوع متصل بدو پیوند چوں ضَرَبْتُ یا تاء ساکن، چوں ضَرَبَتْ یا امر باشد، چوں اِضْرِبْ یا نہی باشد چوں لا تَضْرِبْ وعلامت حرف آنست کہ ہیچ علامتے از علامات اسم فعل درو نبود

ترجمہ: اور فعل کی علامات یہ ہے کہ اس کے شروع میں قد ہو جیسے قَدْ ضَرَبَ (بے شک اس ایک مرد نے مارا) یا سین ہو، سَیَضْرِبُ عنقریب مارے گا وہ ایک مرد یا سَوْفَ ہو سَوْفَ یَضْرِبُ یا حرف جزم ہو جیسے لم یَضْرِبْ (نہیں مارا اس ایک مرد نے) یا ضمیر مرفوع متصل اس کے ساتھ لگی ہو جیسے ضَرَبْتُ (میں نے مارا) یا تائے ساکنہ ہو جیسے ضَرَبَتْ (مارا اس ایک عورت نے) یا امر ہو جیسے اِضْرِبْ (مار تو ایک آدمی) یا نہی ہو جیسے لا تَضْرِبْ (مت مار تو ایک آدمی) اور حرف کی علامت یہ ہے

کہ اس میں اسم اور فعل کی کوئی علامت نہ ہو۔

تشریح: مصنفؒ علامات اسم ختم کرنے کے بعد فعل کی علامتیں بیان کرتے ہیں اور مصنفؒ نے اپنی اس عبارت میں فعل کی آٹھ علامات کو ذکر کیا ہیں اور یہ آٹھ علامتیں نہ اسم میں پائی جائیں گی اور نہ حرف میں پائی جائیں گی۔

(۱) فعل کی پہلی علامت یہ ہے کہ کلمہ کے شروع میں قد داخل ہو وہ کلمہ فعل ہوگا قَدْ ضرب۔

(۲) فعل کی دوسری علامت یہ ہے کہ کلمہ کے شروع میں حرف سین داخل ہو وہ کلمہ فعل ہوگا جیسے سَیَضْرِبُ۔

(۳) فعل کی تیسری علامت یہ ہے کہ کلمہ کے شروع میں سوف داخل ہو وہ کلمہ فعل ہوگا جیسے سَوْفَ یَضْرِبُ۔

فائدہ: سین اور سوف دونوں علامت فعل مضارع ہیں دونوں کو تسویف" کہا جاتا ہے یہ دونوں فعل مضارع کو مستقبل کے معنی کے ساتھ خاص کر دیتے ہیں۔

سین اور سوف ان دونوں میں کیا فرق ہے تو اس میں دو مذہب ہے۔

(۱) سین استقبال قریب کے لئے آتا ہے اور سوف استقبال بعید کے لئے آتا ہے۔

(۲) پہلے مذہب کے بالکل الٹا اور برعکس ہے یعنی سوف استقبال قریب اور سین استقبال بعید کے لئے آتا ہے، یاد رہے کہ سین اور سوف مضارع کو مستقبل کے معنی میں کر دیتا ہے یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے بلکہ قاعدہ اکثری ہے چنانچہ فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللهُ (البقرہ (۱) اس آیت میں سین نہ استقبال قریب کے لئے ہے نہ استقبال بعید کے لئے بلکہ محض تاکید کے لئے ہے۔

(۴) فعل کی چوتھی علامت یہ ہے کہ کلمہ کے شروع میں حروف جوازم ہو وہ کلمہ فعل ہوگا جیسے لم یَضْرِبْ

سوال: مصنفؒ نے حرفِ جازم کیوں کہا؟ لم جازم کیوں نہیں کہا؟

جواب: مصنفؒ اس وجہ سے لم جازم نہیں کہا کہ لم کے علاوہ اور بھی جوازم ہیں اگر حرف جازم کی جگہ لم جازم کہتے تو اور حرف جوازم اس قاعدے سے خارج ہوجاتے۔

سوال: حروف جوازم کتنے ہیں؟

جواب: حروف جوازم پانچ ہیں (۱) اِنْ (۲) لم (۳) لما (۴) لام امر (۵) لام نہی۔

یہ فعل مضارع پر داخل ہوکر اس کے آخر کو جزم دیتے ہیں۔

جیسے لمایَضْرِبْ، لِیَضْرِبْ، لاتَضْرِبْ، اِنْ تَضرِبْ، لَمْ اَضْرِبْ۔

(۵) فعل کی پانچویں علامت یہ ہے کہ کلمہ کے آخر میں ضمیر مرفوع متصل لگی ہوئی ہو، وہ کلمہ فعل ہوگا جیسے ضرَبْتُ، ضرَبْتَ، ضرَبْتِ کیونکہ ضمیر مرفوع کے معنی ہیں ضمیر فاعل کی اور فاعل فعل کا ہی ہوتا ہے، لہذا ضمیر فاعل کا کسی کلمہ کے ساتھ متصل ہونا دلیل ہے اس کلمہ کے فعل ہونیکی، لہذا اوپر کی مثال میں تینوں کلمے فعل ہوئے۔

(۶) فعل کی چھٹی علامت یہ ہے کہ کلمہ کے آخر میں تائے ساکنہ علامت مؤنث ہو وہ کلمہ فعل ہوگا جیسے ضرَبَتْ۔

سوال: مصنفؒ نے فعل کی علامات میں ذکر کیا کہ فعل کی ایک علامت تائے ساکنہ ہونا ہے جیسے ضرَبَتْ تو تائے ساکنہ اسم میں بھی پائی جاتی ہے جیسے بَیْتْ تو مصنفؒ کا فعل کی علامت میں تاء ساکنہ کا ذکر کرنا کیسے صحیح ہوگا؟

جواب: تائے ساکنہ اسم میں نہیں ہوتی ہے بلکہ ہمیشہ فعل ہی میں ہوتی ہے، رہی سوال میں پیش کردہ مثال بَیْتْ تو اس میں یہ تاء ساکنہ نہیں ہے بلکہ بَیْتْ اصل میں بَیْتٌ یا اَلْبَیْتُ ہے یہاں صرف ترکیب میں نہ ہونے کی وجہ سے بَیْتْ کی تائے ساکنہ ہے اس لئے جب کلمہ ترکیب میں واقع نہ ہو بلکہ تنہا تلفظ کیا جائے تو وہ مبنی علی السکون ہوتا ہے۔ جیسے زیدْ، عمرْ، عثمانْ۔

(۷)فعل کی ساتویں علامت یہ ہے کہ امر ہو وہ کلمہ فعل ہوگا۔ جیسے اِضرِبْ۔
(۸)فعل کی آٹھویں علامت یہ ہے کہ نہی ہو وہ کلمہ فعل ہوگا جیسے لاتَضْرِبْ۔
سوال: فعل کی اور علامات بھی ہیں یا اتنی ہی ہیں جو مصنفؒ نے بیان کی؟
جواب: فعل کی اور علامات بھی ہیں لیکن مصنفؒ نے اختصاراً صرف اتنی ہی علامت پر اکتفاء کیا ہے اور وہ علامت یہ ہیں۔
(۹)فعل کی نویں علامت یہ ہے کہ کلمہ کے آخر میں نون خفیفہ یا نون ثقیلہ ہو وہ کلمہ فعل ہوگا، جیسے اِضرِبَنَّ، اِضرِبَنْ۔
(۱۰)فعل کی دسویں علامت یہ ہے کہ کلمہ کے آخر میں تُمْ، تُمَا، تُنَّ یا نَا ضمیر فاعل ہو، جیسے ضَرَبْتُمْ، ضَرَبْتُمَا، ضَرَبْتُنَّ، ضَرَبْنَا۔
(۱۱)فعل کی گیارہویں علامت یہ ہے کہ کلمہ کے آخر میں نون مفتوحہ علامت جمع مؤنث ہو وہ کلمہ فعل ہوگا جیسے ضَرَبْنَ۔
(۱۲)فعل کی بارہویں علامت یہ ہے کہ کلمہ کے آخر میں واؤ ساکنہ علامت جمع مذکر وضمیر فاعل ہو وہ کلمہ فعل ہوگا جیسے ضَرَبُوا۔
(۱۳)فعل کی تیرہویں علامت یہ ہے کہ کلمہ کے شروع میں حروف اَتَین علامات مضارع میں سے کوئی حرف آجائے اور حروف اَتَین چار ہیں (۱)ا (۲)ت (۳)ی (۴)ن جیسے اَضرِبُ، تَضْرِبُ، یَضْرِبُ، نَضْرِبُ۔
(۱۴)فعل کی چودہویں علامت یہ ہے کہ نفی مؤکد بلن ناصبہ ہو جیسے، لَنْ تَضْرِبَ۔
اب مصنفؒ فعل کی علامات کو ختم کرنے کے بعد حرف کی علامت کو بیان کرتے ہیں کہ حرف کی علامت یہ ہے کہ اس میں اسم یا فعل کی کوئی علامت نہ پائی جائے جیسے مَنْ، اِلٰی، فِی۔

سوال: اسم فعل، حرف میں سے درجہ اور بلندی کے لحاظ سے کون بڑھا ہوا ہے؟

جواب: ان تینوں میں سب سے زیادہ بلند مرتبہ اسم کا ہے کیونکہ اسم مسند اور مسند الیہ دونوں ہوتا ہے اسکے بعد درجہ فعل کا ہے کیونکہ یہ صرف مسند ہوتا ہے اس کے بعد درجہ حرف کا ہے کیونکہ حرف نہ مسند ہوتا ہے نہ مسند الیہ ہوتا ہے۔

سوال: حرف نہ مسند ہوتا ہے نہ مسند الیہ تو اس کا فائدہ کچھ بھی نہیں ہوا، ایک بیکار سی چیز ہوئی؟

جواب: یہ ضروری نہیں جو چیز مسند اور مسند الیہ نہ ہو تو وہ بالکل بیکار ہے، حرف نہ مسند اور نہ مسند الیہ ہے لیکن اس کے بہت سے فائدے ہیں، منجملہ ان کے ایک فائدہ یہ ہے کہ یہ دو اسموں میں ربط پیدا کر دیتا ہے، جیسے زَیْدٌ فِی الدَّارِ کبھی ایک اسم اور ایک فعل میں ربط پیدا کر دیتا ہے جیسے کَتَبْتُ بِالْقَلَمِ۔ کبھی دو فعلوں میں ربط پیدا کر دیتا ہے جیسے اُرِیْدُ اَنْ اُصَلِّیَ ان کے علاوہ اور بہت سے فائدے ہیں جس کو ہم اوپر کے درجہ کی نحو کی کتابوں میں پڑھینگے اور اصول فقہ میں تو ان حروف سے بہت سے مسائل فقہیہ نکالے جاتے ہیں جس کو ہمکو علم اصول فقہ میں ان شاء اللہ تعالیٰ معلوم ہو جائیگا۔

فصل

عبارت: فصل بدانکہ جملہ کلمات عرب بر دو قسم است، معرب ومبنی معرب آنست کہ آخرش باختلاف عوامل مختلف شود، چوں زیدٌ در جَاءَنِی زَیْدٌ وَرَأَیْتُ زَیْدًا وَ مَرَرْتُ بِزَیْدٍ " جاء عامل ست و زیدٌ معرب ست، وضمہ اعراب ست و دال محل اعراب ومبنی آنست کہ آخرش باختلاف عوامل مختلف نشود چوں ھٰؤُلَاءِ کہ در حالت رفع ونصب وجر یکساں ست۔

ترجمہ: جان لو کہ تمام عربی کلمات دو قسم پر ہیں معرب اور مبنی معرب وہ ہے کہ جن کا آخر عوامل کے اختلاف سے مختلف ہوتا ہے جیسے زید، جَاءَنِی زَیْدٌ وَرَأَیْتُ زَیْدًا اور مَرَرْتُ بِزَیْدٍ میں جاء عامل ہے اور زید معرب ہے اور ضمہ اعراب ہے اور دال محل اعراب ہے اور مبنی وہ ہے جس کا آخر عوامل کے بدلنے سے نہ

بدلے جیسے ھٰؤلاءِ کہ یہ رفع نصب جر کی حالت میں یکساں رہتا ہے

تشریح: مصنفؒ نے کتاب کے شروع میں کلمہ کی تین قسمیں بیان کی تھیں اب مصنفؒ کلمہ کی تقسیم بیان کرتے ہیں کیونکہ پہلے یہ بیان کیا تھا کہ جملہ کے کلمات بہت سے ہوں تو اس جملہ کا معنیٰ معلوم کرنے کے لئے چار باتوں کا جاننا ضروری ہے ان میں سے دوسری بات یہ ہے کہ ان کلمات میں یہ تحقیق کی جائے کہ ان میں سے کونسا معرب اور کونسا مبنی ہے مگر ان کے معرب اور مبنی ہونیکا علم تب ہو سکے گا جب معرب اور مبنی کی پہچان اور ان کی علامات کا علم ہو اس لئے مصنفؒ اس عبارت کے اول میں معرب اور مبنی کی تعریف بیان کرتے ہیں۔

(معرب کی تعریف) معرب وہ کلمہ ہے جس کے آخری حرف کی حرکت عاملوں کے بدلنے سے بدلتی رہے۔ یعنی اگر اس پر رفع دینے والا عامل داخل ہو جائے تو اس کے آخر پر رفع والی حرکت یعنی پیش آجائے، اور اگر رفع دینے والا عامل ہٹ جائے اور نصب دینے والا عامل داخل ہوجائے تو آخر پر نصب یعنی زبر آجائے، اور اگر نصب دینے والا عامل ہٹ جائے اور جر دینے والا عامل داخل ہوجائے تو آخر پر جر یعنی کسرہ آجائے۔

(معرب کی مثال) زَیْدٌ کا لفظ جو جَاءَنِی زَیْدٌ میں واقع ہے دیکھئے اس پر جَاءَ عامل رافع (رفع دینے والا) آیا ہے تو زَیْدٌ پر رفع آ گیا اور اگر اس پر نصب دینے والا عامل رَأَیْتُ داخل کردیا جائے تو زید پر نصب آجائیگا جیسے رَأَیْتُ زَیْدًا۔ اور اگر اس پر جر دینے والا عامل داخل کردیا جائے تو زید پر جر آجائیگا جیسے مَرَرْتُ بِزَیْدٍ۔

مصنفؒ کی عبارت میں جاء عامل است؟ یہ بتانا مقصود ہے کہ جو مثال معرب کی دی گئی ہے اس میں عامل کون ہے؟ معرب کون ہے؟ اور اعراب کیا ہے؟ اور اعراب آنے کی جگہ جس کو محل اعراب کہتے ہیں، کیا ہے؟ تو دی گئی مثالوں میں "جَاءَ" "رَءیتُ" "بَا یہ تینوں عامل ہیں جو بدل بدل کر زید پر داخل ہوتے

ہیں، اور زید کا لفظ معرب ہے اور اس زید پر جو رفع ،نصب جر آتے رہے یہ اعراب ہیں اور یہ مختلف اعراب جو زید کے آخر میں یعنی" دال" پر آتے رہے یہ محل اعراب ہے کیونکہ اعراب کلمہ کے شروع یا درمیان میں نہیں آتا بلکہ ہمیشہ آخری حرف پر آیا کرتا ہے۔

فائدہ: اعراب کی تین قسمیں ہیں (ا) (اعراب لفظی) اعراب لفظی اسے کہتے ہے جس کا تلفظ زبان سے ہو جیسے جَاءَنِی زَیدٌ میں رفع یعنی پیش ہے۔

۲) (اعراب تقدیری) اعراب تقدیری اسے کہتے ہیں جو پوشیدہ ہو اور اس کا تلفظ زبان سے نہ کیا گیا ہو جیسے جَاءَ القَاضِی۔

(اعراب محلی) اعراب محلی اسے کہتے ہیں جو اسم مبنی پر آئے یعنی یہ اسم مبنی ایسی جگہ واقع ہو کہ اگر اس کی جگہ کوئی اسم معرب ہوتا تو اس پر اعراب آتا جیسے جَاءَ ھو لاءِ میں ھو لاءِ جاءَ کا فاعل ہے اور فاعل پر رفع آتا ہے لیکن اس پر رفع نہ لفظوں میں ہے نہ پوشیدہ ہے بلکہ اس پر محل کے اعتبار سے رفع ہے یعنی ھو لاءِ کی جگہ کوئی اسم معرب مثلاً زیدٌ ہوتا تو اس پر رفع آتا۔

(مبنی کی تعریف): مبنی اس کلمہ کو کہتے ہیں کہ جس کا آخر عاملوں کے بدلنے اور مختلف ہونے کے باوجود نہ بدلے اور نہ ہی مختلف ہو یعنی اس کے آخر میں کسی قسم کا ردو بدل نہ آئے بلکہ ہمیشہ ایک ہی حالت پر رہے گویا کہ یہ عاملوں کے اختلاف کے باوجود بھی ٹس سے مس نہ ہو۔

(مبنی کی مثال): لفظ ھو لاءِ اس کا آخر تینوں حالتوں (حالت رفع ،نصب ،جر میں ایک ہی حالت یعنی حالت جر (کسرہ) پر رہے گا، عزیز طلباء آپ دیکھیں جَاءَ رفع دینے والا عامل آیا ہے، مگر اس کے باوجود ھو لاءِ کے آخر میں کوئی اختلاف نہیں آیا، بلکہ پہلے کی طرح مکسور ہے اور اگر عامل ناصب داخل کرے جیسے رَأَیتُ ھؤ لاءِ تب بھی اس کے آخر میں کوئی اختلاف نہیں آئے گا بلکہ کسرہ ہی رہے گا اور اگر اس پر عامل جر داخل ہو جیسے مَرَرْتُ بِھؤ لاءِ تو یہ جر عامل جار کی وجہ سے نہیں آیا بلکہ جس طرح پہلے مکسور تھا

اب بھی مکسور ہے۔

سوال: اعراب کا لغوی اور اصطلاحی معنی کیا ہے؟

جواب: اعراب باب افعال سے ہے اس کا لغوی معنی پہچان کروانا، اعراب کو اعراب اسی وجہ سے کہتے ہے کہ وہ کلمہ کی حقیقت کی پہچان کراتا ہے، یعنی کلمہ کس حالت میں ہے، حالت رفعی، نصبی، جری میں اس کی پہچان کراتا ہے، اور اصطلاح میں اعراب وہ حرکت یا حرف ہے جس کے ساتھ معرب کا آخر بدلتا ہے۔

فصل

عبارت: فصل بدانکہ جملہ حروف مبنی ست واز افعال فعل ماضی وامر حاضر معروف وفعل مضارع بانونہائے جمع مونث وبانونہائے تاکید نیز مبنی ست.

ترجمہ: فصل جان لو کہ تمام حروف مبنی ہیں اور افعال میں سے فعل ماضی اور امر حاضر معروف اور فعل مضارع نون جمع مؤنث اور نون تاکید کے ساتھ مبنی ہے۔

تشریح: مصنفؒ کا اس عبارت سے مقصود مبنی اور معرب میں سے ہر ایک کی تعداد اور مقدار بیان کرنا ہے تاکہ مبنی اور معرب کو پہچاننے میں مزید آسانی ہو جائے، تو اولاً مصنفؒ نے مبنی کی تعداد متعین کی ہے، فرماتے ہیں کہ کلمہ کی تین قسموں میں سے "حروف" تو تمام کے تمام مبنی ہیں اور کلمہ کی دوسری قسم افعال میں سے "فعل ماضی معروف اور فعل ماضی مجہول" یعنی اس کی تمام گردانیں اور فعل امر حاضر کی صرف ایک گردان یعنی "امر حاضر معروف ہی مبنی ہے نہ کہ مجہول اور فعل مضارع کے وہ صیغے جن کے ساتھ جمع مؤنث کا نون لگا ہوا ہو جیسے یَضْرِبْنَ، تَضْرِبْنَ اور وہ فعل مضارع جس کے آخر میں نون تاکید ثقیلہ اور نوں تاکید خفیفہ کا ملا ہوا ہو تو وہ بھی مبنی ہیں، نون تاکید ثقیلہ کی مثال لَیَضْرِبَنَّ، اور نون تاکید خفیفہ کی مثال ہے جیسے لَیَضْرِبَنْ ہے۔

عبارت: برانکہ اسم غیر متمکن مبنی است۔

ترجمہ: یہ بھی جان لو کہ اسم غیر متمکن بھی مبنی ہے۔

تشریح: مصنفؒ کلمہ کی تیسری قسم بیان فرماتے ہے یعنی اسم کی دو قسمیں ہیں، اسم متمکن اسم غیر متمکن۔ ان کی وضاحت آگے آئیگی، یہاں صرف یہ جان لو کہ اس غیر متمکن اپنی آٹھوں اقسام کے ساتھ مبنی ہیں، ان اقسام کا ذکر تفصیل کے ساتھ اگلے صفحات پر اپنے مقام پر آجائیگا ان شاء اللہ۔

سوال: اسم غیر متمکن کس کو کہتے ہیں؟

جواب: اسم غیر متمکن وہ اسم ہے جو مبنی الاصل کے مشابہ ہو۔

سوال: متمکن کے معنی کیا ہے؟

جواب: متمکن اسم فاعل کا صیغہ ہے اس کا مصدر تمکن ہے تفعل کے وزن پر تمکن کے معنی جگہ دینا۔ متمکن جگہ دینے والا، غیر متمکن کے معنی جگہ نہ دینے والا، مطلب یہ ہوا کہ اسم غیر متمکن مبنی ہونیکی وجہ سے عامل کو عمل کرنے کے لئے اپنے اوپر جگہ نہ دے گا۔

عبارت: واما اسم متمکن معرب است بشرط آنکہ درترکیب واقع شود، وفعل مضارع معرب است، بشرط آنکہ ازنون ہائے جمع مؤنث ونون تاکید خالی شود۔

ترجمہ: اور بہر حال اسم متمکن معرب ہے، بشرطیکہ ترکیب میں واقع ہو، اور فعل مضارع معرب ہے، بشرطیکہ نون جمع مؤنث اور نون تاکید سے خالی ہو۔

تشریح: مصنفؒ یہاں سے یہ بیان کرتے ہیں کہ اسم متمکن کی دو حالتیں ہیں، ایک حالت اسم متمکن کی یہ ہے کہ وہ بالکل تنہا ہو یعنی عامل کے ساتھ ملکر ترکیب میں واقع نہ ہوا ہو، دوسری حالت یہ ہے کہ یہ اسم متمکن اپنے عامل کے ساتھ ملکر ترکیب میں واقع ہوا ہو، پہلی صورت میں اسم متمکن مبنی ہے اور دوسری صورت میں معرب ہے، مثلاً کسی شخص نے کہا زیدٌ دیکھو اسم متمکن ہے لیکن اکیلا ہے اس کے ساتھ کوئی عامل نہیں لہذا اس وقت زیدٌ مبنی بر سکون ہوگا اور جس وقت کہا جاء زیدٌ تو اس وقت زید معرب ہوگا مثال میں اسے عامل

کے ساتھ مرکب ہے اسی وجہ سے معرب کی ایک قسم اسم متمکن ہوا جبکہ عامل کے ساتھ ملکر ترکیب میں واقع ہو، اور دوسری قسم معرب کی یہ فعل مضارع ہے اس وقت جبکہ فعل مضارع نون جمع مؤنث اور نون تاکید سے خالی ہو جیسے یَضْرِبُ۔

فائدہ: فعل مضارع کے چودہ صیغوں میں سے جمع مؤنث غائب اور جمع مؤنث حاضر (یَفْعَلْنَ)اور تَفْعَلْنَ ہمیشہ مبنی برسکون ہوں گے، اور جن سات صیغوں میں نون اعرابی ہے یعنی چار تثنیہ (یَفْعَلَانِ، تَفْعَلَانِ، تَفْعَلَانِ، تَفْعَلَانِ،) دو صیغے جمع مذکر غائب اور حاضر (یَفْعَلُونَ)اور (تَفْعَلُونَ)اور ایک واحد مؤنث حاضر (تَفْعَلِین) یہ سات صیغے ہمیشہ معرب ہونگے، خواہ نون تاکید کے ساتھ ہوں یا نون تاکید سے خالی ہو اور فعل مضارع کے بقیہ پانچ صیغے جن کے آخر میں نہ تو نون جمع مؤنث ہو اور نہ نون اعرابی ہو وہ کبھی معرب اور کبھی مبنی ہونگے، اگر ان کے آخر میں نون تاکید ثقیلہ یا خفیفہ ہو وہ مبنی برفتحہ ہونگے جیسے (لَیَفْعَلَنَّ، لَتَفْعَلَنَّ، لَتَفْعَلُنَّ، لَاَفْعَلَنَّ، لَنَفْعَلَنَّ،) اور اگر یہی صیغے نون تاکید سے خالی ہو تو معرب ہونگے جیسے یَفْعَلُ، تَفْعَلُ، تَفْعَلُ، اَفْعَلُ، نَفْعَلُ)۔

عبارت: پس درکلام عرب بیش ازیں دو قسم معرب نیست باقی ہمہ مبنی است۔

ترجمہ: پس کلام عرب میں ان دو قسموں کے علاوہ معرب نہیں باقی تمام مبنی ہیں۔

ترجمہ: مصنفؒ یہاں سے معرب اور مبنی کا خلاصہ بیان فرماتے ہیں کہ معرب صرف اسم متمکن ہے جبکہ ترکیب میں واقع ہو اور فعل میں فعل مضارع معرب ہے جبکہ نون جمع مؤنث اور نون تاکید سے خالی ہو اور ان دونوں قسموں کے علاوہ سب مبنی ہیں، پس کلام عرب میں مبنی کی تعداد بمقابلہ معرب کے بڑھی ہوئی ہے اور معرب کی تعداد کم ہے۔

عبارت: واسم غیر متمکن اسمی است کہ با مبنی اصل مشابہت دارد، و مبنی اصل سہ چیز است، فعل ماضی، وامر حاضر معروف و جملہ حروف، واسم متمکن اسمی است کہ با مبنی اصل مشابہت دارد۔

ترجمہ: اور اسم غیر متمکن وہ اسم ہے جو مبنی اصل کے ساتھ مشابہت رکھتا ہو اور مبنی اصل تین چیزیں ہیں، فعل ماضی، امر حاضر معروف، اور تمام حروف، اور اسم متمکن وہ اسم ہے جو مبنی اصل کے مشابہ نہ ہو۔

تشریح: گزشتہ سطور میں بتایا تھا کہ اسم غیر متمکن تو اپنی آٹھوں اقسام کے ساتھ مبنی ہے جبکہ اسم متمکن کی دو حالتیں ہے، ایک حالت میں معرب ہے، یعنی اسم متمکن اگر ترکیب میں واقع ہوتو معرب ہے اور اگر ترکیب میں واقع نہ ہوتو مبنی ہے، غرض اسم متمکن اور اسم غیر متمکن دونوں کا ذکر ماقبل میں ہوا تھا تو مصنفؒ اس عبارت میں ان دونوں کی تعریف بیان کرتے ہیں مگر ان دونوں کی تعریف سے پہلے ایک تمہیدی بات کا جاننا ضروری ہے۔

تمہیدی بات یہ ہے کہ مبنی کی تین قسمیں ہیں، پہلی قسم کا نام مبنی الاصل اور دوسری قسم کا نام مبنی غیر اصل ہے۔

سوال: مبنی الاصل کس کو کہتے ہیں؟

جواب: مبنی الاصل وہ کلمہ جو اپنی اصل وضع کے اعتبار سے مبنی ہو، کسی کی مشابہت کی وجہ سے مبنی نہ ہو جیسے مِن، اِلیٰ، وغیرہ۔

سوال: مبنی الاصل کل کتنے ہیں اور کون کون سے ہیں؟

جواب: مبنی الاصل کل تین ہیں اور وہ یہ ہیں (۱) تمام حروف (۲) فعل ماضی معروف اور مجہول تمام صیغوں کے ساتھ (۳) امر حاضر کے تمام صیغے۔

سوال: مبنی غیر اصل کس کو کہتے ہیں؟

جواب: مبنی غیر اصل وہ کلمہ ہے جو اپنی اصل وضع کے اعتبار سے مبنی نہ ہو بلکہ مبنی الاصل کی تین قسموں میں سے کسی ایک کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے مبنی بن گیا ہو جیسے اَیْنَ۔

سوال: مبنی غیر اصل کل کتنے ہیں اور کون کون سے ہیں؟

جواب: مبنی غیر اصل کل تین ہیں اور وہ یہ ہیں (۱) فعل مضارع کے وہ صیغے جن میں نون جمع مؤنث اور نون تاکید ہو (۲) اسم متمکن جب کے ترکیب میں واقع نہ ہو (۳) اسم غیر متمکن کی آٹھوں اقسام۔

سوال: مشابہت کی کتنی صورتیں ہیں؟

جواب: مشابہت کی تین صورتیں مشہور ہیں۔

سوال: مشابہت کی تین صورتیں کون کون سی ہیں؟

جواب: (۱) معنی میں مشابہت (۲) محتاج ہونے میں مشابہت (۳) تعداد حروف میں مشابہت۔

اگر کسی اسم کو مبنی الاصل کے ساتھ ان تین صورتوں میں سے کسی قسم کی مشابہت ہوگی تو وہ اسم بھی مبنی ہو جائیگا۔

(معنی میں مشابہت کی مثال) جیسے اَیْنَ (بمعنی کہاں) یہ اسم مبنی ہے اس لئے کہ اس کو مبنی الاصل ہمزہَ استفہام سے معنی میں مشابہت ہے، جس طرح ہمزہ سوال کرنے کے لئے آتا ہے اسی طرح اَیْنَ بھی سوال کرنے کے لئے آتا ہے۔

(محتاج ہونے میں مشابہت کی مثال) جیسے ھٰذا (بمعنیٰ یہ) یہ اسم مبنی ہے اس لئے کہ اس کو مبنی الاصل حرف سے محتاج ہونے میں مشابہت ہے، جس طرح حرف اپنے معنیٰ بتانے میں دوسرے کلمے کا محتاج ہوتا ہے اسی طرح ھٰذا اسم اشارہ بھی اپنے معنیٰ بتانے میں مشار الیہ کا محتاج ہوتا ہے۔

(۳) تعداد حروف میں مشابہت کی مثال) جیسے مَنْ، (معنی کون) یہ اسم مبنی ہے اس لئے کہ اس کو مبنی الاصل حرف مِنْ وغیرہ سے تعداد حروف میں مشاہت ہے، جس طرح مِنْ دو حرفی ہے اسی طرح مَنْ بھی دو حرفی ہے، یہ بات واضح رہے کہ تعداد حروف میں مشابہت کا اعتبار صرف ان حروف میں ہوگا جو ایک حرفی یا دو حرفی ہے جیسے با، لام، مِنْ، فی وغیرہ لہٰذا اِنَّ، کاَنَّ اور لکن جیسے حروف سے مشابہت کی وجہ سے کوئی اسم مبنی نہیں ہوگا۔

سوال: اسم غیر متمکن کس کو کہتے ہیں؟

جواب: اسم غیر متمکن وہ اسم ہے جو مبنی الاصل کی تینوں قسموں میں سے کسی ایک کے ساتھ مشابہت رکھتا ہو جیسے اسم ضمیر وغیرہ۔

سوال: اسم متمکن کس کو کہتے ہیں؟

جواب: اسم متمکن وہ اسم ہے جو مبنی الاصل کی تینوں قسموں میں سے کسی ایک کے ساتھ کوئی مشابہت و مناسبت نہ رکھتا ہو۔ جیسے زیدٌ، عمرٌ، مسجدٌ مدرَسةٌ وغیرہ۔

سوال: مصنفؒ نے امر میں حاضر معروف کی قید لگا کر کس کس کو خارج کیا ہیں؟

جواب: مصنفؒ نے امر میں حاضر معروف کی قید لگا کر امر حاضر مجہول نیز امر غائب معروف اور امر غائب مجہول، اور امر متکلم معروف اور امر متکلم مجہول کو مبنی اصل سے خارج کر دیا ہیں۔

فصل

عبارت: فصل۔ بدانکہ اسم غیر متمکن ہشت قسم است، اول مضمرات چوں أنا من مرد وزن وضربتُ زدم من، وایای خاص مرا وضربَنی بزد مرا، ولی مرا، واین ہفتاد ضمیر است۔

چہاردہ مرفوع متصل ضربتُ، ضربنا، ضربتَ، ضربتما، ضربتم، ضربتِ، ضربتما، ضربتنَّ، ضربَ، ضربا، ضربوا، ضربتْ، ضربتَا، ضربنَ، و**چہاردہ مرفوع منفصل**، انا، نَحنُ، اَنتَ، انتما، انتم، انتِ، انتما، انتنَّ، هُوَ، هما، هُمْ، هِيَ، هما، هُنَّ و**چہاردہ منصوب متصل** ضربَنی، ضربنَا، ضربکَ، ضربکُما، ضربکُمْ، ضربکِ، ضربکما، ضربکُنَّ، ضربه، ضربهما، ضربهُمْ، ضربها، ضربهما، ضربهُنَّ، و**چہاردہ منصوب منفصل** اِیَایَ، اِیَانا، اِیَاکَ، اِیَاکما، اِیَاکم، اِیَاکِ، اِیَاکما، اِیَاکنَّ، اِیَاه، اِیَاهما، اِیَاهم، اِیَاها، اِیَاهما، اِیَاهنَّ، و**چہاردہ مجرور متصل چوں**، لِی، لَنا، لکَ، لکُما، لکُمْ، لکِ، لکُما، لکُنَّ، لَهُ، لَهُما، لَهُمْ، لَهَا، لَهُما، لَهُنَّ۔

ترجمہ: جان لو اسم غیر متمکن کی آٹھ قسمیں ہیں، پہلی قسم ضمیریں ہیں جیسے اَنَا میں ایک مرد یا ایک عورت اور ضَرَبْتُ میں نے مارا اور اِیَّایَ خاص میرے لئے اور ضَرَبَنِی مجھ کو مارا اور لی میرے لئے اور یہ سترہ ضمیریں ہیں، چودہ مرفوع متصل ضَرَبْتُ، ضَرَبْنَا، ضَرَبْتَ، ضَرَبْتُمَا، ضَرَبْتُم، ضَرَبْتِ، ضَرَبْتُمَا، ضَرَبْتُنَّ، ضَرَبَ، ضَرَبَا، ضَرَبُوا، ضَرَبَتْ، ضَرَبَتَا، ضَرَبْنَ، اور چودہ مرفوع منفصل، انا، نَحنُ، اَنتَ، انتما، انتم، انتِ، انتما، انتنَّ، هُوَ، هُمَا، هُمْ، هِیَ، هُمَا، هُنَّ اور چودہ منصوب متصل ضَرَبَنِی، ضَرَبَنَا، ضَرَبَکَ، ضَرَبَکُمَا، ضَرَبَکُمْ، ضَرَبَکِ، ضَرَبَکُمَا، ضَرَبَکُنَّ، ضَرَبَه، ضَرَبَهُمَا، ضَرَبَهُمْ، ضَرَبَهَا، ضَرَبَهُمَا، ضَرَبَهُنَّ، اور چودہ منصوب منفصل اِیَّایَ، اِیَّانَا، اِیَّاکَ، اِیَّاکُمَا، اِیَّاکم، اِیَّاکِ، اِیَّاکُمَا، اِیَّاکُنَّ، اِیَّاه، اِیَّاهُمَا، اِیَّاهم، اِیَّاهَا، اِیَّاهُمَا، اِیَّاهُنَّ، اور چودہ مجرور متصل چوں، لِی، لَنَا، لَکَ، لَکُمَا، لَکُمْ، لَکِ، لَکُمَا، لَکُنَّ، لَهُ، لَهُمَا، لَهُمْ، لَهَا، لَهُمَا، لَهُنَّ۔

تشریح: مصنفؒ اس عبارت سے یہ بتانا چاہ رہے ہیں کہ اسم غیر متمکن کی آٹھ اقسام ہیں۔

(۱) مضمرات (۲) اسمائے اشارات (۳) اسمائے موصولات (۴) اسمائے افعال (۵) اسمائے اصوات (۶) اسمائے ظروف (۷) اسمائے کنایات (۸) مرکب بنائی۔

ان اقسام ثمانیہ کی وضاحت مندرجۂ ذیل میں تفصیل کے ساتھ ملاحظہ ہو۔

(۱) **مضمرات:** مضمرات ضمیر کی جمع ہے جس کے معنیٰ پوشیدہ ہونا ہے، سب سے پہلے ہم ضمیر کی تعریف بیان کرتے ہیں، اس کے بعد ضمیر کی تقسیم عرض کریں گے پھر ضمیر کی اقسام میں سے ہر ایک کی تعداد کو ذکر کریں گے۔

سوال: ضمیر کس کو کہتے ہیں؟

جواب: ضمیر وہ اسم ہے جو متکلم (یعنی بات کرنے والا) یا مخاطب (یعنی جس سے بات کی جائے) یا ایسے غائب (جس کے متعلق بات کی جائے) پر دلالت کرے جس کا تذکرہ اس سے پہلے حقیقتاً یا حکماً ہو چکا

ہو، اس ضمیر کو راجع اور جس کی طرف یہ ضمیر لوٹ رہی ہو یعنی جس کا ذکر ہوا تھا اس کو مرجع کہتے ہیں جیسے زیدٌ قائمٌ میں زیدٌ مرجع ہے اور قامَ میں ھو ضمیر جو زید کی طرف لوٹ رہی ہے وہ راجع ہے۔

(ضمیر کی تقسیم) ضمیر کی اولاً تین قسمیں ہیں۔(۱) مرفوع (۱)(۲) منصوب (۳) مجرور۔

پھر مرفوع کی دو قسمیں ہیں۔(۱) متصل (۲) منفصل۔

پھر متصل کی دو قسمیں ہیں۔(۱) بارز (۲) مستتر۔

پھر مستتر کی دو قسمیں ہیں۔(۱) عارضی (۲) دائمی۔

اس کے بعد پھر منصوب کی دو قسمیں ہیں۔(۱) متصل (۲) منفصل۔

اس کے بعد مجرور متصل ہے اس کی دو حیثیتیں ہیں۔(۱) بحرف جر (۲) باضافت جر۔

سوال: ضمیر کا مرجع اس کی کتنی قسمیں ہیں۔

جواب: تین قسمیں ہیں۔(۱) مرجع لفظی (۲) مرجع معنوی (۳) مرجع حکمی۔

سوال: مرجع لفظی کس کو کہتے ہے؟

جواب: مرجع لفظی وہ ہے جو ماقبل میں صراحۃً مذکور ہو۔

سوال: مرجع معنوی کس کو کہتے ہے؟

جواب: مرجع معنوی وہ ہے جو ماقبل میں صراحۃً مذکور نہ ہو۔

سوال: مرجع حکمی کس کو کہتے ہے؟

جواب: مرجع حکمی وہ ہے جو معھود فی الذہن یعنی مرجع ذہن کے اندر موجود ہو۔

سوال: کیا ضمیر غائب بغیر مرجع کے استعمال ہوتی ہے؟

جواب: بغیر مرجع کے ضمیر کا آنا یہ اضمار قبل الذکر کہلاتا ہے جو کلام عرب میں ناجائز ہے۔ جیسے ضَرَبتُہٗ میں نے اس کو مارا، یہاں پتہ نہیں کسی کو مارا ہے، مرجع کے بغیر ضمیر غائب آئی ہے۔ اس وجہ سے اضمار قبل الذکر

لازم آیا جونا جائز ہے، البتہ زیداً ضربتُہٗ میں نے زید کو مارا یہ مثال جائز ہے۔

سوال: ضمیر کی اپنے مرجع سے مطابقت کتنی چیزوں میں ہوتی ہیں؟

جواب: ضمیر کی اپنے مرجع سے پانچ چیزوں میں مطابقت ہوتی ہیں۔(۱)واحد (۲) تثنیہ (۳) جمع (۴) مذکر (۵) مؤنث میں۔

سوال: ضمیر شان کس کو کہتے ہے؟

جواب: ضمیر شان وہ ضمیر مذکر غائب ہے جو بغیر مرجع کے جملہ کے شروع میں آئے اور جملہ اس کی تفسیر کرے ایسی ضمیر کو ضمیر شان کہتے ہے اس لئے کہ یہ ضمیر معھود فی الذہن کی طرف جو شان یا قصہ ہوتا ہے لوٹتی ہے جیسے ھوَ اللہُ احَدٌ (شان یہ ہے کہ) اللہ ایک ہے۔

سوال: ضمیر قصہ کس کو کہتے ہے؟

جواب: ضمیر قصہ وہ ضمیر مؤنث غائب ہے جو بغیر مرجع کے جملہ کے شروع میں آئے اور جملہ اس کی تفسیر کرے ایسی ضمیر کو ضمیر قصہ کہتے ہے۔

سوال: ضمیر فصل کس کو کہتے ہے؟

جواب: ضمیر فصل وہ ضمیر ہے جو خبر اور صفت میں امتیاز کرنے کے لئے لائی جاتی ہے اور ایسے مبتدا اور خبر کے درمیان لائی جاتی ہے جو دونوں معرفہ ہوں الرجُلُ ھُوَ الطَّوِیلُ (آدمی لمبا ہے)۔

سوال: ضمیر مبہم کس کو کہتے ہے؟

جواب: ضمیر مبہم اس ضمیر کو کہتے ہے جس کا مرجع متعین اور معلوم نہ ہو۔

اب ہر ایک کی تفصیل بیان کرتے ہیں۔

سوال: ضمیر مرفوع متصل کس کو کہتے ہے؟

جواب: مرفوع کے لغوی معنی ہے بلند کیا ہوا اور اصطلاح میں وہ ضمیر ہے جو فاعل بنے اور فعل سے ملی ہوئی

آئے اور وہ چودہ ہیں۔

گردان	ضمیر	بارز/مستتر	صیغے	ترجمہ
ضَرَبْتُ	تُ	بارز	جمع واحد مذکر ومؤنث متکلم	میں ایک مرد یا ایک عورت نے مارا
ضَرَبْنَا	نا	بارز	تثنیہ وجمع مذکر ومؤنث متکلم	ہم سب مرد یا سب عورتوں نے مارا
ضَرَبْتَ	تَ	بارز	واحد مذکر حاضر	تو ایک مرد نے مارا
ضَرَبْتُمَا	تما	بارز	تثنیہ مذکر حاضر	تم دو مردوں نے مارا
ضَرَبْتُم	تُمْ	بارز	جمع مذکر حاضر	تم سب مردوں نے مارا
ضَرَبْتِ	تِ	بارز	واحد مؤنث حاضر	تو ایک عورت نے مارا
ضَرَبْتُمَا	تما	بارز	تثنیہ مؤنث حاضر	تم دو عورتوں نے مارا
ضَرَبْتُنَّ	تُنَّ	بارز	جمع مؤنث حاضر	تم سب عورتوں نے مارا
ضَرَبَ	هُوَ	مستتر	واحد مذکر غائب	اس ایک مرد نے مارا
ضَرَبَا	اَلِف	بارز	تثنیہ مذکر غائب	ان دو مردوں نے مارا
ضَرَبوا	واوٗ	بارز	جمع مذکر غائب	ان سب مردوں نے مارا
ضَرَبَتْ	هِیَ	مستتر	واحد مؤنث غائب	اس ایک عورت نے مارا
ضَرَبَتَا	اَلِف	بارز	تثنیہ مؤنث غائب	ان دو عورتوں نے مارا
ضَرَبْنَ	نَ	بارز	جمع مؤنث غائب	ان سب عورتوں نے مارا

سوال: ضمیر مرفوع منفصل کس کو کہتے ہے؟

جواب: ضمیر مرفوع منفصل وہ ضمیر ہے جو فعل سے علٰحیدہ ہوکر آئے اور ترکیب میں مبتداء یا خبر یا فاعل بنے اور وہ چودہ ہے۔

ضمیرمرفوع منفصل	صیغے	ترجمہ
اَنَا	واحد مذکر ومؤنث متکلم	میں ایک مرد یا ایک عورت
نَحْنُ	تثنیہ وجمع مذکر ومؤنث متکلم	ہم دومرد یا دوعورتیں یا ہم سب مرد یا ہم سب عورتیں
اَنْتَ	واحد مذکر حاضر	تو ایک مرد
اَنْتُما	تثنیہ مذکر حاضر	تم دومرد
اَنْتُم	جمع مذکر حاضر	تم سب مرد
اَنْتِ	واحد مؤنث حاضر	تو ایک عورت
اَنْتُما	تثنیہ مؤنث حاضر	تم دوعورتیں
اَنْتُنَّ	جمع مؤنث حاضر	تم سب عورتیں
ھُوَ	واحد مذکر غائب	وہ ایک مرد
ھُما	تثنیہ مذکر غائب	وہ دومرد
ھُمْ	جمع مذکر غائب	وہ سب مرد
ھِیَ	واحد مؤنث غائب	وہ ایک عورت
ھُما	تثنیہ مؤنث غائب	وہ دوعورتیں
ھُنَّ	جمع مؤنث غائب	وہ سب عورتیں

سوال: ضمیر منصوب متصل کس کو کہتے ہے؟

جواب: ضمیر منصوب متصل وہ ضمیر ہے جو فعل سے ملی ہوئی ہو اور ترکیب میں مفعول بہ واقع ہو اور وہ چودہ ہے۔

ضمیر منصوب متصل	ضمیر	صیغے	ترجمہ
ضَرَبَنِی	یَ	واحد مذکر و مؤنث متکلم	مارا اس نے مجھ ایک مرد یا ایک عورت کو
ضَرَبَنَا	نَا	تثنیہ و جمع مذکر و مؤنث متکلم	مارا اس نے ہم دو مرد یا دو عورتوں کو یا ہم سب مردوں یا سب عورتوں کو
ضَرَبَکَ	کَ	واحد مذکر حاضر	مارا اس نے تجھ ایک مرد کو
ضَرَبَکُمَا	کُمَا	تثنیہ مذکر حاضر	مارا اس نے تم دو مردں کو
ضَرَبَکُمْ	کُمْ	جمع مذکر حاضر	مارا اس نے تم سب مردوں کو
ضَرَبَکِ	کِ	واحد مؤنث حاضر	مارا اس نے تجھ ایک عورت کو
ضَرَبَکُمَا	کُمَا	تثنیہ مؤنث حاضر	مارا اس نے تم دو عورتوں کو
ضَرَبَکُنَّ	کُنَّ	جمع مؤنث حاضر	مارا اس نے تم سب عورتوں کو
ضَرَبَهُ	هُ	واحد مذکر غائب	مارا اس نے اس ایک مرد کو
ضَرَبَهُمَا	هُمَا	تثنیہ مذکر غائب	مارا اس نے ان دو مردوں کو
ضَرَبَهُمْ	هُمْ	جمع مذکر غائب	مارا اس نے ان سب مردوں کو
ضَرَبَهَا	هَا	واحد مؤنث غائب	مارا اس نے اس ایک عورت کو
ضَرَبَهُمَا	هُمَا	تثنیہ مؤنث غائب	مارا اس نے ان دو عورتوں کو
ضَرَبَهُنَّ	هُنَّ	جمع مؤنث غائب	مارا اس نے ان سب عورتوں کو

سوال: ضمیر منصوب منفصل کس کو کہتے ہے؟

جواب: ضمیر منصوب منفصل وہ ضمیر ہے جو ترکیب میں مفعول بہ یا اور کوئی منصوب بنے اور فعل سے جدا آئے اور وہ چودہ ہے۔

ضمیر منصوب منفصل	صیغے	ترجمہ
اِیَّایَ	واحد مذکر و مؤنث متکلم	خاص مجھ ایک مرد یا ایک عورت کو
اِیَّانَا	تثنیہ وجمع مذکر و مؤنث متکلم	خاص ہم دو مرد یا دو عورتوں یا سب مرد یا سب عورتوں کو
اِیَّاکَ	واحد مذکر حاضر	خاص تجھ ایک مرد کو
اِیَّاکُمَا	تثنیہ مذکر حاضر	خاص تم دو مردوں کو
اِیَّاکُمْ	جمع مذکر حاضر	خاص تم سب مردوں کو
اِیَّاکِ	واحد مؤنث حاضر	خاص تجھ ایک عورت کو
اِیَّاکُمَا	تثنیہ مؤنث حاضر	خاص تم دو عورتوں کو
اِیَّاکُنَّ	جمع مؤنث حاضر	خاص تم سب عورتوں کو
اِیَّاہُ	واحد مذکر غائب	خاص اس ایک مرد کو
اِیَّاھُمَا	تثنیہ مذکر غائب	خاص ان دو مردوں کو
اِیَّاھُمْ	جمع مذکر غائب	خاص ان سب مردوں کو
اِیَّاھَا	واحد مؤنث غائب	خاص اس ایک عورت کو
اِیَّاھُمَا	تثنیہ مؤنث غائب	خاص ان دو عورتوں کو
اِیَّاھُنَّ	جمع مؤنث غائب	خاص ان سب عورتوں کو

سوال: ضمیر مجرور متصل کس کو کہتے ہے؟

جواب: ضمیر مجرور متصل وہ ضمیر ہے جو حرف جر سے ملی ہوئی ہو جیسے لِی لَنَا یا مضاف سے ملکر مضاف الیہ بنے غُلَامِی، غُلَامُنَا۔

ضمیر مجرور متصل بحرف جر	ضمیر	صیغے	ترجمہ
لِی	یَ	واحد مذکر و مؤنث متکلم	مجھ ایک مرد یا ایک عورت کے لئے
لَنَا	نَا	تثنیہ و جمع مذکر و مؤنث متکلم	ہم دو مرد یا دو عورتوں کے لئے یا ہم سب مرد یا سب عورتوں کے لئے
لَکَ	کَ	واحد مذکر حاضر	تو ایک مرد کے لئے
لَکُمَا	کُمَا	تثنیہ مذکر حاضر	تم دو مردوں کے لئے
لَکُمْ	کُمْ	جمع مذکر حاضر	تم سب مردوں کے لئے
لَکِ	کِ	واحد مؤنث حاضر	تو ایک عورت کے لئے
لَکُمَا	کُمَا	تثنیہ مؤنث حاضر	تم دو عورتوں کے لئے
لَکُنَّ	کُنَّ	جمع مؤنث حاضر	تم سب عورتوں کے لئے
لَہٗ	ہٗ	واحد مذکر غائب	اس ایک مرد کے لئے
لَھُمَا	ھُمَا	تثنیہ مذکر غائب	ان دو مردوں کے لئے
لَھُمْ	ھُمْ	جمع مذکر غائب	ان سب مردوں کے لئے
لَھَا	ھَا	واحد مؤنث غائب	اس ایک عورت کے لئے
لَھُمَا	ھُمَا	تثنیہ مؤنث غائب	ان دو عورتوں کے لئے
لَھُنَّ	ھُنَّ	جمع مؤنث غائب	ان سب عورتوں کے لئے
ضمیر مجرور متصل باضافت	ضمیر	صیغے	ترجمہ
غُلَامِی	یَ	واحد مذکر و مؤنث متکلم	میں ایک مرد یا ایک عورت کا غلام

غُلامُنَا	نَا	تثنیہ وجمع مذکر ومؤنث متکلم	ہم دومرد یا دوعورتوں یا ہم سب مرد یا سب عورتوں کا غلام
غُلامُکَ	کَ	واحد مذکر حاضر	تو ایک مرد کا غلام
غُلامُکُمَا	کُمَا	تثنیہ مذکر حاضر	تم دومردوں کا غلام
غُلامُکُمْ	کُمْ	جمع مذکر حاضر	تم سب مردوں کا غلام
غُلامُکِ	کِ	واحد مؤنث حاضر	تو ایک عورت کا غلام
غُلامُکُمَا	کُمَا	تثنیہ مؤنث حاضر	تم دوعورتوں کا غلام
غُلامُکُنَّ	کُنَّ	جمع مؤنث حاضر	تم سب عورتوں کا غلام
غُلامُہٗ	ہٗ	واحد مذکر غائب	اس ایک مرد کا غلام
غُلامُہُمَا	ہُمَا	تثنیہ مذکر غائب	ان دومردوں کا غلام
غُلامُہُمْ	ہُمْ	جمع مذکر غائب	ان سب مردوں کا غلام
غُلامُہَا	ہَا	واحد مؤنث غائب	اس ایک عورت کا غلام
غُلامُہُمَا	ہُمَا	تثنیہ مؤنث غائب	ان دوعورتوں کا غلام
غُلامُہُنَّ	ہُنَّ	جمع مؤنث غائب	ان سب عورتوں کا غلام

سوال: ضمیر مجرور منفصل کیوں نہیں آتی ؟

جواب: ضمیر مجرور منفصل اس لئے نہیں آتی کہ یہ ضمیر یا تو مجرور کی صورت میں ہوتی ہے یا مضاف الیہ کی صورت میں اور نحویوں کا قاعدہ ہے کہ جار اپنے مجرور سے اور مضاف اپنے مضاف الیہ سے جدا نہیں ہوتا یعنی ان میں فصل نہیں ہوتا ،اب اگر ضمیر مجرور منفصل لائی جائے تو جار کا اپنے مجرور سے اور مضاف کا اپنے مضاف الیہ سے جدا ہونا لازم آئے گا اور یہ جائز نہیں اس لئے ضمیر مجرور منفصل نہیں آتی

سوال: تمام ضمیریں مبنی کیوں ہیں؟

جواب: ضمیروں کی مبنی الاصل میں سے حرف کے ساتھ مشابہت لفظی بھی ہے اور معنوی بھی، لفظی مشابہت جیسے حروف جارہ کی وضع ایک ایک حرف پر ہے جیسے ل، ب، ک ایسے ہی بعض ضمیروں کی وضع بھی ایک ایک حرف پر ہے جیسے ک، ت وغیرہ، اور معنوی مشابہت یوں ہے کہ جیسے حرف کا مرادی معنی بغیر دوسرے کلمہ کے ملانے سے سمجھ میں نہیں آتا ایسے ہی ضمیروں کا مرادی معنی بھی بغیر مرجع کے سجھ میں نہیں آتا اور قائدہ ہے کہ جو مبنی الاصل کے مشابہ ہو وہ بھی مبنی ہوتا ہے اس لئے تمام ضمیریں مبنی ہیں۔

سوال: نحویوں نے ضمیروں کی بیان کرنے کے لئے یہ ترتیب اختیار کی ہے کہ سب سے پہلے متکلم کی ضمیروں کو ان کے بعد مخاطب کی ضمیروں کو اس کے بعد غائب کی ضمیروں کو بیان کیا ہے جبکہ صرفی لوگ سب سے پہلے غائب کے صیغوں کو ان کے بعد مخاطب کے صیغوں کو ان کے بعد متکلم کے صیغوں کو بیان کرتے ہیں، اس تضاد کی کیا وجہ ہے؟

جواب: نحوی لوگوں کی غرض تعریف و تنکیر یعنی معرفہ اور نکرہ سے بحث کرنا ہے، اور تعریف میں سب سے مقدم متکلم کی ضمیریں ہیں ان کے بعد مخاطب کی اور ان کے بعد غائب کی، اس لئے نحوی حضرات نے یہی ترتیب اختیار کی، جبکہ صَرفی حضرات کی اصل غرض افعال کی گردنوں سے بحث کرنا ہوتی ہے اور چونکہ ان میں غائب کے صیغوں کا استعمال زیادہ ہوتا ہے اس لئے ان کو مقدم بیان کرتے ہیں، اور مخاطب کے صیغوں کی تعداد متکلم کے صیغوں سے زیادہ ہوتی ہے اس لئے غالب کے صیغوں کے بعد مخاطب کے صیغوں کو اور پھر آخر میں متکلم کے صیغوں کو بیان کرتے ہیں۔

سوال: ضمیر منصوب متصل کی مثال ضربَنِی دی گئی جس میں نون کو فعل اور ضمیر کے درمیان بڑھایا گیا ہے اسکی کیا وجہ ہے؟

جواب: یہ نون فعل اور ضمیر کے فائدے کے لئے لایا گیا ہے کیونکہ یاء کا ماقبل مکسور ہوتا ہے جبکہ یہاں یاء

سے پہلے فعل ماضی ہے جو مبنی بر فتحہ ہوتا ہے، پس فعل ماضی کی حرکت کو باقی رکھنے کے لئے ان کے درمیان نون نے آکر فعل کو کسرہ سے بچالیا اور خود اپنی ذات پر کسرہ کو برداشت کرلیا اور باء کا تقاضا بھی پورا کردیا، اس نون کو نون وقایہ کہتے ہے، کیونکہ یہ کسرہ کو اپنی ذات پر برداشت کر کے فعل کو مکسور ہونے سے بچاتا ہے اور وقایہ کا معنی بھی بچانا ہے۔

سوال: ضمیر بارز کس کو کہتے ہے؟

جواب: ضمیر بارز وہ ضمیر ہے جو لفظوں میں ظاہر ہو جیسے ضَرَبَا، ضَرَبُوا کہ ان میں الف اور واؤ ضمیر بارز لفظوں میں مذکور ہے۔

سوال: ضمیر مستتر کس کو کہتے ہے؟

جواب: ضمیر مستتر وہ ضمیر ہے جو لفظوں میں ظاہر نہ ہو بلکہ پوشیدہ ہو جیسے ضَرَبَ، ضَرَبَتْ کہ ان میں ھو اور ھی ضمیر پوشیدہ ہیں۔

سوال: ضمیر متستر کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: ضمیر متستر کی دو قسمیں ہیں (۱) ضمیر مستتر عارضی (۲) ضمیر مستتر دائمی۔

سوال: ضمیر مستتر عارضی کب ہوتی ہے؟

جواب: ضمیر مستتر عارضی اس وقت ہوتی ہے جبکہ فعل یا شبہ فعل کا فاعل اسم ظاہر نہ ہو جیسے ضَرَبَ میں ھو ضربت میں ھی۔

سوال: ضمیر مستتر دائمی کس کو کہتے ہے؟

جواب: ضمیر مستتر دائمی وہ ضمیر ہے جو ہمیشہ فعل میں چھپی ہوئی ہو، کبھی ظاہر نہ ہو جیسے اَضْرِبُ میں اَنَا۔

سوال: ضمیر مرفوع کو مرفوع کیوں کہتے ہیں؟

جواب: ضمیر مرفوع کو مرفوع اس وجہ سے کہتے ہیں کہ یہ فاعل کی ضمیریں ہیں اور فاعل ہمیشہ مرفوع ہوتا ہے

چاہے لفظاً ہو جیسے ضَرَبَ زَیدٌ یا تقدیراً ہو جیسے ضَرَبَ مُوسٰی یا محلا ہو جیسے ضَرَبَ ھٰؤُلَاءِ، اس وجہ سے انہیں مرفوع کہتے ہیں۔

سوال: ضمیر منصوب کو منصوب کیوں کہتے ہیں؟

جواب: ضمیر منصوب کو منصوب اس وجہ سے کہتے ہیں کہ ضمیر منصوب مفعول کی ضمیر ہوتی ہے اور مفعول کو ہمیشہ نصب ہوتا ہے چاہے لفظاً ہو جیسے ضَرَبتُ زَیداً یا تقدیراً ہو جیسے اَکَلْتُ کُمَّثرٰی یا محلا ہو جیسے ضَرَبْتُ ھٰؤُلَاءِ۔

سوال: فعل ماضی معروف کے کتنے صیغوں میں ضمیر مستر ہوتی ہیں؟

جواب: فعل ماضی معروف کے دو صیغوں میں ضمیر مستتر عارضی ہوتی ہیں (۱) فَعَلَ واحد مذکر غائب میں (ھُوَ) ضمیر (۲) فَعَلَتْ واحد مؤنث غائب میں (ھِیَ) ضمیر۔

سوال: فعل ماضی معروف کے کتنے صیغوں میں ضمیر بارز ہوتی ہے۔

جواب: فعل ماضی معروف کے بارہ صیغوں میں ضمیر بارز ہوتی ہے (۱) فَعَلَا میں (الف) ضمیر (۲) فَعَلُوا میں (واؤ) ضمیر (۳) فَعَلَتَا میں (الف) ضمیر (۴) فَعَلْنَ میں (نون) ضمیر (۵) فَعَلْتَ میں (تاء مفتوحہ) ضمیر (۶) فَعَلْتُمَا میں (تُمَا) ضمیر (۷) فَعَلْتُمْ میں (تُمْ) ضمیر (۸) فَعَلْتِ میں (تاء مکسورہ) ضمیر (۹) فَعَلْتُمَا میں (تُمَا) ضمیر (۱۰) فَعَلْتُنَّ میں (تُنَّ) ضمیر (۱۱) فَعَلْتُ میں (تاء مضمومہ) ضمیر (۱۲) فَعَلْنَا میں (نَا) ضمیر۔

سوال: کیا فعل ماضی مجہول میں بھی ضمیر بارز اور مستتر ہوتی ہے۔

جواب: فعل ماضی مجہول کے صیغوں میں بھی ضمیر بارز اور مستتر ہوتی ہے لیکن وہ فاعل نہیں بلکہ نائب فاعل بنیں گے۔

سوال: فعل مضارع کے کتنے صیغوں میں ضمیر مستتر ہوتی ہے؟

جواب: فعل مضارع کے دوصیغوں میں ضمیریں مستتر عارضی ہوتی ہے،(۱) یَفْعَلُ واحد مذکر غائب میں (هُوَ) (۲) تَفْعَلُ واحد مؤنث غائب میں (هِیَ)۔

سوال: فعل مضارع کے کتنے صیغوں میں ضمیر مستتر دائمی ہوتی ہے؟

جواب: فعل مضارع کے تین صیغوں میں ضمیر مستتر دائمی ہوتی ہے(۱) تَفْعَلُ واحد مذکر حاضر میں (اَنْت) ضمیر (۲) اَفْعَلُ واحد متکلم میں (اَنَا) ضمیر (۳) نَفْعَلُ جمع متکلم میں (نَحْنُ) ضمیر۔

سوال: فعل مضارع کے کتنے صیغوں میں ضمیر بارز ہوتی ہے؟

جواب: فعل مضارع کے نوصیغوں میں ضمیریں بارز ہوتی ہے۔

(۱) یَفْعَلَانِ تثنیہ مذکر غائب میں (اَلف) ضمیر۔

(۲) یَفْعَلُوْنَ جمع مذکر غائب میں (واو) ضمیر۔

(۳) تَفْعَلَانِ تثنیہ مؤنث غائب میں (اَلف) ضمیر۔

(۴) یَفْعَلْنَ جمع مؤنث غائب میں (نون) ضمیر۔

(۵) تَفْعَلَانِ تثنیہ مذکر حاضر میں (الف) ضمیر۔

(۶) تَفْعَلُوْنَ جمع مذکر حاضر میں (واو) ضمیر۔

(۷) تَفْعَلَانِ تثنیہ مؤنث حاضر میں (الف) ضمیر۔

(۸)) تَفْعَلْنَ جمع مؤنث حاضر میں (نون) ضمیر۔

(۹) تَفْعَلِیْن واحد مؤنث حاضر میں اختلاف ہے جمہور نحوین کے نزدیک (یاء) ضمیر بارز ہوتی ہے اور بعض حضرات کے نزدیک اس میں (اَنْتِ) ضمیر مستتر دائمی ہوتی ہے۔

سوال: کیا فعل مضارع مجہول میں بھی ضمیر بارز اور مستتر ہوتی ہے؟

جواب: فعل مضارع مجہول میں بھی فعل مضارع معروف کی طرح ضمیریں مستتر اور بارز ہوتی ہے، لیکن وہ

فاعل نہیں بلکہ نائب فاعل بنیں گے۔

عبارت: دوم اسمائے اشارات، ذَا، و ذَانِ، وَذَیْنِ وَتَا، وَتِی وَتِه، و ذِهٗ، وذِهِی وتِهی و تَانِ وتَیْنِ و أُولَآءِ بمدو اُولٰی بقصر۔

ترجمہ: دوسری قسم اسمائے اشارات: جو یہ ہیں، ذَا، و ذَانِ، وَذَیْنِ وَتَا، وَتِی وَتِه، و ذِهٗ، وذِهِی وتِهی و تَانِ و تَیْنِ اور أُولآء **مد کے ساتھ** و أُولیٰ اور قصر کے ساتھ۔

تشریح: اسم غیر متمکن کی آٹھ اقسام میں سے دوسری قسم کا نام اسم اشارہ ہے، مصنفؒ کی اس عبارت کو حل کرنے کے لئے یہاں سات چیزیں بیان کریں گے (۱) اسم اشارہ کی تعریف (۲) اسم اشارہ کی ترکیب (۳) اسم اشارہ کی ترتیب (۴) اسم اشارہ کے الفاظ (۵) اسم اشارہ کی قراۃ (۶) اسم اشارہ کے معنی (۷) اسم اشارہ مبنی ہونے کی وجہ۔

(۱) اسم اشارہ کی تعریف: اسم اشارہ وہ اسم ہے جو کسی چیز کی طرف اشارہ کرنے کے لئے استعمال کیا جائے جس لفظ سے اشارہ کیا جائے اس کو اسم اشارہ کہتے ہیں اور جس چیز کی طرف اشارہ کیا جائے اس کو مشار الیہ کہتے ہیں اور اشارہ کرنے والے کو مشیر کہتے ہیں مثلاً آپ نے کتاب کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ **ھٰذا الکتابُ** تو اس میں **ھٰذا** اسم اشارہ ہے اور **الکتاب** مشار الیہ ہے اور آپ مشیر ہے۔

(۲) اسم اشارہ کی ترکیب: عام طور پر اسم اشارہ موصوف اور مشار الیہ اس کی صفت بن کر ترکیب میں فاعل یا مفعول فیہ یا نائب فاعل یا مبتدا یا خبر بنتے ہیں۔

(۳) اشارہ کی ترتیب: عام طور پر اسم اشارہ مقدم اور مشار الیہ مؤخر ہوتا ہے لیکن اگر مشار الیہ مرکب اضافی ہو تو پھر ترتیب اس کے برعکس ہو جاتی ہے یعنی مشار الیہ مقدم اور اسم اشارہ مؤخر لایا جاتا ہے جیسے **غُلَامِی ھٰذا** اور **کِتَابِی ھٰذا** جسکی وجہ یہ ہے کہ مرکب اضافی مشار الیہ کو اگر مؤخر ذکر کیا جائے تو شبہ ہو جاتا ہے کہ یہ اسم اشارہ اور مشار الیہ ہیں یا مبتدا اور خبر ہیں۔

(۴) **اسم اشارہ کے الفاظ:** اسم اشارہ کے تیرہ الفاظ اور پانچ اقسام ہیں۔

(۱) ذا اس میں اشارہ ہے جو مشار الیہ واحد مذکر کے لئے وضع کیا گیا ہے جیسے ذا زَیدٌ۔

(۲) ذَانِ، وَذَیْنِ اسم اشارہ ہے جو مشار الیہ تثنیہ مذکر کے لئے وضع کئے گئے ہیں جیسے ذانِ حالت رفعی میں بولا جاتا ہے اور ذَیْنِ حالت نصبی اور جری میں بولا جاتا ہے ان دونوں سے دو مذکر کی طرف اشارہ ہوتا ہے جیسے ذَانِ زَیْدَانِ (یہ دو زید) ذَانِ اسم اشارہ تثنیہ ہیں اور دو زید اس کا مشار الیہ ہے۔

(۳) تَا، تِی، تِه، ذِهْ، ذِهِی، تِهِیْ اسم اشارہ ہے جو مشار الیہ واحد مؤنث کے لئے وضع کئے گئے ہیں، واحد مؤنث کی طرف اشارہ کرنا ہو تو ان چھ الفاظوں میں سے جونسا چاہو بولو، چاہے یوں کہوں تَا هِندٌ، یا یوں کہو تِی هِندٌ، چاہے اس طرح کہو تِه هِندٌ، یا یوں کہو ذِهِ هِندٌ یا یوں کہو ذِهِی هِندٌ چاہے اس طرح کہو تِهِیْ هِندٌ سب کے معنی ایک ہے، یعنی یہ ھندہ۔

(۴) تَانِ، تَیْنِ اسم اشارہ ہے جو مشار الیہ تثنیہ مؤنث کے لئے وضع کئے گئے ہیں، تَانِ حالت رفعی میں ہوگا اور تَیْن حالت نصبی اور جری میں ہوگا

(۵) أُوْلَاءِ، أُوْلٰی اسم اشارہ ہے جو مشار الیہ جمع مذکر اور جمع مؤنث کے لئے وضع کئے گئے ہیں۔

(۵) **اسم اشارہ کی قراءۃ:** اسم اشارہ کے الفاظ پڑھنے کے لئے چار قراتیں ہیں جو ذیل میں مذکور ہے۔

(۱) ان الفاظ کو اسی طرح پڑھا جائے گا جس طرح ماقبل میں مذکور ہوا۔

(۲) ان الفاظ کے شروع میں ھا برائے تنبیہ بڑھا کر پڑھا جائے گا جیسے **هٰذَانِ، هٰذَیْنِ**۔

(۳) ان الفاظ کے آخر میں کَ ضمیر خطاب اور کُم، کُما، کِ، کُنَّ لگا کر پڑھا جا سکتا ہے جس سے مقصود ان کے مذکر اور مؤنث کی نیز مفرد، تثنیہ اور جمع کی تعیین کی جاتی ہے۔

(۴) یہ قراۃ صرف واحد مذکر اور واحد مؤنث کے اسم اشارہ میں ہے کہ آخر میں مذکورہ چار ضمیروں کے ساتھ لام مکسورہ کو بڑھا کر پڑھا جاتا ہے جیسے **ذالِکَ، ذَالِکُمَا، ذَالِکُمْ** اور واحد مؤنث میں لام ساکن کو

بڑھا کر پڑھا جائے گا، جیسے تلکَ، تِلکُما، تِلکُنَّ۔

(۶) اسم اشارہ کا معنی: ذا (ایک مرد) ذانِ (یہ دومرد) ذَین (یہ دومرد) تَا، تِی، تِہ، ذِہٗ، ذِہِی، تِہِی ان چھ الفاظ کا معنیٰ (یہ ایک عورت) تَانِ (یہ دو عورتیں) تَین (یہ دو عورتیں) أولآء (یہ سب مرد یا یہ سب عورتیں، أولیٰ (یہ سب مرد یا یہ سب عورتیں)۔

(۷) اسم اشارہ کے مبنی ہونے کی وجہ: اسم اشارہ مبنی الاصل میں سے حروف کے مشابہ ہونے کی وجہ سے مبنی ہے کہ جس طرح حرف اپنے معنی بتانے میں دوسرے کا محتاج ہوتا ہے اسی طرح اسم اشارہ اپنے مرادی معنی بتانے میں مشارالیہ کا محتاج ہوتا ہے۔

سوال: مصنفؒ نے فرمایا کہ اسمائے اشارات مبنی ہیں تو ذانِ اور تَانِ حالت نصبی اور جری میں ذَینِ اور تَین کس طرح ہو گئے، بس اس اعتبار سے یہ دونوں معرب ہوئے نہ کے مبنی تو مصنفؒ کا ان کو مبنی کہنا کیسے صحیح ہوگا؟

جواب: تو اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اب بھی یہ مبنی ہی ہے اس لئے کہ ان میں جو تغیر ہوا ہے وہ عامل کی وجہ سے نہیں ہوا بلکہ واضع نے ابتداء ہی ذانِ اور تَانِ کو حالت رفعی کے لئے اور ذَینِ اور تَین حالت نصبی و جری کے لئے وضع کیا ہے۔

عبارت: سوم اسمائے موصولہ اَلَّذِی، اَلَّذَانِ، واَلَّذَیْنِ، واَلَّذِینَ، اَلَّتِی، اَللَّتانِ، وا لَّلتَین، واَلّلاتِی، واَللّوَاتِی، وَمَا، وَمَن، وَایٌّ، وَاَیَّۃٌ، **والف لام بمعنی اللذی در اسم فاعل واسم مفعول چوں** اَلضَّارِبُ وَالمَضروبُ **وَذو بمعنیٰ اَلّذِیْ درلغت بنی طے نحو** جَاءَنِیْ ذُوْ ضَرَبَکَ، **بدانکہ** ایٌّ وَاَیَّۃٌ **معرب ست۔**

ترجمہ: تیسری قسم اسمائے موصولہ ہیں، جو یہ ہیں اَلَّذِی، اَلَّذَانِ، واَلَّذَیْنِ، واَلَّذِینَ، اَلَّتِی، اَللَّتانِ، وا لَّلتَینِ، واَلّلاتِی، واَللّوَاتِی، وَمَا، وَمَن، وَایٌّ، وَاَیَّۃٌ اور الف لام جو اَللذی کے معنیٰ میں ہو اسم فاعل

اور اسم مفعول میں جیسے الضَّارِبُ وَالمضروبُ، اور ذو الذی کے معنی میں بنی طے کی لغت میں جیسے جاءَنِیْ ذُوْ ضَرَبَکَ، اور یاد رہے کہ ایٌّ وَ اَیَّۃٌ معرب ہے۔

تشریح: اسم غیر متمکن کی آٹھ اقسام میں سے تیسری قسم کا نام اسم موصول ہے، مصنفؒ کی عبارت کو حل کرنے کے لئے یہاں چھ چیزیں بیان کریں گے،(۱) اسم موصول کی تعریف (۲) اقسام صلہ، (۳) اسمائے موصولات کے الفاظ (۴) اسمائے موصولات کے معنی (۵) اسمائے موصولات کے معرب اور مبنی کی تحقیق (۶) اسمائے موصولات کے مبنی ہونے کی وجہ۔

اب ہم ہر ایک عنوان کی قدر تفصیل بیان کرتے ہیں۔

(۱) اسمائے موصولہ کی تعریف: اسم موصول وہ اسم ہے جو صلہ کے بغیر کسی جملے کا جزء تام نہ بنے یعنی جب تک کے اس کے ساتھ صلہ نہ ملایا جائے تب تک نہ وہ مبتدا بن سکے، نہ خبر اور نہ فاعل اور نہ مفعول۔

(صلہ کی تعریف) صلہ سے مراد ہر وہ جملہ ہوتا ہے جو ایسی چیز کے بعد مذکور ہو کہ وہ چیز اسی جملے کے بغیر پوری نہ ہوسکتی ہو۔

(۲) اقسامِ صلہ: صلہ کی دو قسمیں ہیں، یعنی اسم موصول کا صلہ کبھی جملہ اسمیہ خبریہ بنے گا، جیسے جاءَ الَّذی اَبُوْہُ قَائِمٌ میں الَّذی اسم موصول کا صلہ اَبُوْہُ قَائِمٌ جو جملہ اسمیہ خبریہ ہے، اور کبھی اسم موصول کا صلہ جملہ فعلیہ خبریہ ہوگا جیسے جاءَ الَّذی قَامَ اَبُوْہُ میں الَّذی اسم موصول کا صلہ قَامَ اَبُوْہُ ہے جو جملہ فعلیہ خبریہ ہے، باقی کسی اسم موصول کا صلہ کبھی جملہ انشائیہ واقع نہیں ہوتا کیوں کہ صلہ کا ربط ہوتا ہے موصول کے ساتھ اور جملہ انشائیہ میں ربط نہیں ہوتا۔

(۳) اسم موصول کے الفاظ: اسمائے موصولات کے الفاظ سترہ ہیں اور اقسام سات ہیں لیکن صاحب نحومیر علامہ جرجانیؒ نے دو الفاظ چھوڑ کر باقی پندرہ کو ذکر کیا ہے۔

(پہلی قسم) وہ اسم موصول جو مفرد مذکر کے لئے استعمال ہوں، اس کے لئے دو لفظ ہے، الَّذِیْ، اَیٌّ۔

(دوسری قسم) وہ اسم موصول جو تثنیہ مذکر کے لئے استعمال ہوتے ہیں اس کے لئے بھی دو لفظ ہے، اَلَّذَانِ، اَلَّذَيْنِ حالت نصبی اور جری میں۔
(تیسری قسم) وہ اسم موصول جو جمع مذکر کے لئے استعمال ہوتے ہیں، وہ صرف ایک لفظ ہے، اَلَّذِيْنَ۔
(چوتھی قسم) وہ اسم موصول جو واحد مونث کے لئے استعمال ہوتے ہیں اس کے لئے دو لفظ ہے، اَلَّتِی، اَيَّةٌ جو بمعنی اَلَّتِی ہے۔
(پانچویں قسم) وہ اسم موصول جو تثنیہ مؤنث کے لئے استعمال ہوتے ہیں، اس کے لئے بھی دو لفظ ہے ،اَلَّتَانِ حالت رفع میں اَللَّتَيْنِ حالت نصبی اور جری میں۔
(چھٹی قسم) وہ اسم موصول جو جمع مؤنث کے لئے استعمال ہوتے ہیں، اس کے لئے چار لفظ ہے، اَللَّاتِی، اَللَّواتِی، اَللَّائی، اَللَّاء واضح رہے کہ صاحب نحو میر نے ان دو آخری لفظوں کو بیان نہیں کیا ہے۔
(ساتویں قسم) وہ اسم موصول جو مذکر و مؤنث واحد، تثنیہ، جمع سب کے لئے مشترکہ استعمال ہوتے ہیں، اس کے لئے بھی چار لفظ ہے جن میں سے ایک مَا ہے جو غیر ذوی لعقول کیلئے آتا ہے، دوسرا مَنْ جو ذوی العقول کے لئے آتا ہے، تیسرا ذُوْ، جو بمعنی اَلَّتِی یا اَلَّذِیْ آتا ہے، یہ صرف بنی طے کی لغت میں آتا ہے باقی تمام لغات میں ذُوْ بمعنی صاحب آتا ہے جو کے معرب ہے جیسے جَاءَنِیْ ذُوْ مَالٍ، رَاَيْتُ ذُوْ مَالٍ، مَرَرْتُ بِذِیْ مَالٍ اور چوتھا الف لام ہے جو اسم فاعل اور اسم مفعول پر داخل ہوتا ہے جیسے الضَّارِبُ بمعنی الَّذی ضَرَبَ اور المَضْرُوْبُ بمعنی الَّذی ضَرَبَ پہلے کے معنی وہ شخص کہ مارا اس نے، دوسرے کے معنی وہ شخص کے مارا گیا۔
سوال: اَيَّة اور اَیٌّ امعرب ہے پھر مصنفؒ نے ان کو اسم غیر متمکن کی عبارت میں کیوں ذکر کیا، جب کہ اسم غیر متمکن تو مبنی ہے؟
جواب: اَيَّة اور اَیٌّ کی چار حالتیں ہے، تین حالتوں میں یہ معرب ہے اور ایک حالت میں یہ مبنی ہیں، اگر

اس جگہ معرب ہونے پر تنبیہ نہ کی جاتی تو یہ سمجھا جاتا کہ یہ دونوں ہر حال میں مبنی ہے اور اگر ان دونوں کو معرب کی بحث میں ذکر کیا جاتا اور یہاں اس کا بیان چھوڑ دیا جاتا تو یہ خیال ہوتا کہ یہ دونوں ہر حال میں معرب ہے اس وجہ سے مبنی میں بیان کر کے معرب ہونے پر تنبیہ کر دی ہے۔

سوال: اَیَّۃ اور اَیٌّ کی چار حالتیں کون کون سی ہے؟

جواب: پہلی حالت یہ ہے کہ اَیَّۃ اور اَیٌّ کسی دوسری چیز کی طرف مضاف نہ ہو اور ان کا صدر صلہ (یعنی صلہ کا جز اول) مذکور ہو جیسے اَیٌ ھُوَ قَائِمٌ دیکھو اَی مضاف نہیں اس کا صلہ ہے جملہ خبریہ یعنی ھُوَ قَائِمٌ اور اس جملہ میں صدر صلہ ھُو ہے جو کہ مبتدا ہے ایک تو یہ دونوں اس حالت میں معرب ہے۔

دوسری حالت یہ ہے کہ اَیَّۃ اور اَیٌّ کسی دوسری چیز کی طرف مضاف نہ ہو اور ان کا صدر صلہ عبارت میں مذکور نہ ہو جیسے جاءنی اَیٌ قَائِمٌ (میرے پاس وہ شخص آیا جو کہ کھڑا ہے) وَرَأیتُ اَیًا قَائِمٌ، وَمَرَرْتُ بِاَیٍّ قَائِمٌ دیکھو ھُوَ یہاں سے حذف کر دیا گیا اس حالت میں بھی یہ معرب ہے۔

تیسری حالت یہ ہے کہ اَیَّۃ اور اَیٌّ کسی کی طرف مضاف ہو اور ان کا صدر صلہ مذکور ہو جیسے جاءَنی اَیُّھُمْ ھُوَ قَائِمٌ (میرے پاس ان میں کا وہ شخص آیا جو کہ کھڑا ہے) **وَرَأیتُ اَیَّھُمْ ھُو قَائِمٌ، وَمَرَرْتُ بِاَیِّھِمْ ھُوَ قَائِمٌ** اس حالت میں بھی یہ معرب ہے۔

اسی طریقہ پر اَیَّۃ کی مثالیں بھی بنالی جائیں، مثلاً پہلی صورت میں **جَاءَتْنِی اَیَّۃٌ ھِیَ قَائِمَۃٌ** (میرے پاس وہ ایک عورت آئی جو کہ کھڑی ہے) دوسری صورت میں جاءَتنی اَیَّۃٌ قَائِمۃٌ، (میرے پاس وہ عورت آئی جو کہ کھڑی ہے) اور تیسری صورت میں جاءَتنی اَیَّتُھُنَّ ھِیَ قَائِمۃٌ، (میرے پاس ان میں سے وہ عورت آئی جو کہ کھڑی ہے) یہ تینوں صورتیں معرب کی ہوئی۔

چوتھی حالت یہ ہے کہ اَیَّۃ اور اَیٌّ کسی کی طرف مضاف ہو اور ان کا صدر صلہ مذکور نہ ہو اور صرف یہ صورت مبنی ہے جیسے جاءَنی اَیُّھُمْ قَائِمٌ (میرے پاس ان میں کا وہ شخص آیا جو کہ کھڑا ہے) وَرَأیتُ اَیُّھُمْ

قَائِمٌ، وَمَرَرْتُ بِاَيِّهِمْ قَائِمٌ اور یہ چوتھی صورت میں اَيَّةٌ کی مثال جاءَتنی اَيَّتُهُنَّ قَائِمةٌ، (میرے پاس ان میں کی وہ عورت آئی جو کہ کھڑی ہے) ہر ایک کی حالت نصبی وجری کی مثالیں ازخود بنالے۔

(۴) اسمائے موصولات کے معنیٰ: اَلَّذِي وہ ایک مرد، اَلَّذانِ، اَلَّذَيْنِ وہ دو مرد، اَلَّذِينَ وہ سب مرد، اَلَّتِي وہ ایک عورت، اَلَّتَانِ، اَلَّتَينِ وہ دو عورتیں، اَلَّلاتِي، اَلَّلوَاتِي، اَلَّلوَاءِ، اَلَّلوَأِ وہ تمام عورتیں، ما بمعنیٰ اَلَّذِي بھی ہے، اَلَّذانِ بھی ہے، اور بمعنیٰ اَللَّتَانِ، اَلَّلواتِي بھی آتا ہے، مَنْ وہ ایک مرد اَيٌّ بمعنیٰ اَلَّذِي وہ ایک مرد، اَيَّةٌ بمعنیٰ اَلَّتِي وہ ایک عورت، ذو یہ لغت بنی طے میں آتا ہے بمعنیٰ اَلَّذِيْ، اور اَلَّتِي آتا ہے وہ ایک مرد، الف لام، جو الف لام اسم فاعل اور اسم مفعول پر داخل ہو وہ بھی ما کی طرح چھ معنیٰ کے لئے آتا ہے یعنی وہ ایک مرد، وہ دو مرد، وہ سب مرد، وہ ایک عورت، وہ دو عورتیں، وہ سب عورتیں۔

(۵) اسمائے موصولات کے معرب اور مبنی کی تحقیق: واضح ہوں کہ اسم موصولات کی تمام اقسام مبنیات ہے مگر ایٌ اور ایۃٌ ان کی چار حالتیں ہیں جن میں سے تین حالتوں میں یہ دونوں معرب ہوتے ہیں جبکہ ایک حالت میں یہ دونوں مبنی ہوتے ہیں، جیسا کہ ہم نے گذشتہ سطور بالا میں سوالات وجوابات سے زیر قلم کیا تھا، مزید برآں حفظ بطرف ستور بالا مراجعت لائق التفات وانہاک ہے فتأمل، وتدبر و کن من الشاکرین، چونکہ چار حالتوں میں اکثر یعنی تین حالتوں میں معرب ہیں اس لئے صاحب نحو میر نے علی الاطلاق ان کو معرب قرار دیا ہے، اور نیز مبنی کے بیان میں ذکر کر کے معرب ہونے پر تنبیہ بھی کردی یعنی یہ خیال نہ ہو کہ یہ دونوں ہر حال میں معرب ہے۔

(۶) اسمائے موصولات کے مبنی ہونے کی وجہ: اسمائے موصولات مبنی الاصل میں سے حروف کے مشابہ ہونے کی وجہ سے مبنی ہے کہ حروف اپنے معنیٰ پر دلالت کرنے میں دوسرے کے محتاج ہوتے ہیں اسی طرح اسمائے موصولات بھی جملہ کا جزو تام بننے میں صلہ کے محتاج ہوتے ہیں اور چونکہ ان کی حروف کے

ساتھ مشابہت ہوگئی اور قانون ہے کہ جو مبنی الاصل کے مشابہ ہو وہ بھی مبنی ہوتا ہے اس لئے تمام موصولات بھی مبنی قرار دیے گئے ہیں۔

(اسمائے موصولات کی ترکیب) اسمائے موصولہ کی ترکیب چھ طریقوں پر کی جاتی ہے۔

(۱) اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر کبھی محلاً مرفوع ہوکر فاعل بنتا ہے جیسے **جَاءَنِیَ الَّذِیْ ضَرَبَکَ** یہاں الذِی اپنے صلہ سے مل کر فاعل ہے جاء فعل کا۔

(۲) اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر کبھی محلاً مرفوع ہوکر مبتدا بنتا ہے، جیسے اَلَّذِیْ ضَرَبَکَ زَیْدٌ یہاں الذِی اپنے صلہ سے ملکر مبتدا ہے، زَیْدٌ اس کی خبر ہے۔

(۳) اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر کبھی محلاً مرفوع ہوکر خبر بنتا ہے، جیسے **اُولٰئِکَ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ** یہاں الَّذِیْ اپنے صلہ سے مل کر خبر ہے۔

(۴) اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر کبھی محلاً منصوب ہوکر مفعول بنتا ہے جیسے رَأَیْتُ الَّذِیْ ضَرَبَکَ یہاں الذِی اپنے صلہ سے مل کر مفعول بنتا ہے رَأَیْتُ فعل کا۔

(۵) اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر کبھی محلاً مجرور ہوتا ہے جیسے مَرَرْتُ بِالَّذِی یقْرَأُالْكِتٰبَ یہاں الَّذِی مجرور ہے باء حرف جر کا۔

(۶) اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر کبھی ماقبل کی صفت، بدل یا عطف بیان بنتا ہے، جیسے اَکْرَمْتُ ھٰذَاالَّذِیْ ضَرَبْتَهٗ۔

سوال: کیا ضمیر عائد کی اسم موصولہ سے مطابقت ہوتی ہے؟

جواب: جی ہاں واحد، تثنیہ، جمع اور تذکیر اور تانیث میں مطابقت ضروری ہے جیسا اسم موصول ہوگا اسی کے مطابق ضمیر لائی جائے گی جیسے **اَکْرِمِ الَّذِی عَلَّمَکَ، اَکْرِمِ الَّذَیْنِ عَلَّمَاکَ، اَکْرِمِ الَّذِیْنَ عَلَّمُوکَ۔**

سوال: صلہ اپنے موصول پر مقدم ہوتا ہے یا نہیں؟

جواب: صلہ ہمیشہ اپنے موصول سے مؤخر اور متصل ہوتا ہے، نہ صلہ اور نہیں صلہ کا کوئی حصہ موصول پر مقدم ہوتا ہے۔

سوال: صلہ کا حذف کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: صلہ کا حذف جائز ہے جیسے مَنْ رَأَیْتَهُ کے جواب میں زَیْدٌ الَّذی۔

عبارت: چہارم اسمائے افعال وآن بر دو قسم است اول بمعنی امر حاضر چوں رُوَیْدَ، وبَلْهَ وحَیَّهَلَ وهَلُمَّ، دوم بمعنی فعل ماضی چوں هَیْهَاتَ، وشَتَّان۔

ترجمہ: چوتھی قسم اسمائے افعال ہیں اور وہ دو قسم پر ہیں، پہلی قسم امر حاضر کے معنی میں جیسے رویدا اور بَلْهَ اور حیّھل اور ھلم اور دوسری قسم فعل ماضی کے معنی میں ہے، جیسے هَیْهَاتَ، وشَتَّان۔

تشریح: اس عبارت سے اسم غیر متمکن کی چوتھی قسم کو بیان کیا جاتا ہے جس کا نام اسمائے افعال ہے، مصنفؒ کی اس عبارت کو حاصل کرنے کے لئے یہاں پانچ چیزیں بیان کریں گے۔

(۱) اسمائے افعال کی تعریف (۲) اسمائے افعال کی تقسیم (۳) اسمائے افعال کی وجہ تسمیہ (۴) اسمائے افعال کی بحث کو اسماء کی بحث میں داخل کرنے کی وجہ (۵) اسمائے افعال کے مبنی ہونے کی وجہ۔

(۱) اسمائے افعال کی تعریف: اسمائے افعال ان اسموں کو کہتے ہیں جو اپنی وضع کے اعتبار سے تو اسم ہوں مگر وہ کلام عرب میں فعل کے معنی میں استعمال ہوتے ہو، یعنی صورۃً تو اسم ہو مگر معناً فعل ہو۔

(۲) اسمائے افعال کی وجہ تسمیہ: اسمائے افعال کا لغوی معنی ہے اسم والے، تو یہ اسماء بھی چونکہ فعل والا معنی رکھتے ہیں اس لئے ان کا نام اسماء افعال رکھا گیا ہے۔

(۳) اسمائے افعال کی تقسیم: اسمائے افعال کی دو قسمیں ہیں، پہلی قسم وہ اسمائے افعال ہے جو فعل امر حاضر معلوم کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں ایسے اسمائے افعال بہت ہیں، مگر صاحب نحو میر نے تمام کو جمع

کرنے کے بجائے بطور نمونہ صرف چار کو ذکر کیا ہے۔

رُوَیْدَ مہلت دے یہ اسم بمعنی امھِلْ ہے جس کا معنی ہے مہلت دے تو۔

بَلْہَ یہ اسم بمعنی دَعْ ہے جس کا معنی ہے چھوڑ تو۔

حَیَّھَلْ یہ اسم بمعنی اِیْتِ ہے جس کا معنی ہے آ تو۔

ھَلُمَّ یہ اسم بمعنی اِیْتِ ہے جس کا معنی ہے لے آ۔

ان چار کے علاوہ اور بھی اسمائے افعال ہے جو بمعنیٰ امر کے استعمال ہوتے ہیں جیسے ھا یہ اسم بمعنی خُذْ ہے جس کا معنی ہے تو پکڑ، آمین یہ اسم بمعنی اِستَجِیبْ ہے جس کا معنی ہے تو قبول کر، قَطُّ یہ اسم بمعنی اِنْتَہِ ہے جس کا معنی ہے رک جا تو، اور یہ فعل کبھی بمعنی یَکْفِی بھی آتا ہے جس کا معنی ہے کافی ہے، عَلَیْکَ یہ اسم بمعنی اَلْزِمْ ہے، جس کا معنی ہے لازم کر، صَہْ یہ اسم بمعنی اُسْکُتْ ہے جس کا معنی ہے تو خاموش ہو جا۔

(دوسری قسم) اسمائے افعال کی دوسری قسم وہ اسمائے افعال ہیں جو فعل ماضی کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں ایسے اسمائے افعال دو ہیں ھَیہَاتَ یہ اسم بمعنی بَعُدَ ہے جس کا معنی ہے دور ہو گیا وہ گزشتہ زمانے میں، شَتَّانَ یہ اسم بمعنی اِفْتَرَقَ ہے جس کا معنی ہے وہ جدا ہو گیا گزشتہ زمانے میں۔

(۴) اسمائے افعال کی بحث کو اسماء کی بحث میں داخل کرنے کی وجہ: یعنی جب اسمائے افعال اسم بھی ہے اور فعل بھی ہے تو پھر ان کی بحث کو اسماء کی بحث میں کیوں داخل کیا گیا ہے، تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اصل اعتبار وضع کا ہوتا ہے اور یہ واضع کے اعتبار سے فعل نہیں ہوتے بلکہ اسم ہوتے ہیں اس لئے ان کو اسماء کی بحث میں داخل کیا گیا ہے نہ کہ فعل کی بحث میں۔

(۵) اسمائے افعال کے مبنی ہونے کی وجہ: اسمائے افعال کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ امر حاضر معلوم اور فعل ماضی یہ دونوں مبنی الاصل ہے، اور اسمائے افعال یا تو بمعنی امر کے ہوتے ہیں یا بمعنی فعل ماضی کے ہوتے ہیں اس لئے یہ مبنی الاصل کی مشابہت کی وجہ سے مبنی قرار دیئے گئے ہیں۔

سوال: اسمائے افعال کا معنی فعل جیسا ہی ہے تو پھر انہیں فعل کیوں نہیں کہا گیا؟

جواب: کیونکہ یہ الفاظ عربی میں ایسی جگہ ہی استعمال ہوتے ہیں جو جگہ صرف اسم کیلئے خاص ہے جیسے اَمْھِلْھُمْ رُوَیْداً میں رُوَیْداً مفعول مطلق واقع ہوا ہے اور مفعول مطلق اسم ہی ہوتا ہے، نیز ان الفاظ میں فعل کی کوئی علامت نہیں ہوتی اور نہ ہی کسی علامت کو قبول کرتے ہیں اس لئے ان کو فعل نہیں کہتے۔

سوال: اسماء افعال کا معمول ان سے مقدم ہوتا ہے یا نہیں؟

جواب: اسمائے افعال کا معمول ان سے مقدم نہیں ہوتا ہے۔

سوال: اسمائے افعال بمعنی فعل مضارع بھی آتے ہیں تو مصنفؒ نے اس کو کیوں ذکر نہیں کیا ہے، جیسے أُفٍ بمعنی اَتَضَجّرُ (میں تنگی اور بیقراری محسوس کرتا ہوں) اَوْہ بمعنی اَتَوَجَّعُ (مجھے درد ہو رہا ہے)۔

جواب: یہ قلیل الاستعمال ہے اس لئے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو ذکر نہیں کیا۔

سوال: اسمائے افعال کے وضع کا کیا مقصد ہے؟

جواب: اسمائے افعال کے وضع کے مقاصد میں ایک مقصد اختصار حاصل کرنا ہے، (۲) دوام واستمرار کا معنی حاصل کرنا ہے (۳) استعجاب جیسے ھَیْہَاتَ ھَیْہَاتَ لِمَا تُوعَدُوْنَ (بہت ہی بعید اور بہت ہی بعید ہے جو بات تم سے کہی جا رہی ہے)

سوال: اسماء افعال بمعنی امر اور بمعنی ماضی میں کیا فرق ہے؟

جواب: ان میں چند اعتبار سے فرق ہے (۱) بمعنی امر حاضر میں فاعل ضمیر مستتر ہوتی ہے اور بمعنی ماضی میں فاعل اسم ظاہر ہوتا ہے۔

(۲) بمعنی امر کے بعد والا اسم ظاہر مفعول بہ کی بناء پر منصوب ہوتا ہے، اور بمعنی ماضی کے بعد والا اسم ظاہر فاعلیت کی بنا پر مرفوع ہوتا ہے۔

(۳) بمعنی امر حاضر وہ متعدی ہوتا ہے اور بمعنی ماضی وہ لازم ہوتا ہے۔

عبارت: پنجم اسمائے اصوات، چوں أُخْ أُخ، اور أُفْ اور بَخّ نَخّ اور غَاقَ۔

ترجمہ: پانچویں اسمائے اصوات جیسے أُخْ أُخ، وأُفْ وبَخّ نَخّ، وغَاقَ

تشریح: اس عبارت سے اسم غیر متمکن کی پانچویں قسم کو بیان کیا جاتا ہے، جس کا نام اسمائے اصوات ہیں، مصنفؒ کی اس عبارت کو حل کرنے کے لئے یہاں تین چیزیں بیان کریں گے۔

(۱) اسمائے اصوات کی تعریف (۲) اسمائے اصوات کی تعیین (۳) اسمائے اصوات کے مبنی ہونے کی وجہ۔

اب ہم ہر ایک عنوان کی قدر تفصیل بیان کرتے ہیں۔

(۱) اسمائے اصوات کی تعریف: اسمائے اصوات یہ وہ الفاظ ہیں جن سے کسی آواز کو نقل کیا جائے، یا کسی جانور کو آواز دی جائے۔

(۲) اسمائے اصوات کی تعیین: یہ متعدد الفاظ ہیں جن کو زیب قرطاس کیا جاتا ہے۔

أُخْ أُخ، یہ اسم صوت ہے، اس سے اس آواز کو نقل کیا جاتا ہے جو کھانسی کے وقت نکلتی ہے۔

أُفْ یہ اسم صوت ہے اس سے اس آواز کو نقل کیا جاتا ہے جو درد کے وقت نکلتی ہے۔

بَخّ یہ اسم صوت ہے اس سے اس آواز کو نقل کیا جاتا ہے جو خوشی کے وقت نکلتی ہے۔

نَخّ یہ اسم صوت ہے اس سے اس آواز کو نقل کیا جاتا ہے جو اونٹ کے بٹھانے کے وقت دی جاتی ہے۔

غَاقَ یہ اسم صوت ہے اس سے اس آواز کو نقل کیا جاتا ہے جو کوّے کی ہوتی ہے۔

(۳) اسماء اصوات کے مبنی ہونے کی وجہ: اسمائے اصوات کو مبنی قرار دینے کی وجہ یہ ہے کہ یہ غیر کے ساتھ ترکیب میں واقع نہیں ہوتے بلکہ تنہا تنہا بولے جاتے ہیں اور یہ شان حرف کی ہے کہ وہ نہ مسند الیہ بن سکتے ہیں نہ مسند، پس قانون ہے کہ جو مبنی الاصل کے مشابہ ہو وہ بھی مبنی ہیں اس لئے اسمائے اصوات مبنی قرار دیے گئے ہیں۔

عبارت: ششم اسمائے ظروف، ظرف زمان چوں اِذْ، واِذَا، و متیٰ، و کَیفَ، واِیَّانَ، واَمسِ و مُذ، و مُنذُ، و قطُّ، و عوُضُ و قبْلُ و بعْدُ **وقتیکہ مضاف باشد ومضاف الیہ محذوف منوی باشد وظرف مکان چوں** حیّثُ، و قُدّامُ، و تحتُ، و فوْقُ **وقتیکہ مضاف باشد ومضاف الیہ محذوف منوی باشد۔**

ترجمہ: چھٹی قسم اسمائے ظروف ظرف زمان جیسے اِذْ، واِذَا، و متیٰ، و کَیفَ، واِیَّانَ، واَمسِ و مُذ، و مُنذُ، و قَطُّ، و عوُضُ و قبْلُ و بعْدُ جس وقت کے مضاف ہو اور مضاف الیہ محذوف منوی ہو اور ظرف مکان جیسے حیّثُ، و قُدّامُ، و تحتُ، و فوْقُ جس وقت کہ مضافات ہو اور مضاف الیہ محذوف منوی ہو۔

تشریح: اس عبارت سے اسم غیر متمکن کی چھٹی قسم کو بیان کیا جاتا ہے جس کا نام اسمائے ظروف ہے مصنفؒ کی اس عبارت کو حل کرنے کے لئے یہاں چھ چیزیں بیان کریں گے۔

(۱) اسمائے ظروف کی تعریف (۲) اسمائے ظروف کی تقسیم (۳) اسمائے ظروف کے اقسام کی تقسیم (۴) اسمائے ظروف کے الفاظ (۵) اسمائے ظروف کے معنیٰ (۶) اسمائے ظروف کے مبنی ہونے کی وجہ۔

اب ہم ہر ایک عنوان کی قدر تفصیل بیان کرتے ہیں۔

(۱) اسمائے ظروف کی تعریف: ظروف کہتے ہیں جن میں کوئی چیز سما جاوے اور اصطلاح میں اسمائے ظروف وہ اسماء ہے جو فعل کے واقع ہونے کی جگہ یا وقت کو بتائے۔

(۲) اسمائے ظروف کی تقسیم: اسمائے ظروف کی دو قسمیں ہیں، ظرف زمان، ظرف مکان۔

ظرف زمان کی تعریف: ظرف زمان وہ اسم ہے جو فعل کے واقع ہونے کے وقت اور زمانے کو بتائیں۔

ظرف مکان کی تعریف: ظرف مکان وہ اسم ہے جو فعل کے واقع ہونے کی جگہ اور مکان کو بتائے۔

(۲) اسمائے ظروف کے اقسام کی تقسیم: ظروف زمان اور ظروف مکان میں سے ہر ایک کی دو دو قسمیں ہیں۔

(۱) وہ ظروف زمان جو کسی معین زمانے پر دلالت کرے ایسے ظروف زمان معرب ہوتے ہیں۔

(۲) وہ ظروف زمان جو کسی مبہم زمانے پر دلالت کرے ایسے ظروف زمان مبنی ہوتے ہیں۔

(۱) وہ ظروف مکان جو کسی معین جگہ پر دلالت کرے ایسے ظروف مکان معرب ہوتے ہیں۔

(۲) وہ ظروف مکان جو کسی مبہم غیر محدود جگہ پر دلالت کرے، ایسے ظروف مکان مبنی ہوتے ہیں۔

(**اسمائے ظروف کے الفاظ**) اسمائے ظروف کے الفاظ مندرجہ ذیل ہے۔

(۴) **اسمائے ظروف کے الفاظ:** اسمائے ظروف کے الفاظ مندرجۂ ذیل ہیں۔

ظروف **زمان**، اِذ، اِذَا، مَتیٰ، کَیفَ، اِیَّانَ، اَمسِ، مُذ، مُنذُ، قطُّ، عَوضُ، قَبلُ، بعدُ۔

ظروف مکان۔ حَیثُ، قُدَّامُ، تحتُ، فَوقُ

(۴) **اسمائے ظروف کے معانی اور اس کی مثالیں:**

اِذ: ماضی کے لئے آتا ہے بمعنی جبکہ یا جس وقت جیسے جِئتُکَ اِذ طَلَعَتِ الشَّمسُ (میں تیرے پاس آیا جس وقت سورج نکلا)۔

اِذَا: یہ زمانہ مستقبل کے لئے آتا ہے اگر چہ فعل ماضی پر داخل ہو اور اس کا معنیٰ بھی جبکہ یا جس وقت ہے جیسے اِذَا جَاءَ نَصرُ اللّٰہِ (جب کہ اللہ کی مدد آئے گی) نیز یہ کہ اِذَا کبھی ناگہانی بات یا اچانک کے معنی کے لئے آتا ہے جسے اِذَا مفاجاتیہ کہتے ہیں جیسے خَرَجتُ فَاِذَا السَّبعُ وَاقِفٌ (میں نکلا پس اچانک درندہ کھڑا تھا)۔

مَتیٰ: یہ شرط اور استفہام کے لئے استعمال ہوتا ہے بمعنی جس وقت یا کسی وقت جیسے مَتیٰ تَصُم اَصُم (جس وقت تو روزہ رکھے گا میں روزہ رکھوں گا) یہ شرط کی مثال ہے اور مَتیٰ تُسَافِر (تو کب سفر کرے گا) یہ استفہام کی مثال ہے۔

کَیفَ: یہ حالت دریافت کرنے کے لئے آتا ہے، اس کے معنی ہیں کیا حال ہے؟ جیسے کَیفَ زَیدٌ (زید

کس حال میں ہے)

اِیَّانَ: یہ زمانہ مستقبل کے لئے آتا ہے اور استفہام کا معنی دیتا ہے، بمعنی کس وقت جیسے اَیَّانَ یَوْمُ الدِّیْن (جزاء کا وقت کس دن ہے)

اَمْسِ: کل گزشتہ جیسے جَاءَ زَیْدٌ اَمْسِ (زید گذشتہ کل آیا)

مُذ، مُنْذُ: بمعنی فلاں زمانہ کے شروع سے مَارَأیْتُہٗ مُذ یومَ الجمُعَۃ (میں نے ان کو جمعہ کے دن سے نہیں دیکھا۔

قَطُّ: بمعنی کبھی جیسے ماغِبْتُ عَنِ الدَّرْسِ قَطُّ (میں کبھی درس سے غیر حاضر نہیں رہا) اور یہ ماضی منفی کے زمانے کو گھیرنے کے لیے آتا ہے۔

عَوْضُ: زمانہ مستقبل منفی کے استغراق کے لئے آتا ہے جیسے لَااَضْرِبُہٗ عَوْضُ (میں اس کو کبھی نہیں ماروں گا)

قَبْلُ، بَعْدُ: قَبْلُ معنی پہلے اور بَعْدُ بمعنی بعد میں یہ دونوں لازم الاضافت ہے، ہمیشہ مضاف ہوتے ہیں۔

فائدہ: قَبْلُ اور بَعْدُ کی تین حالتیں ہے، دو حال میں معرب اور تیسری حالت میں مبنی ہے۔

(۱) قَبْلُ اور بَعْدُ کا مضاف الیہ لفظ میں مذکور ہے جیسے جَائَنِی زَیْدٌ قَبْلَ عُمَرَ یہاں پر قَبْلُ معرب منصوب ہے، مفعول فیہ ہونے کی وجہ سے (زید آیا عمر سے پہلے)۔

(۲) قَبْلُ اور بَعْدُ کا مضاف الیہ نسیا منسیا محذوف ہوتا ہے یعنی لفظوں میں بھی نہ ہو اور متکلم کے ذہن میں بھی نہ ہو جیسے جاءَ زَیْدٌ قَبْلاً (زید پہلے آیا) اس وقت بھی معرب ہوں گے، ان کا اعراب عامل کے موافق ہوگا۔

(۳) قَبْلُ اور بَعْدُ کا مضاف الیہ محذوف منوی ہو یعنی لفظوں میں نہ ہو مگر متکلم کے ارادے میں ہو جیسے لِلّٰہِ الْاُمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ یعنی مِنْ قَبْلِ شَئیٍ وَمِنْ بعدِ کُلِّ شَئیٍ اس وقت یہ مبنی بر ضمہ ہوتے

ہیں ان کا مضاف الیہ کُلِّ شَئِیِ لفظوں سے حذف ہے لیکن متکلم کے ارادہ میں ہے،اس کا ترجمہ اس طرح ہوگا (اللہ ہی کے لئے حکم ہر چیز سے پہلے اور ہر چیز کے بعد)

(ظرف مکان) ظروف مکان وہ ہے جس میں جُثّہ والی چیز آئے ،جُثّہ والی چیز وہ ہے جس میں لمبائی چوڑائی اور گہرائی ہو،ظروف مکان کی دو قسمیں ہیں ،(۱) محدود (۲) مبہم ،محدود کی مثال جیسے مسجد، دار، مدرسہ۔مبہم کی مثال جیسے فوق یعنی (اوپر) قُدام یعنی (آگے) تحتَ یعنی (نیچے) خَلفُ (پیچھے)

حیث: یہ ہمیشہ مضاف ہوتا ہے، اور اکثر جملے کی طرف مضاف ہوتا ہے بمعنی جس جگہ جیسے اِجْلِسْ حَیْثُ زَیْدٌ جَالِسٌ (بیٹھ تو جس جگہ زید بیٹھنے والا ہے)۔

فائدہ:قدام، فوق، تحت کیلئے بھی تین حالتیں ہے،دو حالتوں میں معرب ہے اور ایک حالت میں مبنی ہیں، اس لئے کہ یہ تینوں یا تو کسی اسم ظرف کی طرف مضاف ہوگے یا نہیں، اگر یہ تینوں کسی اسم کی طرف مضاف نہ ہو تو یہ صورت معرب ہے، جیسے قَامَ زَیْدٌ قُدَّامٌ (زید آگے کھڑا ہوا) جَلَسَ زَیْدٌ تحتَ (زید نیچے بیٹھا) صَعَدَ زَیْدٌ فَوْقَ (زید اوپر چڑھا)۔

اور اگر تینوں کسی کی طرف مضاف ہو تو پھر دو حال سے خالی نہیں، یا تو ان کا مضاف الیہ لفظوں میں مذکور ہوگا یا محذوف ہوگا، اگر مضاف الیہ لفظاً مذکور ہو تو صورت بھی معرب ہے جیسے زیدٌ قُدَّامُ الفَرَسِ (زید گھوڑے کے آگے ہے) السَّمَاءُ فَوْقَنَا (آسمان ہمارے اوپر ہے) الجَنَّۃُ تحتَ اَقْدَامِ الاُمَّھَاتِ (جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے) مذکورہ صورتوں میں اسمائے ظروف مفعول فیہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

اور اگر ان کا مضاف الیہ محذوف ہو تو بھی دو حال سے خالی نہیں یا تو مضاف الیہ دل میں موجود ہوگا یا نہیں ،پس اگر مضاف الیہ محذوف ہونے کے ساتھ دل میں موجود و مقصود ہو تو یہ صورت مبنی ہے اور مبنی علی الضم ہے جیسے قَامَ النَاسُ قُدَّامُ (لوگ آگے کھڑے ہوئے) قُدَّامُ کے بعد یہاں الشَّجَرَۃِ محذوف ہے جو

دل میں موجود ہے، اور جَلَسَ زَیدٌ تحتَ (زید نیچے بیٹھا) یہاں بھی الشَّجرَۃِ محذوف ہے جو دل میں موجود ہے اور صَعِدَ زیدٌ فَوقُ (زید اوپر چڑھا) یہاں المنبرُ محذوف منوی ہے جو فوقُ کا مضاف الیہ ہے۔

پس اس صورت میں ان کو مبنی علی الضم اس لئے کہا گیا کہ مضاف الیہ محذوف ہونے کی صورت میں ان کے اندر نقصان اور کمزوری آگئی لہٰذا ضمہ کو لائے، اس لئے کہ وہ ثقیل حرکت ہے اس نے اس کمزوری کو دور کر دیا، ورنہ تو مبنی کا اصل اعراب سکون ہے، لہذا مبنی علی السکون ہونا چاہیے تھا مگر چونکہ وہ ضمہ کے مقابلے میں اخف ہے۔

اور اگر مضاف الیہ لفظاً محذوف ہو اور دل میں بھی موجود و مقصود نہ ہو تو یہ صورت پہلے صورت میں داخل ہے اور معرب ہے۔

(٦) اسمائے ظروف کے مبنی ہونے کی وجہ: اسمائے ظروف کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح حرف اپنے معنی پر دلالت کرنے میں دوسرے معنی کے محتاج ہوتے ہیں اسی طرح اسمائے ظروف بھی مضاف الیہ کے محذوف ہونے کی صورت میں مضاف الیہ کے محتاج ہوتے ہیں پس وہ مبنی الاصل کے مشابہ ہوئے اور قاعدہ ہے کہ جو مبنی الاصل کے مشابہ ہوتا ہے وہ بھی مبنی ہوتا ہے۔

عبارت: ہفتم اسمائے کنایات چو کم و کذا کنایت از عدد و کَیْتَ وَ ذَیْتَ کنایت از حدیث۔

ترجمہ: ساتویں قسم اسمائے کنایات جیسے کم اور کذا عدد سے کنایہ کے لئے ہیں اور کَیْتَ اور ذَیْتَ بات سے کنایہ کے لئے ہے۔

تشریح: اس عبارت سے سے اسم غیر متمکن کی ساتویں قسم کو بیان کیا جاتا ہے جس کا نام اسمائے کنایات ہے مصنفؒ کی عبارت کو حل کرنے کے لیے پانچ چیزیں یہاں بیان کریں گے۔

(١) اسمائے کنایات کی تعریف (٢) اسمائے کنایات کی تقسیم (٣) اسمائے کنایات کے الفاظ (٤) اسمائے

کنایات کے معنی (۵) اسمائے کنایات کے مبنی ہونے کی وجہ۔

اب ہم ہر عنوان کی قدرے تفصیل بیان کرتے ہیں۔

(۱) اسمائے کنایات کی تعریف: اسمائے کنایات ہر وہ لفظ ہے جس سے کسی ایسی معین چیز کو تعبیر کیا جائے جو مبہم شئی پر دلالت کرے جس پر دلالت کرنے میں وہ لفظ صریح نہ ہو، جس سے مقصود سامعین پر اس چیز کو مبہم رکھنا ہوتا ہے۔

(۲) اسمائے کنایات کی تقسیم: اولاً کنایات کی دو قسمیں ہیں، پہلی قسم وہ کنایات ہے جو معرب ہوتے ہیں، اور دوسری قسم وہ کنایات ہے جو مبنی ہوتے ہیں، چونکہ یہاں اسم غیر متمکن کی اقسام کو بیان کیا جا رہا ہے جو مبنیات ہے، اس لئے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے کنایات معربیہ کو بیان نہیں کیا بلکہ صرف کنایات مبنیہ کو بیان کیا ہیں، پھر کنایات مبنیہ کی دو قسمیں ہے۔

(پہلی قسم) وہ کنایات ہیں جو عدد مبہم کی طرف اشارہ کرنے کے لئے آتے ہیں ان کو کنایا تعددیہ کہتے ہیں۔

(دوسری قسم) وہ کنایات ہیں جو مبہمات کی طرف اشارہ کرنے کے لئے آتے ہیں، کنایات حدیث جو مبہم بات پر دلالت کرتے ہیں، ان کو کنایات حدیثیہ کہتے ہیں، ان شاء اللہ ہر ایک کی مثال اگلے عنوان میں بیان کی جائے گی۔

(۳) اسمائے کنایات کے الفاظ: مبہم گنتی کو بتانے کے لئے دو لفظ ہیں، ایک لفظ کَمْ ہے اور دوسرا کَذَا ہے ، اسی طرح مبہم بات کو بتانے کے لئے بھی دو لفظ ہیں، ایک لفظ کَیْتَ ہے اور دوسرا لفظ ذَیْتَ ہے۔

(۴) اسمائے کنایات کے الفاظ کے معنی: کَمْ بمعنی (کتنے) اور کَذَا بمعنی (اتنے) کَمْ استفہامیہ بھی ہوتا ہے اور کَمْ خبریہ بھی لیکن کَذَا صرف خبریہ ہوتا ہے، کَیفَ اور ذَیتَ بمعنیٰ (ایسا ویسا)۔

اسمائے کنایات کے مبنی ہونے کی وجہ: کَمْ کی دو قسموں میں سے کَمْ استفہامیہ تو اس لئے مبنی ہے کہ یہ

ہمزہ استفہام کے معنی کو متضمن ہوتا ہے اور کَمْ خبریہ چونکہ لفظاً کَمْ استفہامیہ کے مشابہ ہے، اس لئے اس کو بھی اسی پر محمول کیا گیا، اور کَذَا اس وجہ سے مبنی ہے کہ یہ مرکب ہے کاف تشبیہ اور ذَا اسم اشارہ سے اور یہ دونوں (کاف اور ذا) مبنی ہیں تو ان سے جو مرکب کیا گیا ہے تو ان کو بھی مبنی قرار دیا گیا ہے، کَیْتَ اور ذَیْتَ اس لئے مبنی ہے کہ ان میں سے ہر ایک جملہ کے قائم مقام ہوتا ہے مثلا استاد صاحب نے آپ کو یہ جملہ بتایا الصرفُ امُّ العُلومِ والنَّحوُ اَبُوھُمَا اب آپ لفظ کَیْتَ کے ذریعے اس جملہ سے کنایہ کرکے یوں کہے کہ قالَ الاُستَاذُ کَیْتَ وَ کَیّتَ تو دیکھو اس جملے کی جگہ آپ کنایہ کے لئے لفظ کَیْتَ لے آئے تو لفظ کَیْتَ جملہ کی جگہ میں واقع ہوا اور جملہ مطلق جملہ ہونے کی حیثیت سے علامہ زمخشریؒ کے نزدیک مبنی ہے اور جو مبنی کی جگہ میں واقع ہو یعنی اس کا قائم مقام ہو وہ بھی مبنی ہوگا بس کَیْتَ اور ذَیْتَ بھی مبنی ہوں گے۔

سوال: کَمْ استفہامیہ کس کو کہتے ہیں؟ اور اس کی تمیز کا کیا حکم ہے؟

جواب: کَمْ استفہامیہ اسے کہتے ہیں جس سے کسی عدد کے بارے میں سوال کیا جائے اور اس کا حکم یہ ہے کہ اس کی تمیز مفرد منصوب ہوتی ہے جیسے کَمْ رَجُلاً عِندَکَ (تیرے پاس کتنے لوگ ہیں)۔

سوال: کَمْ خبریہ کس کو کہتے ہیں اور اس کی تمیز کا کیا حکم ہے؟

جواب: کَمْ خبریہ اسے کہتے ہیں جس سے کسی چیز کے عدد کی خبر دی جائے اور یہ تکثیر کے معنی کا فائدہ دیتا ہے اور اس کی تمیز کا حکم یہ ہے کہ اس کی دو صورتیں ہے۔

(۱) مفرد مجرور: جیسے کَمْ مالٍ اَنْفَقْتَ (کتنا ہی مال میں نے خرچ کیا)۔

(۲) جمع مجرور: جیسے کَمْ رِجَالٍ عِنْدِی (کتنے ہی مرد میرے پاس ہیں)

لیکن دونوں صورتوں میں مطلب ایک ہی ہوتا ہے یعنی کثرت بیان کرنا۔

عبارت: ہشتم مرکب بنائی چوں اَحدَ عشرَ۔

ترجمہ: آٹھویں قسم مرکب بنائی جیسے اَحدَ عشرَ۔

تشریح: اس عبارت سے اسم غیر متمکن کی آٹھویں قسم کو بیان کیا جاتا ہے جس کا نام مرکب بنائی ہے۔

(مرکب بنائی کی تعریف) مرکب بنائی وہ اس غیر متمکن ہے جس میں بلا نسبت دو اسموں کو ملا کر ایک کر لیا گیا ہو اور دوسرا اسم کسی حرف کو متضمن ہو یعنی دوسرا اسم کسی حرف کے معنی اپنے اندر لئے ہوئے ہو جیسے اَحدَ عشرَ سے تِسْعَةَ عشرَ کہ در اصلا اَحدٌ وَّ عَشرٌ اور تِسعَةٌ وَّ عشرٌ تھا واؤ حذف کر دیا اور دونوں اسموں کو ایک کر دیا اور اس کے دونوں جز جو فتحہ پر مبنی ہوں گے سوائے اِثنَا عشرَ کے کہ اس کا پہلا جزء یعنی اِثنَا معرب ہے جیسے جَاءَ اَحَدَ عَشَرَ رَجُلًا، رَأَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ رَجُلًا، مَرَرْتُ بِاَحَدَ عَشَرَ رَجُلًا، اور جیسے جَاءَ اِثْنَا عَشَرَ رَجُلًا، رَأَیْتُ اِثْنَیْ عَشَرَ رَجُلًا، مَرَرْتُ بِاِثْنَیْ عَشَرَ رَجُلًا اور اس مرکب بنائی کی مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح حرف اپنے معنی پر دلالت کرنے میں دوسرے معنیٰ کا محتاج ہوتا ہے اسی طرح یہ حرف واؤ کو متضمن ہوتا ہے پس یہ مبنی الاصل کے مشابہ ہوا اور قاعدہ ہے کہ جو مبنی الاصل کے مشابہ ہوں وہ بھی مبنی ہے۔

عبارت: فصل: بدانکہ اسم بر دو ضرب است معرفہ و نکرہ، معرفہ آنست کہ موضوع باشد برائے چیزے معین وآں بر ہفت نوع ست، اول مضمرات، دوم اعلام، چو زیدٌ و عمرٌو، سوم اسماء اشارات، چہارم اسمائے موصولہ واین دو قسم را مبہمات گویند، پنجم معرفہ بندا چوں، یا رجل، ششم معرفہ بالف لام چوں الرجل ہفتم مضاف بیکے ازینہا چوں غُلامُہٗ وَغُلامُ زَیدٍ وغُلامُ ھٰذَا وَغُلامُ الَّذِی عِندِی وَغلام الرَّجُلِ۔

ترجمہ: جان لو کہ اسم دو قسم پر ہے معرفہ اور نکرہ، معرفہ وہ ہے جو بنایا گیا ہو معین چیز کے لئے اور یہ سات قسم پر ہے پہلی مضمرات، دوسری اعلام، جیسے زیدٌ و عمرٌ، تیسری اسماء اشارات، چوتھی اسمائے موصولہ اور ان دو قسموں کو مبہمات کہتے ہیں، پانچویں معرفہ بندا، جیسے یا رجل، چھٹی معرفہ بالف لام جیسے الرجل

،ساتویں وہ جو مضاف ہو ان میں سے کسی ایک کی طرف جیسے غُلامُہٗ وَغُلامُ زَیدٍ وغُلامُ ھٰذَا وَغُلامُ الَّذِی عِندِی وَغلام الرَّجُلِ۔

تشریح: مصنفؒ اس عبارت سے اسم کی دوسری قسم کو بیان کررہے ہیں، واضح ہو کے اسم کی کئی قسمیں ہیں مگر ہر تقسیم میں حیثیت الگ الگ ہے،، مثلاً آپ کو معلوم ہوا تھا کہ کلمہ کی تین قسمیں ہیں اسم، فعل، حرف، پھر آگے چل کر اسم کی دو قسمیں کیں، معرب اور مبنی، اس فصل میں پھر اس کی دو قسمیں بیان کیں۔

(معرفہ کی تعریف) معرفہ وہ اسم ہے جو خاص ایک معین چیز کے لیے وضع کیا گیا ہو جیسے زیدٌ۔

(وجہ تسمیہ) معرفہ کا لفظ مصدر ہے، جس کا لغوی معنیٰ ہے شناخت کرنا پہچاننا اور معرفہ اصطلاح میں بھی پوری پہچان اور شناخت ہو جاتی ہے اس لئے اس کو معرفہ کہتے ہیں۔

(اقسام معرفہ) معرفہ کی سات قسمیں ہیں، جن کو بالترتیب ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱) مضمرات: جن کی پوری تفصیل اسم غیر متمکن کی پہلی قسم میں بیان ہو چکی ہے۔

(۲) اعلام: یہ عَلَمٌ کی جمع ہے جس کا معنی ہے وہ اسم جو ایک معین چیز کے لئے بنایا گیا ہو، بعد میں الف لام داخل کر کے یا اضافت وغیرہ کے ذریعے متعین نہ ہو جیسے زَیدٌ، عَمرٌو، نہ کہ الرَّجُلُ، وغُلَامُ الرَّجُلِ۔

سوال: علَم کتنی طرح کے ہوتے ہیں۔

جواب: علم چار طرح کے ہوتے ہیں۔

(۱) مفرد: محمدٌ، احمدٌ، رافعٌ۔

(۲) مرکب جیسے عبداللہ، عبدالرحمن، مجاہدالاسلام۔

(۳) مرکب منع صرف جیسے بعلبکُّ، رشید اَحمدُ، محمد قاسِم علیہ الرحمۃ۔

(۴) مرکب اسنادی جیسے الحمدُللہِ، مَاشَاءَاللہ، شَابَ قَرْنَاھَا۔

(اس عورت کی دونوں چوٹیاں سفیدی سے بھڑک اٹھی) جبکہ کسی کے نام رکھ دیے جائے۔
سوال: علم کی کتنی قسمیں ہے۔
جواب: علم کی پانچ قسمیں ہیں۔
(پہلی قسم) لقب ہے اور وہ ایسا اسم معرفہ ہے جو عظمت کو ظاہر کرے، جیسے حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ کے لئے اور شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ کے لئے، یا ذلت کو ظاہر کرے جیسے اخفش (چندھا) قفّه (ٹھگنا)
(دوسری قسم) کنیت ہے اور وہ ایسا اسم ہے کہ جس کے شروع میں ابٌ، امٌّ، یا اِبنٌ آئے جیسے ابو بکرٍ، اُمّ اَیمَنَ، اِبنُ عمَرُ۔
اِبنُ کے ہمزہ کے حذف و اثبات کے متعلق چار قائدے ہیں۔
(پہلا قاعدہ) اگر اِبنُ دو علموں کے درمیان واقع ہو اور علم ثانی علم اول کا باپ ہو تو اِبنُ کا ہمزہ حذف ہو جائے گا جیسے محمدُ بنُ عبدَاللہِ بشرطیکہ اِبنُ سطر کے بالکل شروع میں نہ ہو۔
(دوسرا قاعدہ) اگر اِبنٌ دو علموں کے درمیان واقع نہ ہو تو اِبنٌ کا ہمزہ ثابت رہے گا جیسے حَامِدُ اِبنُ الفَلَاح (حامد کسان کا بیٹا ہے)۔
(تیسرا قاعدہ) اگر اِبنٌ دو علموں کے درمیان تو ہو مگر دوسرا پہلے کا باپ نہ ہو تو اِبنٌ کا ہمزہ ثابت رہے گا جیسے عیسی ابنُ مَرْیَمَ، عبداللہ بنِ اُبی اِبنِ سَلولُ اس مثال میں اُبَی تو عبداللہ کا باپ ہے اس لئے ان کے درمیان اِبنٌ کا ہمزہ حذف ہوگیا، لیکن سلول ابی کا باپ نہیں بلکہ اس کی دادی ہے، اس لئے اس کے درمیان اِبنٌ کا ہمزہ ثابت ہے۔
(چوتھا قاعدہ) اگر اِبنٌ سطر کے شروع میں آجائے تو بھلے ہی دو علموں کے درمیان ہو اور دوسرا پہلے کا باپ ہو مگر ہمزہ ثابت رہے گا جیسے خَالِدُ اِبنُ ولید یہ فرض کرلو کہ ابنٌ یہاں سطر کے شروع میں ہے۔

(علم کی تیسری قسم) تخلص ہے، اور وہ ایسا اسم معرفہ ہے جو شعراء اپنے لئے متعین کر لیتے ہیں جیسے ثاقب، قاری صدیق احمد صاحب باندویؒ کے لئے اور مجذوب خواجہ عزیز الحسنؒ صاحب کے لئے۔

(علم کی چوتھی قسم) عُرف ہے اور وہ ایسا اسم معرفہ ہے کہ جس کے ذریعے عوام الناس میں شہرت حاصل ہوجائے جیسے حضرت جی، مولانا الیاس صاحب کاندھلویؒ کے لئے اور سید الطائفہ حاجی امداد اللہ صاحب کے لئے۔

(علم کی پانچویں قسم) نسبت ہے، کبھی نسبت ہی کے ساتھ آدمی مشہور ہوجاتا ہے جیسے حضرت گنگوہیؒ حضرت تھانویؒ، حضرت مدنیؒ۔

(۳) اسمائے اشارات: اس کی تفصیل ماقبل میں گزر چکی ہے۔

(۴) اسمائے موصولات: اس کی تفصیل ماقبل میں گذر چکی ہے۔

فائدہ: ایک بات جان لیں کہ محض اسم اشارہ اور اسم موصول سے کوئی وضاحت حاصل نہیں ہوتی بلکہ اسم اشارہ کی وضاحت مشار الیہ اور اسم موصول کی وضاحت صلہ سے ہوتی ہے اس لئے یہ دونوں مشار الیہ اور صلہ کے بغیر سننے والے کی نظر میں مبہم ہوتے ہیں، اس لیے ان دونوں کو مبہمات کہتے ہیں۔

(۵) معرفہ بہ ندا: اس سے مراد ہر وہ نکرہ ہے جس پر حرف ندا خمسہ میں سے کوئی داخل ہو جیسے یا رَجُلُ، حرف ندا داخل کرنے سے پہلے رجلٌ نکرہ تھا یعنی کوئی سا بھی مرد، مگر حرف ندا داخل ہونے کے بعد یہ معرفہ بن گیا یعنی خاص مرد۔

حرف ندا پانچ ہیں: (۱) یا (۲) آیا (۳) ھیا (۴) اے (۵) ہمزہ مفتوحہ۔

(۶) معرف بالالف واللام: وہ اسم نکرہ ہے جس پر الف لام داخل کر کے معرفہ بنا دیا گیا ہو، جیسے رَجُلٌ سے الرَّجُلُ۔

(۷) مضاف بہ یکی ازینہا) اس سے مراد وہ مضاف بہ معرفہ ہے جو معرفہ بہ ندا کے علاوہ دیگر پانچ اقسام

میں سے کسی ایک کی طرف مضاف ہوتو وہ بھی معرفہ بن جاتا ہے ہے جیسے مصنفؒ نے پانچ مثالیں بیان کر دی ہے، غُلامُهُ، غُلامُ زَيدٍ، غُلامُ هٰذَا، غُلامُ الَّذِی عِندِی، غلام الرَّجُلِ۔

سوال: اسمائے اشارات اور اسمائے موصولات کو مبہمات کیوں کہتے ہیں؟

جواب: اسمائے اشارات اور اسمائے موصولات کو مبہمات اس لیے کہتے ہیں کہ اگر چہ یہ استعمال کے وقت متعین چیز پر دلالت کرتے ہیں مگر اصل میں وضع کے اعتبار سے ان میں ابہام اور عموم ہیں اس لئے کہ ذَا اسم اشارہ سے لاعلی التعیین ہر ہر واحد مذکر کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور اسی طرح الذی اسم موصول سے لاعلی التعیین ہر ہر واحد مذکر کے ساتھ اس کا وصل کرنا صحیح ہے، پس معلوم ہوا کہ ان دونوں کے معنی میں ابہام ہے پھر اسم اشارہ کی مشار الیہ کے ذریعے اور اسم موصول کی صلہ کے ذریعے تعین وتوضیح ہو جاتی ہے پس چونکہ یہ دونوں مشار الیہ اور صلہ کے بغیر مبہم رہتے ہیں اس لئے ان کو مبہمات کہتے ہیں۔

عبارت: ونکرہ آنست کہ موضوع باشد برائے چیزے غیر معین چوں رَجُلٌ و فَرَسٌ۔

ترجمہ: اور نکرہ وہ ہے جو بنایا گیا ہو غیر معین چیز کے لئے جیسے رَجُلٌ اور فَرَسٌ۔

تشریح: مصنفؒ اس عبارت سے اسم کی دوسری قسم نکرہ کو بیان کررہے ہیں۔

(نکرہ کی تعریف) نکرہ اس اسم کو کہتے ہیں جو غیر معین چیز کے لئے وضع کیا گیا ہو جیسے رَجُلٌ، فَرَسٌ تمام مرد کو شامل ہے، چاہے کہی کا رہنے والا ہو، کالا ہو یا گورا، مسلمان ہو یا غیر مسلمان ہو، عالم ہو یا جاھل ہو، غریب ہو یا امیر ہو، غلام ہو یا مولی ہو، ایسے ہی فَرَسٌ تمام گھوڑوں کو شامل ہے، چاہے کسی نسل کا گھوڑا ہو، ہر گھوڑے کو فَرَسٌ کہتے ہیں۔

(وجہ تسمیہ) نکرہ کا لغوی معنیٰ ہے نہ پہچاننا اور اصطلاح میں بھی یہی ہے کہ اس سے مخاطب کو پوری پہچان حاصل نہیں ہوتی اس لئے اس کو نکرہ کہتے ہیں۔

عبارت: بدانکہ اسم بر دو صنف است، و مذکر و مؤنث، مذکر آنست کہ درو علامت تانیث نباشد، چوں

رَجُلٌ، ومؤنث آنست کہ درو علامت تانیث باشد چوں اِمرَأۃٌ۔

ترجمہ: جان لو کہ اسم دو قسم پر ہے، مذکر اور مؤنث مذکر وہ اسم ہے جس میں تانیث کی علامت نہ ہو جیسے رَجلٌ اور مؤنث وہ اسم ہیں جس میں تانیث کی علامت ہو جیسے اِمرَأۃ۔

تشریح: آپ کو معلوم ہوا کہ مصنفؒ نے سب سے پہلے اسم کی دو قسمیں بیان کیں، معرب اور مبنی ہونے کے اعتبار سے پھر اسم کی دو قسمیں اور بیان کی معرفہ اور نکرہ ہونے کے اعتبار سے، اب یہاں سے مصنفؒ اسم کی دو اور قسمیں بیان کرتے ہیں، مذکر اور مؤنث کے اعتبار سے ہر ایک کی تعریف ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

(مذکر کی تعریف) مذکر وہ اسم ہے جس میں تانیث کی علامت میں سے کوئی علامت نہ پائی جائے جیسے رَجلٌ۔

(مؤنث کی تعریف) مؤنث وہ اسم ہے جس میں تانیث کی علامت میں سے کوئی علامت پائی جائے جیسے اِمرَأۃ۔

عبارت: وعلامت تانیث چہار ست، تاچوں طلحۃ، والف مقصورہ چوں حبلٰی والف ممدودہ، چوں حمراء، وتائے مقدرہ چوں أرضٌ کہ دراصل أرْضَۃٌ بود است بدلیل أُریضۃٌ، زیرا کہ تصغیر اسمائے را باصل خود برود وایں را مؤنث وایں را مؤنث سماعی گویند۔

ترجمہ: اور تانیث کی علامت چار ہے، تا جیسے طلحۃ، الف مقصورہ جیسے حبلٰی، الف ممدودہ جیسے حمراء تاء مقدرہ جیسے أرضٌ کہ اصل میں أرْضَۃٌ، أُریضۃٌ کی دلیل سے کیونکہ تصغیر اسم کو اپنی اصل کی طرف لے جاتی ہے اس قسم کو مؤنث سماعی کہتے ہیں۔

تشریح: مصنفؒ نے اگلی عبارت میں مذکر اور مؤنث کو ذکر کیا تھا تو وہاں پر مؤنث کی تعریف میں چونکہ تانیث کی علامت کا ذکر تھا، اس لئے مصنفؒ اس کے بعد تانیث کی علامت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے

ہیں کہ وہ کل چار ہے(۱) تاء ملفوظہ جیسے طلحۃ، (۲) تاء مقدرہ جیسے أرض (۳) الف مقصورہ جیسے حبلٰی (۴) الف ممدودہ جیسے حمراء۔

فائدہ: تاء ملفوظہ سے مراد وہ تا ہے جو لفظوں میں مذکور ہو، اور تا مقدرہ سے مراد وہ تا ہے جو لفظوں میں مذکور نہ ہو جیسے أرض اس کی اصل أریضۃٌ ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ لغت عرب میں تصغیر کے اندر گرے ہوئے لفظ واپس آجاتے ہیں جب ہم نے أرض کی تصغیر معلوم کی تو وہ أریضۃ تھی تو معلوم ہوا کہ اَرضٌ میں بھی تا ہے جو کسی وجہ سے گر چکی ہے۔

سوال: الف مقصورہ کس کو کہتے ہیں؟

جواب: الف مقصورہ اسے کہتے ہیں جس کے بعد ہمزہ نہ ہو جیسے حبلٰی۔

سوال: الف ممدودہ کس کو کہتے ہیں؟

جواب: الف ممدودہ اسے کہتے ہیں جس کے بعد ہمزہ ہو جیسے حمراء۔

سوال: الف مقصورہ اور الف ممدودہ میں کتنے اعتبار سے فرق ہیں؟

جواب: تین اعتبار سے فرق ہیں (۱) الف مقصورہ کھینچ کر نہیں پڑھا جاتا جبکہ الف ممدودہ کھینچ کر پڑھا جاتا ہے۔

(۲) الف مقصورہ کے آخر میں ہمزہ نہیں ہوتا جبکہ الف ممدودہ کے آخر میں ہمزہ ہوتا ہے۔

(۳) الف مقصورہ حرکت کو قبول نہیں کرتا جبکہ الف ممدودہ حرکت کو قبول کرتا ہے

سوال: تا کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: تا کی چھ (۶) قسمیں ہیں: (۱) تائے تذکیر جیسے أربعۃُ رِجَالٍ (۲) تائے تانیث جیسے طَلْحَۃٌ (۳) تائے وحدت جیسے نَفْخَۃٌ وَّاحِدَۃٌ (۴) تائے بدل جیسے عِدَّۃٌ (۵) تائے مصدریت جیسے مَصْدَرِیَّۃٌ (۶) تائے مبالغہ جیسے عَلامَۃٌ۔

سوال: مصنفؒ نے مذکر اور مؤنث کی تعریف کرتے ہوئے مذکر کو مؤنث پر کیوں مقدم کیا؟

جواب: مصنفؒ نے مذکر کی تعریف کو اس لئے مقدم کیا کہ وہ اشرف ہے بمقابلہ مؤنث کے، چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے، اَلرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَی النِّسَاءِ، دوسری وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ مذکر کی تعریف میں عدم کا پہلو ہے یعنی جس میں علامت تانیث نہ ہو اور مؤنث کی تعریف میں وجود کا پہلو ہے یعنی جس میں علامت تانیث ہو اور عدم کو وجود پر تقدم حاصل ہے اس لئے کہ ہر چیز مسبوق بالعدم ہوتی ہے یعنی ہر چیز عدم کے بعد وجود میں آتی ہے اس وجہ سے مذکر کی تعریف کو مقدم کیا۔

عبارت: **وبدانکہ مؤنث بر دو قسم ست: حقیقی ولفظی، حقیقی آنست کہ بازائے او حیوانے مذکر باشد، چوں: امرأۃٌ کہ بازائے او رجلٌ است وناقۃٌ کہ بازائے او جملٌ است، ولفظی آنست کہ بازائے او حیوانے مذکر نباشد، چوں: ظلمۃٌ وقوّۃٌ۔**

ترجمہ: اور جان لو کہ مؤنث دو قسم پر ہیں حقیقی اور لفظی، حقیقی وہ مؤنث ہیں جس کے مقابلے میں کوئی حیوان مذکر ہو جیسے اِمرَأۃٌ کہ اس کے مقابلے میں رَجُلٌ ہے، نَاقَۃٌ کہ اس کے مقابلے میں جملٌ ہے، اور لفظی وہ مؤنث ہے جس کے مقابلے میں حیوان مذکر نہ ہو جیسے ظُلمَۃٌ اور قُوَّۃٌ۔

تشریح: مصنفؒ اس عبارت سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مؤنث کی دو قسمیں ہیں ایک وہ مؤنث کہ جس کے مقابلے میں قدرت نے کوئی حیوان مذکر پیدا کیا ہو یعنی ہر وہ مادہ جس کے واسطے کوئی نر ہو جیسے عورت اس کے مقابلہ میں مرد ہوتا ہے اور جیسے اونٹنی کہ اس کے مقابلے میں اونٹ ہوتا ہے اور جیسے کُتیا کے اس کے مقابلے میں کُتّا ہوتا ہے اور جیسے گھوڑی کہ اس کے مقابلے میں گھوڑا ہوتا ہے اور جیسے مرغی کے اس کے مقابلے میں مرغا ہوتا ہے، عورت، اونٹنی، کتیا، گھوڑی، مرغی یہ تمام مؤنث حقیقی ہیں کیونکہ ان کے مدمقابل نر ہیں۔

دوسری قسم مونث کی مونث لفظی ہے یعنی کسی لفظ میں تانیث کی علامات لگی ہوئی پائی گئی، بس اس کو بھی

مؤنث کہیں گے،لیکن اس مؤنث لفظی کے مقابلے میں کوئی نر نہیں ہوتا اس وجہ سے اس کو مؤنث حقیقی نہ کہیں گے۔

مؤنث لفظی کی مثال: ظلمةٌ اور قوةٌ ہے دیکھو ان دونوں میں تانیث کی علامت تا ہے،اس وجہ سے ان کو مؤنث کہا جاتا ہے، نہ اس وجہ سے کہ ان کے مقابلے میں کوئی مذکر ہے، ایسی مؤنث کو مؤنث کہنا ایک آئینی اور ضابطہ کی چیز ہے حقیقت میں مؤنث وہی ہے جس کا مد مقابل کوئی نر ہو۔

سوال: علامت کے اعتبار سے مؤنث کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: علامت کے اعتبار سے مؤنث کی دو قسمیں ہیں: (۱) مؤنث قیاسی (۲) مؤنث سماعی۔

سوال: مؤنث قیاسی کس کو کہتے ہیں؟

جواب: مؤنث قیاسی وہ مؤنث ہے جس میں علامت تانیث لفظوں میں موجود ہو جیسے صَارِبَةٌ، حُسْنٰی، حَسْنَاءُ۔

سوال: مؤنث سماعی کس کو کہتے ہیں؟

جواب: مؤنث سماعی وہ مؤنث ہے جس میں علامت تأنیث لفظوں میں نہ ہو، بلکہ تقدیرًا ہو (صرف اہل عرب سے سننے کی وجہ سے اس کو مؤنث مان لیا گیا ہو) جیسے عَینٌ (آنکھ) شَمْسٌ (سورج) بِئرٌ (کنواں)۔

سوال: مؤنث سماعی یہی ہیں یا کچھ اور بھی ہیں؟

جواب: جی ہاں! کچھ اور بھی آتے ہیں: وہ تمام اسماء جو مؤنث کے نام ہیں جیسے مریم زینب وغیرہ۔اور وہ تمام اسماء جو عورتوں کے لئے خاص ہے جیسے امٌ، اُختٌ، بِنتٌ، حَامِلٌ (حاملہ عورت) مُرضِعٌ (دودھ پلانے والی عورت) اور ملک، شہر یا قبیلہ کے نام جیسے مصر، عراق، ریاض، دہلی، قریش وغیرہ، اور انسان کے وہ اعضاء جو دو دو ہیں جیسے عین (آنکھ) اُذُنٌ (کان) یَدٌ (ہاتھ) رِجُلٌ (پاؤں)

سِنٌّ (دانت) اور اِصْبَعٌ (انگلی) لیکن مِرفَقٌ، خَدٌّ، حَاجِبٌ، صَدُغٌ اور اَللُّحی یہ مذکر ہیں۔

عبارت: بدانکہ اسم بر سہ سنف است: واحد وتثنیہ ومثنٰی ومجموع، واحد آنست کہ دلالت کند بر یکے، چوں: رجلٌ۔

ترجمہ: جان لو کہ اسم تین قسم پر ہے واحد، تثنیہ اور جمع، واحد وہ اسم ہیں جو دلالت کرے ایک پر جیسے رجُلٌ۔

تشریح: مصنفؒ اس عبارت سے اسم کی چوتھی تقسیم باعتبار افراد یعنی واحد تثنیہ اور جمع کے بیان کر رہے ہیں۔

(اسم واحد کی تعریف) اسم واحد اس اسم کو کہتے ہیں کہ جس کی دلالت اور رہنمائی صرف ایک ذات پر ہو جیسے رجُلٌ۔

دیکھو رجل واحد ہے اس سے صرف ایک مرد سمجھا گیا، یا فَرَسٌ اس سے صرف ایک گھوڑا سمجھا گیا، یا جیسے فیلٌ اس سے صرف ایک ہاتھی سمجھا گیا۔

سوال: واحد حقیقی، واحد صوری اور واحد معنوی میں کون سا فرق ہے؟

جواب: واحد حقیقی وہ ہے جو لفظاً و معنیً واحد ہو جیسے رَجلٌ اس کی جمع رِجَالٌ ہے، اور واحد صوری وہ ہے جو لفظاً واحد ہو نہ کہ معنیً جیسے قومٌ اور واحد معنوی وہ ہے جو صرف معنیً واحد ہو نہ کہ لفظاً جیسے عِشرُونَ یہ لفظاً جمع ہے کیونکہ اس میں جمع کی علامت واؤ اور نون موجود ہے۔

عبارت: ومثنٰی آنست کہ دلالت کند بر دو سبب آنکہ الف یا یائے ماقبل مفتوح ونون مکسورہ بآخرش پیوندد، چوں رَجُلَانِ ورَجُلَین۔

ترجمہ: اور تثنیہ وہ اسم ہے جو دلالت کرے دو پر اس سبب سے کہ الف یا یائے ماقبل مفتوح اور نون مکسورہ اس کے آخر میں لگا ہوا ہوتا ہے جیسے رَجُلَانِ، رَجُلَین۔

تشریح: یہ دوسری قسم اسم کی مثنیٰ ہے یعنی تثنیہ، تثنیہ کے معنی ہیں دو ہونا، مثنیٰ اسم مفعول ہے باب تفعیل سے مثنیٰ کے معنی دوگنا کر دیا گیا۔

(اسم تثنیہ کی تعریف) اسم تثنیہ اس اسم کو کہتے ہیں جو دو پر دلالت کرے اس سبب سے کہ اس کے واحد میں الف اور نون مکسور یا یائے ماقبل مفتوح اور نون مکسورہ لگا ہوا ہو جیسے رَجُلَانِ، رَجُلَیْنِ، قَوْمَانِ، قَوْمَیْنِ۔

سوال: تثنیہ کس سے بنتا ہے؟

جواب: تثنیہ واحد سے بنتا ہے مثلاً رجلٌ واحد ہے اس کا تثنیہ رَجُلَانِ ہو گیا۔

سوال: رَجُلَانِ اور رَجُلَیْنِ رَجُلٌ سے کیسے بنا؟

جواب: رَجُلَان رَجُلٌ سے اس طرح بنا کہ رَجُلٌ کے لام کے بعد الف بڑھایا تو ہو گیا رَجلاً پھر رَجُلَا کے الف کے بعد نون اعرابی مکسور پڑھا تو ہو گیا رَجُلَانِ اور رَجُلَین رَجُلٌ سے اس طرح بنا کہ رَجُلٌ کے لام کے بعد حرف یاء کا اضافہ کیا اور یاء کے بعد نون مکسور بڑھایا تو ہو گیا رَجُلَین، رَجُلَانِ حال رفعی میں اور رَجُلَین حالت نصبی اور جری میں۔

سوال: تثنیہ بنانے کا کیا فائدہ ہے؟

جواب: تثنیہ بنانے کا فائدہ تخفیف اور سہولت ہے، اس وجہ سے کہ اگر رَجُلَانِ نہ کہے تو رَجُلٌ رَجُلٌ کہیں گے تو اس وقت دو مرد دو لفظوں سے جانے گئے، جس وقت رَجُلٌ کا تثنیہ کر لیا تو یوں کہا رَجُلَانِ تو اس کے بھی وہی معنی ہیں جو کہ رَجُلٌ رَجُلٌ کے تھے یعنی دو مرد مگر وہاں دو مرد دو لفظوں سے سمجھے گئے اور رَجُلَانِ ایک لفظ اور دو معنی تو سہولت تثنیہ لانے میں ہوئی کہ ایک لفظ ہو اور دو معنی پر دلالت ہو مقولہ مشہور ہے کہ خیرُ الکَلَامِ مَا قَلَّ وَ دَلَّ۔

سوال: جس اسم میں صرف تثنیہ کے معنی ہو اور اس کی علامت نہ ہو، اس کو کیا کہیں گے؟

جواب: جس اسم میں تثنیہ کے معنی ہو اور اس کی علامت نہ ہو تو اس کو ملحق بالتثنیہ معنیً اور تثنیہ معنوی بھی کہتے ہیں، اس کا حکم بھی تثنیہ حقیقی جیسا ہے جیسے کِلَا کِلتَا ان کے معنی ہیں دو دو، نہ ان کا مفرد ہے نہ ہی لفظ ان میں علامت تثنیہ ہے۔

سوال: جس اسم میں تثنیہ کی علامت ہو مگر اس کا مفرد نہ ہو اس کو کیا کہیں گے؟

جواب: جس اسم میں تثنیہ کی علامت ہو اور تثنیہ کا معنیٰ بھی ہو لیکن اس کا مفرد نہ ہو تو اس کو ملحق بالتثنیہ لفظا اور تثنیہ صوری بھی کہا جاتا ہے جیسے اِثنَانِ، اِثنَینِ، معنی دو دو۔

عبارت: ومجموع آنست کہ دلالت کند بر بیش از دو سبب آنکہ تغیرے در واحد کردہ باشد لفظاً چوں رِجَالٌ یا تقدیراً چوں فُلکٌ کہ واحدش نیز فُلکٌ است بروزن قُفلٌ وجمعش ہم فلک بروزن اُسدٌ۔

ترجمہ: اور جمع وہ اسم ہے جو دلالت کرے دو سے زیادہ پر اس سبب سے کہ اس کے واحد میں کوئی تغیر کیا گیا ہو چاہے لفظاً ہو جیسے رِجَالٌ یا تقدیراً ہو جیسے فُلکٌ کہ اس کا واحد بھی فُلکٌ ہے، قُفلٌ کے وزن پر اور اس کی جمع بھی فُلکٌ ہے اُسدٌ کے وزن پر۔

تشریح: مصنفؒ اس عبارت سے اسم کی تیسری قسم کو بیان کر رہے ہیں کہ اسم کی تیسری قسم اسم جمع ہے۔

(اسم جمع کی تعریف) اسم جمع اس اسم کو کہتے ہیں جو دو سے زیادہ پر دلالت کرے بسبب اس کے کہ اس کے واحد میں تغیر کیا گیا ہو اور یہ تغیر دو قسم پر ہے (۱) تغیر لفظی (۲) تغیر تقدیری۔

(تغیر لفظی کی تعریف) تغیر لفظی وہ ہے کہ واحد کا وزن ٹوٹ جائے جیسے رِجَالٌ کہ اس کا مفرد رَجُلٌ ہے، اس میں جیم اور لام کے درمیان الف لائے تو جمع رِجَالٌ ہو گیا۔

(تغیر تقدیری کی تعریف) تغیر تقدیری اس کو کہتے ہیں کہ کوئی ایسا لفظ ہو کہ اگر اس کو واحد کے وزن پر لحاظ کیا جائے تو یہ لفظ واحد کہلائے گا اور اگر یہی لفظ کسی دوسری جگہ جمع کے وزن پر آئے تو یہ لفظ جمع کہلائے گا جیسے فُلکٌ ہے اگر اسکو لحاظ کرے قُفلٌ کے وزن پر تو فُلکٌ کے معنی ہو گئے، ایک کشتی، اور اگر فُلکٌ کو

لحاظ کیا جائے أُسُدٌ کے وزن پر تو اس وقت فُلْکٌ جمع ہوگا تو اس وقت اس کے معنی یہ ہوں گے بہت سی کشتیاں کیونکہ أُسُدٌ جمع ہے اَسَدٌ کی، اور اَسَدٌ شیر کو کہتے ہیں اور أُسُدٌ کے معنی بہت سے شیر۔

سوال: جس اسم میں جمع کی علامت ہو مگر اس کا مفرد نہ ہو تو اس کو کیا کہا جائیگا؟

جواب: جس اسم میں جمع کی علامت ہو مگر اس کا مفرد نہ ہو تو اس کو ملحق بالجمع لفظاً اور جمع صوری بھی کہا جاتا ہے جیسے عِشْرُونَ وغیرہ کے اس کا واحد ہی نہیں۔

سوال: جس اسم میں جمع کا معنی ہوں لیکن جمع کی صورت نہ ہو، اس کو کیا کہیں گے؟

جواب: جس میں جمع کا معنی ہو اور جمع کی صورت نہ ہو تو اس کو ملحق بالجمع اور جمع معنوی بھی کہا جاتا ہے جیسے أُولُو جمع ہے ذُو کی أُولُو مَالٍ (مالدار لوگ) کہ اس میں جمع کی صورت نہیں ہے لیکن جمع کے معنی ہے۔

سوال: واحد سے جمع تکسیر بناتے ہوئے واحد کے وزن میں کتنی طرح کے تغیرات ہوتے ہیں؟

جواب: جب واحد سے جمع بناتے ہیں تو واحد کے وزن میں سات قسم کے تغیرات ہوتے ہیں:

(۱) مفرد کے الفاظ میں زیادتی ہو مگر مفرد کی شکل نہ بدلے جیسے صِنْوٌ سے صِنْوَانٌ (حقیقی بھائی)۔

(۲) مفرد کے الفاظ میں کمی ہو لیکن مفرد کی شکل نہ بدلے جیسے غَنَمٌ سے غَنَمَةٌ۔

(۳) مفرد کے الفاظ میں نہ کمی ہو نہ زیادتی ہو بلکہ حرکت کی تبدیلی سے شکل بدل جائے خواہ شکل کی تبدیلی تحقیقاً ہو یعنی نظر آ رہی ہو جیسے اَسَدٌ سے أُسُدٌ یا تبدیلی تقدیراً ہو یعنی شکل تبدیل ہو مگر نظر نہ آئے جیسے فُلُکٌ سے فُلُکٌ تو دیکھو واحد اور جمع دونوں کی شکل بظاہر ایک ہے مگر ان میں تبدیلی ہوئی ہے لیکن نظر نہیں آ رہی ہے اور وہ اس طرح کے فُلُکٌ جو واحد ہے بروزن قُفْلٌ ہے اور قُفْلٌ واحد ہے جس کی جمع اَقْفَالٌ آتی ہے اب فُلُکٌ کو جب جمع بنایا تو قُفْلٌ کے وزن سے نکال کر أُسُدٌ جمع کے وزن پر لے آئے جو اَسَدٌ کی جمع ہے پس معلوم ہوا کہ وہ واحد کے وزن میں تغیر ہوا ہے مگر نظر نہیں آ رہا ہے۔

(۴) مفرد کے الفاظ میں زیادتی ہو اور شکل بھی بدل جائے جیسے رَجُلٌ سے رِجَالٌ شَیْخٌ سے شُیُوخٌ۔

(۵) مفرد کے الفاظ میں کمی ہو اور شکل بھی بدل جائے جیسے رَسُولٌ سے رُسُلٌ۔

(۶) مفرد کے الفاظ میں کمی اور زیادتی دونوں ہو اور مفرد کی شکل بھی بدل جائے جیسے غُلَامٌ سے غِلْمَانٌ پہلے غُلَامٌ کے آخر سے الف حذف کیا غِلْمٌ ہوا پھر الف نون کی زیادتی کی تو غِلْمَانٌ ہوا اور شکل بھی تبدیل ہوگئی۔

(۷) اور کبھی تغیر اس طرح ہوتا ہے کہ مفرد کے الفاظ الگ ہوتے ہیں اور جمع کے الفاظ الگ جیسے اِمْرَءَۃٌ کی جمع نِسَاءٌ اور ذُو کی جمع أُولُو ہے اور اس طرح کی جمع کو (جمع من غیر لفظہ) کہتے ہیں۔

عبارت: بدانکہ جمع باعتبار لفظ بر دو قسم است جمع تکسیر و جمع تصحیح، جمع تکسیر آنست کہ بنائی واحد در وسلامت نباشد، چوں رِجَالٌ و مَسَاجِدُ و ابنیہ، جمع تکسیر در ثلاثی بسماع تعلق دارد و قیاس را در و مجالے نیست، اما در رباعی و خماسی بر وزن فعالل آیہ، چوں: جَعْفَرٌ و جَعَافِرُ و جَحْمَرَشٌ و جَحَامِرُ بحذف حرف خامس۔

ترجمہ: جان لو کے لفظ کے اعتبار سے جمع دو قسموں پر ہیں جمع تکسیر اور جمع تصحیح، جمع تکسیر وہ جمع ہے جس میں واحد کا وزن سلامت نہ رہے جیسے رِجَالٌ اور مَسَاجِدُ اور جمع تکسیر کے اوزان ثلاثی میں سماع سے تعلق رکھتے ہیں اور قیاس کا ان میں کوئی دخل نہیں ہے البتہ رباعی اور خماسی میں جمع تکسیر فعالل کے وزن پر آتی ہیں جیسے جَعْفَرٌ اور جَعَافِرُ و جَحْمَرَشٌ اور جَحَامِرُ پانچویں حرف کو حذف کرنے کے ساتھ۔

تشریح: مصنفؒ اس عبارت سے جمع کی اقسام کو لفظ کے اعتبار سے بیان کرتے ہیں کہ لفظی اعتبار سے جمع کی دو قسمیں ہیں (۱) جمع تکسیر (۲) جمع تصحیح

(جمع تکسیر کی تعریف) جمع تکسیر وہ جمع ہے کہ جس کے واحد کا وزن سلامت نہ رہے یعنی واحد کے حروف کی وہ ترتیب جو واحد کی حالت میں تھی جمع کے اندر جا کر باقی نہ رہے جیسے رِجَالٌ، رِجَالٌ جمع تکسیر ہے اس کا واحد رَجُلٌ تھا دیکھو رَجُلٌ میں اول (را) ہے پھر (جیم) ہے اور اس کے بعد (لام) ہے، جس وقت

کے رَجُلٌ کی جمع رِجَالٌ بنائی تو (جیم اور لام) کے درمیان میں الف جمع کا داخل ہوگیا لہٰذا واحد کا وزن سلامت نہ رہا، یہی وجہ ہے کہ ایسے ٹوٹے ہوئے واحد کی جمع کو جمع تکسیر یا جمع مکسر کہتے ہیں۔

دوسری مثال جمع تکسیر کی مَسَاجِدُ ہیں اس کا واحد مَسْجِدٌ ہے، مَسَاجِدُ میں جا کر وزن سلامت نہ رہا یعنی (سین اور جیم) کے درمیان الف جمع کا داخل ہوگیا جمع تکسیر کی اور بھی بے شمار مثالیں ہیں: جیسے أَولِیَاءُ جمع وَلِیٌ، اَنبِیَاءُ جمع نَبِیٌ، اَقْطَابُ جمع قُطْبٌ، اَبرَارٌ جمع بَرٌّ، اَحْجَارٌ جمع حَجَرٌ، اَشْجَارٌ جمع شَجَرٌ، بُیُوتٌ جمع بَیْتٌ، قُبُورٌ جمع قَبرٌ، اَمْوَالٌ جمع مَالٌ، اَوْرَاقٌ جمع وَرَقٌ، اَمْیَالٌ جمع مِیلٌ، اَعْیَانٌ جمع عَینٌ، مَقَابِرُ جمع مَقْبرَۃٌ، محامِدُ جمع حمدٌ، مَصَارِفُ جمع مَصْرِفٌ، وغیرہ وغیرہ۔

سوال: وزن واحد کا جمع کے اندر جا کر ٹوٹ گیا تو واحد کو مکسر کہنا چاہیے اور تم جمع کو مکسر کہتے ہو، اس کی وجہ کیا ہے؟

جواب: اگرچہ وزن تو واحد کا ٹوٹتا ہے لیکن اعتبار اس کا کیا جائے گا کہ ٹوٹنے کا محل کیا ہے، چونکہ یہ واحد جمع میں جا کر ٹوٹتا ہے اس لئے واحد کو مکسر کہنے کے بجائے جمع مکسر کہدیا یعنی تسمیۃ الجمع باسم الواحد کے قبیل سے ہوگیا۔

سوال: جمع تکسیر کے اوزان اگر مقرر کردیئے جائیں تو جمع تکسیر کے یاد کرنے میں بہت سہولت ہوجائیگی؟

جواب: ثلاثی مجرد میں جمع تکسیر کے اوزان کثرت کی وجہ سے مقرر نہیں کئے جاسکتے بلکہ ثلاثی مجرد میں جمع تکسیر جاننا محض اہل زبان سے سننے پر ہے، قیاس اور قاعدہ کی گنجائش نہیں۔

البتہ اسم رباعی اور اسم خماسی کی جمع تکسیر کے لیے وزن مقرر ہے وہ صرف دونوں کا ایک وزن ہے اور وہ فَعَالِلُ ہے لہذا اسم رباعی اور اسم خماسی کی جمع تکسیر فَعَالِلُ کے وزن پر آئیگی جیسے جَعْفَرٌ (بمعنی نہر) اسم رباعی ہے جَعْفَرٌ کی جمع تکسیر جَعَافِر بروزن فَعَالِلُ آئیگی۔

سوال: فَعَالِلُ میں چار حروف اصلی ہے اور الف جمع کا زائد ہے تو فَعَالِلُ میں حروف اصلی اور زائد مل کر

کل پانچ ہوئے لہذا افعَالِلُ کے وزن پر اسم رباعی کی جمع تکسیر آنا قرین قیاس اور دل لگتی بات ہے، مگر اسم خماسی میں پانچ حروف اصلی ہونگے اور ایک الف جمع کا مل کر چھ حروف ہو جائیں گے تو بھلا چھ حروف والی جمع تکسیر پانچ حروف والی جمع کے وزن پر کیسے آسکتی ہے، وزن کے لئے یہ شرط ہے کہ تعداد حروف اور حرکات اور سکون سب میں برابری ہو ورنہ وزن نہیں مل سکتا؟

جواب: تمہارا یہ کہنا بالکل درست ہے مگر جس وقت فَعَالِلُ کے وزن پر اسم خماسی کی جمع تکسیر لائیں گے اس وقت وزن ٹھیک بیٹھ جائے گا جیسے جَحْمَرِشٌ (بمعنی بوڑھی عورت) اسم خماسی ہیں، اس کی جمع کرتے وقت اخیر سے (شین) کو گرادیں گے تو جَحَامِرُ فَعَالِلُ کے وزن پر ہو جائے گا، البتہ دل میں یہ بات رہے گی کہ یہاں سے شین حذف ہوا ہے تاکہ اسم خماسی ہونا پیش نظر رہے اور رباعی کے ساتھ التباس نہ ہو، خوب اچھی طرح اس قاعدہ کو محفوظ کرلینا چاہیے تاکہ رباعی اور خماسی کا فرق واضح رہے۔

عبارت: وجمع تصحیح آنست کہ بنائے واحد در وسلامت ماند۔

ترجمہ: اور جمع تصحیح وہ ہے کہ واحد کا وزن اس میں سلامت رہے۔

تشریح: مصنفؒ یہاں سے جمع تصحیح کی تعریف بیان کرتے ہیں، آپ یہ سمجھو کہ جمع تصحیح کا معاملہ جمع تکسیر کے برعکس ہے۔

(جمع تصحیح کی تعریف) جمع تصحیح وہ جمع ہے جس میں واحد کا وزن سلامت رہے، یعنی واحد کے حروف کی وہ ترتیب جو واحد کی حالت میں تھی جمع کے اندر جا کر بھی باقی رہے، سب سے اخیر حرف کے بعد حروف بڑھا کر جمع تصحیح بنائی جاتی ہے کلمہ کے آخری حرف کے بعد زیادتی کرنے سے کلمہ کے وزن میں کوئی ایسا فرق نہیں آتا کہ جس سے واحد کے وزن پر کوئی کمی پڑے جیسا کہ جمع تکسیر میں ہوتا ہے جیسے مُسْلِمُونَ، مُسْلِمَاتٌ، ہر ایک جمع میں غور کرو کہ مُسْلِمٌ جو واحد ہے ہو بہو جمع میں بھی باقی اور سلامت ہے البتہ مُسْلِمٌ کی آخری میم کے بعد (واؤ اور نون) مذکر میں اور (الف اور تاء) مؤنث میں، زائد کئے گئے ہیں

جن سے واحد کے وزن پر کوئی فرق نہیں پڑا، رہی مُسْلِمَۃٌ کی (تا) وہ تو واحد کے وزن میں شامل ہی نہیں بلکہ وہ تو علامت تانیث ہیں جو زائد ہیں اور جمع بناتے وقت حذف ہوگئی۔

سوال: جمع تصحیح کس کو کہتے ہیں؟

جواب: جمع تصحیح وہ جمع ہے جس میں واحد کا وزن سلامت رہے جیسے مُسْلِمُونَ، مُسْلِمَاتٌ، اس کو جمع تصحیح کہتے ہیں۔

عبارت: وآں بر دو قسم است جمع مذکر و جمع مؤنث، جمع مذکر آنست کہ واوے ماقبل مضموم یا یائے ماقبل مکسور و نون مفتوح در آخرش پیوند، چوں مُسْلِمُونَ، و مُسْلِمِین، وجمع مؤنث آنست کہ الفے با تائے بآخرش پیوندد، چوں مُسْلِمَاتٌ۔

ترجمہ: اور یہ دو قسم پر ہے جمع مذکر اور جمع مؤنث، جمع مذکر وہ جمع ہے کہ واو ماقبل مضموم یا یاء ماقبل مکسور اور نون مفتوح اس کے آخر میں لگا ہوا ہو جیسے مُسْلِمُونَ، اور مُسْلِمِین، اور جمع مؤنث وہ جمع ہے جس کے آخر میں الف اور تاء لگا ہوا ہو جیسے مُسْلِمَاتٌ۔

تشریح: مصنفؒ یہاں سے جمع کی دو قسمیں بیان کرتے ہیں، ایک جمع مذکر اور دوسری جمع مؤنث یعنی اگر جمع تصحیح کا واحد مذکر ہے تو جمع تصحیح مذکر کہلائے گی اور اگر جمع تصحیح کا واحد مؤنث ہے تو جمع تصحیح مؤنث کہلائے گی آگے مصنفؒ ہر ایک کی تعریف بیان کرتے ہیں۔

(جمع مذکر کی تعریف) جمع مذکر وہ جمع کہلاتی ہے کہ جس کے آخر میں واؤ ایسی ہو کہ اس سے پہلے حرف پر پیش ہو، اگر اس کے آخر میں واؤ نہیں ہیں تو ایسی یاء ہو کہ اس سے پہلے حرف پر کسرہ ہو اور ان دونوں صورتوں میں یعنی واؤ اور یاء کے بعد نون مفتوح لگا ہوا ہو، اس جمع مذکر کی مثال کہ جس کے آخر میں واؤ ماقبل مضموم اور نون مفتوح ہو جیسے مُسْلِمُونَ، مُسْلِمُونَ جمع مذکر سالم ہے اس کا واحد مُسْلِمٌ ہے (مسلمان مرد) کو کہتے ہیں، دیکھو مُسْلِمٌ کا وزن مُسْلِمُونَ کے اندر صحیح سالم ہیں اور واؤ اور نون مُسْلِمٌ کی (میم) کے بعد

لگائے گئے ہیں اور مُسْلِمٌ کی حروف کی ترتیب میں کوئی فرق نہیں آیا، دوسری مثال اس جمع کی کہ جس کے آخر میں یا ماقبل مکسور اور نون مفتوح ہو جیسے مُسْلِمِین ہے اس میں یاء ماقبل مکسور اور نون مفتوح بڑھایا گیا ہے، معنی دونوں کے ایک ہی ہے مُسْلِمُونَ حالت رفعی میں آتی ہے اور مُسْلِمِین حالت نصبی و جری میں آتی ہے۔

سوال: جمع مذکر سالم میں نون مفتوح کیوں لگایا گیا ہے؟

جواب: جمع مذکر سالم میں نون اس وجہ سے لگایا گیا ہے کہ تثنیہ کے نون اور جمع کے نون میں فرق ہو جائے، تثنیہ کا نون مکسور ہوتا ہے اور جمع کا نون مفتوح ہوتا ہے۔

سوال: جمع مذکر سالم میں یاء کے ماقبل کسرہ کیوں دیا گیا ہے؟

جواب: جمع مذکر سالم میں یاء کے ماقبل کسرہ اس وجہ سے دیا گیا ہے کہ تثنیہ اور جمع میں فرق باقی رہے ورنہ پھر دونوں میں پہچان باقی نہیں رہتی کیونکہ نون دونوں کا اعرابی ہیں۔ لم اور لَنْ کے داخل ہونیکی وجہ سے گر جائیگا، فرق صرف یاء ماقبل مکسور اور مفتوح سے رہے گا، اب آگے مصنفؒ جمع مؤنث سالم کی تعریف بیان کرتے ہیں کہ دوسری قسم جمع مؤنث سالم ہے۔

(جمع مؤنث کی تعریف) جمع مؤنث سالم وہ جمع ہے کہ جس کے آخر میں (الف اور تاء) بڑھائی گئی ہو جیسے مُسْلِمَاتٌ، مُسْلِمَاتٌ جمع ہے مُسْلِمَةٌ مؤنث کی، اس کے آخر میں (الف اور تاء) کا اضافہ کر کے جمع کر لیا گیا، واحد کا وزن یہاں بھی صحیح سالم ہے۔

عبارت: و بدانکہ جمع باعتبار معنی بر دو نوع است: جمع قلت و جمع کثرت، جمع قلت آنست کہ ہر کم از دہ اطلاق کنند، و آن را چہار بناءست: اَفْعُلُ مثل اَکْلُبٌ، و اَفْعَالٌ چوں اَقْوَالٌ و اَفْعِلَةٌ چوں اَعْوِنَةٌ و فِعْلَةٌ چوں غِلْمَةٌ و دو جمع تصحیح بے الف و لام یعنی مُسْلِمُونَ و مُسْلِمَاتٌ، و جمع کثرت آنست کہ بر دہ و بیشتر از دہ اطلاق کنند و ابنیہ آن ہر چہ غیر ازین شش بناست۔

ترجمہ: جان لو کہ جمع معنی کے اعتبار سے دو قسم پر ہے، جمع قلت اور جمع کثرت، جمع قلت وہ ہے جو دلالت کرے دس سے کم پر، اور اس کے چار اوزان ہیں، اَفْعُلٌ جیسے اَکْلُبٌ، و اَفْعَالٌ جیسے اَقْوَالٌ اور اَفْعِلَۃٌ جیسے اَعْوِنَۃٌ، اور فِعْلَۃٌ جیسے غِلْمَۃٌ اور دو (وزن) جمع تصحیح الف لام کے بغیر، یعنی مُسْلِمُونَ اور مُسْلِمَاتٌ، اور جمع کثرت وہ ہے جو دس اور دس سے زیادہ پر دلالت کرے اور اس کے اوزان وہ ہیں جو ان چھ اوزان کے علاوہ ہیں۔

تشریح: مصنفؒ نے گذشتہ سطور میں جمع کی تقسیم لفظ کے اعتبار سے بیان کی تھی، اب اس عبارت سے مصنفؒ جمع کی تقسیم معنیٰ کے اعتبار سے بیان فرماتے ہیں، چنانچہ مصنفؒ فرماتے ہیں کہ جمع کی معنی کے اعتبار سے دو قسمیں ہیں: ایک جمع قلت اور دوسری جمع کثرت، جمع قلت اس جمع کا نام ہے کہ جس کے معنی تین سے نو تک ہوں، آپ کو اوپر معلوم ہو چکا کہ جس لفظ سے ایک معنی سمجھے جائیں وہ واحد ہے اور جس لفظ سے دو معنی سمجھے جائیں وہ تثنیہ ہے اور جس لفظ سے تین معنی یا تین سے زائد سمجھے جائیں وہ جمع ہے تو جمع قلت سے کم از کم تین اور زیادہ سے زیادہ نو معنی سمجھے جاتے ہیں، لہذا جمع قلت بھی جمع ہیں، جمع قلت کے پہچاننے کا آسان نسخہ یہ ہے کہ اس کے کل چار وزن ہیں پہلا افعل جیسے اَکْلُبٌ، اَکْلُبٌ یہ کَلْبٌ کی جمع ہے، تین کتوں سے نو کتوں تک اَکْلُبٌ بولیں گے، دس کتوں پر یا دس سے زائد پر اَکْلُبٌ کا بولنا درست نہ ہوگا، دوسرا وزن جمع قلت کا اَفْعَالٌ ہے جیسے اَقْوَالٌ، اَقْوَالٌ یہ قَوْلٌ کی جمع ہے، تین قولوں سے نو قولوں تک اَقْوَالٌ بولا جاتا ہے، نو سے زائد پر نہ بولیں گے، تیسرا وزن جمع قلت کا اَفْعِلَۃٌ ہے جیسے اَعْوِنَۃٌ، اَعْوِنَۃٌ یہ جمع ہے عَوْنٌ کی، عَوْنٌ کا معنی ہے ادھیڑ عمر، تین ادھیڑ عمر لوگوں سے نو ادھیڑ عمر لوگوں تک اَعْوِنَۃٌ بولیں گے، اور چوتھا وزن جمع قلت کا فِعْلَۃٌ ہے جیسے غِلْمَۃٌ یہ غُلَامٌ کی جمع ہے، تین غلاموں سے نو غلاموں تک غِلْمَۃٌ بولا جاتا ہے۔

ان چار وزنوں کے علاوہ دو وزن جمع قلت کے اور ہیں، ایک جمع مذکر سالم اسوقت جبکہ اس پر الف لام نہ

ہو، جیسے مُسْلِمُونَ ، مُسْلِمُون تین مسلمانوں سے نومسلمانوں تک بولیں گے، دوسرا جمع مؤنث سالم اسوقت جبکہ اس پر الف لام نہ ہو جیسے مُسْلِمَاتٌ ، مُسْلِمَاتٌ تین مسلمان عورتوں سے نومسلمان عورتوں تک بولیں گے، تواس حساب سے جمع قلت کے چھ وزن ہوئیں، دو مقید مع الف لام کے اور چار مطلق بغیر کسی قید کے۔

دوسری قسم جمع کی جمع کثرت ہے، جمع کثرت اس جمع کو کہتے ہیں کہ جس کا اطلاق دس یا دس سے زائد پر ہو جیسے اَوْلِیَاءُ، اَنْبِیَاءُ، عُلَمَاءُ، صُلَحَاءُ، مَدَارِسُ، مَصَادِرُ وغیرہ وغیرہ۔

سوال: جمع قلت کس کو کہتے ہیں؟

جواب: جمع قلت وہ جمع ہے جو دس یا دس سے کم پر بولی جائے۔

سوال: جمع کثرت کس کو کہتے ہیں؟

جواب: جمع کثرت وہ جمع ہے جو دس سے زیادہ پر بولی جائے۔

سوال: جمع کثرت کے کتنے اوزان ہیں؟

جواب: جمع قلت کے چھ اوزان کے علاوہ سب جمع کثرت کے اوران ہیں۔

سوال: کیا جمع قلت اور جمع کثرت کے اوزان ایک دوسرے کی جگہ پر استعمال ہوتے ہیں؟

جواب: جی ہاں! مجازاً ایک دوسرے کی جگہ پر استعمال ہوتے ہیں، جیسے: ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ میں "قُرُوءٍ" جمع کثرت کا وزن جمع قلت کے لئے استعمال ہوا ہے، اور اِنَّمَا المؤمِنُونَ اِخْوَةٌ میں اِخْوَةٌ جمع قلت کا وزن جمع کثرت کے لئے استعمال ہوا ہے۔

فصل

عبارت: فصل: بدانکہ اعراب اسم سہ است، رفع ونصب وجر، اسم متمکن باعتبار وجوہ اعراب بر شانزدہ قسم است، اول: مفرد منصرف صحیح چوں: زَیْدٌ، دوم: مفرد منصرف جاری مجرائے صحیح چوں: دَلْوٌ، سوم جمع مکسر

منصرف چوں: رِجَالٌ، رفع شان بضمہ باشد ونصب بفتح وجر بکسرہ چوں: جَاءَنِی زَیدٌ و دَلْوٌ ورِجَالٌ، ورَاَیتُ زَیدًا وَ دَلْوًا وَ رِجَالًا، وَمَرَرْتُ بِزَیدٍ و دَلْوٍ وَ رِجَالٍ، چہارم جمع مؤنث سالم، رفعش بضمہ باشد ونصب وجر بکسرہ چوں: هُنَّ مُسْلِمَاتٌ و رَأَیتُ مُسْلِمَاتٍ و مَرَرْتُ بِمُسْلِمَاتٍ۔

ترجمہ: جان لو کہ اسم معرب کا اعراب تین قسم پر ہیں، رفع نصب اور جر، اسم متمکن اعراب کے اعتبار سے سولہ قسم پر ہیں۔ پہلی قسم مفرد منصرف صحیح جیسے زَیدٌ، دوسری قسم مفرد منصرف جاری مجرائے صحیح جیسے دَلْوٌ، تیسری قسم جمع مکسر منصرف جیسے رِجَالٌ، ان سب کا رفع ضمہ کے ساتھ ہوتا ہے اور نصب فتحہ، اور جر کسرہ کے ساتھ، جیسے جَاءَنِی زَیدٌ و دَلْوٌ ورِجَالٌ، ورَاَیتُ زَیدًا وَ دَلْوًا وَ رِجَالًا، وَمَرَرْتُ بِزَیدٍ و دَلْوٍ وَ رِجَالٍ۔، چوتھی قسم جمع مؤنث سالم اس کا رفع ضمہ کے ساتھ ہوتا ہے اور نصب و جر کسرہ کے ساتھ -جیسے هُنَّ مُسْلِمَاتٌ و رَأَیتُ مُسْلِمَاتٍ و مَرَرْتُ بِمُسْلِمَاتٍ۔

تشریح: مصنفؒ نے اوپر فصلوں میں اسم کا ذکر کئی مرتبہ کیا، کہیں تو اس کی علامتیں بتائیں، کہیں ان کا معرب اور مبنی ہونا بتایا، کہیں ان کا واحد اور تثنیہ اور جمع ہونا بتایا، کہیں مذکر اور مؤنث ہونا بتایا، اسم جمع کی دو قسمیں بتائیں، جمع مکسر اور جمع سالم، اور یہ بھی آپ کو معلوم ہو گیا کہ اسم مبنی پر اعراب نہیں آتا وہ ہر حال میں یکسا رہتا ہے، اور یہ بھی آپ کو معلوم ہو گیا کہ اسم معرب پر جب عمل دینے والے عامل آئیں گے تو اسم معرب ان کے عمل کو قبول کرے گا، یعنی اپنے آخری حرف پر عامل کے اعراب کو جگہ دے گا، غرض یہ کہ اسم کی ذات کو تو تم اچھی طرح سمجھ گئے، اب مصنفؒ اس عبارت سے اس کے اعراب کو بیان کرتے ہیں کہ اسم کے اعراب تین قسم پر ہیں (۱) رفع (۲) نصب (۳) جر، پھر اعراب کی تین قسمیں ہیں: (۱) اعراب بالحرف (۲) اعراب بالحرکت (۳) اعراب تقدیری -

سوال: اعراب بالحرف کس کو کہتے ہیں؟

جواب: اعراب بالحرف واؤ، الف، یا کو کہتے ہیں۔

سوال: اعراب بالحرکت کس کو کہتے ہیں؟

جواب: اعراب بالحرکت رفع، نصب، جر کو کہتے ہیں۔

سوال: اعراب تقریری کس کو کہتے ہیں؟

جواب: اعراب تقدیری اس اعراب کو کہتے ہیں جو لفظوں میں ظاہر نہ ہو جیسے جَاءَ مُوسٰی۔

سوال: رفع کس حالت کو کہتے ہیں؟

جواب: رفع اس حالت کو کہتے ہیں جو رفع دینے والے عامل کی وجہ سے ہو اس حالت کو حالت رفعی کہتے ہیں۔

سوال: نصب کس حالت کو کہتے ہیں؟

جواب: نصب اس حالت کو کہتے ہیں جو نصب دینے والے عامل کی وجہ سے پیدا ہو اس حالت کو حالت نصبی کہتے ہیں۔

سوال: جر کس حالت کو کہتے ہیں؟

جواب: جر اس حالت کو کہتے ہیں جو جر دینے والے عامل کی وجہ سے پیدا ہو، اس حالت کو حالت جری کہتے ہیں۔

فائدہ: مبنی کی حرکات کو ضمہ، فتحہ، کسرہ کہتے ہیں۔ معرب کی حرکات کو رفع، نصب، جر کہتے ہیں۔

فائدہ: رفع چار چیزوں کے ساتھ آتا ہیں: ضمہ، واو، الف، اور آخر میں اثبات نون۔

نصب: پانچ چیزوں کے ساتھ آتا ہیں: فتحہ، کسرہ، الف، یاء اور اسقاط نون اعرابی۔

جر: تین چیزوں کے ساتھ آتا ہیں، کسرہ، فتحہ اور یاء۔

جزم: تین چیزوں کے ساتھ آتا ہیں: سکون، حذف لام اور اسقاط نون۔

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ اسم متمکن (یعنی اسم معرب) کی باعتبار وجوہ اعراب (یعنی اسم معرب پر کس حالت

میں کونسا اعراب آیگا) سولہ (١٦) قسمیں ہیں، جن میں سے پہلے تین قسموں کا اعراب یکساں ہیں ان اقسام کی تفصیل یہ ہیں

(۱) (مفرد منصرف صحیح کی تعریف) مفرد اسے کہتے ہیں جو تثنیہ وجمع نہ ہو، منصرف اسے کہتے ہیں جو غیر منصرف نہ ہو، صحیح کی تعریف نحویوں کے ہاں یہ ہے کہ وہ اسم یا فعل جس کے لام کلمہ کے مقابلے میں حرف علت (یعنی واؤ، الف، یاء) نہ ہو جیسے زَیدٌ۔

سوال: زَیدٌ صرفیوں کے یہاں صحیح نہیں کیونکہ اس کے عین کلمہ کی جگہ حروف علت یاء ہے تو نحوی اس کو صحیح کیوں کہتے ہیں؟

جواب: صرفی بحث کرتے ہیں تعلیل سے، نحوی بحث کرتے ہیں اعراب سے اور اعراب آتا ہے اخیر حرف پر، زَیدٌ میں اخیر حرف (دال) ہے جو کہ رفع، نصب، جر تینوں کو قبول کرتا ہے لہذا نحوی حضرات کا زَیدٌ کو صحیح کہنا درست ہوگا۔

(۲) (مفرد منصرف جاری مجری صحیح کی تعریف) مفرد اسے کہتے ہے جو تثنیہ وجمع نہ ہو، منصرف اسے کہتے ہے جو غیر منصرف نہ ہو، جاری مجری صحیح اسے کہتے ہیں جس کے لام کلمہ کے مقابلے میں حرف علت ہو جیسے دَلْوٌ۔

فائدہ: "جاری" اسم فاعل کا صیغہ ہے بمعنی دوڑنے والا "مجری" اسم ظرف کا صیغہ ہے بمعنی دوڑنے کی جگہ، جاری مجرائے صحیح کے معنی: صحیح کے دوڑنے کی جگہ میں دوڑنے والا، یعنی صحیح کا قائم مقام، جاری مجرائے صحیح کو قائم مقام صحیح بھی کہتے ہے، اس لئے کہ یہ تعلیل کو قبول نہیں کرتا، جس طرح صحیح تعلیل کو قبول نہیں کرتا اور جو اعراب صحیح پر آتا ہے وہ اعراب اس پر بھی آتا ہے۔

سوال: دَلْوٌ میں اخیر حرف حرف علت واؤ ہے، اس کو نحوی حضرات قائم مقام صحیح کیوں کہتے ہیں؟

جواب: قائم مقام صحیح اس وجہ سے کہتے ہیں کہ ایسا اسم متمکن تینوں حالتوں میں تینوں حرکتوں کو قبول کر لیتا

ہے جیسے کہ صحیح کرتا ہے۔

(۳) (جمع مکسر منصرف کی تعریف) جمع اسے کہتے ہے جو واحد اور تثنیہ نہ ہو، مکسر اسے کہتے ہیں جس میں واحد والی بناء سلامت نہ ہو، منصرف اسے کہتے ہیں جو غیر مصرف نہ ہو جیسے رِجَالٌ۔

(اعراب): ان تینوں قسموں کا اعراب یکساں ہیں یعنی رفع ضمہ کے ساتھ، نصب فتحہ کے ساتھ، اور جر کسرہ کے ساتھ جیسے جَاءَنِی زَیدٌ و دَلْوٌ ورِجَالٌ، ورَاَیتُ زَیدًا و دَلْوًا ورِجَالًا، وَمَرَرْتُ بِزَیدٍ و دَلْوٍ وَرِجَالٍ۔

(۴) (جمع مؤنث سالم کی تعریف) جمع مؤنث سالم وہ ایسا اسم ہے جو جمع ہو، واحد، تثنیہ نہ ہو، مؤنث ہو مذکر نہ ہو، سالم ہو یعنی واحد کا وزن جمع میں سلامت ہو، اور یہ اسم جمع مؤنث کے واحد کے آخر میں الف اور لمبی تاء) لگانے سے بنتا ہے جیسے هُنَّ مُسْلِمَاتٌ و رَأَیتُ مُسْلِمَاتٍ و مَرَرْتُ بِمُسْلِمَاتٍ، اس کا اعراب حالت رفعی میں ضمہ کے ساتھ اور حالت نصبی و جری میں کسرہ کے ساتھ ہوتا ہے۔

سوال: مصنفؒ نے جمع مؤنث سالم میں حالت رفعی کی مثال " هُنَّ مُسْلِمَاتٌ " دی ہے حالانکہ رفع فاعلیت کی علامت ہے اور مثال مذکور میں " مُسْلِمَاتٌ " فاعل نہیں ہے بلکہ خبر ہے اور خبر ملحق فاعل ہونے کی وجہ سے حکماً مرفوع ہوتی ہے پس فاعل کی مثال ہونی چاہئے تھی یعنی جَاءَتْ مُسْلِمَاتٌ کہنا چاہئے تھا اس لئے کہ مرفوع حقیقی افضل ہے مرفوع حکمی سے؟

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ مصنفؒ اس مثال سے یہ بتانا چاہتے ہے کہ ہم نے مانا کہ بیشک خبر مرفوع حقیقی نہیں بلکہ اس کے ساتھ ملحق ہونے کی وجہ سے حکماً مرفوع ہے مگر جب وہ مرفوع حقیقی یعنی فاعل کے ساتھ ملحق کردی گئی، تو اب اس کے مانند ہوگئی، اب دونوں میں کوئی فرق نہیں رہا لہذا فاعل ہو، یا ملحق فاعل دونوں مرفوع ہونے میں برابر ہے۔

سوال: مصنفؒ نے جمع مؤنث سالم میں حالت جری کی مثال " مَرَرْتُ بِمُسْلِمَاتٍ " حالانکہ جر حقیقتا

مضاف الیہ کا اعراب ہے نہ کہ مجرور بحرف جر کا بلکہ وہ تو مضاف الیہ کے ساتھ ملحق ہونیکی وجہ سے حکماً مجرور ہوتا ہے، لہذا مصنفؒ کو چاہیے تھا کہ مجرور حقیقی کی مثال پیش کرتے جیسے "اَلحِجَابُ شِعَارُ مُسْلِمَاتٍ" (پردہ مسلمان عورتوں کا شعار ہے) نہ کہ وہ مجرور حکمی کی مثال پیش کرتے اس لئے کہ وہ ادنی ہے؟

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ مصنفؒ بتانا چاہتے ہے کہ مضاف الیہ اور ملحق مضاف الیہ دونوں مجرور ہونے میں مرتبہ کے اعتبار سے برابر ہے ان میں کوئی فرق نہیں، پھر دوسرا جواب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ مثال مجرود حقیقی کی ہی ہے اور مضاف الیہ یہاں مقدر ہے اصل عبارت یوں ہے "مَرَرْتُ بِمَكَانِ مُسْلِمَاتٍ"۔ واللہ اعلم۔

سوال: جمع مؤنث سالم میں حالت نصبی کو حالت جری کے کیوں تابع کر دیا ہے۔؟

جواب: اس وجہ سے کر دیا کہ جمع مذکر سالم اصل ہے اور جمع مؤنث سالم فرع ہے، جمع مذکر سالم میں حالت نصبی حالت جری کے تابع کی ہے اسی وجہ سے فرع کے اندر بھی حالت نصبی کو حالت جری کے تابع کرنا پڑا تا کہ اصل اور فرع دونوں برابر ہوجائیں۔

عبارت: پنجم: غیر منصرف، وآں اسمے ست کہ دو سبب از اسباب منع صرف درو باشد، واسباب منع صرف نہ است عدل ووصف وتانیث ومعرفہ وعجمہ وجمع وترکیب ووزن فعل والف نون زائدتان، چوں: عُمَرُ: واَحمرُ، وطَلْحَةُ وزَيْنَبُ، وإِبْرَاهِيمُ، ومَسَاجِدُ، ومَعْدِيكَرَبَ، واَحمدُ، وعِمْرَانُ، ورفعش بضمہ باشد ونصب وجر بفتحہ چوں: جَاءَ عُمَرُ وَرَأَيْتُ عُمَرَ مَرَرْتُ بِعُمَرَ.

ترجمہ: پانچویں قسم غیر منصرف ہے اور یہ وہ اسم ہے جس میں اسباب منع صرف میں سے دو سبب ہو، منع صرف کے اسباب نو (۹) ہیں: عدل اور وصف اور تانیث اور معرفہ اور عجمہ اور جمع اور ترکیب اور وزن فعل اور الف ونون زائدتان جیسے عُمَرُ واَحمرُ، وطَلْحَةُ وزَيْنَبُ، وإِبْرَاهِيمُ، ومَسَاجِدُ، ومَعْدِ يكَرَبَ، واَحمدُ، وعِمْرَانُ،۔اس کا رفع ضمہ کے ساتھ ہوتا ہے. اور نصب و جر فتح کے ساتھ ہوتا ہے

جیسے جَاءَ عُمَرُ وَرَأَیْتُ عُمَرَ مَرَرْتُ بِعُمَرَ۔

تشریح: پہلے یہ سمجھو کہ اسم معرب کی دو قسمیں ہیں: ایک اسم معرب منصرف اور دوسرا اسم معرب غیر منصرف ۔

(اسم معرب منصرف کی تعریف) اسم معرب منصرف اس کو کہتے ہیں کہ جن میں دو سبب اسباب منع صرف میں سے نہ پائے جائیں اور اس کے اخیر حرف پر کسرہ اور تنوین دونوں آویں جیسے زَیْدٌ اور رَجُلٌ اور جیسے بِزَیْدٍ اور بِرَجُلٍ، دیکھو زید اور رجل دونوں اسم منصرف میں کسرہ بھی ان پر آتا ہے اور تنوین بھی آتی ہے اور ان دونوں میں اسباب منع صرف میں سے دو سبب نہیں پائے گئے، زَیْدٌ میں صرف ایک سبب ہے یعنی معرفہ مگر ایک سبب سے غیر منصرف نہیں ہوتا اور رَجُلٌ میں ایک بھی نہیں کیونکہ رَجُلٌ نکرہ ہے، یہ تو مختصر سا حال اسم معرب منصرف کا ہوا، اب غیر منصرف کے متعلق کچھ تھوڑا سا مضمون بصیرت پیدا کرنے کے واسطے تحریر کرتا ہوں، کیونکہ غیر منصرف کی پوری حقیقت اور تفصیل بڑی کتابوں میں معلوم ہوگی، ان شاء اللہ۔

(اسم معرب غیر منصرف کی تعریف) اسم معرب غیر منصرف وہ اسم ہے کہ جس میں دو سبب اسباب منع صرف میں سے پائے جائیں یا ایک سبب ایسا پایا جائے کہ وہ اکیلا قائم مقام دو سببوں کے ہو، منع صرف کے اسباب نو (۹) ہیں جیسا کہ اوپر متن میں مذکور ہوا، جس اسم معرب میں ان نو (۹) میں سے دو یا ایک قائم مقام دو کے پایا جائے گا تو اس اسم معرب کو منصرف ہونے سے روک دیگا یعنی اس پر نہ کسرہ آئے گا اور نہ تنوین آئے گی۔

سوال: آخر کیا وجہ ہے کہ جس وقت دو سبب اسباب منع صرف سے یا ایک قائم مقام دو کے اسم معرب میں پایا جاتا ہے تو بجائے منصرف ہونے کے غیر منصرف کیوں ہوجاتا ہے، کسرہ اور تنوین اس سے کیوں روک دیئے جاتے ہیں، اس کے اندر کیا راز ہے؟

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ جس وقت کسی اسم معرب میں دو سبب یا ایک قائم مقام دو کہ پایا گیا تو وہ اس وقت مشابہ فعل کے ہو گیا۔

سوال: دو سببوں کی وجہ سے مشابہ فعل کیسے ہو گیا؟

جواب: مشابہ فعل کے ایسے ہو گیا کہ فعل اپنے وجود میں دو چیزوں کا محتاج ہے، ایک فاعل کا یعنی جب تک فاعل نہ ہو تو فعل موجود نہیں ہو سکتا، دوسرے فعل مشتق ہونے میں محتاج ہے مصدر کا، جب تک مصدر نہ ہو تو فعل کس چیز سے مشتق ہو گا، لہٰذا فعل محتاج ہوا دو چیزوں کا، ایک فاعل اور ایک مصدر کا، یہ دونوں اصل ہوئے اور فعل ان کی فرع ہو گیا، یہ سمجھ لینے کے بعد دیکھو اسم معرب غیر منصرف کو کہ یہ بھی محتاج ہے دو سببوں کا، دیکھو فعل بھی محتاج اور غیر منصرف بھی محتاج، احتیاج میں دونوں شریک ہوئے تو اسم غیر منصرف اس احتیاج کی وجہ سے مشابہ ہو گیا فعل کے، آپ کو علامات اسم اور علامات فعل کے بیان میں یہ معلوم ہو گیا کہ فعل پر نہ کسرہ آئے گا اور نہ تنوین آئے گی اس وجہ سے اسم غیر منصرف مشابہ فعل کے ہے، لہٰذا اس سے بھی کسرہ اور تنوین روک دی گئی، یہ تو آپ علماء سے رات دن وعظ و نصیحت میں سنتے ہو کہ جو شخص جس قوم کے ساتھ اپنی زندگی میں مشابہت کو پسند کرے گا اس کا حشر بھی بعد موت اس کے ساتھ ہو گا یعنی بد کی مشابہت بد کے ہمراہ کرے گی اور نیک کی مشابہت نیک کے ساتھ لیجائے گی، یہی حالت فعل اور اسم غیر منصرف کی ہے کہ کسرہ اور تنوین اسم معرب کا خاصہ تھا وہ فعل کی مشابہت کی وجہ سے اسم معرب غیر منصرف سے روک دیا گیا، یہ مشابہت انسانوں کی تو اثر انداز تھی الفاظوں میں بھی ہو گئی۔

یہاں سے اسم معرب غیر منصرف کے نو سببوں کی تفصیل شروع کرتا ہوں۔

(پہلا سبب) عدل از باب ضَرَبَ معنی پھیرنا، اور اصطلاح میں عدل یہ ہے کہ کلمہ بغیر کسی قاعدہ صرفی کے اپنے اصل صیغہ سے نکل کر دوسری صورت اختیار کر لے پس اس کلمہ کو معدول اور جس سے نکل کر آئے اس کو معدول عنہ کہتے ہیں۔

پھر عدل کی دو قسمیں ہیں: (۱) عدل تحقیقی (۲) عدل تقدیری۔

(عدل تحقیقی کی تعریف) عدل تحقیقی وہ عدل ہے جس میں اسم کے معدول ہونے پر اس کے غیر منصرف پڑھنے کے لئے اس کے معدول عنہ کے خارج میں پائے جانے پر کوئی دلیل موجود ہو (یعنی اس کا معدول عنہ خارج میں پایا جاتا ہو) تو یہ عدل تحقیقی ہے جیسے "ثُلَاثُ" بمعنی تین، تین. :مَثْلَثُ" بمعنی تین، تین، اس میں عدل تحقیقی اس طرح ہے کہ "ثُلَاثُ" کے معنی تین، تین ہیں، اور معنی کا تکرار لفظ کے تکرار پر دلالت کرتا ہے، معلوم ہوا کہ "ثُلَاثُ دراصل ثَلَاثَةٌ ,ثَلَاثَةٌ تھا اس سے ثُلَاثُ بن گیا۔ اسی طرح مَثْلَثُ دراصل ثَلَاثَةٌ ,ثَلَاثَةٌ تھا، اس سے مَثْلَثُ بن گیا، ثُلَاثُ اور مَثْلَثُ میں دوسرا سبب وصف ہے.

(عدل تقدیری کی تعریف) عدل تقدیری وہ عدل ہے جس میں اسم کے معدول ہونے پر اس کے غیر منصرف ہونے کے علاوہ کوئی اور دلیل موجود نہ ہو (یعنی اس کا معدول عنہ خارج میں موجود نہ ہو) تو یہ عدل تقدیری ہے، جیسے عُمَرُ دراصل عَامِرٌ تھا اور زُفَرُ دراصل زَافِرٌ تھا، چونکہ عرب حضرات عُمَرُ اور زُفَرُ کو غیر منصرف استعمال کرتے ہیں، اور غیر منصرف کے لئے دو سبب ضروری ہیں، اور ان کلموں میں نو (۹) اسباب میں سے صرف ایک سبب معرفہ پایا جا رہا ہے، اس لئے دوسرا سبب مان لیا گیا کہ عُمَرُ دراصل عَامِرٌ تھا اور زُفَرُ دراصل زَافِرٌ تھا۔

(دوسرا سبب) وصف ہے از باب ضرَبَ معنی صفت بیان کرنا، اور اصطلاح میں وہ اسم ہے جو ایسی ذات پر دلالت کرے جس میں صفت کا لحاظ کیا گیا ہو، پھر وصف کی دو قسمیں ہیں (۱) وصف اصلی (۲) وصف عارضی۔

(وصف اصلی کی تعریف): وصف اصلی وہ کلمہ ہے جس میں کلمے کے وضع کئے جانے کے وقت ہی وصفی معنی موجود ہوں، بعد میں باقی رہے یا نہ رہے جیسے "أَسْوَدُ" بمعنی کالا، یہ ہر سیاہ چیز کے لئے وضع کیا گیا تھا،

بعد میں یہ کالے سانپ کا اسم ہو گیا۔

(وصف عارضی کی تعریف) وصف عارضی وہ کلمہ ہے جس میں کلمے کے وضع کئے جانے کے وقت تو وصفی معنی موجود نہ ہوں، لیکن استعمال کے وقت اس کے اندر معنی وصفی پیدا ہو جائیں۔ جیسے مَرَرْتُ بِنِسْوَةٍ أَرْبَعٍ (میں چار عورتوں کے پاس سے گذرا) اس مثال میں "أَرْبَعٌ" کو تین اور پانچ کے درمیان والے عدد یعنی چار کے لئے وضع کیا گیا تھا، لیکن استعمال کے وقت اس کو "نِسْوَةٌ" کی صفت بنالیا گیا۔

وصف کی ان دونوں قسموں میں سے وصف اصلی غیر منصرف کا سبب ہوتا ہے نہ کہ وصف عارضی۔

(تیسرا سبب) تانیث از باب تفعیل معنی نرم ہونا اور مؤنث کو مؤنث اس لئے کہتے ہیں کہ وہ مرد کے مقابلے میں نرم اور کمزور ہے، تانیث مصدر ہے لیکن اسم مفعول مؤنث کے معنی میں ہیں اور مؤنث اصطلاح میں وہ اسم ہے جو ذات مؤنث پر دلالت کرے، اور مؤنث کی دو قسمیں ہیں:۔ (۱) مؤنث لفظی (۲) مؤنث معنوی۔

(مؤنث لفظی کی تعریف) مؤنث لفظی وہ اسم ہے جس میں علامت تانیث لفظوں میں ظاہر ہو اور ایسی علامتیں جو لفظوں میں ظاہر ہوتی ہیں، تین ہیں۔

(۱): تائے مدورہ یعنی گول تاء جیسے طَلْحَةُ و فَاطِمَةُ اور مؤنث بتائے مدورہ کے لئے عَلَم ہونا ضروری ہے مثالیں: جَاءَ طَلْحَةُ، رَأَيْتُ طَلْحَةَ، مَرَرْتُ بِطَلْحَةَ اس میں تانیث لفظی اور علم دو سبب پائے جا رہے ہیں۔

(۲): الف مقصورہ جیسے حُبْلٰی مثالیں: جَاءَتْ حُبْلٰی، رَأَيْتُ حُبْلٰی، مَرَرْتُ بِحُبْلٰی، اس میں تانیث بالف مقصورہ ایک سبب دو سبب کے قائم مقام ہے۔

الف مقصورہ: وہ الف ہے جو تین حرف اصلی کے بعد ہو اور وہ الحاق کے لئے نہ ہو اور نہ محض زائد ہو۔

(۳): الف ممدودہ جیسے حمراء مثالیں: جَاءَتْ حمراءُ، رَأَيْتُ حمراءَ، مَرَرْتُ بِحَمْرَاءَ، اس میں

تانیث بالف ممدودہ ایک سبب دوسبب کے قائم مقام ہے اور یہ ایک سبب دوسبب کے قائم مقام اس طرح ہے کہ الف مقصورہ اور الف ممدودہ اپنے اسم سے الگ نہیں ہوتے ہمیشہ اس کے ساتھ لگے رہتے ہیں پس تانیث بالف مقصورہ اور تانیث بالف ممدودہ خواہ ایک سبب ہے اور ان کا ہمیشہ اپنے اسم کے ساتھ لگا رہنا کبھی جدا نہ ہونا دوسرے سبب کے درجہ میں ہے، اور تانیث بالف مقصورہ اور تانیث بالف ممدودہ کے لئے کوئی شرط نہیں۔

(مؤنث معنوی کی تعریف) مؤنث معنوی وہ اسم ہے جس میں علامت تانیث لفظوں میں ظاہر نہ ہو مگر وہ اسم مؤنث کی ذات پر دلالت کرتا ہو اور تانیث معنوی کے لئے بھی علمیت شرط ہے، لیکن اس کو غیر منصرف پڑھنا صرف جائز ہے ضروری نہیں، البتہ اگر علمیت کے ساتھ ساتھ تین چیزوں میں سے ایک چیز پائی گئی تو پھر اس کا غیر منصرف پڑھنا واجب ہو جاتا ہے، اور وہ تین چیزیں یہ ہیں۔

(۱) مؤنث معنوی میں تین سے زائد حرف ہوں جیسے: مَرْيَمُ، زَيْنَبُ، سُعَادُ۔

(۲): یا اگر اسم مؤنث تین حرفی ہو تو اس کا درمیانی حرف متحرک ہو جیسے: سَقَرُ (جہنم کے ایک طبقہ کا نام)

(۳) یا درمیانی حرف ساکن ہو تو وہ عجمی ہو جیسے حِمْصُ اور بَلْخُ (دو شہروں کے نام)۔

فائدہ: اگر کوئی کلمہ مؤنث معنوی ہو اور وہ کلمہ تین حرف سے زائد نہ ہو اور نہ اس کا درمیانی حرف متحرک ہو اور نہ وہ عجمی ہو تو اس کلمہ کو منصرف اور غیر منصرف دونوں طرح پڑھنا جائز ہے جیسے "هِنْدٌ": چنانچہ اس کو غیر منصرف پڑھنا تو اس لئے جائز ہے کہ منع صرف کے دوسبب عَلَم اور تانیث معنوی اس میں پائے جارہے ہیں، اور منصرف پڑھنا اس لئے جائز ہے کہ وہ ثلاثی (یعنی تین حرفی) ساکن الاوسط غیر عجمی ہونے کی وجہ سے خفیف ہے اور خفت منصرف ہونے کا تقاضا کرتی ہے، لیکن جمہور نحویین اور امام سیبویہؒ کا قول ہے کہ غیر منصرف پڑھنا زیادہ اچھا ہے، مثالیں: جَاءَتْ مَرْيَمُ، رَأَيْتُ مَرْيَمَ، مَرَرْتُ بِمَرْيَمَ اس میں تانیث معنوی اور عَلَم اسباب منع صرف میں سے دوسبب پائے جاتے ہیں۔

(چوتھا سبب) معرفہ ازباب ضَرَبَ معنی پہچاننا اور یہاں اسباب منع صرف میں معرفہ سے مراد اس کی سات قسموں میں صرف عَلَمْ ہے اس لئے کہ معرفہ کی دوسری قسمیں مثلاً مضمرات، اسمائے اشارات، اسمائے موصولات، اور منادٰی مفرد، مبنیات کی قسموں میں سے ہیں اور منع صرف معربات کی قسموں میں سے ہے اور مبنی مبنی ہی رہتا ہے معرب نہیں ہوتا اس لئے یہ منع صرف کے اسباب میں سے نہیں ہو سکتے ہیں، نیز معرف باللام اور مضاف بھی منع صرف کے اسباب نہیں ہو سکتے، اس لئے کہ الف لام اور اضافت تو غیر منصرف کو بھی منصرف بنا دیتے ہیں چہ جائیکہ خود غیر منصرف کا سبب ہو پس ایک ہی قسم بچی یعنی اعلام اور یہاں وہی مراد ہے، مثالیں: جَاءَتْ زَيْنَبُ، رَأَيْتُ زَيْنَبَ، مَرَرْتُ بِزَيْنَبَ، اس میں عَلَمْ اور تانیث معنوی دو سبب ہیں۔

(پانچواں سبب) عجمہ ازباب کرم معنی زبان میں لکنت ہونا اور اصطلاح میں وہ اسم ہے جو عربی زبان کے علاوہ دوسری زبان میں وضع کیا گیا ہو مگر عربی زبان میں استعمال ہونے لگا ہو جیسے اِبْرَاهِيمُ مثالیں: جَاءَ اِبْرَاهِيمُ، رَأَيْتُ اِبْرَاهِيمَ، مَرَرْتُ بابراهيمَ، اس میں عجمہ اور علم دو سبب پائے جا رہے ہیں۔ عجمہ کے غیر منصرف کا سبب بننے کے لئے دو شرطیں ہیں:

(۱): عجمہ عَلَمْ ہو اور تین حرفی سے زائد ہو جیسے اِسْمَاعِيلُ -

(۲) یا اگر عجمہ کلمہ تین حرفی ہو تو درمیانی کلمہ متحرک ہو جیسے شَتَرُ (قلعہ کا نام)۔

فائدہ: اگر پیغمبروں کے ناموں کے منصرف اور غیر منصرف ہونے کو جاننا ہو تو مندرجۂ ذیل شعر ملاحظہ ہو۔

شعر:
گر ہمی خواہی کہ دانی نام ہر پیغمبرے۔۔۔ تا کدام است اے برادر نزد نحوی منصرف
صالح و ہود و محمد با شعیب و نوح لوط۔۔۔ منصرف داں و دیگر باقی ہمہ لا ینصرف۔

ترجمہ: اے براد: اگر تو ہر پیغمبر کا نام جاننا چاہتا ہے تا کہ (معلوم) ہو کہ نحوی کے نزدیک کونسے منصرف ہیں: پس صالح، ہود اور محمد، شعیب، نوح، اور لوط کو منصرف جان اور باقی تمام کو غیر منصرف۔

لیکن عُزَیْرٌ اور شِیثٌ بھی منصرف ہیں عُزَیْرٌ بروزن شُعیبٌ اور شِیثٌ بروزن نوحٌ ہونے کی وجہ سے۔

"علیٰ نبینا وعلیھم الصلاۃ والسلام دَائِمًا اَبَدًا"

(چھٹا سبب) جمع اور یہاں جمع سے مراد اسم کا جمع منتہی الجموع کے وزن پر ہونا ہے، اور منتہی الجموع کے لغوی معنیٰ" ساری جمعوں کی جائے انتہا" اور اصطلاح میں جمع منتہی الجموع وہ اسم ہے جو جمع کے ایسے وزن پر واقع ہوجائے کہ پھر دوبارہ اس اسم کی جمع تکسیر نہ آسکے البتہ جمع سالم آسکتی ہو اور جمع منتہی الجموع کے لئے عربی زبان میں دو وزن متعین ہیں (۱) مَفَاعِلُ جیسے مَسْجِدٌ سے مَسَاجِدُ (۲) مَفَاعِیْلُ جیسے مِصْبَاحٌ سے مَصَابِیحُ پس مَسْجِدٌ کی ایک مرتبہ جمع تکسیر آگئی تو یہاں اس کی جمع کی انتہا، اب دوبارہ اس کی جمع تکسیر نہیں آسکتی اس لئے یہ غیر منصرف ہے البتہ جمع سالم آسکتی ہے جیسے مَسَاجِدُونَ اس کے بر خلاف کَلْبٌ ہے کہ اس کی جمع اَکْلُبٌ آتی ہے اور پھر دوبارہ اس کی جمع تکسیر اَکَالِبُ آتی ہے اور جس کی دوبارہ جمع تکسیر آئے وہ غیر منصرف نہیں ہوسکتا، پس اَکْلُبٌ غیر منصرف نہ ہوگا البتہ اَکَالِبُ غیر منصرف ہے، اس لئے کہ اب اس کی دوبارہ جمع تکسیر نہیں آسکتی اس وزن پر آکر اس کی جمع کی انتہا ہوگئی، مثالیں: هٰذِهٖ مَسَاجِدُ وَمَصَابِیحُ، رَأَیْتُ مَصَابِیحَ، مَرَرْتُ بِمَسَاجِدَ وَبِمَصَابِیحَ، ان دونوں جمعوں میں جمع منتہی الجموع ایک سبب دو سببوں کے قائم مقام ہے اس طرح کہ جمع ہونا ایک سبب ہے اور منتہی الجموع کے وزن پر ہونا دوسرے سبب کے درجہ میں ہے۔

جمع منتہی الجموع کے لئے دو سببوں کے قائم مقام بننے کی شرط یہ ہے کہ اس کے آخر میں وہ تائے تانیت نہ ہو جو حالت وقف میں ہاء سے بدل جاتی ہے ورنہ جمع منتہی الجموع منصرف ہوجائے گا جیسے مَلَائِکَةٌ اس لئے کہ یہ تاء لفظ کو مفرد کے وزن سے قریب کردیتی ہے جس کی وجہ سے جمعیت کمزور ہوجاتی ہے چنانچہ اس کے اندر اتنی طاقت نہیں رہتی کہ وہ دو سببوں کے قائم مقامی کرسکے۔

(پہچان): جمع منتہی الجموع کی پہچان یہ ہے کہ اس میں پہلا اور دوسرا حرف مفتوح اور تیسری جگہ الف ہوتا ہے، الف کے بعد اگر ایک حرف ہو تو مشدد ہوتا ہے جیسے دَوَابٌّ، اگر الف کے بعد دو حرف ہوں تو پہلا مکسور ہوتا ہے، جیسے مَسَاجِدُ، اگر الف کے بعد تین حرف ہوں تو پہلا مکسور دوسرا ساکن ہوتا ہے جیسے مَصَابِیحُ۔

(ساتواں سبب) ترکیب از باب تفعیل معنی ملانا، یہ مصدر ہے اور مصدر کبھی اسم فاعل اور کبھی اسم مفعول کے معنی میں ہوتا ہے یہاں مصدر اسم مفعول مرکب کے معنی میں ہے اور مرکب کی اولاً دو قسمیں ہیں: مرکب مفید، مرکب غیر مفید یہاں مرکب سے مرکب غیر مفید مراد ہے، پھر مرکب غیر مفید کی تین قسمیں ہیں ،مرکب اضافی ، مرکب بنائی ، مرکب منع صرف ، یاد رہے کہ یہاں صرف مرکب غیر مفید کی تیسری قسم مرکب منع صرف مراد ہے اور مرکب منع صرف کی اصطلاحی تعریف یہ ہے کہ دو کلموں کو ملا کر ایک کر دیا گیا ہو اور دوسرا کلمہ کسی حرف کو شامل و متضمن نہ ہو اب چاہے دونوں کلمے اسم ہوں جیسے مَعْدِیکَرَب کہ مَعْدِی ایک شخص کا نام تھا اور کَرَبْ دوسرے شخص کا، دونوں کو ملا کر ایک شخص کا نام رکھ دیا، اور اسی طرح بَعْلَبَکّ ، یا دونوں کلموں میں سے ایک اسم ہو دوسرا فعل ہو جیسے حَضْرَ مُوْتُ ، بُخْتَ نَصرَ البتہ دونوں میں سے کوئی بھی کلمہ حرف نہ ہو اور مرکب منع صرف کے لئے علَم ہونا ضروری ہے۔

مثالیں: جَاءَ مَعْدِیکَرِبُ ، رَأَیْتُ مَعْدِیکَرَبَ ، مَرَرْتُ بِمَعْدِیکَرَبَ اس میں اسباب منع صرف کے دو سبب ترکیب اور علَم پائے جا رہے ہیں۔

(آٹھواں سبب) وزن فعل ،لغوی معنی فعل کا وزن ہونا اور اصطلاح میں اسم کا فعل کے مخصوص وزن پر واقع ہونا، اس کی دو صورتیں ہیں۔

(اول) یہ کہ اسم فعل کے ایسے وزن پر آئے جو فعل ہی کے ساتھ خاص ہو، اسماء میں وہ وزن نہ پایا جاتا ہو اور اس صورت میں وزن فعل کے لئے علَم ہونا شرط ہے جیسے: شَمَّرَ بروزن فَعَّلَ ، :فعل ماضی معروف

(گھوڑے کا نام) دُئِلَ بروزن فُعِلَ، فعل ماضی مجہول (قبیلہ کا نام) پس ان میں غیر منصرف کا پہلا سبب وزن فعل ہے اور دوسرا عَلَم ہے۔

(دوسرا) یہ کہ اسم فعل کے ایسے وزن پر آئے کہ جو فعل ہی کے ساتھ خاص نہ ہو بلکہ اسماء میں بھی وہ وزن پایا جاتا ہو اس صورت میں اسم کے لئے عَلَم ہونا شرط نہیں، بلکہ ہو بھی سکتا ہے اور نہیں بھی، البتہ اسم میں دو چیزیں پائی جانی ضروری ہیں: اول علامت مضارع "اتین" کے حروف میں سے کوئی حرف اس اسم کے شروع میں ہو اور دوسرے یہ کہ اس کے آخر میں تائے تانیث نہ ہو جیسے اَحمدُ (مرد کا نام) بروزن اَفْعَلُ از مضارع واحد متکلم، یَشْکُرُ بروزن یَنْصرُ (قبیلہ کا نام) تَغْلِبُ بروزن تَضْرِبُ (قبیلہ کا نام) اَحمرُ بروزن اَفْعَلُ (سرخ)، پہلے تین میں وزن فعل اور عَلَم دو سبب ہیں اور اَحمرُ میں وزن فعل اور وصف دو سبب ہیں، مثالیں: جَاءَنِي اَحمدُ، رَأَيْتُ اَحمدَ، مَرَرْتُ بِاَحمدَ، اسی طرح دوسری مثالیں۔

(نواں سبب) الف نون زائدتان، لغوی معنی وہ الف نون جو زائد ہو اور اصطلاح میں کسی اسم کے آخر میں الف نون کا زائد ہونا، اگر الف نون اس ذات کے آخر میں ہوں تو اس کے لئے عَلَم ہونا شرط ہے جیسے: عِمرَانُ، عُثمانُ، سَلمانُ، اَصبَہانُ، ذَکْوَانُ، ان تمام میں الف نون زائدتان اور عَلَم دو سبب ہیں، اور اگر الف نون زائدتان اسم صفت کے آخر میں ہوں تو اس کے لئے شرط" یہ ہے کہ اس کا مؤنث فَعْلانَةٌ کے وزن پر نہ ہو جیسے: سَکرَانُ کہ اس کا مؤنث سَکرٰی بروزن فَعْلٰی آتا ہے لہذا یہ غیر منصرف ہے البتہ عَطْشَانٌ (پاسا) نَدْمَانٌ (پشیمان) منصرف ہیں اس لئے کہ ان کا مؤنث فَعْلانَةٌ کے وزن پر عَطْشَانَةٌ اور نَدْمَانَةٌ آتا ہے۔

(اسم صفت): وہ اسم ہے جو کسی ذات پر دلالت کرے اور اس میں اس کی کسی صفت کا لحاظ کیا گیا ہو جیسے بَارِدٌ، ذَکِیٌّ، سَرِیعٌ۔

فائدہ: اگر کوئی اسم غیر منصرف ہو لیکن اس پر الف لام داخل ہو جائے یا وہ اسم مضاف ہو جائے تو اس کا

اعراب پانچویں قسم (یعنی غیر منصرف) کے بجائے پہلی قسم (مفرد منصرف صحیح) یا تیسری قسم (جمع مکسر منصرف صحیح) کا اعراب ہوگا۔

فائدہ: اگر کوئی اسم الف مقصورہ کی وجہ سے غیر منصرف ہو جیسے حُبلٰی تو اس کا اعراب حالت رفعی میں ضمہ تقدیری کے ساتھ اور حالت نصبی وجری میں فتحہ تقدیری کے ساتھ ہوگا جیسے جَاءَتْ حُبلٰی، رَأَیْتُ حُبلٰی مَرَرْتُ بِحُبلٰی۔

عبارت: ششم: اسمائے ستہ مکبرہ در وقتیکہ مضاف باشد بغیر یائے متکلم چوں: اَبٌ و اَخٌ و حَمٌ و هَنٌ و فَمٌ و ذُو مَالٍ **رفع شاں بواو باشد ونصب بالف وجر بیا چوں:** جَاءَ اَبُوكَ، وَرَأَیْتُ اَبَاكَ وَمَرَرْتُ بِاَبِیكَ۔

ترجمہ: چھٹی قسم اسمائے ستہ مکبرہ جبکہ یہ مضاف ہوں غیر یائے متکلم کی طرف جیسے اَبٌ و اَخٌ و حَمٌ و هَنٌ و فَمٌ و ذُو مَالٍ اور رفع واو کے ساتھ ہوتا ہے، اور نصب الف کے ساتھ، اور جر یاء کے ساتھ جیسے جَاءَ اَبُوكَ، وَرَأَیْتُ اَبَاكَ وَمَرَرْتُ بِاَبِیكَ۔

تشریح: تمہید: اسم معرب کا اعراب دو قسم کا ہوتا ہے ایک اعراب بالحرکت دوسرا اعراب بالحروف، اعراب بالحرکت رفع، نصب، جر کو کہتے ہیں، اعراب بالحروف واو، الف، یاء کو کہتے ہیں، اعراب بالحرکت اصل ہوتا ہے اور اعراب بالحروف فرع ہوتا ہے کیونکہ واو دو ضموں سے پیدا ہوتی ہے اور الف دو فتحوں سے پیدا ہوتا ہے اور یاء دو جر سے پیدا ہوتی ہے، دو ضمے واو کی اصل ہوئی اور دو فتحے الف کی اصل ہوئی اور دو جر یاء کی اصل ہوئی، یہی وجہ ہے کہ واو اپنے ماقبل ضمہ چاہتا ہے اور الف اپنے ماقبل فتحہ چاہتا ہے اور یارا اپنے ماقبل کسرہ چاہتی ہے، اور یہ بھی آپ کو معلوم ہوا کہ مفرد اصل ہے اور تثنیہ، جمع فرع ہیں تو نحویوں نے اس طرح اعراب کی تقسیم کردی کہ اصل اعراب اسم معرب کا کردیا، اور اعراب فرع تثیہ، جمع کا کردیا یعنی اسماء مفردات کو اعراب بالحرکت دیدیا، اور تثنیہ جمع کو اعراب بالحروف دیدیا، مگر اس کے باوجود نحویوں کی نظر

اس طرف بھی گئی کہ اس طرح اعراب کی تقسیم میں مفردات اور تثنیہ جمع میں ایک منافرت اور اجنبیت کلی پیدا ہوگئی، کیونکہ مفردات تو اعراب بالحرکت لیکر علیحدہ ہوگئے اور تثنیہ جمع اعراب بالحروف لیکر علیحدہ ہو گئے تو پھر نحویوں نے یہ کیا کہ بعض مفردات کو بھی اعراب بالحروف تجویز کیا پھر نحویوں نے یہ خیال کیا کہ کتنے مفردات ایسے ہوں کہ جن کو اعراب بالحروف دیدیا جائے تو یہ طے پایا کہ چھ اسم ہونے چاہئے۔

سوال: چھ اسم مفرد کی تخصیص کیوں کی گئی؟

جواب: چھ اسم مفرد کی تخصیص اس لئے کی گئی کہ تثنیہ، جمع کی چھ حالتیں ہیں، تین تثنیہ کی یعنی حالت رفعی، حالت نصبی، حالت جری، تین جمع کی یعنی حالت رفعی، حالت نصبی، حالت جری تو ہر حالت کے مقابلہ میں ایک ایک اسم مفرد اعراب بالحروف کے لئے تجویز کر دیا گیا۔

سوال: وہ اسماء ستہ کونسے ہیں کہ جنکو اعراب بالحروف دیا جائیگا۔؟

جواب: وہ اسماء ستہ یہ ہیں: (۱) اَبٌ (باپ) (۲) اَخٌ (بھائی) (۳) حَمٌ (دیوار) (۴) هَنٌ (شرمگاہ) (۵) فَمٌ (منہ) (۶) ذُو مَالٍ (مال والا)، ان چھ کو اعراب بالحروف دیا جائیگا۔

سوال: لاکھوں اسماء مفردات میں سے ان چھ کو اعراب بالحروف کے لئے کیوں منتخب کرلیا گیا، ایسی کیا ان میں خصوصیت ہے؟

جواب: ان چھ میں خصوصیت کی وجہ یہ ہے کہ ان کے اخیر میں ایسا حرف ہے کہ وہ اعراب بالحروف بننے کی صلاحیت رکھتا ہے اور یہ بات اہل عرب سے سنی نہیں گئی، لہذا ان ہی چھ میں اہل زبان سے یہ چیز لے لی گئی۔

سوال: اسم معرب میں تو یہ شرط ہے کہ کم ازکم اس میں (یعنی اسم میں) تین حرف ہوں دو حرف والا اسم معرب نہیں ہوتا یہ چھ کے چھ دو حرفی ہیں، یہ کیسے اسم معرب ہوگئے؟

جواب: آپ نے صحیح فرمایا کہ اسماء معربہ سہ حرفی ہوتے ہیں۔، دو حرفی نہیں ہوتے، مگر یہ اسماء ستہ دو حرفی

نہیں ہیں، یہ سب کے سب سہ حرفی ہیں ان کے اخیر سے ایک ایک حرف حذف ہوگیا کیونکہ اصل اَبٌ کی اَبُو ہے اور اصل اَخٌ کی اَخُو ہے اور اصل حَمٌ کی حموٌ ہے اور اصل هَنٌ کی هَنَوٌ ہے اور اصل فَمٌ کی فَوْهٌ ہے اور اصل ذُو کی ذَوَوٌ ہے، ان میں سے پہلے چار ناقص واوی ہیں، لہذا سہولت وآسانی کے لئے آخر سے واؤ کو خلاف قیاس حذف کر دیا اور فَوْهٌ اجوف واوی ہے پس آخر سے ہاء کو خلاف قیاس حذف کر دیا جیسا کہ حروف علت کو خلاف قیاس حذف کیا گیا ہے، اس لئے کہ ہاء خفت میں حروف علت کے ساتھ مشابہ ہے، چنانچہ فَوْرہا اور کلام عرب میں کوئی بھی دوحرفی اسم متمکن ایسا نہیں پایا جاتا کہ جس کا دوسرا حرف واؤ ہو اس لئے واؤ کو میم سے بدل دیا فَمٌ ہوگیا، اور میم سے اس لئے بدلا کہ واؤ اور میم مخرج میں قریب قریب ہے، اس لئے کہ میم ہونٹوں کی خشکی والے حصہ سے ادا ہوتا ہے (خشکی کی قید باء کے مخرج کے مقابلہ میں ہے کہ وہ دونوں ہونٹوں کی تری والے حصہ سے ادا ہوتا ہے مگر خشکی اور تری میں بہت باریک فرق ہے جس کو قاری حضرات خوب جانتے ہیں) اور واؤ کا مخرج دونوں ہونٹوں کا خلا اور دونوں ہونٹوں کے کنارے ہیں (مگر ہونٹوں کے کناروں سے واؤ کو ادنی تعلق ہے) بہر حال معلوم ہوا کہ قریب المخرج ہونے کی وجہ سے میم کو واؤ سے مشابہت ہے اس لئے واؤ کی جگہ پر میم لائے کسی اور حرف کو نہیں لائے، اور ذُوَوٌ لفیف مقرون ہے (جس کے اندر دو حرف علت ملے ہوئے ہوں) پس آخری واؤ کو خلاف قیاس حذف کر دیا اور اس کا اعراب پہلے واؤ کو دیدیا، یاد رہے کہ یہ بغیر اضافت کے استعمال نہیں ہوتا، اور جب ان اسماء ستہ کی اضافت یائے متکلم کے علاوہ کسی دوسری ضمیر یا اسم ظاہر کی طرف کی جائیگی تو حذف شدہ واؤ واپس آجائیگا جیسے: اَبُو زَیدٍ اَخُونَا-

سوال: اسماء ستہ مکبرہ پر اعراب مذکور آنے کے لئے کتنی شرطیں ہیں؟

جواب: اسماء ستہ مکبرہ پر اعراب مذکور آنے کے لئے چار شرطیں ہیں:

(۱) اسماء ستہ موحدہ ہوں یعنی مفرد ہو تثنیہ وجمع نہ ہو، اگر تثنیہ وجمع ہے تو ان کا اعراب وہی ہوگا جو دوسرے

اسموں کے تثنیہ وجمع کا ہوتا ہے جیسے جَاءَنِي اِخْوَانٌ، و رَأَيتُ اَخْوَينِ، و مَرَرتُ بِاَخْوَينِ- جمع کی مثال: جَاءَنِي اِخْوَانٌ، و رَأَيتُ اِخْوَاناً، و مَرَرتُ بِاِخْوَانٍ-

(۲) مکبرہ ہوں مصغرہ نہ ہو یعنی تصغیر نہ لائی گئی ہو، اگر تصغیر لائی گئی ہوں تو ان کا اعراب دوسری قسم (جاری مجرائے صحیح) یا پہلی قسم (مفرد منصرف صحیح) کی طرح ہوگا، یعنی رفع ضمہ کے ساتھ، نصب فتحہ کے ساتھ، اور جر کسرہ کے ساتھ- جیسے: جَاءَنِی اُخَيُّکَ، و رأيت اُخَيَّکَ، و مَرَرتُ بِاُخَيِّکَ-

(۳) اسماء ستہ مکبرہ کسی اسم کی طرف مضاف ہوں، اگر یہ اسماء ستہ مکبرہ بلا اضافت کے استعمال ہوں گے تو بھی ان کا اعراب مفرد منصرف صحیح کا ہوگا جیسے: جَاءَ اَبٌ، رَأَيتُ اِبًا، مَرَرتُ بِاَبٍ-

(۴) اسماء ستہ مکبرہ یائے متکلم کے علاوہ کی طرف مضاف ہوں، اگر اسماء ستہ مکبرہ یائے متکلم کی طرف مضاف ہوں گے تو ان کا اعراب تینوں حالتوں میں تقدیری ہوگا، رفع ضمہ تقدیری کے ساتھ، نصب فتحہ تقدیری کے ساتھ، اور جر کسرہ تقدیری کے ساتھ ہوگا جیسا کہ چودہویں قسم میں آ رہا ہے۔

جیسے: جَاءَ اَبِی، رَأَيتُ اَبِی، مَرَرتُ بِاَبِی-

اسماء ستہ مکبرہ یائے متکلم کے علاوہ ضمیر کی طرف مضاف ہو اسکی مثال: جَاءَنِي اَخُوكَ، رَأَيتُ أَخَاكَ، مَرَرتُ بِأَخِيكَ، اور اگر اسم صریح کی طرف مضاف ہو اسکی مثال: جَاءَ اَخُو زَيدٍ، رَأَيتُ اخَا زَيدٍ، مَرَرتُ بِأَخِي زَيدٍ-

عبارت: ہفتم مثنی - چون: رَجُلَانِ - ہشتم: كِلَا و كِلْتَا مصاف بہ مضمر - نہم: اِثنَانِ و اِثنَتَانِ رفع شاں بالف باشد، ونصب وجر بیائے ماقبل مفتوح، چون: جَاءَ رَجُلَانِ وَ كِلَاهما و اِثنَانِ، و رَأَيتُ رَجُلَين و كِلَيهِما و اِثنَتَين، و مَرَرتُ بِرَجُلَين و كِلَيهِما و اِثنَتَين-

ترجمہ: ساتویں قسم تثنیہ جیسے رَجُلَانِ، آٹھویں قسم كِلَا اور كِلْتَا جو مضاف ہوں ضمیر کی طرف، نویں قسم اِثنَانِ و اِثنَتَانِ، ان (تینوں قسموں) کا رفع الف کے ساتھ ہوتا ہے، اور نصب اور جر یاء ماقبل مفتوح کے

ساتھ ہوتا ہے جیسے: جَاءَ رَجُلَانِ وَ كِلَاهما و اِثْنَانِ، و رَأَيتُ رَجُلَين و كِلَيهِما و اِثْنَتَين، و مَرَرْتُ بِرَجُلَيْنِ و كِلَيهِما و اِثْنَتَين۔

تشریح: اسم متمکن کی ساتویں قسم تثنیہ ہے اور تثنیہ وہ اسم ہے جو دو پر دلالت کرے اس حال میں کہ اس کا واحد بھی آتا ہو جیسے رَجُلَانِ۔

آٹھویں قسم: كِلَا و كِلْتَا، پہلا تثنیہ مذکر کے واسطے ہے، معنی دو مرد، دوسرا تثنیہ مؤنث کے واسطے ہے، معنی دو عورتیں، بشرطیکہ ان دونوں کی اضافت ضمیر کی طرف کی جائے تو جانب معنی کی رعایت کرتے ہوئے ان کا اعراب تثنیہ کی طرح اعراب بالحرف لفظی ہوگا، اور جب دونوں اسم ظاھر کی طرف مضاف ہونگے تو جانب صورت کی رعایت کرتے ہوئے ان کا اعراب مفرد کی طرح اعراب بالحرکت تقدیری ہوگا، حالت رفعی میں ضمہ تقدیری، حالت نصبی میں فتحہ تقدیری، اور حالت جری میں کسرہ تقدیری کے ساتھ ہوگا جیسے: جَاءَ كِلَا الرَّجُلَيْنِ، رَأَيتُ كِلَا الرَّجُلَيْنِ، مَرَرْتُ بِكِلَا الرَّجُلَيْنِ۔

نویں قسم: اِثْنَانِ و اِثْنَتَانِ، پہلا تثنیہ مذکر کے واسطے ہے، معنی دو مرد، دوسرا تثنیہ مؤنث کے واسطے ہے، معنی دو عورتیں، اور اِثْنَتَانِ لغت حجاز میں ہے، لغت بنی تمیم میں ثِنْتَانِ ہے، ان تینوں قسموں کا اعراب حالت رفعی میں الف کے ساتھ، حالت نصبی اور جری میں یاء ماقبل مفتوح کے ساتھ ہوگا، اور یہ اعراب اس لئے ہے کہ تثنیہ اور جمع مذکر سالم مفرد کی فرع ہے لہذا ان کا اعراب بھی اعراب فرع (اعراب بالحروف) ہونا چاہئے، اور چونکہ اعراب بالحروف تین ہیں الف، واؤ، یاء، اور تثنیہ و جمع کے اعراب چھ ہیں، تینوں حالتیں تثنیہ کی اور تینوں حالتیں جمع کی، اب اگر آپ یہ تین اعراب ان دونوں (یعنی تثنیہ و جمع) میں کسی ایک کو دیں گے تو دوسرا بغیر اعراب کے رہ جائیگا، لہذا ان دونوں پر ان تین اعراب کو تقسیم کرنا پڑے گا، چنانچہ نحویین نے اس طرح تقسیم کی کہ تثنیہ کو حالت رفعی کے لئے (الف) دیدیا، اور جمع کو حالت رفعی کے لئے (واؤ) دیدیا، اب باقی رہا (یاء) تو وہ تثنیہ و جمع کے درمیان ان کی حالت نصبی و جری کے لئے مشترک

رکھ دیا، مگر دونوں میں اس طریقہ سے فرق کر دیا کہ جمع میں یاء کے ماقبل کو کسرہ دیا جائے گا، اور تثنیہ میں یاء کے ماقبل کو فتحہ ہوگا، لہذا اب اشکال نہ ہونا چاہیے کہ تثنیہ وجمع کی حالت نصبی وجری کا اعراب ایک ہی کیوں ہے اس لئے کہ یہ اعراب کی کمی سے ہوا ہے، بہر حال اب تینوں قسموں کی مثالیں علی الترتیب ملاحظہ فرمائیں: پہلی قسم کی مثال: جَاءَ رَجُلَانِ، ورَأَيتُ رَجُلَين، و مَرَرتُ بِرَجُلَيْنِ۔

دوسری قسم کی مثال: جَاءَ كِلَاهُما، رَأَيتُ كِلَيهِما، مَرَرتُ بِكِلَيهِما۔

تیسری قسم کی مثال: جَاءَ اِثْنَانِ، رَأَيتُ اِثْنَين، مَرَرتُ بِاِثْنَين۔

سوال: مثال تو مسئلہ کی وضاحت اور سمجھانے کے لئے ہوتی ہے تو تثنیہ کی مثال کے واسطے تینوں میں صرف رَجُلَانِ کافی تھا، آگے كِلَا اور اِثْنَانِ کیوں بڑھایا گیا؟

جواب: شاید آپ کو یہ مغالطہ ہوا کہ كِلَا اور اِثْنَانِ مثل رجلان کے تثنیہ ہے حالانکہ تثنیہ صرف رَجُلَانِ ہے كِلَا اور اِثْنَانِ نہیں، اس لئے کہ تثنیہ کی تین قسمیں ہیں: (۱) حقیقی (۲) معنوی (۳) صوری، اب ہر ایک کی تعریف ذکر کرتے ہیں تاکہ بات اظہر من الشّمس ہو جائیں۔

(تثنیہ حقیقی کی تعریف) تثنیہ حقیقی وہ ہے جس میں مذکورہ تین شرائط پائی جائیں:

(۱) تثنیہ والا معنیٰ ہو (۲) مفرد سے اس کا مادہ موجود ہو (۳) اس کے آخر میں الف ماقبل مفتوح یا یاء ماقبل مفتوح اور نون مکسورہ آخر میں لگا ہوا ہو، اگر یہ تینوں شرائط پائے جائیں تو اسے تثنیہ حقیقی کہتے ہیں جیسے رَجُلَانِ، رَجُلَينِ

(۲) (تثنیہ معنوی کی تعریف) تثنیہ معنوی اسے کہتے ہیں کہ جس میں صرف پہلی شرط پائی جائیں یعنی اس کا معنیٰ تثنیہ والا ہو جیسے كِلَا كِلْتَا، اس لئے کہ یہ دونوں تثنیہ پر تو دلالت کرتے ہیں مگر ان کا کوئی واحد نہیں ہے، اس لئے یہ تثنیہ نہیں، البتہ تثنیہ کے ساتھ لاحق کر دیئے گئے ہیں، جس کی وجہ سے تثنیہ کے حکم میں ہو کر ان کو بھی اس کا اعراب مل گیا۔

(۳) (تثنیہ صوری کی تعریف) تثنیہ صوری اسے کہتے ہیں جس میں پہلی (تثنیہ والا معنی ہو) اور تیسری (اس کے آخر میں الف ماقبل مفتوح یا یاء ماقبل مفتوح اور نون مکسورہ آخر میں لگا ہوا ہو) شرط پائی جائے جیسے اِثْنَانِ، اِثْنَین، اس لئے کہ یہ تثنیہ پر تو دلالت کرتے ہیں مگر ان کا واحد نہیں اس لئے کہ اِثْنٌ اور اِثْنَۃٌ کلام عرب میں کہیں نہیں سنے گئے، لیکن ان کو بھی تثنیہ کے ساتھ لاحق کر دیا گیا ہے، جس کی وجہ سے تثنیہ کے حکم میں ہو کر ان کو بھی اسی کا اعراب مل گیا، اسی بات کو سمجھانے کے لئے مصنفؒ نے تثنیہ کی تینوں قسموں کی مثالیں بیان فرمائی۔

عبارت: دہم جمع مذکر سالم چون: مُسْلِمُونَ، یازدہم: أُولُو، دوازدہم: عِشْرُونَ تا تِسْعُونَ، رفع شاں بواؤ ماقبل مضموم باشد، ونصب وجر بیائے ماقبل مکسور، چوں: جَاءَ مُسْلِمُونَ وَ أُولُو مَالٍ وَ عِشْرُونَ رَجُلًا، و رَأَیتُ مُسْلِمِینَ وَ أُولِی مَالٍ وَ عِشْرِینَ رَجُلاً، وَمَرَرتُ بِمُسْلِمِینَ وَ أُوْلِی مَالٍ وَ عِشْرِینَ رَجُلًا۔

ترجمہ: دسویں قسم جمع مذکر سالم ہے جیسے مُسْلِمُونَ، گیارہویں قسم أُولُو، بارہویں قسم عِشْرُونَ سے تِسْعُونَ تک ان تینوں قسموں کا اعراب رفع واؤ ماقبل ضمہ کے ساتھ اور نصب وجر یاء ماقبل کسرہ کے ساتھ ہوتا۔ ہے جیسے: جَاءَ مُسْلِمُونَ وَ أُولُو مَالٍ وَ عِشْرُونَ رَجُلًا۔ و رَأَیتُ مُسْلِمِینَ وَ أُولِی مَالٍ وَ عِشْرِینَ رَجُلاً، وَمَرَرتُ بِمُسْلِمِینَ وَ أُوْلِی مَالٍ وَ عِشْرِینَ رَجُلًا۔

تشریح: اسم متمکن کی دسویں قسم جمع مذکر سالم ہے اور وہ ایسی جمع ہے جس میں واحد کا وزن سلامت ہو۔

گیارہویں قسم أُولُو ہے یہ ذُو کی جمع من غیر لفظہ ہے، معنی صاحبان، والا، وغیرہ، جاننا چاہئے کہ جمع کی چھ قسمیں ہیں:

(اسم جمع) اسم جمع وہ اسم ہے جس سے جمع کے معنی ظاہر ہوں اور اس کا کوئی مفرد نہ ہو جیسے قَومٌ اور رَھطٌ (بمعنی جماعت)۔

(۲) (شبہ جمع) شبہ جمع وہ اسم ہے جو جمع کے معنی پر دلالت کرے اور واحد اور جمع میں (تا) کی وجہ سے یا (یائے نسبتی) کی وجہ سے امتیاز ہو جیسے ثَمَرٌ کہ اس کا واحد ثَمَرَةٌ ہے، اور رُوم کہ اس کا واحد رُومِیٌّ ہے، عَرَبٌ کہ اس کا واحد عَرَبِیٌّ ہے۔

نوٹ: واحد اور جمع میں (تا) کی وجہ سے امتیاز غیر ذوالعقول میں ہوگا، اور (یائے نسبتی) کی وجہ سے امتیاز ذوالعقول میں ہوگا۔

(۴) (جمع من غیر لفظہ) جمع من غیر لفظہ وہ جمع ہے جس میں واحد اور جمع کے الفاظ الگ الگ ہوں جیسے اِمْرَاَةٌ کی جمع نِسَاءٌ، اور ذُو کی جمع أُولُو۔

(۴) (جمع اعتباری) جمع اعتباری وہ جمع ہے کہ جس میں واحد اور جمع کی شکل میں کوئی فرق نہ ہو محض اعتباری فرق ہو جیسے فُلْکٌ (کشتی) فُلْکٌ واحد ہی ہے اور جمع بھی، واحد بروزن قُفْلٌ ہے اور جمع بروزن أُسُدٌ ہے۔

(۵) (جمع الجمع) جمع الجمع (جمع کی بھی جمع) جیسے اَکَالِیبُ جمع ہے اَکْلُبٌ کی اور اَکْلُبٌ جمع ہے کَلْبٌ کی۔

(۶) (جمع منتہی الجموع) جمع منتہی الجموع وہ جمع ہے کہ جس کے بعد دوبارہ جمع تکسیر نہ آئے جیسے مَسَاجِدُ، مَصَابِیحُ۔

اسم مذکور کی گیارہویں قسم: أُولُو ہے، بمعنی والے: یہ ذُو کی جمع ذَوُو کے معنی میں ہے، اس کا نہ مفرد ہے نہ تثنیہ ہے، یہ ہمیشہ ذُو کی طرح اسم جنس کی طرف مضاف ہوتا ہے جیسے: أُولُو مَالٍ (مال والے) أُولُو فَضْلٍ (فضل والے)۔

اسم متمکن کی بارہویں قسم: عِشْرُونَ (بیس کی دہائی) سے لے کر تِسْعُونَ (نوے کی دہائی) تک، پس مذکورہ تینوں قسموں کی حالت رفعی (واؤ) کے ساتھ، اور حالت نصبی و جری (یاء ماقبل مکسور کے ساتھ ہوگی)۔

تینوں قسموں کی مثالیں علی الترتیب حسب ذیل ہیں: جیسے:

(۱) جَاءَ مُسْلِمُونَ، رَأَیْتُ مُسْلِمِیْنَ، مَرَرْتُ بِمُسْلِمِیْنَ۔

(۲) جَاءَ أُولُو مَالٍ، رَأَیْتُ أُولِی مَالٍ، مَرَرْتُ بِأُولِی مَالٍ۔

(۳) جَاءَ عِشْرُونَ رَجُلًا، رَأَیْتُ عِشْرِیْنَ رَجُلًا، مَرَرْتُ بِعِشْرِیْنَ رَجُلًا۔

پس اسی طریقہ پر ثَلَاثُونَ (تیس) اَرْبَعُونَ (چالیس) خَمْسُونَ (پچاس) سِتُّونَ (ساٹھ) سَبْعُونَ (ستر) ثَمَانُونَ (اسی) تِسْعُونَ (نوے) کی مثالیں تینوں حالتوں میں نکالی جائیں۔

سوال: مثال سے مقصود مسئلہ کی توضیح اور تفہیم ہوتی ہے اور یہ چیز صرف جَاءَ مُسْلِمُونَ سے واضح ہو جاتی ہے، أُولُو اور عِشْرُونَ کو مثال میں لانا یعنی اس کو الگ سے بیان کرنا بے سود ہے؟

جواب: شاید آپ کو یہ مغالطہ ہوا کہ أُولُو اور عِشْرُونَ سے تِسْعُونَ مثل مُسْلِمُونَ کے جمع ہے حالانکہ جمع صرف مُسْلِمُونَ ہے اولو اور عِشْرُونَ سے تِسْعُونَ نہیں، اس لئے کہ جمع کی بھی تین قسمیں ہیں: (۱) جمع حقیقی (۲) جمع معنوی (۳) جمع صوری، اب ہر ایک کی تعریف ذکر کرتے ہیں تا کہ بات اظہر من الشّمس ہو جائیں۔

(جمع حقیقی کی تعریف) جمع حقیقی وہ ہے جس میں مذکورہ تین شرائط پائی جائیں: (۱) جمع والا معنی ہو (۲) مفرد سے اس کا مادہ موجود ہو (۳) اس کے آخر میں واؤ ماقبل مضموم یا یاء ماقبل مکسور اور نون مفتوحہ آخر میں ہو جیسے: مُسْلِمُونَ، مُسْلِمِیْنَ۔

(۲) (جمع معنوی کی تعریف) جمع معنوی اسے کہتے ہیں جس میں شرط نمبر ایک (یعنی جمع والا معنی ہو) پائی جائے جیسے أُولُو۔

(۳) (جمع صوری کی تعریف) جمع صوری اسے کہتے ہے جس میں پہلی (یعنی جمع والا معنی ہو) اور تیسری (یعنی اس کے آخر میں واؤ ماقبل مضموم یا یاء ماقبل مکسور اور نون مفتوحہ ہو) شرط پائی جائیں جیسے عِشْرُونَ

سے تِسْعُونَ، اب بات واضح ہوگئی کہ اُولُو اور عِشْرُونَ سے تِسْعُونَ صورۃً جمع معلوم ہوتے ہیں حقیقت میں جمع نہیں البتہ اُولُو جمع ہے، مفرداس کا ذُو ہے مگر لفظ ذُو اور اُولُو کے حروف علیحدہ علیحدہ ہیں اس وجہ سے اُولُو جمع مذکر سالم نہ ہوا کیونکہ جمع مذکر سالم کا مفرد جمع ہی کے لفظ سے ہوتا ہے جیسے مُسْلِمٌ مفرد ہے مُسْلِمونَ کا، اب معاملہ رہ گیا، عِشْرُونَ اور ثَلاثُونَ اور اَرْبَعُونَ اور خَمْسُونَ اور سِتُّونَ اور سَبْعُونَ اور ثَمانُونَ اور تِسْعُونَ کا تو یہ دہائیاں صورۃً جمع ہے، حقیقۃً جمع نہیں کیونکہ حقیقۃً جمع وہ ہوتی ہے کہ جس کے کم ازکم تین فرد ہوں اور زیادہ کی کوئی حد نہ ہو اور ان دہائیوں میں حد مقرر ہے کہ اس سے زائد اور کم پر نہیں بولی جاسکتیں مثلاً عِشْرُونَ ۱۹/، اور ۲۱/ کے درمیان والے عدد پر ہی بولی جائے گی ۱۹/ اور ۱۹/ سے کم، ۲۱/ اور ۲۱/ سے زائد پر عِشْرُونَ کو نہیں بول سکتے، ایسے ہی ثلاثون ۲۹/ اور ۳۱/ کے درمیان والے عدد پر بولے نگے، ۲۹/ اور ۲۹/ سے کم ۳۱/ اور ۳۱/ سے زائد پر ثلاثون کا اطلاق نہ ہوگا، ان دونوں پر اَرْبَعونَ اور بقیہ دہائیوں کو قیاس کرلو بخلاف جمع حقیقی کے کہ اس کا کوئی عدد مقرر نہیں، کم سے کم تین پر بولیں گے اور اوپر کی جانب حد بندی نہیں مثلاً مُسْلِمونَ ہے، اس کو تین پر بھی بولیں گے اور لاکھ پر بھی بولیں گے، غرض یہ کہ جتنے بھی مسلمان ہوں سب پر بولیں گے، اگر کوئی شخص یہ کہیں کہ عِشْرُونَ جمع سے عَشَرَۃٌ کی تو ہم ان سے دریافت کریں گے کہ عَشَرَۃٌ عِشْرُونَ کا ایک فرد ہوا، اور جمع کے لئے کم سے کم تین عشرے ہونے چاہئے اور عشرہ کے معنی ہے دس، تین عشرے تیس ہوئے تو مطلب یہ ہوگا کہ عِشْرُونَ کا اطلاق ثَلاثُونَ پر کریں اور یہ بات بالکل غلط ہے کہ عِشْرُونَ بول کر تیس مراد لیں، اسی طرح اگر کوئی یہ کہیں کہ اَرْبعُونَ جمع ہے اَرْبَعٌ کی تو تین اَرْبَعٌ بارہ ہونے چاہئیں کہ بولیں اَرْبعُونَ اور مراد لیں بارہ۔ اسی طرح باقی دہائیوں کو ان پر قیاس کرلو، ظاہر ہے کہ اطلاق ان دہائیوں میں کسی جگہ درست نہیں، لہذا عِشْرُونَ کا واحد عَشَرَۃٌ نہیں، اور ثَلاثُونَ کا واحد ثَلاثَۃٌ نہیں اسی طرح بقیہ دہائیوں کا واحد نہیں، تو معلوم ہوا کہ اُولُو اور عِشْرُونَ تا تِسْعُونَ حقیقت میں

جمع نہیں بلکہ صورۃً اور معنیً جمع ہے اسی مناسبت کی وجہ سے ان کو اعراب بھی جمع کا دیا گیا اور نام ان کا ملحقات جمع ہو گیا، یہ قاعدہ آپ کو معلوم ہو گیا کہ مشابہت کی وجہ سے ایک چیز دوسری چیز کا حکم لے لیتی ہے۔

عبارت: سیز دہم، اسم مقصور وآں اسمیست کہ در آخرش الف مقصورہ باشد۔ چوں: مُوسیٰ، **چہاردہم غیر جمع مذکر سالم مضاف بیائے متکلم چوں:** غُلَامِی، **رفعش بتقدیر ضمہ باشد، ونصب بتقدیر فتحہ، وجر بتقدیر کسرہ ودر لفظ ہمیشہ یکساں باشد، چوں:** جَاءَ مُوسیٰ وَغُلَامِی، ورَأَیتُ مُوسیٰ وغُلَامِی، ومَرَرْتُ بِمُوسیٰ وغُلَامِي۔

ترجمہ: تیرہویں قسم اسم مقصور اور یہ وہ اسم ہے جس کے آخر میں الف مقصورہ ہو جیسے مُوسیٰ، چودہویں، قسم غیر جمع مذکر سالم جبکہ یائے متکلم کی طرف مضاف ہو جیسے غُلَامِی، ان (دونوں قسموں) کا رفع ضمہ تقدیری کے ساتھ ہوتا ہے، نصب فتحہ تقدیری، اور جر کسرہ تقدیری کے ساتھ ہوتا ہے اور لفظ میں ہمیشہ ایک جیسے ہوتے ہیں جیسے: جَاءَ مُوسیٰ وَغُلَامِی، ورَأَیتُ مُوسیٰ وغُلَامِی، ومَرَرْتُ بِمُوسیٰ وغُلَامِي۔

تشریح: اسم متمکن کی تیرہویں قسم اسم مقصور ہے، قَصرٌ از باب ضَرَبَ بمعنی کم کرنا، کاٹنا، سے اسم مفعول ہے معنی کاٹا ہوا اور اس کو کاٹا ہوا اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں مد نہیں کرتے بلکہ قصر کرتے ہے، اور اصطلاح میں اسم مقصور وہ اسم ہے جس کے آخر میں الف مقصورہ (کھڑا زبر) ہو جیسے: موسیٰ، عِیسیٰ، سَلمیٰ، بُشْریٰ، کُبریٰ وغیرہ

فائدہ: یہاں الف مقصورہ سے مراد ہر وہ الف ہے جو گھینچ کر نہ پڑھا جائے، چاہیے وہ زائد ہو جیسے: صُغْریٰ، کُبریٰ، یا حرف اصلی سے بدل کر آیا ہو جیسے عصاً، فتًی۔

چودہویں قسم، اسم متمکن کی بلحاظ اعراب کے ہر وہ اسم ہے کہ جو جمع مذکر سالم نہ ہو اور مضاف ہو یائے متکلم

کی طرف جا ہے تو وہ اسم مفرد ہو جیسے غُلامِي، خَادِمَتِي، یا جمع ہو مگر مؤنث سالم ہو جیسے، صَدِيقَاتِي، یا جمع مذکر ہی ہو مگر سالم نہ ہو بلکہ مکسر ہو جیسے: اَصْدِيقَائِي، اَوْلَادِي، البتہ اگر تثنیہ ہو جیسے: غُلَامَايَ: خَادِمَتَايَ، تو اس کا اعراب تثنیہ کا اعراب ہوگا اور اسم متمکن کی ساتویں قسم (تثنیہ) میں داخل ہوگا۔

سوال: جمع مذکر سالم جو یائے متکلم کے علاوہ کی طرف مضاف ہو، مصنفؒ نے اس کو اپنی عبارت سے کیوں خارج کر دیا۔؟

جواب: اس لئے خارج کیا کہ اس کا اعراب الگ ہے جو عنقریب سولہویں قسم میں بیان کیا جائے گا۔

بہر حال ان دونوں قسموں (۱۳، ۱۴) کا اعراب حالت رفعی میں ضمہ تقدیری اور حالت نصبی میں فتحہ تقدیری اور حالت جری میں کسرہ تقدیری کے ساتھ ہوگا جیسے: جَاءَ مُوسٰی، ورَأَيتُ مُوسٰی، ومَرَرْتُ بِمُوسٰی۔

اسی طرح جَاءَ غُلَامِي، ورَأَيتُ غُلَامِي، ومَرَرْتُ بِغُلَامِي۔

مصنفؒ کی عبارت مذکورہ "درلفظ ہمیشہ یکساں باشند" سے یہ بتانا مقصود ہے کہ ان تینوں حالتوں میں حقیقتاً تو اعراب بدل جاتا ہے مگر چونکہ ان دونوں قسموں کا اعراب ہر سہ حالت میں تقدیری ہوتا ہے، یعنی چھپا رہتا ہے اور نظر نہیں آتا اس لئے تینوں حالتوں میں ان کی شکل یکساں اور برابر رہے گی، تبدیلی نظر نہیں آئیگی۔

سوال: اسم مقصورہ کے اخیر پر اعراب کیوں نہیں آتا؟

جواب: اس وجہ سے نہیں آتا کہ اس کے اخیر میں الف ہے اور الف ہمیشہ ساکن بے جھٹکے ہوتا ہے، اگر الف کے اوپر اعراب آگیا تو پھر الف الف نہ رہے گا بلکہ ہمزہ ہو جائیگا۔

سوال: جو اسم یائے متکلم کی طرف مضاف ہو علاوہ جمع مذکر سالم کے اس پر اعراب تقدیری کیوں ہے؟

جواب: اس وجہ سے ہے کہ جب کسی اسم کی اضافت یائے متکلم کی طرف ہوئی تو اضافت کے ہوتے ہی

یائے متکلم کی وجہ سے کسرہ آجائے گا تو مضاف کا اخیر حرف کا اعراب یائے متکلم کی وجہ سے کسرہ سے گر گیا تو اب عامل کا اعراب مضاف پر تو نہیں آسکتا کیونکہ اگر عامل رافع ہے تو رفع دے گا، وہ رفع اگر مضاف پر لایا گیا تو ایک حرف پر دو حرکتیں مخالف ہوئیں یعنی ایک تو عامل رافع کی وجہ سے رفع، دوسرا یائے متکلم کی وجہ سے کسرہ تو اب اس کو پڑھ سکتے ہی نہیں علی ھذا اگر مضاف پر عامل کا فتحہ ہے تب بھی یہی دشواری ہے، اگر عامل جار ہے تو کسرہ دے گا، کسرہ یائے متکلم کی وجہ سے پہلے سے موجود ہے دوسرے کسرہ کی گنجائش نہیں لہذا اہر اعتبار سے لفظی اعراب کا راستہ بند ہو گیا، پس لامحالہ اعراب تقدیری کرنا پڑا، اگر کوئی یہ کہے کہ اعراب اس وقت میں یائے متکلم پر لایا جائے تو کیا خرابی ہے؟

تو ہم یہ جواب دیں گے کہ یائے متکلم کلمہ دوسرا ہے، مضاف کلمہ جداگانہ ہے، عامل مضاف پر عمل کیا کرتا ہے، مضاف الیہ سے عامل کو عمل کا کچھ تعلق نہیں ہوتا تو پھر اعراب یائے متکلم پر کس طرح آسکتا ہے، اس بیان سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اعراب بالحرکت کی دو قسمیں ہیں: ایک اعراب بالحرکت لفظی جیسا کہ اسم متمکن کی اول قسم سے لیکر پانچویں قسم تک آیا اور دوسرا اعراب بالحرکت تقدیری جیسا کہ تیرہویں اور چودہویں قسم کا ابھی بیان ہوا۔

عبارت: پانزدہم اسم منقوص وآں اسمیست کہ آخرش یائے ماقبل مکسور باشد چوں: قاضی رفعش بتقدیر ضمہ باشد ونصب بفتحہ لفظی و جرش بتقدیر کسرہ چوں: جَاءَ القَاضِی ورَأَیتُ القَاضِيَ ومَرَرْتُ بِالقَاضِي۔

ترجمہ: پندرہویں قسم اسم منقوص اور یہ وہ اسم ہے جس کے آخر میں یا ماقبل مکسور ہو جیسے اس کا رفع ضمہ تقریری کے ساتھ ہوتا ہے اور نصب فتحہ لفظی کے ساتھ اور جر کسرہ تقدیری کے ساتھ جیسے: جَاءَ القَاضِی ورَأَیتُ القَاضِيَ ومَرَرْتُ بِالقَاضِي۔

تشریح: اسم متمکن کی پندرہویں قسم اسم منقوص ہے نَقَصَ از باب ضَرَبَ معنی کم کرنا سے اسم مفعول ہے

معنی کم کیا ہوا، اور اصطلاحی تعریف : اسم منقوص وہ اسم ہے جس کے آخر میں یائے ماقبل مکسور ہو جیسے :القَاضِي الدَّاعِي الرَّاعِي: اس کا اعراب حالت رفعی میں ضمہ تقدیری اور حالت نصبی میں فتحہ لفظی، اور حالت جری میں کسرہ تقدیری کے ساتھ ہوتا ہے جَاءَ القَاضِي ورَأَيتُ القَاضِيَ ومَرَرْتُ بِالقَاضِي، اگر اسم منقوص پر الف لام نہ ہوتو اجتماع ساکنین کی وجہ سے (یاء) حذف ہو جاتی ہے اس صورت میں مثالیں اس طرح ہوگی جیسے: جَاءَ قَاضٍ ورَأَيتُ قَاضِياً ومَرَرْتُ بِقَاضٍ اس کی تعلیل کا قاعدہ فن صرف کی کتابوں میں ملاحظہ کرلیں۔

اسم منقوص کی حالت رفعی میں ضمہ تقدیری اس لئے آتا ہے کہ اسم منقوص کا آخری حرف یاء ہے اور یاء ضعیف اور کمزور حرف ہے اس لئے کہ یاء حروف علت میں سے ہیں جو ضعیف ہیں اور ضمہ قوی حرکت ہے اب اگر حالت رفعی میں یاء پر ضمہ دیں تو وہ ضعیف ہونے کی وجہ سے اپنے اوپر قوی حرکت کو برداشت نہیں کر سکے گی اس لئے صمہ تقدیری کر دیا، اور حالت جری میں بھی کسرہ کو اسی وجہ سے تقدیری کیا کہ یاء ضعیف ہے اور کسرہ اس سے قوی ہے اور اب اگر حالت جری میں یاء پر کسرہ دیں تو وہ ضعیف ہونے کی وجہ سے اس کو برداشت نہیں کر سکتی اس لئے کسرہ تقدیری کر دیا، اور پھر چونکہ یاء پر ضمہ وکسرہ پڑھنے میں دشواری اور ثقل بھی محسوس ہوتا ہے اس لئے ان کو تقدیری کر دیا، رہی نصبی حالت تو اس میں فتحہ لفظی اس وجہ سے ہے کہ یاء حرف علت ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے مگر فتحہ تمام حرکات میں اخف ترین حرکت ہے اور یاء میں اتنی قوت ہے کہ وہ اخف حرکت کو قبول کر سکے اس لئے اس کو اس حالت میں فتحہ لفظی دیدیا۔

فائدہ: جب اسم منقوص معرف باللام یا مضاف ہو تو اس کی یاء تینوں حالتوں میں باقی رہے گی جیسے جَاءَ القَاضِي ورَأَيتُ القَاضِيَ ومَرَرْتُ بِالقَاضِي، اور جیسے جَاءَ قَاضِيكُمْ ،رَأَيتُ قَاضِيَكُمْ، مَرَرْتُ بِقَاضِيكُمْ، اور جب اسم منقوص معرف باللام یا مضاف نہ ہو جو اوپر گزرا تو حالت رفعی اور جری میں اس کی یاء حذف ہو جائیگی اور حالت نصبی میں باقی رہے گی۔

سوال: تیرہویں اور چودہویں قسم میں اعراب تقدیری ہے اور یہاں بھی دو حالتوں میں تقدیری ہے تو دونوں جگہ کی تقدیر میں کچھ فرق ہے یا دونوں جگہ تقدیر یکساں ہے؟

جواب: دونوں جگہ تقدیر میں فرق ہے پہلی دونوں قسموں میں لفظوں میں اعراب آ ہی نہیں سکتا، محال ہے اور یہاں لفظوں میں لا سکتے ہیں، تلفظ کر سکتے ہیں، محض ثقیل ہونے کی وجہ سے یہاں اعراب دو حالتوں میں تقدیری ہو گیا۔

عبارت: شانزدہم جمع مذکر سالم مضاف بیائے متکلم چوں، مُسْلِمِیَّ رفعش بتقدیر واؤ باشد ونصب وجرش بیائے ماقبل مکسور چوں: ھٰؤُلاءِ مُسْلِمِی کہ دراصل مُسْلِمُوْنَ بود، نون باضافت ساقط شد واؤ ویاء جمع شدہ بودند وسابق ساکن بود واؤ بیا بدل کردند و یاء را در یاء ادغام کردند مُسْلِمِیَّ شد ضمہ میم را بکسرہ بدل کردند وَرَأَیْتُ مُسْلِمِیَّ وَمَرَرْتُ بِمُسْلِمِیَّ۔

ترجمہ: سولہویں قسم جمع مذکر سالم جبکہ یائے متکلم کی طرف مضاف ہو جیسے مُسْلِمِیَّ اس کا رفع واؤ تقدیری کے ساتھ ہوتا ہے اور اس کا نصب اور جر یاء ماقبل مکسور کے ساتھ ہوتا ہے جیسے: ھٰؤُلاءِ مُسْلِمِیَّ کہ اصل میں مُسْلِمُوْنَ تھا نون اضافت کی وجہ سے گر گیا واؤ اور یاء ایک کلمہ میں جمع ہو گئے، اور پہلا ساکن تھا تو واؤ کو یاء سے بدل دیا پھر یاء کو یاء میں مدغم کر دیا تو مُسْلِمِیَّ ہوا پھر میم کے ضمہ کو کسرہ سے تبدیل کر دیا اور رَأَیْتُ مُسْلِمِیَّ وَمَرَرْتُ بِمُسْلِمِیَّ۔

تشریح: سولہویں قسم اسم متمکن کی باعتبار وجوہ اعراب جمع مذکر سالم ہے اس وقت جبکہ اس کی اضافت یاء متکلم کی طرف ہو جیسے مُسْلِمِیَّ، اور اگر جمع مذکر سالم ضمیر جمع متکلم یا ضمیر غائب یا ضمیر حاضر یا اسم ظاہر کی طرف مضاف ہو جیسے مُسْلِمُوْنَا، مُسْلِمُوْہُ، مُسْلِمُوْکَ، مُسْلِمُو الْھِنْدِ، تو اس کا اعراب جمع مذکر سالم ہی کا ہوگا جو کہ دسویں قسم میں بیان ہوا ہے مذکورہ بالا مثالوں سے جمع مذکر سالم کا نون اضافت کی وجہ سے گر گیا ہے۔

اعراب اس جمع مذکر سالم کا جو یائے متکلم کی طرف مضاف ہو، حالت رفعی میں واؤ تقدیری کے ساتھ اور حالت نصبی وجری میں یاء ماقبل مکسور لفظی کے ساتھ ہوگا جیسے ھٰؤلاءِ مُسْلِمِیَّ یہ اصل مُسْلِمِیَّ کی مُسْلِمُونَ یَ تھا اور یہ قاعدہ ہے کہ جس وقت تثنیہ کو اور جمع کو مضاف کرتے ہیں تو تثنیہ کا نون اور جمع کا نون اضافت کی وجہ سے گر جاتا ہے تو جس وقت مُسْلِمُونَ یَ کو یائے متکلم کی طرف مضاف کیا تو مُسْلِمُویَ ہوگیا تو اس وقت ایک قاعدہ صَرف کا پایا گیا کہ واؤ اور یاء ایک جگہ جمع ہوئیں اور پہلا ان میں سے ساکن ہے لہذا واؤ کو یاء کرلیا اب دو حرف ایک جنس کے جمع ہوئیں تو دوسرا قاعدہ صَرف کا ادغام پایا گیا لہذا پہلی یاء کو جو واؤ سے بدلی گئی تھی دوسری یائے متکلم میں ادغام کردیا تو ہوگیا مُسْلِمِیَّ اور یاء اپنے ماقبل کسرہ چاہتی ہے جیسا کہ معلوم ہوچکا ہے، اس لئے میم کے ضمہ کو کسرہ سے بدل دیا پس مُسْلِمِیَّ ہوگیا، اور حالت نصبی میں مُسْلِمِیَّ اصل میں مُسْلِمِینَ یَ تھا نون اضافت کی وجہ سے گر گیا تو مُسْلِمِی یَ باقی رہا اب دو حرف ایک جنس کے جمع ہوگئے تو یاء کا یاء میں ادغام کردیا لہذا مُسْلِمِیَّ ہوگیا، اسی طرح حالت جری میں بِمُسْلِمِیَّ اصل میں مُسْلِمِینَ یَ تھا، نون اضافت کی وجہ سے گر گیا تو مُسْلِمِی یَ باقی رہا اب دو حرف ایک جنس کے جمع ہوگئے لہذا ایک یاء کا دوسری یاء میں ادغام کردیا تو مُسْلِمِیَّ ہوگیا۔

سوال: کونسی یاء حرف اعراب ہے؟

جواب: وہی یاء حرف اعراب ہے جو کہ واؤ سے بدلی ہوئی ہے کیونکہ دوسری یاء جو کہ مدغم فیہ ہے وہ تو اسم ہے، حرف نہیں۔

سوال: ادغام کے بعد پہلی یاء دوسری یاء میں داخل ہوگئی تو گویا موجود ہی نہیں رہی پھر اعراب لفظی اس جگہ کیسے ہوا یہاں بھی تقدیری ہونا چاہئے؟

جواب: یہ بات درست ہے کہ پہلی یاء دوسری یاء میں داخل ہوگئی مگر یہ غلط ہے کہ موجود ہی نہیں رہی اگر

موجود ہی نہیں رہی تو مشدد کیوں پڑھتے ہو، معلوم ہوا کہ ادغام حرف کو معدوم نہیں کرتا، لہذا اعراب دونوں حالتوں میں لفظی ہی ہوگا۔

فائدہ: اسم متمکن کی سولہ قسمیں ہوئیں آٹھ میں تو اعراب بالحرکت ہے اور آٹھ میں اعراب بالحروف ہے، قسم اول، دوم، سوم، چہارم، پنجم میں اعراب بالحرکت تینوں حالتوں میں ہے، تیرہوی اور جودھوی قسم میں اعراب بالحرکت تینوں حالتوں اعراب تقدیری ہے اور پندرہوی قسم میں دو حالتوں میں تقدیری ہے اور ایک حالت نصبی میں لفظی ہے یہ آٹھوں قسمیں وہ ہیں کہ جن میں اعراب بالحرکت ہے اگرچہ کہیں حرکت لفظی ہے اور کہیں تقدیری، اور ششم، ہفتم، ہشتم، نہم، دہم، یازدھم، دوازدہم، شانزدہم، ان آٹھوں قسموں کا اعراب بالحروف ہے، لفظی ہے، صرف شانزدہم میں حالت رفعی میں اعراب بالحرف تقدیری ہے، آپ کو معلوم ہے کہ معرب کلام عرب میں دو ہیں، ایک اسم متمکن جب ترکیب میں واقع ہو کہ جس کا بیان ان سولہ قسموں میں بالتفصیل گزر گیا ہے، دوسری قسم معرب کی فعل مضارع ہے جبکہ خالی ہو، نون جمع مؤنث غائب وحاضر اور نون تاکید ثقیلہ وخفیفہ سے اسم متمکن معرب کا بیان تو ختم ہوا، اب فعل مضارع معرب کا بیان شروع ہوتا ہے۔

عبارت: بدانکہ اعراب مضارع سہ است، رفع ونصب وجزم، فعل مضارع باعتبار وجوہ اعراب بر چار قسم است، اول صحیح مجرد از ضمیر بارز مرفوع برائے تثنیہ وجمع مذکر، وبرائے واحد مؤنث مخاطبہ، رفعش بضمہ باشد ونصب بفتحہ وجزم بسکون چوں هُوَ يَضْرِبُ ولَنْ يَضْرِبَ ولم يَضْرِبْ۔

ترجمہ: جان لو کہ مضارع کا اعراب تین ہیں، رفع، نصب اور جزم، فعل مضارع اعراب کے اعتبار سے چار قسم پر ہے، پہلی قسم وہ صحیح جو خالی ہو ضمیر بارز مرفوع سے جو کہ تثنیہ اور جمع مذکر اور واحد مؤنث حاضر کے لئے ہوتی ہے اس کا رفع ضمہ کے ساتھ، نصب فتحہ کے ساتھ اور جزم سکون کے ساتھ جیسے هُوَ يَضْرِبُ ولَنْ يَضْرِبَ ولم يَضْرِبْ۔

تشریح: اس عبارت سے فعل مضارع کے اعراب کو بیان کرنا مقصود ہے، فرماتے ہیں کہ فعل مضارع کا اعراب تین قسم پر ہے(۱) رفع (۲) نصب (۳) جزم، ان تینوں کو ضمہ فتح اور سکون بھی کہتے ہیں، فعل میں جر کی جگہ جزم آتی ہے، فعل مضارع وجوہ اعراب کے اعتبار سے چار قسم پر ہے۔

(۱)(صحیح مجرد از ضمیر بارز): صحیح یعنی لام کلمہ کی جگہ حرف علت نہ ہو، ضمیر بارز مرفوع سے خالی ہو یعنی تثنیہ مذکر، جمع مذکر، اور واحد مؤنث حاضر کے لئے ہیں۔

(اعراب) اس کا رفع ضمہ کے ساتھ ہوگا، نصب فتح کے ساتھ، اور جزم سکون لام کے ساتھ ہوگا جیسے هُوَ يَضْرِبُ حالت رفعی میں، لَنْ يَضْرِبَ، حالت نصبی ہیں، ولم يَضْرِبْ۔ حالت جزم میں۔

عبارت: دوم مفرد معتل واوی چوں يَغْزُو ویائی چوں يَرْمِي رفعش بتقدیر ضمه باشد ونسب بفتحه لفظی وجزم بحذف لام چوں هُوَ يَغْزُو و يَرْمِي ولَنْ يَغْزُوَ وَلَنْ يَرْمِيَ و لم يَغْزُ و لم يَرْمِ، سوم مفرد معتل الفی چوں يَرْضٰی رفعش بتقدیر ضمه باشد ونصب بتقدیر فتحه وجزم بحذف لام چوں هُوَ يَرْضٰی و لَنْ يَرْضٰی ولم يَرْضَ۔

ترجمہ: دوسری قسم مفرد معتل واوی جیسے يَغْزُو اور یائی جیسے يَرْمِي اس کا رفع ضمہ تقدیری کے ساتھ ہوتا ہے، نصب فتحہ لفظی کے ساتھ اور جزم لام کلمہ کے حذف کے ساتھ جیسے هُوَ يَغْزُو و يَرْمِي ولَنْ يَغْزُوَ ولَنْ يَرْمِيَ و لم يَغْزُ و لم يَرْمِ، تیسری قسم مفرد معتل الفی جیسے يَرْضٰی اس کا رفع ضمہ تقدیری کے ساتھ ہوتا ہے نصب فتحہ تقدیری کے ساتھ ہوتا ہے اور جزم لام کلمہ کے حذف کے ساتھ جیسے هُوَ يَرْضٰی و لَنْ يَرْضٰی ولم يَرْضَ۔

تشریح: مصنفؒ یہاں سے فعل مضارع کے اعراب کے اعتبار سے دوسری اور تیسری قسم کو بیان فرماتے ہیں، دوسری قسم مفرد معتل واوی و یائی ہے۔

(مفرد معتل واوی و یائی) یعنی تثنیہ و جمع نہ ہو اور معتل واوی و یائی سے مراد کہ اس میں تعلیل کی گئی ہو خواہ واوی ہو جیسے یَغۡزُو یا یائی ہو جیسے یَرۡمِی۔

اعراب: اس کا رفع ضمہ تقدیری کے ساتھ ہوگا اور نصب فتح لفظی کے ساتھ اور جزم لام کلمہ کے حذف کر دینے کے ساتھ مثالیں عبارت میں مذکور ہیں۔

تیسری قسم مفرد معتل الفی ہے۔

(مفرد معتل الفی) یعنی تثنیہ و جمع نہ ہو لیکن اس میں تعلیل کی گئی ہو اور معتل بھی الفی ہو یعنی لام کلمہ کی جگہ الف ہو جیسے یَرۡضٰی۔

اعراب: اس کا اعراب تینوں حالتوں میں تقدیری ہوگا مثالیں عبارت میں مذکور ہیں۔

عبارت: چہارم صحیح یا معتل با ضمائر و نونہائے مذکورہ رفع شان باثبات نون باشد چنانکہ در تثنیہ گوئی هُمَا یَضۡرِبَانِ ویَغۡزُوانَ ویَرۡمِیَانِ ویَرۡضِیَانِ **و در جمع مذکر گوئی** هُم یَضۡرِبُونَ ویَغۡزُونَ ویَرۡمُونَ ویَرۡضُونَ **و در مفرد مؤنث حاضر گوئی** اَنتَ تَضۡرِبِینَ و تَغۡزِینَ و تَرۡمِینَ و تَرۡضِینَ **ونصب وجزم بحذف نون چنانکہ در تثنیہ گوئی** لَنۡ یَضۡرِبَا ولَنۡ یَغۡزُوا ولَنۡ یَرۡمِیَا ولَنۡ یَرۡضِیَا ولم یَضۡرِبَا ولم یَغۡزُوا ولم یَرۡمِیَا ولم یَرۡضِیَا **و در جمع مذکر گوئی** لَنۡ یَضۡرِبُوا ولَنۡ یَغۡزُوا ولَنۡ یَرۡمُوا ولَنۡ یَرۡضُوۡا ولم یَضۡرِبُوا ولم یَغۡزُوا ولم یَرۡمُوا ولم یَرۡضُوۡا، **و در واحد مؤنث حاضر گوئی** لَنۡ تَضۡرِبِی ولَنۡ تَغۡزِی ولَنۡ تَرۡمِی ولَنۡ تَرۡضِی ولم تَضۡرِبِي ولم تَغۡزِی ولم تَرۡمِی ولم تَرۡضِی۔

ترجمہ: چوتھی قسم صحیح یا معتل کے وہ صیغے ہیں جو ضمائر اور نونات مذکورہ کے ساتھ ہوں ان کا رفع نون کو باقی رکھنے کے ساتھ ہوتا ہے جیسے کہ تو تثنیہ میں کہے هُمَا یَضۡرِبَانِ ویَغۡزُوانَ ویَرۡمِیَانِ ویَرۡضِیَانِ و جمع مذکر میں کہے هُم یَضۡرِبُونَ ویَغۡزُونَ ویَرۡمُونَ ویَرۡضُونَ اور واحد مؤنث حاضر میں کہے اَنتَ تَضۡرِبِینَ و تَغۡزِینَ و تَرۡمِینَ و تَرۡضِینَ اور نصب اور جزم نون کو حذف کرنے کے ساتھ جیسے کہ تو تثنیہ

میں کہے لَنْ یَضْرِبَا ولَنْ یَغْزُوا ولَنْ یَرْمِیَا ولَنْ یَرْضِیَا ولم یَضْرِبَا ولم یَغْزُوا ولم یَرْمِیَا ولم یَرْضِیَا اور جمع مذکر میں کہے لَنْ یَضْرِبُوا ولَنْ یَغْزُوا ولَنْ یَرْمُوا ولَنْ یَرْضَوْا ولم یَضْرِبُوا ولم یَغْزُوا ولم یَرْمُوا ولم یَرْضَوْا، اور واحد مؤنث حاضر میں کہے لَنْ تَضْرِبِی ولَنْ تَغْزِی ولَنْ تَرْمِی ولَنْ تَرْضَی ولم تَضْرِبِي ولم تَغْزِی ولم تَرْمِی ولم تَرْضَی۔

تشریح: مصنفؒ یہاں فعل مضارع کے اعراب کی چوتھی قسم بیان فرماتے ہے، فعل مضارع کے اعراب کی چوتھی قسم: فعل مضارع کے وہ سات صیغے ہیں جن میں ضمائر بارز مرفوعہ اور نون اعرابی ہوتے ہیں چاہے وہ صحیح ہوں یا معتل دونوں صورتوں میں ان کا اعراب ایک ہی ہے یہ کہ حالت رفعی نون اعرابی کو باقی رکھنے کے ساتھ اور حالت نصبی و جزمی نون اعرابی کو حذف کرنے کے ساتھ ہوگی، صحیح یا معتل سے مصنفؒ یہ بتارہے ہیں کہ یہ سات صیغے چاہے صحیح ہوں تو بھی اور چاہے معتل ہوں تب بھی پھر معتل میں چاہے معتل واوی ہو یا یائی ہوں یا الفی ہوں ان سب کا ایک ہی اعراب ہوگا، اور" باضمائر بارزہ ونونہائے مذکورہ" سے ان سات صیغوں کی تعیین فرمارہے ہیں کہ وہ کون کونسے ہیں چنانچہ فرمایا کہ وہ سات صیغے ہیں جن میں ضمائر بارزہ اور نون اعرابی ہوتی ہیں لہذا اب اس چوتھی قسم میں اپنی سات صیغوں کا اعراب بیان فرمارہے ہیں۔

اعراب: ان کا اعراب حالت رفعی میں نون اعرابی کو باقی رکھنے کے ساتھ اور حالت نصبی و جزمی میں نون اعرابی کو حذف کرنے کے ساتھ ہوگا۔

چوتھی قسم میں سات صیغوں کا اعراب بیان کیا گیا ہے تینوں حالتوں میں ان کی تمام مثالیں اسی ترتیب سے بیان ہوجائے کہ پہلے صحیح پھر معتل واوی پھر معتل یا یائی اور آخر میں معتل الفی۔

(صحیح کی مثالیں حالت رفعی میں) هُمَا یَضْرِبَانِ، هُمْ یَضْرِبُونَ، هُمَا تَضْرِبَانِ، اَنْتُمَا تَضْرِبَانِ، اَنْتُمْ تَضْرِبُونَ، أَنْتِ تَضْرَبِینَ، اَنْتُمَا تَضْرِبَانِ۔

(حالت نصبی میں) لَنْ یَضْرِبَا، لَنْ یَضْرِبُوا، لَنْ تَضْرِبَا، لَنْ تَضْرِبَا، لَنْ تَضْرِبُوا، لَنْ تَضْرِبِی

،لَنْ تَضْرِبَا-

(حالت جزمی میں) لم یضرِبَا ، لم یَضرِبوا ، لم تَضْرِبَا، لم تَضْرِبَا ،لم تَضْرِبُوا، لم تَضْرِبِی ،لم تَضْرِبَا-

(معتل واوی کی مثالیں حالت رفعی میں) ھُمَا یَغْزُوَانِ ، ھُمْ یَغْزُونَ ،ھُمَا تَغْزُوَانِ،اَنتُمَا تَغْزُوَانِ، اَنتُمْ تَغْزُونَ،اَنتِ تَغْزِینَ، اَنتُمَا تَغْزُوَانِ-

(حالت نصبی میں) لَنْ یَغْزُوا،لَنْ یَغْزُوا،لَنْ تَغْزُوا،لَنْ تَغْزُوا،لَنْ تَغْزُوا،لَنْ تَغْزِی ،لَن تَغْزُوا-

(حالت جزمی میں) لم یَغْزُوا، لم یَغْزُوا، لم تَغْزُوا، لم تَغْزُوا، لم تَغْزُوا، لم تَغْزِی، لم تَغْزُوا-

(معتل یائی کی مثالیں حالت رفعی میں) ھُمَا یَرْمِیَانِ، ھُمْ یَرْمُونَ، ھُمَا تَرْمِیَانِ، اَنْتُمَا تَرْمِیَانِ، اَنتُمْ تَرْمُونَ، اَنْتِ تَرْمِین، اَنتُمَا تَرْمِیَانِ-

(حالت نصبی میں) لَنْ یَرْمِیَا، لَنْ یَرْمُوا، لَنْ تَرْمِیَا، لَنْ تَرْمِیَا، لَنْ تَرْمُوا، لَنْ تَرْمِی، لَنْ تَرْمِیَا-

(حالت جزمی میں) لم یَرْمِیَا، لم یَرْمُوا، لم تَرْمِیَا، لم تَرْمِیَا، لم تَرْمُوا، لم تَرْمِی، لم تَرْمِیَا-

(معتل الفی کی مثالیں حالت رفعی میں) ھُمَا یَرْضَیَانِ، ھُمْ یَرْضَوْنَ، ھُمَا تَرْضَیَانِ، اَنْتُمَا تَرْضَیَانِ، اَنتُمْ تَرْضَوْنَ، اَنتِ تَرْضَین، اَنتُمَا تَرْضَیَانِ-

(حالت نصبی میں) لَنْ یَرْضَیَا، لَنْ یَرْضَوْا، لَنْ تَرْضَیَا، لَنْ تَرْضَیَا، لَنْ تَرْضَوْا، لَنْ تَرْضَیْ، لَنْ تَرْضَیَا-

(حالت جزمی میں) لم یَرْضَیَا، لم یَرْضَوْا، لم تَرْضَیَا، لم تَرْضَیَا، لم تَرْضَوْا، لم تَرْضَیْ، لم تَرْضَیَا-

سوال: فعل مضارع کا اعراب کونسا ہے؟

جواب: فعل مضارع کے اعراب کی تین قسم ہے (۱) رفع (۲) نصب (۳) جزم۔

سوال: فعل مضارع کا رفع کتنی چیزوں سے پڑھا جاتا ہے؟۔

جواب: تین چیزوں سے پڑھا جاتا ہے(۱) ضمہ لفظی (۲) ضمہ تقدیری (۳) حذف نون سے۔

سوال: فعل مضارع کا نصب کتنی چیزوں سے پڑھا جاتا ہے؟

جواب: تین چیزوں سے پڑھا جاتا ہے(۱) فتح لفظی (۲) فتح تقدیری (۳) حذف نون سے۔

سوال: فعل مضارع کا جزم کتنی چیزوں سے پڑھا جاتا ہے؟

جواب: تین چیزوں سے پڑھا جاتا ہے(۱) سکون لام یعنی حذف حرکت (۲) حذف لام (۳) حذف نون سے۔

سوال: معتل واوی، یائی، اور الفی کسے کہتے ہیں؟۔

جواب: معتل کا معنی وہ ہے کہ جس صیغہ میں تعلیل کی گئی ہو۔

معتل واوی وہ ہے جس کے لام کلمہ کے مقابلہ میں حرف علت واو ہو جیسے یَدْعُو -

معتل یائی وہ ہے جس کے لام کلمہ کے مقابلہ میں حرف علت یاء ہو جیسے یَرْمِی -

معتل الفی وہ ہے جس کے لام کلمہ کے مقابلہ میں حرف علت الف ہو جیسے یَرْضٰی۔

عبارت: فصل بدانکہ عوامل اعراب بردو قسم ست: لفظی ومعنوی، لفظی برسہ قسم است: حروف وافعال واسماء ،واین رادرسہ باب یاد کنیم ان شاءاللہ تعالی.

ترجمہ: فصل جان لو کہ عوامل اعراب دو قسم پر ہیں، لفظی ومعنوی پھر لفظی تین قسم پر ہیں حروف، افعال اور اسماء جن کو ہم ان شاء اللہ تعالیٰ تین ابواب میں ذکر کریں گے۔

تشریح: معرب اور اس کے اعرب کے بیان سے فارغ ہونے کے بعد اب مصنفؒ اعراب کے عوامل کا بیان شروع فرما رہے ہیں یعنی ان عوامل کا بیان کہ جن کی وجہ سے معرب (اسم متکن اور فعل مضارع) کے آخر کا اعراب بدلتا ہے، چنانچہ یہاں تین چیزیں سمجھنے کی ہیں (۱) معرب (۲) اعراب (۳) عامل، پس

معرب وہ اسم متمکن اور فعل مضارع ہے کہ جس کا آخر عوامل کے بدلنے سے بدلتا رہتا ہے، اور اعراب وہ حرکت (فتحہ کسرہ، ضمہ اور جزم) یا وہ حرف (الف، واؤ، یاء) ہیں کہ جن کے ذریعہ سے معرب کا آخر بدلتا رہتا ہے، اور عامل وہ کلمہ (اسم، فعل، حرف) ہے کہ جس کی وجہ سے معرب کا اعراب بدلتا ہے، گویا کہ معرب اس عالَم کی طرح ہے اور رات دن صبح وشام کہ جن کے ذریعہ سے عالَم کی ہیئت بدل جاتی ہے اعراب کے درجہ میں ہیں اور ذات باری تعالیٰ بمنزلہ عامل کے ہے کہ جو رات دن صبح وشام کو بدلتی ہے۔

(عامل کی اولاً دو قسمیں ہیں (۱) عامل لفظی (۲) عامل معنوی جو عامل لفظوں میں موجود ہو اس کو عامل لفظی کہتے ہیں، اور جو عامل لفظوں میں موجود نہ ہو بلکہ صرف قرینہ یا قیاس کو عامل مانا جاتا ہو تو یہ عامل معنوی ہے۔ پھر عامل لفظی کی تین قسمیں ہیں (۱) حروف (۲) افعال (۳) اسماء، ان تینوں کو عوامل لفظیہ کہتے ہیں ۔ جیسے: اِلَی الدَّارِ، ضَرَبْتُ زَیدًا، اَنَاضَارِبٌ زَیدًا، چنانچہ پہلی مثال میں اِلٰی حرف جر عامل لفظی ہے اور اَلدَّارِ معرب اسم متمکن ہے کہ جس میں عامل نے عمل کر کے اس کو مجرور کر دیا ہے، اور دوسری مثال میں ضَرَبْتُ فعل عامل لفظی ہے جس نے اسم متمکن زیدًا کو عمل کر کے منصوب بنا دیا ہے، اسی طرح آخری مثال میں ضَارِبٌ اسم فاعل عامل ہے جس نے زَیدًا میں عمل کر کے اس کو منصوب کر دیا ہے، پس ان تینوں عوامل لفظیہ کو مصنفؒ تین ابواب میں بیان فرمائیں گے پھر اس کے بعد عوامل معنویہ کا بیان ہوگا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

باب اول

عبارت: درحروف عاملہ ودر دو فصل است۔

ترجمہ: پہلا باب حروف عاملہ کے بیان میں اور اس میں دو فصلیں ہیں۔

عبارت: فصل اول درحروف عامل دراسم وآن پنج قسم ست، قسم اول حروف جر وآں ہفتدہ است با و من والی وحتی وفی ولام ورب وواو قسم وتائے قسم وعن وعلی وکاف تشبیه ومذ و

منذ وحاشا و خلا و عدا این حروف در اسم روند و آخرش را بجر کنند چوں المالُ لِزَیدٍ۔
ترجمہ: فصل اول اسم پر عمل کرنے والے حروف کے بیان میں ، اور ان کی پانچ قسمیں ہیں، پہلی قسم : حروف جر یہ سترہ ہیں ،با ،من ،الی ،حتی ،فی ،لام ، رب ، واو قسم ، تائے قسم ،عن ،علی ،کاف تشبیہ ، مذ، منذ ،حاشا، خلا ، عدا یہ حروف اسم پر داخل ہوتے ہیں اور اس کے آخر کو جر دیتے ہیں جیسے :المالُ لِزَیدٍ (مال زید کا ہے)
تشریح: مصنفؒ نے پہلے باب میں دو فصلیں بیان فرمائیں ہیں اس لئے کہ عمل کرنا معرب میں ہوتا ہے اور معرب دو چیزیں ہیں ،اسم متمکن اور فعل مضارع ، پس پہلی فصل میں تو ان عوامل حروف کا بیان ہوگا جو اسم متمکن میں عمل کرتے ہیں اور دوسری فصل میں وہ عوامل حروف بیان کئے جائیں گے جو فعل مضارع میں عمل کرتے ہیں۔
جَرّ (ن) جَرّاً کے معنی کھینچنا ،اور اصطلاح میں حروف جارہ وہ حروف ہیں جو فعل یا معنی فعل کو کھینچ کر اپنے مدخول تک پہونچادیں جیسے : ذَهَبْتُ إِلٰی دِیُوبَنْدَ، یا أَنَا ذَاهِبٌ إِلٰی دِیُوبَنْدَ تو دیکھو کہ اِلٰی حرف جارہ نے فعل یعنی جانے کے معنی کو اپنے مدخول دِیُوبَنْدَ تک پہنچادیا ہے اسی وجہ سے حروف جارہ کو " صِلاتٌ " بھی کہتے ہیں، نیز یہ حروف اپنے مدخول (اسم) کو جر دیتے ہیں، چاہے جر لفظی ہو جیسے المالُ لِزَیدٍ میں، یا جر تقدیری ہو جیسے اَلْکِتَابُ لموسی میں، یا جر محلی ہو جیسے مَرَرْتُ بِاُولٰئِکَ میں یہ حروف جارہ کل سترہ ہیں جن کو شاعر نے ایک شعر میں، یوں جمع کیا ہے۔

باؤ تاؤ، کان، و لام، واو، مذو منذ، خلا

رب، و حاشا، من، عدا، في، عن، علی حتی، إلی

سوال: مصنفؒ نے پہلے عوامل لفظیہ کی تین قسموں میں سے عوامل حروف کو کیوں بیان کیا؟
جواب: مصنفؒ نے سب سے پہلے عوامل حروف کو اس لئے بیان کیا کہ عوامل حروف سب سے زیادہ ہیں

اورعوامل افعال سات ہیں، اور عوامل اسماء دس ہیں اور چونکہ مصنفؒ نے ترتیب میں زیادتی کو معیار بنایا ہے اس لئے سب سے پہلے عوامل حروف کو بیان فرمایا۔

سوال: عوامل حروف کے بعد مصنفؒ کو عوامل اسماء کو بیان کرنا چاہیے تھا اس لئے کہ عوامل اسماء دس ہیں اور عوامل افعال سات ہیں۔

جواب: مصنفؒ نے عوامل اسماء سے پہلے عوامل افعال کو اس لئے بیان کیا کہ عمل کرنے میں افعال اصل ہیں اور اسماء افعال کے ساتھ مشابہت رکھنے کی وجہ سے عمل کرتے ہیں، تو عمل کرنے میں فعل اصل ہوا اور اسم اس کی فرع اور اصل کو فرع پر تقدم حاصل ہے اس لئے عوامل افعال کو عوامل اسماء پر مقدم کیا۔

سوال: حروف جارہ کن معانی کیلئے استعمال ہوتے ہیں؟

جواب: یہ رابطہ اور صلہ کا کام دیتے ہیں اور متعدد مختلف معانی میں مستعمل ہوتے ہیں۔

سوال: (باء) کون سے معانی کے لئے آتا ہے؟

جواب: یہ کئی معانی کے لئے آتا ہے

(۱) الصاق یعنی ملانے کے لئے آتا ہے چاہے تو الصاق یعنی ملانا مجازاً ہو جیسے مَرَرْتُ بِزَيدٍ، میں زید کے پاس سے گزرا کہ زید سے ملنا یہاں مجازاً ہے اس لئے کہ آپ زید کے جسم سے مَس ہو کر نہیں گزرے بلکہ وہ جہاں بیٹھا ہے اس جگہ کے قریب سے گزرے ہیں، اور کبھی یہ ملنا حقیقتاً ہوتا ہے جیسے بِهٖ دَاءٌ اس کے ساتھ بیماری لگی ہوئی ہے کہ یہاں بیماری حقیقتا اس سے ملی ہوئی ہے۔

(۲) تعدیہ یعنی لازم کو متعدی بنانے کے لئے بھی آتا ہے جیسے ذَهَبْتُ بِزَيدٍ، میں زید کو لے گیا۔

(۳) استعانت کے لئے بھی آتا ہے جیسے كَتَبْتُ بِالْقَلَمِ، میں نے قلم کے ذریعہ (اس کی مدد سے) لکھا۔

(۴) مصاحبت کے لئے بھی آتا ہے جیسے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ، شروع کرتا ہوں میں اللہ کے نام کے ساتھ جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

(۵) مقابلہ کے لئے آتا ہے یعنی ایک چیز کو دوسری چیز کے مقابلہ میں رکھنا جیسے: اِشْتَرَیْتُ الجاموسَ بِعَشْرَۃِ آلافٍ، میں نے بھینس دس ہزار کے مقابلہ میں بیچی۔

(۶) کبھی تعلیل کے لئے بھی آتا ہے جیسے: ظَلَمتُ نَفْسَکَ بِالغِیَابِ عَنِ الدَّرْسِ، تم نے سبق سے غیر حاضر رہنے کی وجہ سے اپنی جان پر ظلم کیا۔

(۷) کبھی باء زائدہ بھی ہوتی ہے جیسے: لَیسَ زَیدٌ بِغَائِبٍ، زید غیر حاضر نہیں ہے کہ اصل میں لَیسَ زَیدٌ غَائِبًا ہے باء زائدہ ہے جس کے کوئی معنی نہیں ہے البتہ عمل کر رہا ہے۔

سوال: (تاء) کون سے معنی کے لئے استعمال ہوتا ہے؟

جواب: یہ قسم کے لئے آتا ہے اور لفظ اللہ کے لئے مخصوص ہے تَاللّٰہِ لَاَکِیْدَنَّ اَصْنَامَکُمْ۔

سوال: (کاف) کن معانی کے لئے آتا ہے؟

جواب: یہ چند معانی کے لئے آتا ہے۔

(۱) تشبیہ کے لئے آتا ہے جیسے: عَلِیٌّ کَالاَسَدِ۔

(۲) کاف زائدہ بھی ہوتا ہے جیسے: لَیسَ کَمِثْلِہٖ شَیئٌ۔

(۳) تعلیل کے لئے بھی آتا ہے جیسے: وَذْکُرُوْہُ کَمَا ھَدَاکُم اَیْ بِسَبَبِ ھِدَایَتِکُمْ۔

سوال: (لام) کون سے معانی کے لئے استعمال ہوتا ہے؟

جواب: یہ چند معانی کے لئے آتا ہے

(۱) ملکیت جیسے: ھٰذَا القَلَمُ لِنَاصِرٍ۔

(۲) اختصاص کے لئے بھی آتا ہے جیسے: ھٰذَا الثَّمَرُ لِھٰذِہِ الشَّجَرَۃِ۔

(۳) استعانت کے لئے آتا ہے جیسے: یَا لِلطَّبِیبِ لِلمَرِیْضِ۔

(۴) علت اور سبب کے لئے آتا ہے جیسے: تَصَدَّقْتُ لِحُصُوْلِ الثَّوَابِ۔

(۵) اظہار تعجب کے لئے آتا ہے جیسے لِلّٰہِ دَرُّہٗ۔

(۶) لام زائدہ بھی ہوتا ہے جیسے لا اَبَ لکَ۔

(۷) قسم کے لئے بھی آتا ہے جیسے لِلّٰہِ لَا یُؤَخِرُ الاَجَلُ۔

اور لام عن کے معنی میں بھی ہوتا ہے جبکہ وہ قول کے ساتھ ہوتا ہے جیسے **قُلْتُ لِزَیْدٍ اِنَّہٗ لَمْ یَفْعَلِ الشَّرَّ اَیْ قُلْتُ عَنْ زَیْدٍ**۔

سوال: (واو) کون سے معانی میں استعمال ہوتا ہے؟

جواب: (۱) قسم کے لئے ہوتا ہے جیسے وَاللّٰہِ اَنَّ النَّبِيَّ لَصَادِقٌ (۲) کبھی بمعنی رُبَّ بھی آتا ہے جیسے رُبَّہٗ رَجُلاً جَوَادًا۔

سوال: (من) کون سے معانی کے لئے استعمال ہوتا ہے؟

جواب: یہ بھی چند معانی کے لئے آتا ہے۔

(۱) ابتداء غایت کے لئے آتا ہے خواہ ابتداء مکانی ہو یا ابتداء زمانی۔ ابتداء مکانی کی مثال جیسے سِرْتُ مِنَ البَصرۃِ إلیَ الکُوْفَۃِ، اور ابتداء زمانی کی مثالی جیسے **صُمْتُ مِنْ یَوْمِ الجُمُعَۃِ**. بہر حال دونوں جگہ پر مِنْ کا مجرور وہ محل ہے جس سے فعل کی ابتداء ہوتی ہے۔

(۲) تبعیض کے لئے بھی آتا ہے جیسے **اَخَذْتُ مِنَ الدَّرَاھِمِ اَیْ بَعْضَ الدَّرَاھِمِ**۔

(۳) تبیین کے لئے بھی آتا ہے جیسے فَاجْتَنِبُوا الرِّجْس مِنَ الاَوْثَانِ۔

(۴) بدلیت کے لئے بھی آتا ہے جیسے اَرَضِیْتُمْ بِالحَیَاۃِ الدُّنْیَا مِنَ الاٰخِرَۃِ۔

(۵) مِنْ زائدہ بھی ہوتا ہیں۔ مِنْ کے زائد ہونے کی علامت یہ ہے کہ اگر اس کو حذف کر دے تو معنی مقصود میں خلل واقع نہ ہو جیسے مَا جَاءَنِي مِنْ اَحَدٍ۔

سوال: (مُذْ، مُنْذُ) کس معنی کے لئے آتے ہیں۔

جواب: یہ دو معنی کے لئے آتے ہیں (۱) ابتداء غایت کے لئے آتا ہے جیسے مَارَئَیْتُهٗ مُنْذُ یَوْمَ الجمُعَةِ (۲) جمیع مدت کے لئے آتا ہے جیسے مارَئَیْتُهٗ مُنْذُ یَوْمٍ۔

سوال: (حَاشَا، خَلَا، عَدَا) کس معنی کے لئے آتے ہیں؟

جواب: یہ استثناء کے لئے آتے ہیں جیسے خَرَجَ الأَوْلَادُ خَلَا رَاشِدٍ۔

سوال: (فی) کس معنی کے لئے آتا ہے؟

جواب: یہ چند معانی کے لئے آتا ہے (۱) اکثر ظرفیت کے لئے آتا ہے جیسے الرَّجُلُ فِیْ المَسْجِدِ (۲) علت اور سبب کے لئے بھی آتا ہے الحبُّ فِي اللّٰهِ وَالبُغْضُ فِي اللّٰهِ۔

سوال: (رُبَّ) کس معنی کے لئے آتا ہے؟

جواب: یہ دو معنی کے لئے استعمال ہوتا ہے (۱) تقلیل کے لئے آتا ہے جیسے رُبَّ رَجُلٍ کَرِیْمٍ لَقِیْتُ (۲) تکثیر کے لئے بھی آتا ہے جیسے رُبَّ کَاسِیَةٍ عَارِیَةٌ۔

سوال: (عَنْ) کس معنی کے لئے آتا ہے؟

جواب: یہ چند معانی کے لئے آتا ہے (۱) مجاوزت کے لئے آتا ہے، مجاوزت تین طریقوں پر ہوتی ہیں ایک یہ کہ وہ مدخول عن سے زائل ہو کر کسی دوسری شئی کی طرف چلی جائے جیسے رَمَیْتُ السَّهْمَ عَنِ القَوْسِ إِلیَ الصَّیْدِ (تیر کو کمان سے شکار کی طرف میں نے پھینکا)۔ دوسرے یہ کہ وہ مدخول عن سے بغیر زائل ہوئے دوسری شئی کی طرف پہونچ جائے جیسے اَخَذْتُ عَنْهُ العِلْمَ (میں نے اس سے علم لیا) تیسرے یہ کہ وہ مدخول عن سے بغیر وصول ہوئے زائل ہو کر دوسری شئی کی طرف پہونچ جائے جیسے اَدَّیْتُ الدَّیْنَ عَنْهُ إِلیٰ زَیْدٍ (میں نے اس کی طرف سے دین زید کو ادا کر دیا) پس مثال مذکور میں دین بغیر مدیون کی طرف پہونچے اس سے زائل ہو کر دائن کی طرف پہونچ گیا۔

(۲) بدلیت اور تعلیل کے لئے بھی آتا ہے جیسے: لَا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَفْسٍ شَیْئًا۔

(۳) عن بمعنی باء بھی آتا ہے جیسے مَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی۔

سوال: (علی) کس معنی کے لئے آتا ہے؟

جواب: یہ بھی کئی معانی کے لئے آتا ہے

(۱) استعلاء کے لئے آتا ہے خواہ استعلاء حقیقی ہو جیسے زَیْدٌ عَلَی السَّطْحِ (زید چھت پر ہے) یا استعلاء مجازی ہو جیسے عَلَیهِ دَینٌ (اس پر قرض ہے)۔

(۲) تعلیل کے لئے آتا ہے جیسے اُشکُرُ المحسِنَ عَلٰی إحسَانِہٖ ای لِإِحسَانِہٖ۔

(۳) معیت اور وجوب کے لئے آتا ہے جیسے وَعَلَیہِ دَینٌ۔

سوال: (حتی) کس معنی کے لئے آتا ہے؟

جواب: (۱) انتہاء غایت کے لئے آتا ہے جیسے سَلَامٌ هِیَ حَتّٰی مَطْلَعِ الْفَجرِ۔

(۲) مصاحبت کے لئے آتا ہے جیسے قَرَأْتُ وِردِی حَتَّی الدُّعَاءِ ای مَعَ الدُّعَاءِ۔

سوال: (الی) کس معنی کے لئے آتا ہے؟

جواب: یہ بھی کئی معانی کے لئے آتا ہے

(۱) انتہاء غایت کے لئے آتا ہے انتہاء مذکور زمان میں ہو یا مکان میں ہو یا ان دونوں کے غیر میں، اول کی مثال قَولُهٗ تَعَالٰی اَتِمُّوا الصِّیَامَ إِلَی اللَّیلِ، اور ثانی کی مثال ذَهَبتُ إِلَی البَیتِ ہے، اور ثالث کی مثال قَلبِي اِلَیکُم۔

(۲) معیت اور مصاحبت کے لئے آتا ہے جیسے مَنْ اَنصَارِی اِلَی اللّٰهِ ای مَعَ اللّٰهِ۔

سوال: (لام) جارہ کا استعمال کس طرح ہوتا ہے؟

جواب: لام جارہ اسم مظہر پر داخل ہو تو مکسور ہوتا ہے جیسے لِزَید۔

(۲) اور ضمیر مجرور واحد متکلم پر آئے تو بھی مکسور ہوتا ہے جیسے لِی۔

(۳)استغاثہ میں مفتوح ہوتا ہے جیسے یَالَزَیدٍ۔

(۴)مضمر پر داخل ہوتو بھی مفتوح ہوتا ہے جیسے لَہٗ، لکَ وغیرہ۔

عبارت: دوم حروف مشبہ بالفعل وآن شش است، اِنَّ و اَنَّ و کَأَنَّ و لٰکِنَّ و لَیتَ و لَعَلَّ **ایں حروف را اسم باید منصوب وخبرے مرفوع۔** چوں اِنَّ زَیدًا قَائِمٌ رااسم إنَّ گویند و قَائِمٌ راخبراِن ّبداانکہ اِنَّ واَن **حروف تحقیق است** و کَاَنَّ **حرف تشبیہ** و لٰکِن **حروف استدراک** و لَیتَ **حرف تمنی** و لَعَلَّ **حرف ترجی۔**

ترجمہ: دوسری قسم حروف مشبہ بفعل اوروہ چھ ہیں اِنَّ و اَنَّ و کَأَنَّ و لٰکِنَّ و لَیتَ اور لَعَلَّ یہ حروف اپنے اسم کو منصوب کرتے ہیں اور خبر کو مرفوع جیسے اِنَّ زَیدًا قَائِمٌ زید کو إنَّ کا اسم کہیں گے اور قَائِمٌ کو إنَّ کی خبر، واضح رہے کہ إنَّ اور اَنَّ حروف تحقیق ہیں، کَاَنَّ حرف تشبیہ، لٰکِنَّ حرف استدراک، لَیتَ حرف تمنی اور لَعَلَّ حرف ترجی۔

تشریح: مصنفؒ یہاں ان حروف کی دوسری قسم کو بیان کرتے ہیں جو اسم میں عمل کرتے ہیں اور وہ حروف مشبہ بالفعل ہیں، ان حروف کو حروف مشبہ بالفعل اس وجہ سے کہتے ہیں کہ ان حروف کو فعل کے ساتھ لفظی اور معنوی دونوں طرح مشابہت ہے، چنانچہ لفظی مشابہت چار طرح ہے۔

(۱) جس طرح فعل ثلاثی ہوتا ہے تو ان میں بھی بعض حروف ثلاثی ہیں جیسے اِنَّ، اَنَّ، لَیتَ یہ تینوں ثلاثی ہیں ،اور جیسے فعل رباعی ہوتا ہے، ان میں بھی بعض رباعی ہیں جیسے: کَاَنَّ، لٰکِنَّ، اور لَعَلَّ۔

(۲) جس طرح فعل ماضی مبنی برفتحہ ہوتا ہے اسی طرح یہ بھی چھ کے چھ مبنی برفتحہ ہوتے ہیں۔

(۳) جس طرح فعل کو عموماً دو چیزوں کی ضرورت پڑتی ہے یعنی فاعل اور مفعول کی اسی طرح ان کو بھی دو چیزوں کی ضرورت پڑتی ہے یعنی اسم اور خبر کی۔

(۳) جس طرح فعل اپنے فاعل کو رفع اور مفعول کو نصب دیتا ہے اسی طرح یہ بھی اپنے اسم کو نصب اور خبر کو رفع دیتے ہیں۔

اور معنی کے اعتبار سے مشابہت یہ ہے کہ یہ حروف بھی فعل کے معنی پر دلالت کرتے ہیں اس کی تفصیل اس طرح ہے کہ کسی شخص نے کہا زَیدٌ قَائِمٌ یعنی زید کھڑا ہے سننے والے کو اس میں تردد اور شک ہوا کہ شاید کھڑا ہو یا نہ کھڑا ہو تو زَیدٌ قَائِمٌ کا کہنے والا پھر زَیدٌ قَائِمٌ اس کے شک کو دور کرنے کو کہے تو پھر یہ بات فضول ہوگی کیونکہ زَیدٌ قَائِمٌ سے اگر شک رفع ہوتا تو پہلی مرتبہ کے کہنے سے ہو جاتا، کہنے والا کوئی ایسا طریقہ اختیار کرے کہ اس کا یہ قول زیدٌ قَائِمٌ سننے والے کی نظر میں قوی ہو جائے اور اس کا تردد زائل ہو، لہذا ایسے وقت قائل اپنے کلام پر اِن داخل کرے گا اور کہے گا اِنَّ زَیدًا قَائِمٌ یعنی بے شک اور بے تردد زید کھڑا ہے تو اس وقت متکلم نے مخاطب کے اطمینان کے لئے اپنے کلام کو مؤکد کر دیا تو اِنَّ زَیدًا قَائِمٌ یہ ہوئے اَکَدتُ قِیَامَ زَیدٍ، حَقَّقتُ قِیَامَ زَیدٍ۔ اَکَدتُ اور حَقَّقتُ دونوں فعل ہیں تو اِنَّ، اَنَّ کی معنوی مشابہت اس طرح ہوئی یہی وجہ ہے کہ اِنَّ، اور اَنَّ کو حروف تحقیق کہتے ہے۔

کَاَنَّ کو لیجئے۔ کَاَنَّ تشبیہ کیلئے آتا ہے، تشبیہ ہمیشہ دو چیزوں میں دیجایا کرتی ہے یہ تشبیہ دو چیزوں میں اس وقت دیتے ہیں کہ جب دونوں میں کوئی چیز مشترک ہو جائے، ایک میں کم ہو اور دوسری میں زائد ہو، تشبیہ کے لئے اتنا کافی ہے کہ دونوں میں کوئی بات پائی جائے جس میں یہ مشترک چیز کم ہو اس کو مشبہ کہتے ہے اور جس میں یہ چیز زائد ہو اس کو مشبہ بہ کہتے ہیں جیسے کوئی کہے کہ: کَاَنَّ زَیدًا اَسَدٌ یعنی زید ایسا ہے جیسا شیر یعنی زید شیر کی طرح بہادر ہے، تو ظاہر ہے کہ شجاعت اور بہادری شیر میں بمقابلہ زید کے کہیں زائد ہے مگر ہیں دونوں بہادر، کمی زیادتی باہم مقابلہ کی وجہ سے ہے تو اس وقت زید کو مشبہ کہیں گے اور شیر کو یعنی اس کو مشبہ بہ کہے گے تو کَاَنَّ کی فعل سے مشابہت معنوی اس وجہ سے ہوئی کہ کَاَنَّ زَیدًا اَسَدٌ معنی میں شَبَّهتُ کے ہوگیا ای شَبَّهتُ زَیدًا بِالاَسَدِ۔

لٰکِنَّ استدراک کے لئے آتا ہے، استدراک کے معنی ہے وہم دور کرنا، مقصد یہ ہے کہ لٰکِنَّ سے وہم دور کر دیا جاتا ہے، اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ زید کوئی کلام کہنا چاہتا ہے تو زید اس کام کے کہتے وقت یہ

خیال کرتا ہے کہ میرے اس کلام سے مخاطب کو یہ وہم پیدا ہوگا تو اس وہم کو دور کرنے کے لئے زید اپنے پہلے کلام کے بعد لٰکِن دوسرے کلام کے ساتھ لاکر پہلے کلام سے جو وہم پیدا ہوا ہے اس کو دور کردیگا، یہ سمجھو کہ زید اور عمر میں بڑی گہری دوستی ہے، دونوں ہر وقت ساتھ ساتھ رہتے ہیں، ساتھ کھاتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ چلتے پھرتے ہیں ایسے دو شخصوں میں سے ایک کے متعلق کوئی کہتا ہے کہ جَاءَ زَیدٌ تو اس کلام کے سننے والے کو یہ وہم پیدا ہوگا کہ زید کے ساتھ اس کا دوست عمر بھی آیا ہوگا کیونکہ یہ دونوں ہر وقت ساتھ اُٹھتے بیٹھتے ہیں، اتفاق سے کسی موقع پر زید ہی اکیلا آیا عمر نہیں آیا تو اس وقت لٰکِنَّ اور ایک دوسرا کلام لٰکِنَّ کے بعد لانے کی ضرورت پڑے گی مثلاً جب یہ کہا کہ جَاءَ زَیدٌ لٰکِنَّ عَمرًا مَا جَاءَ یعنی زید آیا لیکن عمر نہیں آیا تو لٰکِنَّ عَمرًا مَا جَاءَ سے جَاءَ زَیدٌ میں جو وہم عمر کے آنے کا ہوگیا تھا وہ جاتا رہا، یہی وجہ ہے کہ لٰکِنَّ دو کلاموں کے درمیان میں واقع ہوتا ہے اور ان دونوں کلاموں میں ایک مثبت ہوگا اور ایک منفی ہوگا، اگر پہلا کلام مثبت ہے تو لٰکِنَّ کے بعد والا کلام منفی ہوگا اور اگر لٰکِنَّ سے پہلا کلام منفی ہے تو بعد والا مثبت ہوگا، لٰکِنَّ کی معنوی مشابہت فعل سے ایسے ہوئی کہ لٰکِن معنی میں اِستَدرَکتُ کے ہوگیا۔

لَیتَ تمنا کے لئے آتا ہے، وہ تمنا عام ہے چاہے ایسی چیز کی ہو جو کہ ہوسکتی ہو اور مل سکتی ہو، چاہے ایسی چیز کی ہو جس کا ہونا محال ہو، دونوں قسموں کی تمنا کے لئے یہ حرف لَیتَ مستعمل ہے، مثال اس تمنا کی جو پوری ہوسکتی ہو جیسے کوئی شخص کہے کہ لَیتَ زَیدًا عَالِمٌ کاش کہ زید عالم ہوتا تو زید کے عالم ہونے کی تمنا ایسی تمنا ہے کہ پوری ہوسکتی ہے اگر زید علم شروع کردے اور محنت سے پڑھے تو علم حاصل ہوجائے گا، مثال ایسی تمنا کی کہ جس کا حاصل ہونا عادۃً محال ہے لَیتَ الشَّبَابَ یَعُودُ یعنی کوئی بوڑھا جوانی کے مزے یاد کرکے کہے کہ کاش جوانی لوٹے تو ظاہر ہے کہ کیا جوانی دنیا میں کبھی لوٹے گی، بہرحال حرف لَیتَ کی معنوی مشابہت فعل سے اس وجہ سے ہوئی کہ لَیتَ معنی میں تَمَنَّیتُ کے ہوگیا۔

لَعَل -ترجی کے لئے آتا ہے، اس سے مقصد ہوتا ہے ایسی چیز کی توقع کرنا جو ہو سکتی ہو، ناممکن اور محال چیز کے لئے لَعَلَّ کا استعمال نہیں کیا جاتا لَعَلَّ السُّلطَانَ یُکرِمُنِی کہ سکتے ہے کیونکہ بادشاہ تک پہنچنے کے آداب وکمالات انسان پیدا کرسکتا ہے کہ جن کی وجہ سے بادشاہ اس کی تعظیم وتکریم کرنے پر مجبور ہو، خلاصہ یہ ہوا کہ اکرامِ سلطان ممکن ہے بخلاف لَعَلَّ الشَّبَابَ یَعُودُ کے، یہ ناممکن اس وجہ سے ایسے مقامات پر لَعَل کا استعمال جائز نہیں، توحرف لَعَلَّ کی معنوی مشابہت فعل سے اس وجہ سے ہوئی کہ لَعَل معنی میں تَرَجَّیتُ کے ہو گیا۔

سوال: حروف مشبہ بالفعل کیا عمل کرتے ہیں اور کس چیز پر داخل ہوتے ہیں؟

جواب: حروف مشبہ بالفعل جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں، مبتدا کو نصب کرتے ہیں اور خبر کو رفع، مبتدا کو جس کو نصب دیا ہے اس کو اس کا اسم کہتے ہیں، اور خبر کہ جس کو رفع دیا ہے اس کو ان کی خبر کہتے ہیں، مثال جیسے اِنَّ زَیدًا قَائِمٌ۔ اِنَّ نے اس مثال میں زید کو نصب دیا لہذا زید اس کا اسم ہو گیا اور قَائِمٌ کو رفع دیا لہذا قَائِمٌ اس کی خبر ہو گئی اسی طرح اور پانچ بھی اسم کو نصب اور خبر کو رفع دیں گے جو منصوب ہو گا ان کا اسم کہلائے گا اور جو مرفوع ہو گا وہ ان کی خبر کہلائے گی۔

سوال: حروف مشبہ بالفعل کا دوسرا نام کونسا ہے؟

جواب: ان کو نواسخ المبتدأ والخبر بھی کہتے ہیں، نسخ کا معنی تبدیل کرنا، زائل کرنا اور یہ حروف بھی مبتدا اور خبر کا اعراب تبدیل کردیتے ہیں اسلئے ان کو نواسخ جملہ (جملہ کو منسوخ کرنے والے) کہتے ہیں۔

سوال: نواسخ جملہ کتنے ہیں؟

جواب: وہ چار ہیں: (۱) حروف مشبہ بالفعل (۲) افعال ناقصہ (۳) ما و لا مشبھتان بلیس (۴) لانفی جنس.

سوال: نواسخ کی خبر اپنے اسم سے موافق ہوتی ہے یا نہیں؟

جواب: جی ہاں: ان کے خبر کی اپنے اسم سے موافقت ہوتی ہے، افراد، تثنیہ، جمع اور جملہ اسمیہ میں جس طرح خبر کو مفرد، جملہ، شبہ جملہ لاسکتے ہیں اسی طرح نواسخ کی خبر بھی مفرد جملہ اور شبہ جملہ ہر طرح آتی ہے جیسے اِنَّ اللّٰہَ یَرزُقُ العِبَادَ۔

سوال: جب ان حروف کے معنی فعل کے معنی جیسے ہیں تو ان کو حروف الافعال کیوں نہیں کہا جاتا جیسے اسماء الافعال کو فعل کے معنی کی وجہ سے اسماء الافعال کہا جاتا ہے؟

جواب: ان دونوں میں فرق ہے کیوں کے اسماء الافعال میں فعل کے معنی ان کو لازم ہے باعتبار وضع کے اور حروف مشبہ بالفعل کو یہ معنی باعتبار وضع کے لازم نہیں بلکہ یہ معانی مضمون اور سیاق کلام سے سمجھے جاتے ہیں۔

سوال: کونسی صورتوں میں اِنَّ اور کونسی صورتوں میں اَنَّ پڑھا جاتا ہے؟

جواب: ویسے تو ان کی کئی صورتیں ہیں، لیکن پانچ مشہور مقامات پر اَنَّ اور چار مقامات پر اِنَّ پڑھا جاتا ہے۔

اَنَّ کے مواقع

(۱) عَلِمَ یَعْلَمُ کے باب کے بعد جیسے وَاعلَمُوا اَنَّ اللّٰہَ شَدِیدُ العِقَابِ۔

(۲) ظَنَّ یَظُنُ کے باب کے بعد جیسے وَظَنُّوا اَنَّھُم مَانِعَتُھُم حُصُونُھُم۔

(۳) درمیان کلام میں جیسے شَھِدَ اللّٰہُ اَنَّہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُو۔

(۴) لَوْ لَا کے بعد جیسے فَلَو لَا اَنَّہُ کَانَ مِنَ المُسَبِّحِینَ۔

(۵) لَوْ کے بعد جیسے لَو اَنَّ عِندَنَا ذِکرًا مِنَ الاَوَّلِینَ۔

اِنَّ کے مواقع

(۱) خبر میں جیسے وَالعَصرِ اِنَّ الاِنسَانَ لَفِي خُسرٍ۔

(۲) ابتدا کلام میں اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیئٍ قَدِیرٌ۔

(۳) قال یقول کے باب کے بعد جیسے قَالَ اِنَّہُ یَقُولُ اِنَّھَا بَقَرَۃٌ۔

(۴) قسم کے موقعہ پر جیسے اِنَّ اللّٰہَ لَذُو فَضلٍ عَلَی النَّاسِ۔

نوٹ: کچھ مقامات ایسے ہیں جہاں دونوں وجہ جائز ہیں مثلاً (۱) اِذا مفاجاتیہ کے بعد (۲) فا جزائیہ کے بعد (۳) لا جَرَمَ کے بعد۔

عبارت: سوم ما و لا المشبھتان بلیس وآں عمل لیس می کنند چنانچہ گوئی مَا زَیدٌ قَائِماً، زَیدٌ اسم ما است وقَائِماً خبر او۔

ترجمہ: تیسری قسم ما اور لا جو لیس کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں اور لیس کا عمل کرتے ہیں جیسا کہ تو کہے مَا زَیدٌ قَائِماً، زید ما کا اسم ہے اور قائماً اس کی خبر ہے۔

تشریح: مصنفؒ نے یہاں ان حروف کی تیسری قسم کو بیان کرتے ہیں جو اسم میں عمل کرتے ہیں، اور وہ ما و لا المشبھتان بلیس ہے، ان دونوں حروف کو مشبھتان بلیس اس وجہ سے کہتے ہیں کہ ان کو لیس فعل ناقص کے ساتھ لفظی اور معنوی دونوں طرح سے مشابہت ہے۔

لفظی مشابہت دو طرح سے ہیں: (۱) جس طرح لیس کو ایک اسم اور ایک خبر کی ضرورت پڑتی ہے ان کو بھی ایک اسم اور ایک خبر کی ضرورت پڑتی ہے۔

(۲) لیس جس طرح اپنے اسم کو رفع اور خبر کو نصب دیتا ہے یہ بھی اپنے اسم کو رفع اور خبر کو نصب دیتے ہیں، اور معنوی مشابہت یہ ہے کہ جس طرح لیس نفی کے معنی دیتا ہے، یہ بھی نفی کے معنی دیتے ہیں، اور ان کا عمل جیسا کہ معلوم ہو گیا ہے یہ اسم کو رفع اور خبر کو نصب دیتے ہیں، مَا زَیدٌ قَائِماً (زید کھڑا نہیں ہے) مَا تِلمِیذٌ مجتَھِدًا (کوئی طالب علم محنتی نہیں ہے) لَا رَجُلٌ مُنطَلِقًا (کوئی آدمی چلنے والا نہیں ہے) مگر ما و لا کے عمل کرنے کی چار شرطیں ہیں اگر وہ شرطیں پائی جائیں گی تو یہ عمل کریں گے ورنہ تو ان کا عمل

باطل ہوجائے گا۔
وہ چار شرطیں یہ ہیں: (۱) ان کا اسم مقدم ہی رہے خبر سے مؤخر نہ ہو جیسے: مَا قَائِمٌ زَیدٌ، لَا مُنطَلِقٌ رَجُلٌ
(۲) ما کے بعد اِنْ زائدہ نہ ہو جیسے: مَااِنْ زَیدٌ قَائِمٌ۔
(۳) اِنْ کی نفی کو اِلَّا حرف استثناء کے ذریعہ ختم نہ کیا گیا ہو جیسے: مَا زَیدٌ اِلَّا قَائِمٌ، لَا رَجُلٌ اِلَّا مُنطَلِقٌ
(۴) ان حروف کے ساتھ ان کی خبر کا معمول متصل اور ملا ہوا نہ ہو جیسے: مَا عَمروًا زَیدٌ ضَارِبٌ
لَا عَمروًا رَجُلٌ ضَارِبٌ کہ ضَارِبٌ خبر کا مفعول بہ عَمروًا حرفِ لَا کے ساتھ مل گیا ہے اس لئے
ان کا عمل باطل ہو گیا ہے۔
سوال: مَا اور لَا لَیسَ سے مشابہت میں برابر ہے یا کچھ کم وبیش؟
جواب: مشابہت مَا کی لَیسَ کے ساتھ زیادہ قوی ہے بمقابلہ لَا کے کیونکہ لَیس نفی زمانہ حال میں کرتا ہے، ما سے بھی نفی حال کی ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ ما معرفہ اور نکرہ دونوں پر داخل ہوتا ہے جیسا کہ لَیسَ دونوں پر داخل ہوتا ہے بخلاف لَا کے کہ اس کی نفی عام ہے لہذا لا کی مشابہت لَیسَ سے ضعیف ہوئی اور اس ضعفِ مشابہت کی وجہ سے لَا نکرہ پر صرف داخل ہوگا معرفہ پر داخل نہ کریں گے۔
سوال: کیا ما و لا کی خبر ہمیشہ منصوب ہوتی ہیں؟
جواب: اکثر منصوب ہوتی ہے، لیکن جب ما اور لا کی خبر پر حرف جر زائدہ بھی داخل ہوتا ہے اس وقت خبر لفظاً مجرور ہوتی ہے جیسے. مَا زَیدٌ بِقَائِمٍ، لَا رَجُلٌ بِمُنطَلِقٍ۔
عبارت: چہارم لائے نفی جنس اسم ایں لا اکثر مضاف باشد منصوب وخبرش مرفوع چوں لَا غُلَامَ رَجُلٍ ظَرِیفٌ فِی الدَّارِ واگر نکرہ مفردہ باشد مبنی باشد برفتحہ چوں لَا رَجُلَ فِي الدَّارِ واگر بعد او معرفہ باشد تکرار لا با معرفۂ دیگر لازم باشد و لا ملغٰی باشد یعنی عمل نہ کند، وآں معرفہ مرفوع باشد بابتداء چوں لَا زَیدٌ عِندِی و لَا عَمرو ؁ اگر بعد آں لَا نکرہ مفرد باشد مکرر با نکرہ دیگر در وپنج وجہ است چوں لَا حَولَ وَ لَا

قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ، وَلَا حَولٌ وَلَا قُوَّۃٌ اِلَّا بِاللّٰہِ- وَلَا حَولَ وَلَا قُوَّۃٌ اِلَا بِاللّٰہِ وَلَا حَولٌ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ، وَلَا حَولَ وَلَا قُوَّۃً اِلَّا بِاللّٰہِ-

ترجمہ: چوتھی قسم لائے نفی جنس ہے اس کا اسم اکثر مضاف منصوب ہوتا ہے اور اس کی خبر مرفوع جیسے: لَا غُلَامَ رَجُلٍ ظَرِیفٌ فِی الدَّارِ (گھر میں مرد کا کوئی بھی عقل مند غلام موجود نہیں ہے) اور اگر نکرہ مفردہ ہو تو فتحہ پر مبنی ہوگا جیسے: لَا رَجُلَ فِي الدَّارِ (گھر میں کوئی مرد موجود نہیں ہے) اور اگر اس کے بعد معرفہ ہو تو "لا" کا تکرار دوسرے معرفہ کے ساتھ لازم ہوگا اور "لا" ملغی ہوگا یعنی کوئی عمل نہیں کرے گا، اور وہ معرفہ ابتدا کی وجہ سے مرفوع ہوگا جیسے: لَا زَیدٌ عِندِی وَ لَا عَمرٌو (میرے پاس نہ زید ہے اور نہ ہی عمرو) اور اگر اس لَا کے بعد نکرۂ مفردہ دوسرے نکرہ کے ساتھ مکرر ہو تو اس میں پانچ صورتیں جائز ہیں جیسے: لَا حَولَ وَ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ، وَلَا حَولٌ وَلَا قُوَّۃٌ اِلَّا بِاللّٰہِ- وَلَا حَولَ وَلَا قُوَّۃٌ اِلَا بِاللّٰہِ وَلَا حَولٌ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ، وَلَا حَولَ وَلَا قُوَّۃً اِلَّا بِاللّٰہِ-

تشریح: مصنفؒ یہاں ان حروف کی چوتھی قسم بیان کرتے ہے جو اسم میں عمل کرتے ہے اور وہ لائے نفی جنس ہے، یہ لائے نفی جنس مطلق جنس کی نفی کے لئے آتا ہے یعنی سرے سے اس چیز کا انکار کرتا ہے جس پر یہ داخل ہوتا ہے اور یہ بھی جملہ اسمیہ پر داخل ہوتا ہے مبتدا کو نصب اور خبر کو رفع دیتا ہے، اب اوّلاً لائے نفی جنس کا عمل بیان کرتے ہیں کہ پہلی صورت اسم لائے نفی جنس کی یہ ہے کہ اس کا اسم مضاف ہو نکرہ دوسرے اسم کی طرف کہ وہ دوسرا بھی نکرہ ہو تو اس وقت اس کا اسم منصوب معرب ہوگا مثال: لَا غُلَامَ رَجُلٍ ظَرِیفٌ فِی الدَّارِ۔ دیکھو غُلَامٌ بھی نکرہ اور رَجُلٌ بھی نکرہ، غُلَامٌ نکرہ رَجُلٌ نکرہ کی طرف مضاف ہوا تو ایسے اسم کو نصب دیں گے، اچھا اب اس کے مشہور معنی تو یہ ہیں کہ جو لوگ عام طریقہ سے کرتے ہیں کہ مرد کے غلام کی جنس سے کوئی گھر میں نہیں ہے مطلب اس کا یہ ہیں کہ مرد کا غلام گھر میں کوئی نہیں چاہے عورت کا ہو، مگر یہ معنی اس مثال کے ہو نہیں سکتے کیونکہ یہ قاعدہ ہے کہ جس وقت نفی داخل ہو قید اور مقید پر یا

بالفاظ دیگرنفی داخل ہوذات اوراس کی صفت پرتو وہ نفی قیداورصفت کی ہوگی ،مقیداورذات کونفی سے کوئی تعلق اس قسم کا نہ ہوگا، دیکھوہم کہتے ہیں کہ یہ آدمی عالم نہیں تواس کا مطلب یہ ہے کہ آدمی توضرور ہے مگر جاہل ہے عالم نہیں، یہ مطلب اس کا نہیں کہ یہ آدمی ہی نہیں، دوسری مثال ہم کہتے ہیں کہ میری کتاب اچھی نہیں تو ہم نے یہ کہا کہ کتاب تو ہے مگر اچھی نہیں تو اس مثال میں نفی اچھے ہونے کی ہوئی کتاب کی نفی نہیں ہوئی وغیرہ۔اس مختصرسی گزارش کے بعد لَا غُلَامَ رَجُلٍ ظَرِيفٌ فِي الدَّارِ کے معنی اور مطلب کوسمجھئے تو اس مثال میں غُلَامَ رَجُلٍ تو ذات ہے اور ظَرِيفٌ، غُلَامٌ کی صفت اور خبر ہے یادوسری تعبیر یہ سمجھئے کہ غُلَامُ رَجُلٍ میں غُلَام مقید ہے اور ظَرِيفٌ اس کی قید ہے تو اس غُلَامٌ مقید پرحرف لائے نفی داخل ہو تو اس لائے نفی نے ظرافت کی نفی کی غُلَامٌ کی نفی نہیں کی جیسا کہ لوگ عام طریقہ سے سمجھتے ہیں، مطلب اس کا یہ ہے کہ گھر میں مرد کا ایسا غلام موجود نہیں جو عقل مند ہو یعنی مرد کے غلام گھر میں تو موجود ہیں مگر عقل مند نہیں ہے۔

سوال: مثال صرف اتنی لَا غُلَامَ رَجُلٍ ظَرِيفٌ کافی تھی، آگے فِي الدَّارِ کیوں بڑھایا؟

جواب: اگر ظریفٌ کے بعد فِي الدَّارِ نہ بڑھاتے تو جھوٹ بات ہو جاتی، کیونکہ معنی یہ ہوتے کہ مرد کا کوئی غلام عقل مند نہیں ہوسکتا ہے کہ بعض غلام عقل مند ہو اور بعض غبی ہوں تو جب فِي الدَّارِ کا اضافہ ظَرِيفٌ کے بعد ہو گیا تو بات سچی ہوگئی یعنی گھر میں عقل مند غلام موجود نہیں ہوسکتا ہے کہ عقل مند غلام کسی کام کے لئے بازار گئے ہو، یا مولی نے عقل مند غلام کوسفر میں کسی کام کے لئے بھیجا ہوں۔

سوال: فِي الدَّارِ جارمجرور سے مل کر متعلق ظَرِيفٌ کا ہوگا تو فِي الدَّارِ قید ہو گیا، ظَرِيفٌ کے معنی یہ ہوئے کہ مرد کا عقل مند غلام گھر میں جا کر عقل مند نہیں رہتا، جب گھر سے باہر نکال آیا تو پھر عقل مند ہو گیا ، یہ بات بالکل خلاف واقعہ کے ہے کیونکہ جو شخص ذہین اور عقل مند ہوتا ہے وہ ہر وقت اور ہر جگہ ہوتا ہے ظرافت کسی مکان اور زمان کے ساتھ مقید نہیں ہوتی، زکاوت ایک پیدائشی اور فطری چیز ہے اور فطرت

انسان کی بدلا نہیں کرتی؟

جواب: آپ کا سوال بہت لمبا ہو گیا ذراسی بات تھی کہ جس کو افسانہ کر دیا، یہاں کسی نے کہا کہ فِی الدَّارِ ظَرِیفٌ کے متعلق ہے، حالانکہ فِی الدَّارِ ظَرِیفٌ کے متعلق ہرگز نہیں ہے اس کا متعلق یہاں سے محذوف ہے اور وہ مَوجُودٌ ہے اصل عبارت اس طرح ہوئی: لَاغُلَامَ رَجُلٍ ظَرِیفٌ مَوجُودٌ فِی الدَّارِ، فِی الدَّارِ مَوجُودٌ کے متعلق ہے۔

سوال: جب فِی الدَّارِ مَوجُودٌ کے متعلق ہوا تو مَوجُودٌ ترکیب میں کیا واقع ہوگا؟

جواب: مَوجُودٌ لائے نفی جنس کی دوسری خبر ہوگی، پہلی خبر ظَرِیفٌ ہوئی اور دوسری خبر مَوجُودٌ اپنے متعلق سے مل کر ہوئی اور یہ چیز کھلی ہوئی ہے کہ ایک شیئ کی کئی خبریں ہوتی ہیں۔

یہ تفصیل تو لائے نفی جنس کے اس اسم کی تھی جو مضاف ہو، دوسری صورت یہ ہے کہ لائے نفی جنس کا اسم نکرہ مفرد ہو، یہ مفرد مقابلہ میں مضاف کے ہے۔ مقصد یہ ہے کہ لائے نفی جنس کا اسم نکرہ مفرد ہو مضاف نہ ہو یہ مفرد تثنیہ کو بھی شامل ہے اور جمع کو بھی شامل ہے تو ایسا اسم مبنی ہوگا فتحہ پر، مثال اسم مفرد کی جیسے: لَا رَجُلَ فِي الدَّارِ دیکھو رَجُلٌ مفرد ہے، مضاف نہیں لہذا مبنی ہو گیا فتحہ پر، اور جیسے: لَا مُسلِمَینِ فِي الدَّارِ اس معنی کر مفرد ہے کہ مضاف نہیں، مُسلِمَینِ میں یاء کا ماقبل مفتوح ہونا اس کا مبنی ہونا ہے، اور جیسے: لَا مُسلِمِینَ فِی الدَّارِ اور دیکھو مُسلِمِینَ اس معنی کر مفرد ہے کہ مضاف نہیں اس میں یاء کا ماقبل مکسور ہونا ہی اس کا مبنی ہونا ہے اور جیسے لَا مُسلِمَاتٍ، دیکھو مُسلِمَاتٍ اس معنی کر مفرد ہے کہ مضاف نہیں یہ کسرہ پر مبنی ہے۔

سوال: جس وقت لائے نفی جنس کا اسم نکرہ مفرد ہو تو اس وقت فتحہ پر مبنی کیوں ہوتا ہے؟

جواب: لَا رَجُلَ فِي الدَّارِ یعنی گھر میں کوئی مرد نہیں تو یہ بات کوئی شخص خواہ مخواہ بیوقوف کی طرح تو نہیں کہہ سکتا، لامحالا کوئی پوچھے گا کہ هَل مِن رَجُلٍ فِی الدَّارِ یعنی کیا گھر میں کوئی آدمی ہے؟ تو اس کے

جواب میں یوں کہنا چاہئے تھا کہ لَا مِن رَجُلٍ فِي الدَّارِ یعنی گھر میں کوئی مرد نہیں، دیکھو حرف مِن سوال میں بھی آیا اور جواب میں بھی آنا چاہئے تھا مگر جواب دینے والے نے حروف مِن کو جواب میں سے حذف کر دیا اور لَا رَجُلَ فِي الدَّارِ کہہ دیا تو یہ رَجُلُ چونکہ معنی مِن کو متضمن ہے اس لئے مبنی ہو گیا۔

تیسری صورت یہ ہے کہ لائے نفی جنس کا اسم نہ تو مضاف اور نہ نکرہ مفرد بلکہ اس کا اسم معرفہ ہو تو ایسی صورت میں ایک تو یہ کہ دوسرا (لا) اور ایک دوسرا معرفہ اور لانا پڑے گا اور اس طرح کہا جائیگا: لَا زَيدٌ عِندِي وَ لَا عَمرٌو دیکھو لانفی جنس کے بعد زَيدٌ معرفہ آیا تو اس پر بس نہیں کیا بلکہ اس کے ساتھ وَ لَا عَمرٌو اور ملایا تب محاورہ درست ہوا۔

سوال: جب لائے نفی جنس کے بعد معرفہ ہو تو دوسرا معرفہ دوسرے حرف (لا) کے ساتھ کیوں لائے ہیں، ایک لا اور ایک معرفہ پر بس کیوں نہیں کرتے؟

جواب: یہ لائے نفی جنس کے لئے وضع کیا گیا ہے اور جنس کے اندر عموم ہوتا ہے جیسے رَجُلٌ یا غُلَامُ رَجُلٍ ہر ہر مرد کو شامل ہے ایسے ہی غُلَامٌ ہر ہر غُلَامٌ پر صادق آتا ہے کیونکہ دونوں نکرہ ہے اور نکرہ میں عموم ہوتا ہی ہے، تو خلاصہ یہ ہوا کہ لائے نفی جنس کا اسم عام ہونا چاہیے اور معرفہ میں تعیین اور خصوص ہوتا ہے، عموم کا اس میں نام تک نہیں تو اسوقت لَا زَيدٌ کہا تو صرف ذات زید کی ہی نفی ہوئی یعنی صرف ایک فرد کی ہی نفی ہوئی تو پھر جس وقت ایک معرفہ اور ایک لاء اور لایا گیا تو اس وقت دو فرد کی نفی ہوئی گو دو فرد کی نفی سے عموم تو نہیں ہوا مگر عموم کا رنگ تو ضرور آ گیا، معنی یہ ہو گئے کہ نہ زید ہے میرے پاس اور نہ عمرو تو زید اور عمرو کی نفی سے کچھ عموم کی جھلک آ گئی۔

سوال: لَا زَيدٌ عِندِي وَ لَا عَمرٌو میں زید اور عمرو کو رفع کہاں سے آیا؟

جواب: لائے نفی جنس کا معرفہ پر داخل ہو کر عمل سے بیکار اور لغو ہو جاتا ہے عمل کچھ نہیں کرتا تو زید اور عمرو کو رفع عامل معنوی نے دیا کیونکہ اس جگہ عامل لفظی عمل میں بے اثر ہو گیا، اس عامل معنوی کو ابتداء بھی کہتے

ہیں تو چاہو یہ کہہ دو کہ رفع زید کو عامل معنوی نے دیا، یا یوں تعبیر کر دو کہ یہ رفع زید کو ابتداء نے دیا، کیونکہ کوئی اعراب بغیر عامل کے پیدا نہیں ہوسکتا، اگر عامل لفظی نہ ہو یا ہو مگر بے عمل ہو جائے تو ایسی صورت میں عامل معنوی عمل کرے گا کیونکہ اعراب اثر ہے اور عامل مؤثر ہے اور کسی اثر کا وجود بغیر مؤثر کے ناممکن ہے۔

چوتھی صورت یہ ہے کہ اس لائے نفی کے بعد بغیر فاصلہ کے نکرہ مفرد ہو اس کے بعد حرف عطف ہو، اس حرف عطف کے بعد لائے نفی ہو اس کے بعد پھر نکرہ مفرد ہو یعنی دو لائے نفی ہو، دونوں کے بعد نکرہ مفرد بلا فاصلہ ہو اور درمیان میں ایک حرف عطف ہو تو ایسی صورت میں پانچ وجہ جائز ہیں۔

اول وجہ یہ ہوگی کہ دونوں (لا) نفی جنس کے ہوں گے، تم کو پیچھے معلوم ہو چکا کہ جب لائے نفی جنس کا اسم نکرہ مفرد ہو تو فتحہ پر مبنی ہوتا ہے لہذا حَولٌ اور قُوَّةٌ بوجہ نکرہ مفرد ہونے کے فتحہ پر مبنی ہوں گے اس وقت لَا حَولَ و لَا قُوَّةَ کے معنی یہ ہوں گے کہ نہیں ہے گناہوں سے بچنے کی طاقت مگر اللہ تعالیٰ کے بچانے سے یہ تو لَا حَولَ کے معنی ہوئے اور لَا قُوَّةَ کے معنی یہ ہیں کہ نہیں اطاعت پر توانائی مگر خدا کی توفیق سے یعنی جس کو اللہ تعالیٰ گناہوں سے اپنے فضل سے بچائے وہ بچ جائے گا، اور جس کو اللہ تعالی اپنی اطاعت پر لگا دے وہ اطاعت پر اس کی رہنمائی سے لگ جائے۔

سوال: لَا حَولَ و لَا قُوَّةَ کے اتنے معنی آپ نے کہاں سے کر دیئے؟

جواب: بھائی یہاں عبارت محذوف ہے اصل میں اس طرح ہے لَا حَولَ و لَا قُوَّةَ مَوجُودٌ اِلَّا بِاللّٰهِ ایک صورت، دوسری اصل اس کی اس طرح ہے لَا حَولَ مَوجُودٌ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا قُوَّةَ مَوجُودٌ اِلَّا بِاللّٰهِ۔

اب تو آپ کو اصل نکالنے کے بعد معلوم ہو گیا کہ عبارت بھی بہت ہے اور معنی بھی بہت۔

سوال: پہلی صورت میں ترکیب کیا ہوگی؟

جواب: ترکیب پہلی صورت کی اس طرح ہوگی، لانفی جنس، حول معطوف علیہ، واو حرف عطف لانفی جنس قوۃ معطوف ہوا معطوف علیہ حول کا، معطوف علیہ اپنے معطوف سے ملکر اسم ہوا لائے نفی جنس کا مَوجُودٌ لا کی خبر، لا اپنے اسم اور خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

سوال: صورت ثانیہ کی ترکیب کیا ہوگی؟

جواب: صورت ثانیہ کی ترکیب واضح ہے۔

دوسری وجہ یہ ہوگی کہ دونوں جگہ رفع ہو جیسے لَا حَولٌ وَ لَا قُوَّۃٌ اِلَّا بِاللّٰہِ تو اس وقت دونوں کو رفع عامل معنوی کا ہوگا کیونکہ لَا حَولٌ وَ لَا قُوَّۃٌ اِلَّا بِاللّٰہِ جواب میں واقع ہوا ہے، کسی شخص کے کہ جس نے یہ کہا اَبِغَیرِ اللّٰہِ حَولٌ وَ قُوَّۃٌ (ترجمہ) کیا اللّٰہ کے غیر کے ساتھ طاقت اور قوۃ گناہوں سے بچنے اور اطاعت کرنے کی حاصل ہوسکتی ہے، دیکھو سوال میں حولٌ اور قوۃٌ کو رفع ہے تو جواب دہندہ نے حولٌ اور قوۃٌ کو مرفوع کہا تا کہ سوال اور جواب دونوں میں مطابقت رہے۔

نحوِ میر کے حاشیہ پر یہ کہا ہے کہ لَا حَولَ وَ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ میں لا بمعنی لیس ہے تو اس صورت میں حول اور قوۃ کو رفع عامل لفظی لیس کا ہوگا

تیسری وجہ لَا حَولٌ وَ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ (لا) معنی میں لیس ہے اور دوسرا (لا) نفی جنس کا ہے، اس صورت میں اصل اس کی ایک ہوگی یعنی لَا حَولٌ مَوجُودًا اِلَّا بِاللّٰہِ وَ لَا قُوَّۃَ مَوجُودٌ اِلَّا بِاللّٰہِ وجہ اس کی یہ ہے کہ جو (لا) لیس کے معنی میں ہے اس کا عمل ویسا ہی ہوگا جیسا لیس کا ہے یعنی اسم کو رفع اور خبر کو نصب، اور جو (لا) نفی جنس کا ہے اس کا اسم یا مضاف منسوب ہوگا یا فتحہ پر مبنی ہوگا، خبر اس کی ہر حال میں مرفوع ہوگی، اس لئے اصل صرف ایک ہی ہوئی یعنی ہر ایک لا کا اسم اور خبر الگ الگ ہوگا۔

اور اگر مذکورہ صورت میں دونوں کی ایک خبر نکالیں تو پہلا (لا) چاہے گا کہ میں اس خبر کو نصب دوں، کیونکہ وہ لیس کے معنی میں ہے اور دوسرا (لا) نفی جنس چاہے گا کہ میں اس کو رفع دوں، تو بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے

کہ ایک شیئے ایک وقت میں مرفوع بھی ہو اور منصوب بھی لہذا اس صورت میں یوں نہیں کہہ سکتے کہ لَا حَولٌ وَلَا قُوَّۃَ مَوجُودٌ اِلَّا بِاللّٰہِ بلکہ یوں کہیں گے لَا حَولَ مَوجُودًا اِلَّا بِاللّٰہِ وَلَا قُوَّۃَ مَوجُودٌ اِلَّا بِاللّٰہِ پہلے (لا) نے مَوجُودًا کو نصب دیدیا اور دوسرے (لا) نے مَوجُودٌ کو رفع دیدیا۔

چوتی وجہ یعنی پہلا (لا) نفی جنس کا ہوگا اور دوسرا (لا) زائدہ ہے محض پہلے کی تاکید کے لئے ملایا گیا ہے، اس صورت قُوَّۃٌ کو رفع دینے کی وجہ یہ ہے کہ قُوَّۃٌ کا عطف حَولَ کی جگہ پر ہے، لفظ حَولَ پر نہیں اور حَولَ رفع کی جگہ میں ہے، کیونکہ رفع دینے والا عامل معنوی ہے یہاں دونوں صورتیں ہوسکتی ہے یعنی حَولَ اور قُوَّۃ کی ایک خبر نکالی جائے یہ بھی درست ہے اور اگر الگ الگ خبر نکالی جائے یہ بھی درست ہے۔

پانچویں وجہ یہ ہے کہ پہلے کو فتحہ پر مبنی کیا جائے اس وقت (لا) نفی جنس کا ہوگا اور دوسرا منصوب ہوگا، وجہ نصب ثانی کی یہ ہے کہ دوسرا (لا) زائد ہے محض پہلے لا کی تاکید کے لئے لایا گیا ہے، قوۃ کا عطف حولَ کے لفظ پر ہوگا لہذا ثانی کو نصب آئے گا۔

سوال: جب قُوَّۃً کا عطف حَولَ کے لفظ پر ہوا تو حَولَ مبنی ہے تو قُوَّۃ کو بھی فتحہ پر مبنی کرنا چاہئے؟

جواب: بے شک قُوَّۃ کا عطف حَولُ کے لفظ پر ہے اور حَولَ فتحہ پر مبنی ہے، یہ سب تسلیم ہے، مگر قُوَّۃ کا عطف حَولُ کے لفظ پر کر کے قُوَّۃ کو فتح پر مبنی نہیں کرسکتے اس وجہ سے کہ حَولُ کا مبنی ہونا عارضی ہے محض من کی وجہ سے حَولُ مبنی ہوا تو حَولُ کا فتحہ ایسا ہے جیسا کہ معرب کی حرکت، لہذا جس کا اس پر عطف کریں گے اس کو معرب منصوب ہی رکھیں گے، عارضی بناء ایسی قوی نہیں ہوتی کہ جس کی وجہ سے اس کا معطوف بھی مبنی ہوجائے، اس پانچویں صورت میں بھی جائز ہے کہ دونوں اسموں کی ایک خبر نکالیں اور یہ بھی جائز ہے کہ دونوں کے لئے علحدہ علحدہ خبر نکالیں۔

عبارت: پنجم حروف نداو آں پنج ست یا، وایا، وھیا، وای، وھمزہ مفتوحہ. واین حروف منادی

مضاف رانصب کنند، چوں یا عَبدَ اللّٰہِ ومشابہ مضاف راچوں یا طَالِعًا جَبلًا، ونکرہ غیر معین راچنانکہ اعمی گوید، یا رَجُلًا خُذ بِیَدِي، ومناد یٰ مفرد معرفہ مبنی باشد بر علامت رفع چوں یا زَیدُ وَ زَیدَانِ وَیَا مُسلِمُونَ وَ یَا مُوسیٰ وَ یَا قَاضِی - بدانکہ اَی وہمزہ مفتوحہ برائے نزدیک ست وَ اَیَا وَ ھَیَا برائے دور وَیا عام است۔

ترجمہ: پانچویں قسم حروف ندا یہ پانچ ہیں یا، ایا، ھیا، ای، اور ہمزہ مفتوحہ یہ حروف منادی مضاف کونصب دیتے ہیں جیسے یا عَبدَ اللّٰہِ (اے عبداللہ) اور مشابہ مضاف کو جیسے یا طَالِعًا جَبلًا (اے پہاڑ پر چڑھنے والے) اور نکرہ غیر معین کو جیسا کہ نابینا کہے: یا رَجُلًا خُذ بِیَدِي (اے شخص میرا ہاتھ پکڑ) منادی مفرد معرفہ رفع کی علامت پر مبنی ہوگا جیسے: یَا زَیدُ وَ زَیدَانِ ویَا مُسلِمُونَ وَ یَا مُوسیٰ وَ یَا قَاضِی، واضح ہو کہ اَی اور ہمزہ نزدیک کے واسطے ہیں، وَ اَیَا وَ ھَیَا، دور کے لئے ہیں اور یا عام ہے۔

تشریح: مصنفؒ یہاں ان حروف کی پانچویں قسم کو بیان کرتے ہیں جو اسم میں عمل کرتے ہیں اور وہ حروف ندا ہیں، ندا مصدر ہے اس کے معنی پکارنا، بلانا، جو شخص پکارے اس کو منادِی کہتے ہے اور جس کو بلایا جائے اس کو منادٰی کہتے ہے اور جن حروف کے ذریعہ سے بلایا جائے ان حروف کو حروف ندا کہتے ہیں ایسے حروف کہ جن کے ذریعہ سے پکارا جائے وہ کل پانچ ہیں: ایک یَا، دوسرا اَیَا، تیسرا ھَیَا، چوتھا اَیْ، پانچواں کہ جس کو ہمزہ مفتوحہ کہتے ہیں۔

سوال: منادٰی کی اعراب کے اعتبار سے کتنی حالتیں ہیں؟

جواب: منادٰی کی اعراب کے اعتبار سے چار حالتیں ہیں (۱) منادٰی کی کسی دوسرے اسم کی طرف اضافت ہو رہی ہو یعنی منادٰی مضاف ہو تو اس صورت میں منادٰی منصوب ہوگا جیسے: یا عَبدَ اللّٰہِ، یَا سَتَّارَ العُیُوبِ، یَا رَسُولَ اللّٰہِ۔

(۲) منادٰی مشابہ مضاف ہو تو بھی منصوب ہوگا جیسے: طَالِعًا جَبلًا۔

(۳) منادیٰ نکرہ غیر معین ہو تو بھی منصوب ہوگا جیسے کوئی نابینا شخص کہے یَا رَجُلاً خُذْ بِیَدِیْ (اے شخص میرا ہاتھ پکڑ) یا جیسے مؤذن برائے تثویب پکارے: اَلصَّلٰوۃ اَلصَّلٰوۃ یَا مُصَلِّیْنَ (نماز نماز کے لئے چلو اے نمازیو)۔

(۴) منادیٰ مفرد ہو یعنی مضاف یا شبہ مضاف نہ ہو اور معرفہ ہو خواہ پہلے سے معرفہ ہو جیسے: یَا زَیْدُ، یا حرف ندا کے داخل ہونے کے بعد معرفہ بنا ہو جیسے یَا وَلَدُ تو اس صورت میں منادیٰ علامت رفع پر مبنی ہوگا۔ جیسے: یَا زَیْدُ یَا زَیْدَانِ وَیَا مُسْلِمُوْنَ وَیَا مُوْسٰی وَیَا قَاضِیْ۔

سوال: حروف ندا کے باب میں علماء نحو کا اختلاف کیا ہے؟

جواب: وہ اختلاف یہ ہے کہ علامہ سیبویہؒ فرماتے ہے کہ منادیٰ کو نصب دینے والا ایک فعل ہوتا ہے جو مقدر ہوتا ہے اور منادیٰ اس فعل مقدر کا مفعول بہ ہوتا ہے جیسے: یَا زَیْدُ کہ اس کی اصل اَدْعُوْ زَیْدًا ہے یہاں اَدْعُوْ فعل مقدر ہے جو زیدًا کو مفعول بہ ہونے کی وجہ سے نصب دے رہا ہے، پھر فعل کو کثرت استعمال کی وجہ سے حذف کر دیا گیا، دوسرا مذہب علامہ مبردؒ کا ہے وہ فرماتے ہیں کہ حروف ندا خود فعل کے معنی میں ہیں یعنی اس کے قائم مقام ہے، پس وہ منادیٰ کو مفعول بہ ہونے کی وجہ سے نصب دیتے ہیں، تیسرا مذہب امام ابوعلیؒ کا ہے وہ فرماتے ہیں کہ حروف ندا اسماء افعال ہیں، بہر حال خلاصہ یہ نکلا کہ یَا زَیْدُ سب کے نزدیک جملہ ہے لیکن منادیٰ جملہ کے دونوں جز مسند اور مسند الیہ میں سے کوئی سا بھی جز نہیں ہے بلکہ امام سیبویہؒ کے نزدیک جملہ کے دونوں جز مسند (فعل) اور مسند الیہ (فاعل) مقدر ہے اور امام مبردؒ کے نزدیک حرف ندا جملہ کے ایک جز (فعل) کے قائم مقام ہے اور فاعل ضمیر (اَنَا) اس میں مقدر ہے، اور امام ابوعلیؒ کے نزدیک جملہ کا جز مسند یعنی حرف ندا بمعنی اسم فعل ہے جو مذکور ہے اور دوسرا جز فاعل اس میں ضمیر مستتر ہے۔

سوال: مشابہ مضاف کو مشابہ مضاف کیوں کہتے ہیں؟

جواب: مشابہ مضاف وہ اسم ہے کہ جس کے ساتھ ایسی چیز کا تعلق ہو کہ جس کے بغیر اس اسم کے معنی نا تمام رہتے ہوں اور ان میں یہ تعلق نہ تو اضافت کی وجہ سے ہو اور نہ ان میں سے ایک کے موصول اور دوسرے کے صلہ بننے کی وجہ سے ہو بلکہ یہ تعلق ان میں سے ایک کے عامل اور دوسرے کے معمول بننے کی وجہ سے ہو، یعنی پہلا اسم دوسرے میں عمل کرر ہا ہو چاہے اس کو فاعل بنا رہا ہو جیسے : یَا رَفِیقًا بِالعِبَادِ، یا یہ تعلق ان میں سے پہلے کے معطوف علیہ اور دوسرے کے معطوف بننے کی وجہ سے ہو مگر اس شرط کے ساتھ کہ معطوف علیہ اور معطوف دونوں کسی ایک چیز کا نام رکھ دیئے گئے ہوں جیسے : یَا تمرًا وَ زَیدًا، یا یہ تعلق ان میں سے پہلے کے موصوف دوسرے کے صفت بننے کی وجہ سے ہو مگر اس شرط کے ساتھ کہ صفت جملہ یا ظرف واقع ہو جیسے : یَا حَافِظًا لَا یَنسی (اے وہ حافظ جو کہ بھولتا نہیں ہے) یَا شَاعِرًا لَا شَاعِرَ الیَومَ مِثلَهُ (اے وہ شاعر کہ جس کے مانند آج کوئی شاعر نہیں)۔

اس کو مشابہ مضاف اس لئے کہتے ہیں کہ یہ اپنے مابعد میں عمل کرتا ہے اور اس کے بغیر اس کے معنی نا تمام رہتے ہیں، گویا کہ یہ اپنے معنی کے مکمل اور تمام ہونے میں اس دوسرے کا محتاج ہے اسی طرح جیسا کہ مضاف مضاف الیہ میں عمل کرتا ہے اور اس کے معنی مضاف الیہ کے بغیر نا تمام اور ادھورے رہتے ہیں پس اس کو مضاف کے ساتھ مشابہت ہو گئی۔

سوال: نکرہ تو غیر معین ہوتا ہے تو پھر مصنفؒ نے یہ کیوں کہا کہ نکرہ غیر معین کو یہ حروف نصب دیں گے؟

جواب: نکرہ غیر معین میں نکرہ کے ساتھ غیر معین کی قید اس لئے لگائی کہ اصل تو جب نکرہ پر حرف ندا داخل کر دیا جائے تو وہ معرفہ بن جاتا ہے مگر یہاں وہ نکرہ مراد ہے کہ حرف ندا کے داخل ہونے کے بعد بھی وہ غیر معین ہی رہے، معرفہ نہ بنے اور ایسا کبھی ہو نہیں سکتا کہ آدمی کسی کو آواز دے اور وہ متعین نہ ہو اس لئے کہ جب کسی کو آواز دی جاتی ہے تو دیکھ کر یا تعیین کے ساتھ آواز دی جاتی ہے، کیا کبھی اس شخص کو آواز دی جاتی ہے جو سامنے نہ ہو اور نظر نہ آ رہا ہو بلکہ اگر کوئی آدمی ہندوستان میں رہ کر اپنے بیٹے کو آواز دے اس حال

میں کہ وہ سعودی عرب میں ہو تو لوگ اس کو پاگل کہیں گے، پس جب بھی ندا لگائی جاتی ہے تو دیکھ کر لگائی جاتی ہے جس کی وجہ سے منادی متعین ہو جاتا ہے چنانچہ مصنفؒ نے اعمی کی قید لگائی اس لئے کہ جب نابینا کسی کو آواز دے گا تو وہ دیکھ کر نہیں پکارے گا بلکہ محض پاؤں کی آہٹ پا کر یا شور شرابہ کی آواز سن کر پکارے گا جیسے: یَا رَجُلًا خُذ بِیَدِي (اے مرد میرا ہاتھ پکڑ لے) تو بظاہر رَجُلًا حرف ندا لگ کر وہ معرفہ اور متعین ہو گیا مگر اس نابینا شخص کے نزدیک اب بھی وہ غیر متعین ہی ہے اس لئے کہ اس نے کسی مخصوص آدمی کو آواز نہیں دی بلکہ جو بھی ہو آکر ہاتھ پکڑ لے اور راستہ دکھا دے اس کے برخلاف اگر یہی جملہ کوئی آنکھوں والا آدمی کہے تو اس کے نزدیک نکرہ متعین ہو جائے گا اس لئے کہ وہ دیکھ کر آواز دے گا۔

سوال: منادیٰ مفرد معرفہ مبنی علی الضم کیوں ہوتا ہے؟

جواب: منادیٰ مفرد معرفہ مبنی علی الضم اس لئے ہوتا ہے کہ یَا زَیدُ بمعنی "اَدعُوكَ" ہے کاف ضمیر کو ایک حرفی ہونے میں کاف حرف جر کے ساتھ مشابہت ہے لہذا اس مشابہت کی وجہ سے کاف ضمیر کو مبنی کر دیا، اور اب زید مفرد معرفہ اس کاف کی جگہ آیا تو مبنی کے محل میں واقع ہونے کی وجہ سے اس کو بھی مبنی کر دیا پھر اس کو مبنی علی الضم اس لئے کیا کہ اگر چہ مبنی کا اصل اعراب سکون ہے مگر وہ حروف کے ساتھ خاص ہے پھر اگر فتحہ دیتے تو چونکہ بعض اوقات منادیٰ کے آخر میں الف اشباع لاتے ہیں جیسے: یَا زَیدَا اور پھر الف کو حذف کر کے یَا زَیدَ فتحہ کے ساتھ بولتے ہیں تو مبنی بر فتحہ کی صورت میں منادیٰ کی اس شکل سے التباس لازم آتا، اور اگر کسرہ دیتے تو منادیٰ مضاف بسوئے یائے متکلم جیسے: یَا غُلَامِ سے اس صورت میں التباس لازم آتا جبکہ یاء کو حذف کر کے کسرہ کے ساتھ یَا غُلَامِ کہتے ہیں، اس لئے مبنی بر ضمہ ہی کیا۔

سوال: مضاف اور شبہ مضاف بھی تو کاف ضمیر مبنی کے محل میں واقع ہوتے ہیں تو پھر ان کو مبنی کیوں نہ کیا؟

جواب: اگر چہ مضاف اور شبہ مضاف کاف ضمیر کے محل میں واقع ہوتے ہیں، مگر چونکہ ان میں اضافت کی وجہ سے معرب و متمکن ہونے کا پہلو زیادہ قوی ہے اس لئے مبنی نہ ہوئے، یا پھر دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر

چہ یہ مضاف یا شبہ مضاف کاف ضمیر کے محل میں ہیں مگر چونکہ ان کو کاف کے ساتھ مشابہت تامہ نہیں ہے اس لئے کہ کاف لفظاً مفرد ہے اور یہ اسم مضاف یا شبہ مضاف مفرد نہیں ہیں لہذا مبنی نہ ہونگے، برخلاف مناڈی مفرد معرفہ کے کہ وہ مفرد ہوتا ہے۔

اور نکرہ غیر معین تو کاف ضمیر کے محل میں ہی واقع نہیں ہے اس لئے کہ کاف ضمیر تو مخاطب متعین کے لئے ہیں اور وہ غیر متعین ہے۔

سوال: مصنفؒ نے مناڈی مفرد معرفہ کی مثال یَا زَیدَانِ بھی بیان فرمائی حالانکہ زَیدَانِ مفرد نہیں ہے یہ تو تثنیہ ہے تو اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: مفرد سے مراد یہ ہے کہ مضاف نہ ہو، مشابہ مضاف نہ ہو، نکرہ غیر معین نہ ہو، چاہے تثنیہ ہو، جمع ہو۔ کیونکہ مفرد جس وقت مقابلہ میں مضاف کے ہوگا اس مفرد میں تثنیہ، جمع سب داخل ہونگے۔

سوال: مثال سے مقصود قاعدہ اور قانون کو سمجھانا اور دل نشین کرنا ہوتا ہے اور یہ فائدہ ایک مثال سے حاصل ہو جاتا، اس قدر زائد مثالیں مصنفؒ نے کیوں دیں؟

جواب: یہ آپ کا کہنا درست ہے کہ مثال سے قانون کی وضاحت ہوا کرتی ہے اور وہ ایک مثال سے حاصل ہو سکتی ہے، مگر یہاں بغیر ان سب مثالوں کے مناڈی مبنی کے قانون کی وضاحت نہیں ہو سکتی کیونکہ رفع کی علامت تین ہیں، ایک ضمہ، ایک الف، ایک واؤ، پھر رفع کی دو قسمیں ہیں، ایک رفع لفظی، اور ایک رفع تقدیری، یَا زَیدُ مثال ہے رفع لفظی کی، یَا زَیدَانِ مثال ہے اس رفع کی جو الف کی شکل میں پایا جاتا ہے، یَامُسلِمُونَ مثال ہے اس رفع کی جو واؤ کی شکل میں پایا جاتا ہے، یَا مُوسیٰ مثال ہے رفع تقدیری کی کہ جس کا لفظ پر آنا محال ہے یَا قَاضِی مثال ہے اُس رفع تقدیری کی کہ جو لفظوں میں آسکتا ہے مگر ثقالت کی وجہ سے نہیں لاتے لہذا ان وجوہات سے مصنفؒ نے اتنی مثالیں مناڈی مبنی کی بیان فرمائی۔

سوال: ان پانچوں حرفوں کے استعمال کا طریقہ کیا ہیں؟

جواب: اس کی تفصیل اس طرح ہے کہ اگر منادٰی یعنی وہ شخص کہ جس کو پکارنا مقصود ہے قریب ہو تو اس وقت اَيْ اور ہمزہ سے ندا دیجاتی ہے، اور اگر وہ شخص کہ جس کو بلانا ہے دور ہو تو اس وقت اَیا اور ھَیَا کا استعمال ہوگا، اور یا حرف ندا کے بارے میں اختلاف ہے، علامہ زمخشریؒ تفسیر کشاف کا قول یہ ہے کہ یا دور کے لئے ہے مگر یہ صحیح نہیں ہے، اس لئے کہ ہم لوگ رات دن یا اللہ، یارب بولتے ہیں اگر یہ دور کے لئے ہوتا تو اللہ کے لئے نہ بولا جاتا اس لئے کہ اللہ تو قریب ہیں جیسا کہ قرآن کریم میں ہے: وَنَحنُ أَقرَبُ اِلَیهِ مِن حَبلِ الوَرِیدِ (ہم انسان کے اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے) معلوم ہوا کہ یا قریب کے لئے ہے، لیکن مصنفؒ نے درمیانی راہ اختیار فرمائی اور کہا کہ یا عام یعنی قریب وبعید دونوں کے لیے آئی ہیں۔

تنبیہ: حروف عاملہ در اسم ان پانچوں قسموں کے علاوہ دو اور ہیں مگر مصنفؒ نے اس کو ذکر نہیں کیا چنانچہ حروف عاملہ در اسم کی چھٹی قسم واوٗ بمعنی مع ہے یہ اپنے مابعد اسم کو نصب دیتا ہے جیسے: سِرتُ وَالنِّیلِ (میں دریائے نیل کے ساتھ ساتھ چلا)، ساتویں قسم حرف الا استثنائیہ ہے یہ بھی اپنے مابعد اسم کو نصب دیتا ہے جیسے: جَاءَ القَومُ اِلَّا زَیدًا مگر چونکہ اِلَّا کا ذکر لَا حَولَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ میں گزر چکا ہے، اور واوٗ بمعنی مع کا بیان مفعول معہ میں آئیگا اس لئے مصنفؒ نے یہاں ان کے ذکر کی ضرورت نہیں سمجھی تا کہ تکرار لازم نہ آئے کیونکہ " این رسالہ مختصر لیست "

عبارت: فصل دوم در حروف عاملہ در فعل مضارع، وآں بر دو قسم است، قسم اول حروف یکہ فعل مضارع را نصب کنند، وآں چہار است، اول اَنْ چوں: اُرِیدُ أَن تَقُومَ، وأَن با فعل بمعنی مصدر باشد یعنی اُرِیدُ قِیَامَكَ وبدیں سبب او لامصدریہ گویند، دوم لَن چوں لَن یَخرُجَ زَیدٌ ولَن برائے تاکید نفی ست سوم کئی چوں اَسلَمتُ کَی اَدخُلَ الجَنَّةَ، چہارم اِذَنْ چوں اِذَن أُکرِمَكَ در جواب کسیکہ گوید اَنا أُتِیكَ

غَدًا۔

ترجمہ: دوسری فصل: فعل مضارع میں عمل کرنے والے حروف کے بیان میں، ان حروف کی دو قسمیں ہیں، پہلی قسم وہ حروف جو فعل مضارع کو نصب دیتے ہیں، اور یہ چار ہیں، پہلا حرف اَنْ جیسے: أُرِیدُ أَن تَقُومَ، اور أَن فعل کے ساتھ مصدر کے معنی میں ہوتا ہے یعنی أُرِیدُ قِیَامَكَ اسی لئے اس کو اَن مصدریہ کہتے ہیں، دوسرا لَن جیسے: لَن یَخرُجَ زَیدٌ، لَن نفی کی تاکید کے واسطے آتا ہے، تیسرا حرف کئی جیسے: اَسلَمتُ کَی اَدخُلَ الجنَّۃَ، چوتھا حرف اِذَنْ جیسے: اِذَن أُکرِمَكَ اس شخص کے جواب میں جو کہے اَنَا أٰتِیكَ غَدًا

۔

تشریح: آپ کو اوپر معلوم ہو چکا کہ معرب دو چیزیں ہیں ایک اسم متمکن اور دوسرا فعل مضارع، اسم معرب میں ہیں جو حروف عمل کرتے ہیں وہ اس باب کی فصل اول میں بیان کر دئے گئے، فصل دوم میں ان حروف کا بیان ہے جو فعل مضارع میں عمل کرتے ہیں، فعل مضارع میں جو حروف عمل کرتے ہیں وہ دو قسم کے ہیں: نصب دینے والے اور جزم دینے والے، جو حروف نصب دیتے ہیں ان کا نام حروف ناصبہ ہیں اور جو جزم دیتے ہیں ان کا نام حروف جوازم ہیں. مضارع کو نصب دینے والے حروف چار ہیں ایک اَنْ، دوسرا لَنْ، تیسرا کَیْ، چوتھا اِذَن، یہ حروف جس وقت مضارع پر داخل ہوں گے پانچ صیغوں میں نصب کریں گے اور سات جگہ نون اعرابی کو ساقط کر دیں گے جس کی تفصیل مضارع کے اعراب بیان کرتے وقت گزر چکی۔

مثال اس مضارع کی جو کہ اَنْ ناصبہ کی وجہ سے منصوب ہوا اَن تَقُومَ ہے، اَنْ آنے سے پیشتر تَقُومُ کی میم پر رفع تھا جس وقت یہ کہا کہ أُرِیدُ اَن تَقُومَ تو اس وقت تَقُومُ کی میم پر اَنْ کی وجہ سے نصب ہو گیا، معنی اس کے یہ ہوئے (میں ارادہ کرتا ہوں تیرے کھڑے ہونے کا)۔

سوال: تَقُومُ فعل مضارع ہے اور آپ نے اس کے معنی مصدر کے کر دیئے اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: اس کی وجہ یہ ہے کہ جس وقت فعل مضارع پر اَنْ ناصبہ داخل ہوگا تو وہ مضارع جو اَنْ کا مدخول ہے

مصدر کے معنی میں ہوجاتا ہے جیسے: اَن تقُومَ معنی میں قِیامَكَ کے ہوگیا اور جیسے: اَن تضرِبَ معنی میں ضربكَ کے ہوگیا یہی وجہ ہے کہ اُس اَن کو اَن مصدریہ کہتے ہے۔

دوسرا حرف، فعل مضارع کو نصب دینے والا لَنْ ہے جیسے: لَن یخرُجَ زَیدٌ یعنی (ہرگز نہیں نکلے گا زید) یہ بھی پانچ جگہ نصب کریں گا اور سات جگہ نون اعرابی کو ساقط کریں گا، یہ لَنْ فعل مضارع پر داخل ہوکر زمانۂ آئندہ میں نفی مؤکد کرتا ہے۔

تیرا حرف، فعل مضارع کو نصب دینے والا کَيْ ہے جیسے: أَسلَمتُ كَي اَدخُلَ الجنّة اس مثال میں اَدخُلَ فعل مضارع ہے، حرف کیٔ جس وقت داخل ہوگیا تو اَدخُلَ کے اخیر حرف پر نصب ہوگیا معنی اس کے یہ ہیں یعنی (اسلام لایا میں تاکہ میں داخل ہوجاؤں جنت میں)۔

چوتھا حرف، فعل مضارع کو نصب دینے والا اِذَن ہے جیسے: اِذَن أکرِمَكَ، اِذَنْ کے داخل ہونے کی وجہ سے أکرِمَ کی میم پر نصب ہوگیا، اِذَن أکرِمَكَ اسوقت کہیں گے جب کہ کوئی شخص یہ کہہ چکا ہو اَنا اٰتِیكَ غدًا (یعنی میں تیرے پاس کل کو آؤں گا) تو یہ کلام سننے والا یہ جواب دے گا کہ اِذَن أکرِمَكَ یعنی میں اس وقت آپ کا اعزاز و اکرام کروں گا) مطلب یہ ہوا کہ جس وقت کل کو آپ میرے یہاں تشریف لائیں گے تو میں جناب کا اعزاز کروں گا، جس قدر ہو سکے گا خاطر تواضع کروں گا۔

سوال: آپ نے کہا کہ اَنْ مضارع کو نصب دیتا ہے تو عَلِمَ اَن سَیَكُونُ میں اَنْ نے نصب کیوں نہیں دیا ؟

جواب: یہ اَنْ مخفّف عن المُثقّلہ ہے اصل میں اَنَّهُ تھا پھر اَنْ ہوگیا، یہ ناصبہ نہیں ہے۔

سوال: کیا اَن ہمیشہ ناصبہ ہوتا ہے یا غیر ناصبہ بھی ہوتا ہے؟

جواب: جی ہاں اَن غیر ناصبہ بھی ہوتا ہے جب کہ اَن زائدہ امر اور ماضی پر داخل ہو تو غیر ناصبہ ہوتا ہے جیسے: اَنِ اضْرِبْ اور اَن قالَ:

سوال: معمول کی تقدیم کے اعتبار سے اَن اور باقی حروف ناصبہ میں کیا فرق ہے؟
جواب: اَنْ کا معمول اس پر مقدم ہوسکتا ہے جیسے: یَضْرِبَ اَنْ زَیدًا بخلاف باقی نواصب کے اس لئے یَضْرِبَ لَن زَیدًا کہنا درست نہیں۔

عبارت: **وبدانکہ اَن بعد از شش حروف مقدر باشد وفعل مضارع را نصب کند حتی نحو** مَرَرتُ حَتّٰی أدخُلَ البَلَدَ **ولام جہد نحو** مَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَھُمْ **واو بمعنی اِلٰی اَن یا اِلّا اَن نحو** لَالْزَمَنَّكَ اَو تُعطِیَنِی حَقِّی، **وواو الصرف، ولام کیْ، وفا کہ در جواب شش چیز است۔ امر ونہی ونفی واستفہام وتمنی وعرض وامثلتہا مشہورۃٌ۔**

ترجمہ: جان لو کہ اَنْ چھ چیزوں کے بعد پوشیدہ ہوتا ہے اور فعل مضارع کو نصب دیتا ہے (۱) حتی کے بعد جیسے: مَرَرتُ حَتّٰی أدخُلَ البَلَدَ (میں گزرا یہاں تک کہ شہر میں داخل ہو گیا) (۲) لام جہد کے بعد جیسے: مَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَھُمْ (اللہ ہرگز ان پر عذاب نہیں کرے گا) (۳) او بمعنی اِلٰی اَن یا اِلّا اَن کے بعد جیسے: لَالْزَمَنَّكَ اَو تُعطِیَنِی حَقِّی (میں تجھ کو ضرور بالضرور پکڑے رکھوں گا یہاں تک کہ تو میرا حق ادا کردے) اور واو صرف کے بعد اور لام کیْ کے بعد اور فا جو کہ چھ چیزوں کے جواب میں آتے ہیں، امر، نہی، نفی، استفہام، تمنی، اور عرض اور ان کی مثالیں مشہور ہیں۔۔

تشریح: اَن، لَن، کَیْ، اِذَن ان چاروں حرفوں کا مضارع کو نصب دینا تو ایک کھلی ہوئی بات ہے، ہر طالب علم ایسے مقامات پر کہ جہاں ان میں سے کوئی حرف مضارع پر داخل ہو نصب دیتا ہے، ان چار موقعوں کے علاوہ اور چھ جگہ ہیں کہ جہاں مضارع کو نصب ہوتا ہے، ان کو سمجھنے کے لئے کچھ توجہ درکار ہے، یاد رکھو کہ اُن جگہوں میں بھی اَن ہی نصب دیتا ہے مگر لفظوں میں نہیں ہوتا بلکہ مقدر ہو کر نصب دیتا ہے، وہ چھ جگہ کہ جہاں اَن مقدر ہو کر فعل مضارع کو نصب دیتا ہے یہ ہیں:

(۱) حتی کے بعد جیسے: مَرَرتُ حَتّٰی أدخُلَ البَلَدَ (میں گزرا یہاں تک کہ شہر میں داخل ہو گیا) اصل

عبارت اس طرح حَتّٰی اَن أدخُلَ البَلَدَ۔

(۲) لام جہد کے بعد جیسے: مَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَھُم (اللہ ہرگز ان پر عذاب نہیں کرے گا) کہ اصل عبارت یوتھی لِاَن یُّعَذِّبَھُم۔

سوال: لام جہد کسے کہتے ہیں؟

جواب: لام جہد اس لام کو کہتے ہیں جو کان منفی کی خبر پر نفی کو پختہ کرنے کے لئے داخل ہو جیسے: لَم یَکُنِ اللّٰہُ لِیَغفِرَ لَھُم۔

فائدہ: لام کی کئی قسمیں ہیں: (۱) لام تاکید (۲) لام کَیْ (۳) لام تعلیلیہ (۴) لام زائدہ (۵) لام امر (۶) لام ابتدائیہ (۷) لام قسم (۸) لام اختصاص۔

(۳) تقدیر اَن کی تیسری جگہ: اس اَوْ کے بعد جو اِلٰی اَن یا اِلَّا اَن کے معنی میں ہو جیسے لَاَلزِمَنَّكَ اَو تُعطِیَنِی حَقِّی پس جب اَو بمعنی اِلٰی اَن ہوگا تو معنی ہوگا (البتہ لازم پکڑوں گا میں تجھ کو یہاں تک کہ تو میرا حق دیدے) اور اگر اِلَّا اَن کے معنی میں ہو تو معنی ہوگا (البتہ پکڑوں گا میں تجھ کو مگر یہ کہ تو میرا حق دیدے) اس مثال میں اصل عبارت اَو اَن تُعطِیَنِي حَقِّی تھی۔

(۴) تقدیر اَنْ کی چوتھی جگہ لام کیْ کے بعد جیسے: اَسلَمتُ لِاَدخُلَ الجَنَّۃَ (میں اسلام لایا تاکہ میں جنت میں داخل ہو جاؤں) اس مثال میں اصل عبارت لِأَن أَدخُلَ الجَنَّۃَ تھی۔

سوال: لام کیْ کسے کہتے ہیں؟

جواب: لام کیْ اس لام جر کو کہتے ہیں جو کیْ کی طرح سببیت کا معنی دیتا ہو اور اس کو لام التعلیل بھی کہتے ہیں۔

سوال: لام کیْ اور لام جہد میں کون سا فرق ہیں؟

جواب: لام کیْ اور لام جہد میں لفظی فرق تو یہ ہے کہ لام جہد ہمیشہ کان کی نفی کے بعد آتا ہے اور اس کے

برخلاف لام کیٔ وہ کہیں بھی آجاتا ہے، اوران دونوں کے درمیان معنوی فرق یہ ہے کہ لام جہد نفی کی تاکید کے لئے آتا ہے اور لام کیٔ علت بتانے کے لئے آتا ہے، تیسرا فرق یہ ہے کہ لام کیٔ کو حذف کرنے سے معنی میں خلل ہوجاتا ہے بخلاف لام جہد کے اس کے حذف سے معنی میں خلل نہیں ہوتا کیونکہ وہ صرف نفی کی تاکید کے لئے آتا ہے۔

(۵) تقدیر اَنْ کی پانچویں جگہ، اس فا جزائیہ کے بعد بھی اَنْ مقدر ہوتا ہے جن میں دو شرطیں ہو، اول یہ کہ اس کا ماقبل مابعد کے لئے سبب ہو، دوم یہ کہ وہ امر، نہی نفی، استفہام، تمنی، عرض کے بعد واقع ہو جیسے: زُرنی فَأُکرِمَكَ (تو میری زیارت کرتا کہ میں تیرا اکرام کروں) اس مثال میں اصل عبارت فَاَن أُكرِمَكَ تھی

چھ مقامات میں فا، کالانا ضروری ہیں۔

(۱) امر کے بعد جیسے: زُرنی فَأُکرِمَكَ (تو میری زیارت کر، تاکہ میں تیرا اکرام کروں)

(۲) نھی کے بعد جیسے: لَا تَشتِمنِی فَاضرِبَک (مجھے برا بھلا مت کہو، تاکہ تمہیں تکلیف دوں)

(۳) نفی کے بعد: مَا تَأتِینَا فَتُحَدِّثَنَا (نہیں آتے آپ میرے پاس، تاکہ بات چیت کرتے ہم سے)

(۴) استفہام کے بعد جیسے: هَل عِندَكَ مَاءٌ فَاَشرَبَهُ (کیا آپ کے پاس پانی ہے، تاکہ پیوں میں اس کو)

(۵) تمنی کے بعد جیسے: لَیتَ لِی مَالًا فَاُنفِقَ مِنهُ (کاش میرے لئے مال ہوتا، تاکہ میں اس کو خرچ کرتا)

(۶) عرض کے بعد جیسے: اَلَا تنزِلُ بِنَا فَتُصِیبَ خَیرًا (کیوں نہیں آتے ہو ہمارے پاس، تاکہ حاصل کرو بھلائی کو)

(۶) تقدیر اَن کی چھٹی جگہ، واو صرف کے بعد بھی أَنْ مقدر ہوتا ہے زُرنی وَأُکرِمَكَ (تو میری زیارت

کر، تا کہ میں تیرا اکرام کروں) اس مثال میں اصل عبارت زُرنی وَاَن أُکرِمَكَ تھی ۔

سوال: واوِصرف کے لغوی واصطلاحی معنی کیا ہیں؟

جواب: صرف کے لغوی معنی روکنا، باز رکھنا ہیں، اور اصطلاح میں واوِصرف وہ واو ہے کہ جس کے مابعد کا عطف اس کے ماقبل پر کرنا صحیح نہ ہو جیسے:

لَاتَنهَ عَن خُلُقٍ وَتَأتِيَ مِثلَهُ ★ عَارٌ عَلَيكَ إِذَا فَعَلتَ عَظِيمٌ۔

ترجمہ: تو (میرے) اخلاق سے مت روک درانحالیکہ تو بھی اسی کے مانند ارتکاب کرتا ہے تیرے لئے ہی شرم کی بات ہے اگر تو ایسا کرتا ہے۔

مذکورہ شعر میں "وَتَأتِيَ" میں واوِصرف ہے اور اس کے بعد اَنْ مصدریہ پوشیدہ ہے اس کی اصل عبارت یوں تھی وَاَن تَأتِيَ مِثلَهُ اسی لئے فعل مضارع منصوب ہے۔

اس شعر کے شاعر حضرت ابوالاسود دولیؒ ہیں جو کہ حضرت علیؓ کے شاگرد تھے، جنگ صفین میں شریک ہوئے اور علم نحو کی تدوین انہی کی طرف منسوب کی جاتی ہے چنانچہ آپ نے اپنے اس شعر میں آیت کریمہ اَتَأمُرُونَ النَّاسَ بِالبِرِّ وَتَنسَونَ أَنفُسَكُم کی ترجمانی بڑے دل نشین انداز میں کی ہے کہ تم دوسروں کو تو برے اخلاق سے روکتے ہو حالانکہ وہی برائیاں خود تمہارے اندر موجود ہیں، پس جن کو تم برائیوں سے روک رہے ہو جب وہ لوگ خود تم کو ان میں مبتلا دیکھیں گے تو یہ تمہارے لئے بڑی شرمندگی کی بات ہوگی اس لئے پہلے اپنی اصلاح کرو پھر دوسروں کو روکو تو تمہاری بات میں اثر ہوگا۔

مسئلہ: نہی عن المنکر یہ ہے کہ اگر آپ کو کوئی آدمی برائی کرتا نظر آئے تو آپ اسے روک دیں خواہ وہ برائی آپ میں بھی ہو کیونکہ آپ کے اعمال آپ کے ساتھ ہیں اور اس کے اعمال اس کے ساتھ اس لئے کہ قرآن میں یہ نہیں فرمایا کہ مت روکو اس برائی سے جو تمہارے اندر موجود ہو بلکہ اس طرح فرمایا کہ تم دوسروں کو تو منع کرتے ہو اور خود کو بھول جاتے ہو چنانچہ متنبہ کیا کہ اچھی بات نہیں بلکہ شرم کی بات ہے کہ خود

تو کوئی گناہ کرے اور دوسروں کو اس سے روکے اس لئے خود بھی اس سے پرہیز کرنا چاہئے۔

بہرحال اس شعر میں یہ واو، واوِ صرف نہ مانیں تو شعر کے معنی بدل جاتے ہیں اس لئے کہ اس صورت میں واو عاطفہ مانا جائے گا اور واو کے مابعد کا ماقبل پر عطف ہوگا جس کی وجہ سے ماقبل کے معنی نفی مابعد تک پہنچ جائیں گے اور معنی ہوگے کہ مت روک تو برے اخلاق سے اور حال یہ ہے کہ تو بھی اس کے مانند کا ارتکاب نہیں کرتا ہے پس اس طرح شاعر کی مراد میں بڑا خلل واقع ہوگا اور پورے شعر کا مطلب کچھ کا کچھ ہو جائے گا اور یہ خرابی اس لئے ہوئی کہ واوِ صرف نہ ماننے کی وجہ سے معطوف علیہ میں جو نفی کا حکم ہے عطف کی صورت میں وہ معطوف پر چلا جاتا ہے۔

پس معلوم ہوا کہ ماقبل کا جو حکم ہے اس کا اعادہ مابعد پر جائز نہیں اس لئے اب مابعد فعل مضارع کو بتقدیر اَنْ مصدر بنا دیا، اور ماقبل کے فعل سے جو مصدر مفہوم ہوتا ہے اس کے ساتھ جمع کر دیا جیسے: **لَا تَنهَ عَن خُلُقٍ وَتَأتِيَ مِثلَهُ** پس اسی لئے **وَتَأتِيَ** کو بتقدیر اَنْ مصدر بنا کر اس کے ماقبل کے فعل سے مستفاد مصدر کے ساتھ جمع کر دیا اور اب گویا عبارت اس طرح ہوئی، **لَا تجمَع بَينَ النَّهيِ عَنِ الخلُقِ وَالإِتيَانِ مِثلهُ** یعنی برائی سے روکنے اور اس کے مانند کا ارتکاب کرنے کو جمع مت کر اسی لئے اس واوِ صرف کو واو جمع بھی کہتے ہیں۔

سوال: حروف ستہ کے بعد اَنْ پوشیدہ کیوں ہوتا ہے؟

جواب: حروف ستہ کے بعد اَنْ اس لئے مقدر ہوتا ہے کہ یہ حروف ستہ اصل میں حروف جارہ ہیں اور حروف جارہ اسم پر داخل ہوتے ہیں جیسا کہ گزر چکا، حالانکہ یہاں فعل مضارع پر اَنْ کا دخول ہو رہا ہے جو کہ قاعدہ کے خلاف ہے، اس لئے اَنْ مصدریہ بیچ میں آ گیا، اور اس نے فعل مضارع کو منصوب کرنے کے ساتھ ساتھ مصدر کے معنی میں کر دیا اور آپ کو معلوم ہے کہ مصدر اسم ہوتا ہے اس لئے اب ان حروف ستہ کا یہاں مضارع پر داخل ہونا صحیح ہو گیا اس لئے اب وہ مضارع نہیں رہا بلکہ اسم ہو گیا، لیکن اَنْ حروف نے کچھ عمل

نہیں کیا بلکہ عمل وہی اَنْ مصدریہ جو اَنْ حروف ستہ کے بعد پوشیدہ ہیں کر رہا ہے۔

عبارت: **قسم دوم حروفیکہ فعل مضارع را بجزم کنند وآں پنج ست، لم، ولمّا، ولامِ امر ولا نہی واِن شرطیہ چوں لم یَنصر، وَلمّا یَنصر، وَلِیَنصر، وَ لَا تنصر، وَاِن تَنصر اَنصر، بدانکہ اِن در دو جملہ رود چوں اِن تَضرِب اَضرِب جملہ اول را شرط گویند و جملہ دوم را جزا واِن برائے مستقبل است اگرچہ در ماضی رود چوں اِن ضربتَ ضربتُ واینجا جزم تقدیری بود زیرا کہ ماضی معرب نیست و بدانکہ چوں جزائے شرط جملہ اسمیہ باشد یا امر یا نہی یا دعا فادر جزا آوردن لازم بود چنانکہ گوئی اِن تأتِنِی فَأَنتَ مُکرَمٌ واِن رَأَیتَ زَیدًا فَأَکرِمهُ، وَاِن أَتَاكَ عَمرٌو فَلَا تُهِنهُ واِن أَکرَمتَنِی فَجَزَاكَ اللّٰهُ خَیرًا**

-

ترجمہ: دوسری قسم: وہ حروف جو فعل مضارع کو جزم دیتے ہیں وہ پانچ ہیں: لم، لمّا، لامِ امر، لا نہی، اِن شرطیہ جیسے لم یَنصر (اس نے مدد نہیں کی) لمّا یَنصر (اس نے اب تک مدد نہیں کی) وَلِیَنصر (چاہئے کہ مدد کرے وہ ایک مرد) وَ لَا تنصر (تو مدد نہ کر) وَاِن تَنصر اَنصر (اگر تو مدد کرے گا تو میں بھی مدد کروں گا) یاد رہے کہ اِن دو جملوں پر آتا ہے جیسے: اِن تَضرِب اَضرِب (اگر تو مارے گا تو میں بھی ماروں گا) پہلے جملہ کو شرط اور دوسرے کو جزا کہتے ہیں، اِن مستقبل کے لئے آتا ہے اگرچہ ماضی پر داخل ہو جیسے: اِن ضربتَ ضربتُ (اگر تو مارے گا تو میں بھی ماروں گا) اس جگہ جزم پوشیدہ رہے گا، کیوں کہ فعل ماضی معرب نہیں ہے، اور جان لو کہ جب شرط کی جزا جملہ اسمیہ ہو یا امر، یا نہی یا دعا ہو تو فا کا جزا میں لانا ضروری ہوتا ہے جیسا کہ آپ کہیں گے: اِن تأتِنِی فَأَنتَ مُکرَمٌ (اگر تو میرے پاس آئے گا تو تیرا اکرام کیا جائے گا) واِن رَأَیتَ زَیدًا فَأَکرِمهُ (اگر تو زید کو دیکھے تو تو اس کا اکرام کر) وَاِن أَتَاكَ عَمرٌو فَلَا تُهِنهُ (اگر تیرے پاس عمرو آئے تو تو اس کو رسوا مت کر) وَاِن أَکرَمتَنِی فَجَزَاكَ اللّٰهُ خَیرًا (اگر تو میرا اکرام کرے گا تو اللہ آپ کو جزائے خیر دے گا)

تشریح: حروف نواصب کا بیان ختم ہوا اب مصنفؒ دوسری قسم میں ان حروف کو بیان کرتے ہیں جو فعل مضارع کو جزم دیتے ہیں، فعل مضارع کو جزم دینے والے حروف پانچ ہیں۔ لم، لما، لامِ امر، لائے نہی، اِن شرطیہ یہ پانچوں حروف فعل مضارع کو اس وقت جزم دیں گے جبکہ اس کے آخر میں حرف علت نہ ہو، اگر حرف علت فعل مضارع کے آخر میں ہوگا تو بجائے جزم کے وہی خود گر پڑے گا، ان پانچوں جوازم میں سے پہلا لم ہے، لم جس وقت فعل مضارع پر داخل ہوگا تو اس کو جزم تو دے گا ہی، ساتھ اس کے یہ بھی کرے گا کہ فعل مضارع کو ماضی منفی کے معنی میں کردے گا۔ جیسے لم ینصرِ معنی میں مَا نَصرَ کے ہوگیا ۔ دوسرا حرف حروف جوازم میں سے لما ہے۔ اس کا بھی وہی حال ہے جو لم کا اوپر مذکور ہوا۔

سوال: لما اور لم دونوں میں کیا فرق ہیں؟

جواب: کچھ معنوی فرق ہیں، وہ یہ کہ لم وقتی نفی کرتا ہے جیسے کہ لم یَنصرِ یعنی مدد نہیں کی اس کا مقصد یہ نہیں کہ کبھی بھی گزرے ہوئے زمانہ میں مدد نہیں کی بلکہ مقصد اس کا یہ ہے کہ جس وقت یہ کہا گیا کہ مدد نہیں کی بس اس وقت نفی ہوگئی، ہوسکتا ہے کہ پہلے کبھی مدد کی ہو بخلاف لما یَنصرِ کے، اس کا مقصد یہ ہے کہ اس وقت تک یعنی (وقت تکلم تك) گزرے ہوئے زمانہ میں کبھی بھی مدد نہیں کی، گویا گزرے ہوئے تمام زمانوں میں نفی ہی نفی پھیلی ہوئی ہے، اور دوسرا فرق یہ ہے کہ لما کا فعل حذف ہوجاتا ہے نہ کہ حرف لم کا۔ جیسے: نَدِمَ زَیدٌ وَ لما کہنا صحیح ہے کیوں کہ دراصل عبارت یوں تھی۔ نَدِمَ زَیدٌ وَ لما یَنفعُهُ النَّدَمَ (زید شرمندہ ہوا مگر شرمندگی نے اس کو اب تک نفع نہیں دیا) اس کے برخلاف نَدِمَ زَیدٌ وَ لم نہیں کہہ سکتے اور تیسرا فرق یہ ہے کہ لم پر حروف شرط داخل ہوتے ہیں اور لما پر داخل نہیں ہوتے جیسے: اِن لم تَضرِب کہنا درست ہے اِن لما تَضرِب کہنا درست نہیں۔

تیسرا حرف حروفِ جوازم میں سے لائے نہی ہے، لائے نہی جس وقت مضارع پر داخل ہوگا تو مضارع کو جزم دے گا، اگر اس کے اخیر میں حرف علت نہ ہو، اس لائے نہی سے متکلم کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ مخاطب جو

کام کررہا ہے متکلم اس کو چھوڑ دے، مثلاً کسی نے کہا کہ لَا تَنصر (مت مدد کر) مقصد یہ ہے کہ مخاطب پہلے سے مدد کررہا ہے متکلم اس کو روکتا ہے، خلاصہ یہ ہوا کہ مخاطب فعل کوترک کردے، یہ لائے نہی معروف اور مجہول کے تمام صغیوں پر داخل ہوتا ہے۔

چوتھا حرف، حروف جوازم میں سے لام امر ہے، جس وقت مضارع پر داخل ہوگا وہ جزم کردیگا، یہ لام امر لائے نہی کی ضد ہے جیسے: لِیَنصر۔ اور لام امر سے مراد وہ لام ہے جس سے وجود فعل طلب کیا جائے اور یہ لام ہمیشہ مکسور ہوتا ہے اور حاضر معروف کے صیغوں کے علاوہ مضارع کے تمام صیغوں میں داخل ہوتا ہے۔

پانچواں حرف، حروف جوازم میں سے اِنْ شرطیہ ہے جس وقت مضارع پر یا ماضی پر داخل ہوگا معنی میں مستقبل کے کردے گا اور جس قدر فعل مضارع شرط اور جزا میں آئیں گے سب کو جزم دے گا جیسے: اِن تَنصر اَنصر، اِن شرطیہ دو جملوں پر داخل ہوتا ہے، جملہ اول کو شرط کہتے ہے اور جملہ دوم کو جزا کہتے ہیں اِن تَنصر اَنصر میں تَنصر شرط ہے اور اَنصر جزا ہے، اِن ضربتَ ضربتُ میں پہلا شرط ہے اور دوسرا جزا ہے۔

سوال: جب اِنْ اپنے مدخول کو جزم دیتا ہے تو ضربتَ ضربتُ کو جزم کیوں نہیں دیا؟

جواب: اس جگہ جزم ہے مگر تقدیری ہے کیوں کہ اوپر گزر چکا کہ ماضی مبنی ہوتی ہے، اِنْ شرطیہ کا مدخول ایک شرط ہوتا ہے اور ایک جزا ہوتا ہے، تو جزا کے متعلق کچھ تفصیل ہے، وہ یہ ہے کہ جس وقت شرط کی جزا جملہ اسمیہ ہو جیسے: اِن تَأتِنِي فَأَنتَ مُکرَمٌ تو جزا پر فا کا لانا ضروری ہے اس مثال میں اِنْ حرف شرط سے اَنتَ مُکرَمٌ جملہ اسمیہ اِنْ حرف شرط کی جزا ہے لہذا اس پر فالائی گئی بجائے اَنتَ کے فَاَنتَ کہیں گے اسی طرح اگر شرط کی جزا امر ہو تب بھی فا کا لانا ضروری ہے جیسے: اِن رَأَیتَ زَیدًا فَأَکرِمهُ اس مثال میں اِنْ حرف شرط ہے: رَأَیتَ شرط ہے فَأَکرِمهُ امر ہے جو جزا ہے۔ شرط کی لہذا اس پر فا کالانا ضروری ہوا، اسی طرح اگر شرط کی جزا نہی ہو تب بھی فا کالانا ضروری ہے: اِن اَتَاكَ عَمرٌو فَلَا تُهِنهُ۔ اس مثال

میں اِنْ حرف شرط ہے اَتَاكَ عَمروٌ شرط ہے لَا تُهِنهُ اس کی جزا ہے لہذا اس پر فا کالانا ضروری ہے۔
ایسے ہی جس وقت شرط کی جزا جملہ ہو تب بھی فا کالانا ضروری ہے جیسے: اِن اَکرَمتَنِی فَجَزَاكَ اللّٰہُ خَیرًا
اس مثال میں اِنْ حرف شرط ہے اَکرَمتَنِی شرط ہے جَزَاكَ اللّٰہُ خَیرًا جملہ دعائیہ جزا ہے، خلاصہ یہ ہوا
کہ شرط کی جزا ان چیزوں میں سے جو بھی ہو فا کا جزا پر لانا ضروری ہے۔

سوال: ان چار مقامات کے علاوہ دوسرے مقامات بھی ہیں جن پر فا کالانا ضروری ہے؟

جواب: ان چار مقامات کے علاوہ اور بھی مقامات ہیں جن پر فا کالانا ضروری ہے۔

(۵) ماضی کے شروع میں لفظ قد ہو خواہ وہ مذکور ہو یا محذوف ہو جیسے: ؟ وَاِن یُکَذِّبُوكَ فَقَد کُذِّبَ رُسُلٌ مِن قَبلِكَ یہ اس قد کی مثال ہے جو مذکور ہے۔ اِن کَانَ قَمِیصُهُ قُدَّ مِن دُبُرٍ فَکَذَبَت وَهُوَ مِنَ الصَّادِقِینَ اَی فَقَد کَذَبَت یہ اس قد کی مثال ہے جو محذوف ہے۔

(٦) شرط کی جزا ماضی کا وہ صیغہ جس کے شروع میں حرف نفی ہو۔ جیسے: فَإِن لَم تَفعَل فَمَا بَلَّغتَ رِسَالَتَهُ۔

(۷) مضارع کے شروع میں سین ہو جیسے: وَاِن تَعَاسَرتُم فَسَتُرضِعُ لَهُ أُخرىٰ۔

(۸) مضارع کے شروع میں سوف ہو جیسے: فَإِنِ استَقَرَّ مَکَانَهُ فَسَوفَ تَرَانِی۔

(۹) مؤکد بلن ناصبہ کا صیغہ ہو جیسے: وَمَن یَتَّبِع غَیرَ الإِسلَامِ دِینًا فَلَن یُّقبَلَ مِنهُ۔

(۱۰) جزاء فعل جامد ہو جیسے: اِنْ تُبدُوا الصَّدَقَاتِ فَنِعِمَّا هِیَ۔

فائدہ: اگر شرط کی جزا فعل ماضی بدون قد ہو تو جزا پر فا کالانا ناجائز ہے جیسے: اِنْ اَکرَمتَنِی اَکرَمتُكَ
(اگر تو میری عزت کریگا تو میں بھی تیری عزت کروں گا)

اسی طرح اگر نفی جحد بلم ہو جیسے: مَنْ لَم یَشکُرِ النَّاسَ لَم یَشکُرِ اللّٰہَ۔

اگر شرط کی جزاء فعل مضارع مثبت یا فعل مضارع منفی لا کے ساتھ ہو تو جزاء پر فا کالانا نہ لانا دونوں صورتیں جائز ہے جیسے: اِن تَضرِب اَضرِبْ پڑھنا بھی جائز ہے اور فَاَضرِبُ بھی۔ فعل مضارع مثبت کی

مثال۔ اِن تَشتِمنِي فَلَا اَضرِبکَ پڑھنا بھی جائز ہے اور اَضرِبکَ بھی۔فعل مضارع منفی بلا کی مثال ہے۔

عبارت: بابِ دوم در عملِ افعال۔

ترجمہ: دوسرا باب افعال کے عمل کے بیان میں۔

عبارت: بدانکہ ہیچ فعل غیر عامل نیست و افعال در اعمال بر دو گونہ است قسم اول معروف بدانکہ فعل معروف خواہ لازم باشد یا متعدی فاعل را برفع کند چوں قَامَ زَیدٌ و ضَرَبَ عَمرٌو وشش اسم را بنصب کند۔

ترجمہ: جان لو کہ کوئی بھی فعل غیر عامل نہیں ہے، عمل دینے میں فعل دو قسم پر ہے پہلی قسم فعل معروف، واضح رہے کہ فعل معروف خواہ لازم ہو یا متعدی فاعل کو رفع دیتا ہے۔جیسے قَامَ زَیدٌ و ضَرَبَ عَمرٌو نیز چھ اسموں کو نصب دیتا ہے۔

تشریح: پچھلے باب میں حروف عاملہ کا بیان تھا اس باب میں افعال عاملہ کا بیان شروع ہوتا ہے، تیسرے باب میں اسماء عاملہ کا بیان آئیگا۔ پہلے باب میں حروف عاملہ کے متعلق یہ بتایا کہ پانچ قسم کے حروف تو اسم میں عمل کرتے ہیں، اور دو قسم کے حروف فعل مضارع میں عمل کرتے ہیں۔اس بیان سے یہ ثابت ہوا کہ جس قدر حروف ان ساتوں قسموں میں بیان کردیئے گئے، یہ تو عمل کریں گے چاہے اسم میں کریں جیسے: کہ پانچوں قسموں میں بیان کئے گئے، اور جو حروف ان کے علاوہ ہیں وہ غیر عاملہ ہوں گے، آگے تیسرے باب میں بیان کریں گے جو کہ اسم میں عمل کرتے ہیں وہ گیارہ قسموں میں بیان کئے جاتے ہیں، اس سے یہ ثابت ہوا کہ وہ اسماء کہ جو ان گیارہ قسموں سے خارج ہیں وہ عمل نہ کریں گے، خلاصہ کے طور پر تم یہ کہہ سکتے ہو کہ بعض حروف عاملہ ہیں اور بعض حروف غیر عاملہ ہیں، ایسے ہی بعض اسم عاملہ ہیں اور بعض اسم غیر عاملہ ہیں، اس دوسرے باب میں مصنفؒ فرماتے ہیں کہ فعل کوئی ایسا نہ پاؤں گے کہ جو عمل نہ کرتا ہو، ہر ہر

فعل عامل ہے چاہے معروف ہو، چاہے مجہول ہو، چاہے فعل تام ہو، چاہے فعل ناقص ہو، چاہے فعل مدح ہو، چاہے فعل ذم ہو، چاہے فعل تعجب ہو، چاہے فعل غیر تعجب ہو، چاہے فعل مقارب ہو، چاہے فعل غیر مقارب ہو، چاہے فعل لازم ہو، یا فعل متعدی ہو عمل ضرور کریگا۔ یہ دوسری بات ہے کہ عمل میں مختلف ہوں یا کم اور زائد ہوں مگر یہ نہ ہوگا کہ کوئی فعل غیر عامل ثابت ہو جائے اسی کو پیش نظر رکھتے ہوئے مصنفؒ نے فرمایا: بدانکہ ہیچ فعل غیر عامل نیست۔ یعنی کوئی فعل ایسا نہیں کہ جو عمل نہ کرے۔ البتہ فعل معروف اور فعل مجہول کے عمل میں فرق ہے، فعل معروف جیسا بھی ہو یعنی لازم ہو یا متعدی فاعل کو رفع ضرور کریگا۔ جیسے: قَامَ زَیدٌ، یہ مثال ہے فعل لازم کی، اس مثال میں قَامَ نے زَیدٌ کو رفع دیا کیونکہ قَامَ کا فاعل زَیدٌ ہے۔ قَامَ فعل لازم ہے کیونکہ یہ مشتق ہے قِیَامٌ سے۔ قِیَامٌ کے معنی کھڑا ہونا تو زید کا کھڑا ہونا زید کی ذات تک ہے، زید سے آگے متعدی نہیں ہوا، دوسری مثال فعل معروف کی ضَرَبَ زَیدٌ ضَرَبَ فعل ہے، زَیدٌ اس کا فاعل ہے، لہذا ضَرَبَ نے زَیدٌ کو رفع دیدیا، ضَرَبَ فعل متعدی ہے کیونکہ ضَرَبَ یعنی مارنا صادر ہوا زید سے اور مار پڑی دوسرے پر مگر فاعل کو رفع دینے میں، قَامَ فعل لازم اور ضَرَبَ فعل متعدی دونوں برابر ہیں، جس طرح کہ فعل معروف خواہ لازم ہو خواہ متعدی چھ اسموں کو نصب کر دیگا، وہ چھ اسم یہ ہیں کہ جن کو مصنفؒ بیان کرتے ہیں۔

سوال: فعل معروف کس کو کہتے ہے؟

جواب: فعل معروف وہ فعل ہے جس کی نسبت فاعل کی طرف ہو۔

سوال: فعل مجہول کس کو کہتے ہے؟

جواب: فعل مجہول وہ فعل ہے جس کی نسبت فاعل کے بجائے مفعول بہ کی طرف ہو۔

سوال: فعل لازم کس کو کہتے ہے؟

جواب: فعل لازم وہ فعل ہے جو فاعل کے ملنے سے پوری بات ظاہر کر دے اور اس کو مفعول بہ کی ضرورت

نہ پڑے۔

سوال: فعل متعدی کس کو کہتے ہے؟

جواب: فعل متعدی وہ فعل ہے جسے فاعل کے ساتھ مفعول بہ کی بھی ضرورت ہو۔

سوال: فعل لازم اور متعدی کی وجہ تسمیہ کیا ہے؟

جواب: لازمی ماخوذ ہے لازم سے اور لازم اسم فاعل ہے معنی لپٹنے، چمٹنے والا چونکہ یہ فعل بھی فاعل کے ساتھ لپٹا رہتا ہے مفعول بہ کو نہیں چاہتا اس لئے اس کو لازمی کہا جاتا ہے۔

متعدی: یہ باب تفعل سے اسم فاعل ہے یعنی تجاوز کرنے والا، چونکہ اس فعل کا اثر فاعل سے تجاوز کر کے مفعول بہ تک پہنچتا ہے اس لئے اس کو متعدی کہتے ہیں۔

عبارت: اول مفعول مطلق راچوں قَامَ زَیدٌ قِیَامًا و ضَرَبَ زَیدٌ ضَرْبًا-

ترجمہ: اول مفعول مطلق کو جیسے: قَامَ زَیدٌ قِیَامًا و ضَرَبَ زَیدٌ ضَرْبًا-

تشریح: ان چھ اسموں کا پہلا مفعول مطلق ہے، مفعول مطلق کو ہمیشہ نصب ہوگا، دیکھوں ان دونوں مثالوں میں دو مفعول مطلق ہے پہلی مثال میں قِیَامًا ہے اور دوسری مثال میں ضَرْبًا ے قِیَامًا کو نصب قَامَ فعل نے دیا اور ضَرْبًا کو نصب ضَرَبَ فعل نے دیا، پہلی مثال کے معنی ہے کھڑا ہوا زید کھڑا ہونا، دوسری مثال کے معنی ہے مارا زید نے مارنا، پہلی مثال فعل لازم کی ہے اور دوسری مثال فعل متعدی کی ہے۔

سوال: مفعول مطلق کسے کہتے ہیں؟

جواب: مفعول مطلق اس مصدر کو کہتے ہیں جو اپنے فعل کے بعد آئے اور اسکو پہچاننے کے لئے چار شرائط ہیں: (۱) اسم ہو (۲) مصدر ہو (۳) فعل یا شبہ فعل کے بعد ہو (۴) وہ مصدر اس فعل کے ہم معنی ہو۔

(۱) عام ہے کہ دونوں کا باب اور مادہ بھی ایک ہو جیسے: ضَرَبْتُ ضَرْبًا (مارا میں نے مارنا) اور ضَارِبٌ ضَرْبًا اس کو مفعول مطلق من لفظہ کہتے ہیں

(۲) یا دونوں کا باب ایک ہو اور مادہ جدا ہو جیسے: قَعَدتُ جُلُوسًا (بیٹھا میں بیٹھنا)

(۳) یا دونوں کا مادہ ایک ہو اور باب جدا ہو جیسے: اَنبَتَہُ اللّٰہُ نَبَاتًا (اُگایا اس کو اللہ نے اگانا) آخری دو قسموں کو مفعول مطلق من غیر لفظہ کہتے ہیں۔

سوال: مفعول مطلق من لفظہ اور مفعول مطلق من غیر لفظہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: مفعول مطلق من لفظہ اس کو کہتے ہیں کہ فعل اور مصدر کے الفاظ بھی ایک جیسے ہوں جیسے: ضَرَبتُ ضَرْبًا اور مفعول مطلق من غیر لفظہ اس کو کہتے ہیں کہ فعل اور اس مصدر کا معنی ایک ہو لیکن ظاہر میں الفاظ دوسرے ہو قَعَدتُ جُلُوسًا۔

سوال: مفعول مطلق اور مصدر میں کیا فرق ہیں؟

جواب: مصدر میں حدثی معنی کے ساتھ ساتھ اس سے فعل کا نکلنا شرط ہے جیسے اَلضَّربُ لیکن مفعول مطلق ایسا مصدر ہوتا ہے جس سے فعل کا نکلنا شرط نہیں یعنی ہر مصدر مفعول مطلق ہوسکتا ہے لیکن ہر مفعول مطلق مصدر نہیں ہوسکتا ہے جیسے ویحۃ ویلۃ یہ مفعول مطلق ہیں، مصدر نہیں ہیں کیونکہ ان سے کوئی فعل نہیں آتا۔

سوال: مفعول مطلق کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: مفعول مطلق کی تین قسمیں ہیں (۱) تاکیدی (۲) نوعی (۳) عددی۔

سوال: مفعول مطلق تاکیدی کس کو کہتے ہیں؟

جواب: مفعول مطلق تاکیدی اس کو کہتے ہیں کہ اس کا اور اس کے فعل کا مدلول (معنی) ایک ہو جیسے: ضَرَبتُ ضَرْبًا (میں نے اس کو بہت مارا)

سوال: مفعول مطلق نوعی کس کو کہتے ہیں؟

جواب: مفعول مطلق نوعی اس کو کہتے ہیں کہ جس کا مدلول فعل کے انواع میں سے کوئی نوع ہو جیسے

ضربتُ ضربَ الأمیرِ - جَلَستُ جِلسَۃَ القَارِی (بیٹھا میں قاری کے بیٹھنے کی طرح)

سوال: مفعول مطلق عددی کس کو کہتے ہیں؟

جواب: مفعول مطلق عددی اس کو کہتے ہیں کہ جس کا مدلول عدد ہو جیسے ضربتُ ضربَتَین، جَلَستُ جلسَتَین (میں دو دفعہ بیٹھا)۔

سوال: مفعول مطلق نوعی اور عددی میں کیا فرق ہیں؟

جواب: مفعول مطلق نوعی فِعلَۃٌ کے وزن پر آتا ہے اور مفعول مطلق عددی فَعلَۃٌ کے وزن پر آتا ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے الفِعْلَۃُ لِلنَّوعِي وَالفِعْلَۃُ لِلعَدَدِي وَالمِفْعَلُ لِلاٰلَۃِ۔

سوال: کیا کچھ کلمات ایسے بھی ہیں جو صرف مفعول مطلق بن کر استعمال ہوتے ہوں؟

جواب: جی ہاں۔ ان میں سے کچھ کلمات یہ ہیں، جیسے سبحَانَ اللّٰہِ، مَعَاذَ اللّٰہِ، لَبَّیكَ و سَعدَیكَ، ان کلمات سے پہلے یہ فعل محذوف ہوتے ہیں: أسَبِّحُ، اَعُوذُ بِاللّٰہِ، اَلَبِّیكَ تَلبِیَۃً بَعدَ تَلبِیَۃٍ، اُسعِدُكَ سَعَادَۃً بَعدَ سَعَادَۃٍ-

عبارت: دوم مفعول فیہ را چوں صُمتُ یَومَ الجمُعَۃِ و جَلَستُ فَوقَكَ۔

ترجمہ: دوم مفعول فیہ کو جیسے صُمتُ یَومَ الجمُعَۃِ و جَلَستُ فَوقَكَ۔

تشریح: دوم وہ اسم کہ جس کو فعل معروف نصب دیگا مفعول فیہ زمان اور مکان ہے، پہلی مثال میں یوم الجمعۃ مفعول فیہ زمان ہے اور دوسری مثال میں مفعول فیہ فَوقَكَ ہے جو کہ مفعول فیہ مکان ہے، کیونکہ پہلی مثال کے معنی ہے (کہ روزہ رکھا میں نے جمعہ کے دن) ظاہر ہے کہ دن زمان ہے، دوسری مثال کے معنی ہے (بیٹھا میں تیرے اوپر) تو ظاہر ہے کہ اوپر جس جگہ بھی بیٹھے گا وہ مکان ہی ہوگا، مکان سے مراد جگہ ہے چاہے مخاطب کا سر ہو، مکان سے مراد خاص اصطلاحی مکان نہیں ہے۔

سوال: ظرفِ زمان و مکان کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: ظرف زمان ومکان کی دو قسمیں ہیں: (۱) ظرف زمان مبہم، جس کی حد مقرر نہ ہوں (۲) ظرف زمان محدود، جس کی حد نہایت مقرر ہو (۱) ظرف مکان مبہم، جس کی حد مقرر نہ ہو (۲) ظرف مکان محدود، جس کی حد نہایت مقرر ہو۔

سوال: مفعول فیہ تو منصوب ہوتا ہے صَلَّيْتُ فِي الْمَسْجِدِ میں مسجد منصوب کیوں نہیں؟

جواب: اس میں تفصیل ہے کہ بعض میں فِی ظاہر ہوتا ہے اور بعض میں ظاہر نہیں ہوتا۔

(۱) ظرف زمان مبہم: اس میں فعل عمل کرتا ہے بلا واسطہ فِی کے کیونکہ یہ فعل کا جزء ہے اول اپنے جزء میں بلا واسطہ عمل کرتا ہے اور اس کو منصوب پڑھا جاتا ہے جیسے صُمتُ دَهراً در اصل صُمتُ فِی دَهرٍ۔

(۲) ظرف زمان محدود: اس میں بھی فعل عمل کرتا ہے بلا واسطہ فِی کے کیونکہ یہ فعل کا جزء تو نہیں لیکن جزء سے ذات میں شریک ہے جیسے سِرتُ یوماً در اصل سِرتُ فِی یومٍ۔

(۳) ظرف مکان مبہم: اس میں بھی فِی مقدر ہوتا ہے کیونکہ یہ نہ فعل کا جزء ہے نہ جزء سے ذات میں شریک ہے بلکہ جزء سے وصف میں شریک ہے جیسے جَلَستُ قُدَامَكَ در اصل فِی قُدَامَكَ۔

(۴) ظرف مکان محدود: البتہ اس میں فِی کو مقدر کرنا جائز نہیں اس میں فِی کا ذکر ضروری ہے۔ کیونکہ یہ نہ فعل کا جزء ہے نہ جزء سے ذات یا وصف میں شریک ہے جیسے جَلَستُ فِی الدَّارِ۔

فائدہ: جزء سے مراد زمانہ ہے کیونکہ فعل تین چیزوں سے مرکب ہوتا ہے۔ حدث، زمان، نسبت الی الفاعل

-

عبارت: سوم مفعول معہ راچوں جَاءَ البَردُ وَ الجُبّاتِ أي مَعَ الجُبّاتِ۔

ترجمہ: سوم مفعول معہ کو جیسے جَاءَ البَردُ وَ الجُبّاتِ أي مَعَ الجُبّاتِ۔

تشریح: تیسرا وہ اسم کہ جس کو فعل معروف نصب دیگا مفعول معہ ہے جیسے وَ الجُبّاتِ یہ مفعول معہ ہے جَاءَ فعل نے اس کو نصب دیا۔

سوال: الجبَّاتِ کوکسرہ ہے نصب نہیں پھر آپ کیسے کہتے ہو کہ یہ منصوب ہے؟

جواب: آپ کو پہلے معلوم ہو چکا کہ جمع مؤنث سالم کی حالت نصبی، حالت جرّی کے تابع ہوتی ہے۔ اَلجبَّاتِ جُبَّۃٌ کی جمع ہے اس کا کسرہ ہی حالت نصبی میں نصب کہلاتا ہے۔اس مثال کے معنی ہیں (آئے جاڑے مع کپڑوں کے)۔

سوال: مفعول معہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: مفعول معہ اس اسم کو کہتے ہیں، جس میں تین شرائط پائے جائیں (۱) اسم ہو (۲) واو بمعنی مع کے بعد واقع ہو (۳) اسم کی فعل کے معمول سے مصاحبت (تعلق) ہو چاہے معمول فاعل ہو جیسے **جَاءَ البردُ وَالجبَّاتِ** (آئی سردی جبوں کے ساتھ) یا معمول مفعول ہو جیسے **کَفَاكَ وَ زَیدًا دِرهَمٌ** (تجھ کو زید کے ساتھ ایک درھم) اور اس مفعول کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ فعل کے حکم میں شریک نہیں ہوتا جیسے **سِرتُ وَالنَّهرَ** (میں ندی کے ساتھ چلا)

سوال: مفعول معہ اپنے عامل سے مقدم ہوتا ہے یا نہیں؟

جواب: جی ہاں: اپنے عامل سے مقدم ہوتا ہے۔

عبارت: **چہارم مفعول لہ راچوں قُمتُ إِكرَامًا لِزَیدٍ وَضربتُهٗ تَأدِیبًا-**

ترجمہ: چہارم مفعول لہ کو جیسے **قُمتُ إِكرَامًا لِزَیدٍ وَضربتُهٗ تَأدِیبًا-**

تشریح: چوتھا وہ اسم کہ جس کو فعل معروف نصب دیگا مفعول لہ ہے، إِكرَامًا اور تَأدِیبًا دونوں مفعول لہ ہیں، پہلے مفعول لہ کو نصب دینے والا فعل لازم ہے اور دوسرے کو نصب دینے والا فعل متعدی ہے، پہلی مثال کے معنی ہے (کھڑا ہوا میں زید کا اکرام کرنے کی وجہ سے) دوسری مثال کے معنی ہے (مارا میں نے اس کو ادب دینے کی وجہ سے)

سوال: مفعول لہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: مفعول لہ اس اسم کو کہتے ہیں کہ جس کی وجہ سے فعل واقع ہو (یعنی جو مصدر کسی فعل کا سبب بتلانے کے لئے بغیر حرف جر کے مستعمل ہو، اگر ضَرَبْتُهُ لِلتَّأْدِيبِ کہیں گے تو مطلب وہی ہوگا، مگر ترکیب میں اسے مفعول لہ نہیں کہیں گے بلکہ مجرور کہیں گے، اس کے لئے چار شرائط ہیں (۱) اسم ہو (۲) مصدر ہو (۳) فعل یا شبہ فعل کے بعد ہو (۴) وہ اسم فعل مذکور کے لئے سبب ہو جیسے قُمْتُ إِكْرَامًا لِزَيْدٍ (میں زید کی تعظیم اور اکرام کے لئے اٹھا) ضَرَبْتُهُ تَأْدِيبًا (میں نے اس کو مارا ادب سکھلانے کے لئے)

سوال: مفعول لہ کی معنی کے اعتبار سے کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: دو قسمیں ہیں (۱) عدمی (۲) وجودی، عدمی وہ ہے کہ جس کے حاصل کرنے کے خاطر فعل کیا جاتا ہو ضَرَبْتُ زَيْدًا تَأْدِيبًا (۲) وجودی وہ ہے کہ جس کی وجہ سے فعل خود بخود ہو جاتا ہو اور مفعول لہ فعل کا اثر ہوتا ہے اور فعل پر مرتب ہوتا ہے جیسے قَعَدْتُ عَنِ الْحَرْبِ جُبْنًا یہاں جُبْن کے موجود ہونے کی وجہ سے بیٹھنے والا فعل ہوا ہے۔

سوال: مفعول لہ عدمی اور وجودی میں کیا فرق ہیں؟

جواب: ایک فرق یہ ہے کہ مفعول لہ عدمی تصوراً مقدم ہوتا ہے اور تحققاً وجوداً فعل کے بعد ہوتا ہے، اور مفعول لہ وجودی تصوُّراً اور وجوداً فعل سے مقدم ہوتا ہے اس لئے عدمی کو علت ذھنی اور وجودی کو علت خارجی کہتے ہیں۔

عبارت: پنجم حال راچوں جَاءَ زَيْدٌ رَاكِبًا۔

ترجمہ: پنجم حال کو جیسے جَاءَ زَيْدٌ رَاكِبًا۔

تشریح: پانچواں وہ اسم کہ جس کو فعل معروف نصب دیگا حال ہے، اس مثال میں رَاكِبًا حال ہے، اس کو نصب جَاءَ فعل نے دیا ہے۔ معنی اس کے یہ ہیں (آیا زید اس حال میں کہ سوار تھا)

سوال: حال کس کو کہتے ہیں؟

جواب: حال وہ اسم ہے جو فاعل کی حالت کو بیان کرے، یا مفعول بہ کی حالت کو بیان کرے، یا فاعل اور مفعول بہ دونوں کی حالت بیان کرے۔ جیسے جَاءَ زَیْدٌ رَاکِبًا (میرے پاس زید آیا اس حال میں کہ سوار تھا) فاعل کی حالت کو بیان کرر ہا ہے۔ ضَرَبْتُ زَیْدًا مَشْدُوْدًا (میں نے زید کو مارا اس حال میں کہ وہ بندھا ہوا تھا) مفعول بہ کی حالت کو بیان کرر ہا ہے۔ لَقِیْتُ زَیْدًا رَاکِبَیْنِ (میں زید سے ملا اس حال میں کہ دونوں سوار تھے) دونوں کی حالت بیان کرر ہا ہے۔

حال ہمیشہ نکرہ ہوگا اور ذوالحال اکثر و بیشتر معرفہ ہوگا اور کبھی کبھی نکرہ آئے گا، اصل تو یہ ہے کہ ذوالحال، حال پر مقدم ہو اور حال بعد میں لیکن اگر ذوالحال نکرہ ہو تو اس وقت حال پہلے ہوگا اور ذوالحال بعد میں جیسے جَاءَنِیْ رَاکِبًا رَجُلٌ (میرے پاس سوار ہو کر آدمی آیا)

حال اکثر و بیشتر مفرد آتا ہے اور کبھی جملہ بھی واقع ہوتا ہے، اگر حال جملہ واقع ہو تو اس جملے کے شروع میں واو حالیہ آئیگا جیسے جَاءَ الْأَمِیْرُ وَھُوَ رَاکِبٌ (امیر آیا سوار ہو کر)

فائدہ: ذوالحال کے نکرہ ہونے کی صورت میں حال کو ذوالحال پر اس لئے مقدم کرتے ہیں کہ حال کا صفت کے ساتھ اشتباہ یعنی مشابہت نہ ہو جیسے رَأَیْتُ رَجُلًا رَاکِبًا۔

عبارت: ششم تمیز را وقتیکہ در نسبت فعل بفاعل ابہامے باشد چوں طَابَ زَیْدٌ نَفْسًا۔

ترجمہ: چھٹا تمیز کو جبکہ فعل کی فاعل کی طرف نسبت میں کوئی ابہام ہو جیسے طَابَ زَیْدٌ نَفْسًا۔

تشریح: چھٹا وہ اسم جس کو فعل معروف نصب دیگا تمیز ہے، فعل معروف تمیز کو اس وقت نصب دیگا جس وقت کہ اس فعل کی نسبت فاعل کی طرف کرنے سے کسی قسم کا ابہام ہو مثلاً جب یوں کہا طَابَ زَیْدٌ تو اس کے معنی یہ ہوئے اچھا ہے زید، اب یہاں اس بات میں وہم ہوا کہ زید کس اعتبار سے اچھا ہے تو اب اس وہم کو دور کرنے کے لئے جو لفظ بڑھایا جائے گا اس کو تمیز کہیں گے مثلاً طَابَ زَیْدٌ کے آگے نَفْسًا بڑھا دیا تو اس نَفْسًا نے ابہام دور کر دیا کیونکہ اس کے معنی یہ ہوئے (اچھا ہے زید اپنی ذات کے اعتبار سے)۔

فاعل کو رفع کرنے میں اور ان چھ اسموں کو نصب دینے میں فعل معروف لازم اور فعل معروف متعدی دونوں برابر ہیں، ایک عمل فعل متعدی کا زائد ہیں اس کو صاحبِ نحو میر آگے بیان کرتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں۔

عبارت: اما فعل متعدی مفعول بہ را نصب کند چوں ضَرَبَ زَیدٌ عَمرًا، وایں عمل فعل لازم را نباشد۔

ترجمہ: بہرحال فعل متعدی تو وہ مفعول بہ کو (بھی) نصب دیتا ہے جیسے ضَرَبَ زَیدٌ عَمرًا (زید نے عمر کو مارا) یہ عمل فعل لازم نہیں کرتا ہے۔

تشریح: آپ کو پہلے معلوم ہو چکا کہ فعل متعدی ان مذکورہ چھ اسموں کو نصب کرتا ہی ہے اور مفعول بہ کو بھی نصب کریگا جیسے ضَرَبَ زَیدٌ عَمرًا- ضَرَبَ فعل ہے زَیدٌ ضَرَبَ فعل کا فاعل ہے عَمرًا ضَرَبَ فعل کا مفعول بہ ہے کیونکہ فعل لازم فاعل پر ختم ہو جاتا ہے مفعول بہ کو نہیں چاہتا اس لئے اس کے واسطے یہ عمل بھی نہیں ہے، خلاصہ یہ ہوا کہ فعل لازم کے چھ منصوب ہوئے، مفعول مطلق، مفعول فیہ، مفعول معہ، مفعول لہ، حال، تمیز، اور فعل متعدی کے سات منصوب ہوئے۔ مفعول مطلق، مفعول فیہ، مفعول معہ، مفعول لہ، حال، تمیز اور مفعول بہ، یاد رکھوں یہاں تک آٹھ معمول ہوئے، ایک فاعل، دوسرا مفعول مطلق، تیسرا مفعول فیہ، چوتھا مفعول معہ، پانچواں مفعول لہ، چھٹا حال، ساتواں تمیز، آٹھواں مفعول بہ یہاں تک آٹھوں کا بیان مجمل اور مختصر طور پر ہوا، آگے فصل کے اندر ہر ایک کی تعریف اور مثال بیان کی جائیگی۔

سوال: مفعول بہ کس کو کہتے ہیں؟

جواب: مفعول بہ اس اسم کو کہتے ہیں جس پر فاعل کا فعل واقع ہو جیسے ضَرَبتُ زَیدًا میں زید مفعول بہ ہے۔

سوال: کیا مفعول بہ صرف مفرد ہی ہوتا ہے؟

جواب: مفعول بہ عام ہے، کبھی اسم ظاہر، کبھی ضمیر، کبھی متصل، کبھی منفصل، کبھی مذکر، مؤنث اور تثنیہ وجمع، کبھی مصدر مؤول، تو کبھی جملہ بھی ہوتا ہے جیسے قَالَ اِنِّی عَبدُ اللّٰہِ میں پورا جملہ مفعول بہ ہے۔

سوال: مفعول بہ کا فاعل پر مقدم ہونا کب واجب ہوتا ہے؟

جواب: جب مفعول بہ ضمیر متصل اور فاعل غیر متصل ہو جیسے مَا اَکرَمنِي اِلَّا زَیدٌ۔

سوال: مفعول بہ کے فعل کا حذف جائز ہے یا نہیں؟

جواب: مفعول بہ کے فعل کا حذف جائز ہے لیکن چند مقامات پر حذف واجب ہے (۱) تحزیر جیسے الأَسَدَ الأَسَدَ دراصل اِحذَرِ الأَسَد (۲) منادی جیسے یَا عَبدَ اللّٰہِ ای اَدعُو عَبدَ اللّٰہِ (۳) مَا أُضمر عامله علی شریطة التفسیر یعنی ہر وہ اسم جس کے بعد کوئی ایسا فعل یا شبہ فعل ہو جو اس اسم کی ضمیر یا اس کے متعلق میں عمل کرنے کے سبب اس اسم پر عمل کرنے سے اس طرح اعراض کرے کہ اگر اس فعل یا مناسب کو اس اسم پر مقدم کر دیا جائے تو وہ اسے نصب دیدے، جیسے: زَیدًا ضَرَبتُهُ اس مثال میں زَیدًا ایک اسم ہے جس کے بعد ایک فعل ضَرَبتُهُ مذکور ہے اور یہ فعل زَیدًا کی طرف لوٹنے والی ضمیر میں عمل کرنے کے سبب زَیدًا میں عمل کرنے سے فارغ ہے اور اگر ضَرَبتُ کو زَیدًا پر پہلے لایا جائے تو یہ فعل ضرور زَیدًا کو نصب دے گا، لہٰذا مثال مذکور میں زَیدًا مشتغل عنه ہے اور اپنے ماقبل فعل محذوف ضَرَبتُ کا مفعول بہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہے، اس فعل کو اس لئے حذف کر دیا گیا ہے کہ مابعد فعل ضَرَبتُهُ اس کی تفسیر بیان کر رہا ہے۔

سوال: آپ نے کہا کہ مفعول منصوب ہوتے ہیں حالانکہ لَاتُلقُوا بِاَیدِیکُم میں مفعول، مجرور ہے؟

جواب: کبھی حرف جارہ زائدہ مرفوعات اور منصوبات پر داخل ہوتے ہیں لہٰذا بِاَیدِیکُم مجرور لفظًا، منصوب معنیً مفعول ہے لَاتُلقُوا کا۔

سوال: ایک عامل کے آٹھ معمول کیسے ہو گئے؟

جواب: ایک عامل کے آٹھ معمول اس طرح ہو گئے کہ جب کوئی کام کرنے والا کام کرے گا تو اس ایک کام کے لئے کئی چیزیں ثابت ہوں گی ایک تو کام کرنے والا، اس کو فاعل کہتے ہیں اس فاعل کا فعل جس

مصدر سے نکلا اگر اس مصدر کو اس فعل کے بعد کسی خاص مصلحت سے ذکر کر دیا تو یہ مفعول مطلق ہوا اور یہ فعل جس جگہ اور جس وقت ہوا اُس جگہ اور اس وقت کو مفعول فیہ کہتے ہیں اور اگر اس فعل کے صدور اور وقوع میں کوئی دوسرا بھی شریک ہو اور دونوں کے درمیان میں واو بمعنی مع آجائے اس کو مفعول معہ کہتے ہیں اور جس وجہ سے یہ کام کیا گیا اس کو مفعول لہ کہتے ہیں، اور فاعل نے جس حالت میں یہ کام کیا ہے اس حالت کو حال کہتے ہیں اور اگر اس فعل کی نسبت میں فاعل کی طرف کچھ پوشیدگی ہوگئی اس کو رفع کرنے کو جو لفظ لایا گیا اس کو تمیز کہتے ہیں اور جس پر فاعل کا فعل واقع ہو اس کو مفعول بہ کہتے ہیں، دیکھوں ایک فعل کے واسطے کتنی چیزیں ثابت ہوگئیں۔

فصل

عبارت: فصل بدانکہ فاعل اسمیت کہ پیش از وے فعلے باشد مسند بداں اسم برطریق قیام فعل بداں اسم۔ چوں زَیْدٌ در ضَرَبَ زَیْدٌ۔

ترجمہ: فصل: جان لو کہ فاعل وہ اسم ہے جس سے پہلے ایسا فعل ہو جس کی نسبت اس اسم کی طرف اس طرح کی گئی ہو کہ وہ فعل اس اسم کے ساتھ قائم ہو جیسے زَیْدٌ ضَرَبَ زَیْدٌ ہیں۔

تشریح: ماقبل کی فصل میں جس بحث کو مصنفؒ نے مجملاً بیان کیا تھا اب اس فصل میں اس کی تفصیل بیان کرتے ہیں چنانچہ اولاً فاعل کی تعریف پھر مفاعیل اور پھر حال و تمیز کی تعریف کرتے ہیں۔

(فاعل کی تعریف) فاعل اس اسم کا نام ہے کہ جس سے پہلے کوئی فعل ہو یا شبہ فعل ہو، اس فعل اور شبہ فعل کی نسبت اس بعد والے اسم کی طرف اس طور پر ہو کہ یہ فعل اور شبہ فعل اسم کے ساتھ قائم ہو یعنی یہ فعل یا شبہ فعل اس بعد والے اسم سے صادر ہوا ہو، مثال جیسے ضرب زَیدٌ اس زید پر فاعل کی تعریف صادق آگئی کیونکہ زید اسم ہے، اس سے پہلے ضرب فعل معروف ہے، اس ضرب کی اسناد زید کی طرف قیام فعل اور صدور فصل کی ہو رہی ہے بخلاف زَیْدٌ ضَرَبَ کے اس مثال میں زید کو فاعل نہیں کہہ سکتے کیونکہ ضرب

فعل زید کے بعد میں ہے، فاعل ہونے کے لئے شرط یہ ہے کہ فعل پہلے ہو، بلکہ زید مبتداء ہے ضربَ فعل ہے اس کے اندر ضمیر مستتر ہے وہ اس کا فاعل ہے فعل اپنے فاعل سے ملکر جملہ فعلیہ ہو کر خبر ہو گئی، زید مبتداء کی، مبتداء اپنی خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہو گیا، شبہ فعل کی مثال جیسے: زَیدٌ قَائِمٌ اَبُوہُ اس مثال میں قَائِمٌ اسم فاعل شبہ فعل ہے اس کا فاعل اَبُوہُ مرکب اضافی ہے قَائِمٌ اپنے اَبُوہُ سے ملکر خبر ہو جائیگی زید کی۔ زید اپنی خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہو جائیگا۔

سوال: شبہ فعل کیا کیا چیزیں ہیں؟

جواب: شبہ فعل: اسم فاعل، صفت مشبہ، مصدر، اسم فعل، اسم تفضیل اور ظرف کو کہتے ہیں۔

سوال: یہ شبہ فعل کیوں کہلاتے ہیں؟

جواب: اس وجہ سے شبہ فعل کہلاتے ہیں کہ عمل کرنے میں یہ ایسے ہیں جیسا کہ فعل ہوتا ہے، جیسے فعل کے لئے فاعل ہوتا ہے ایسے ہی ان کے لئے بھی فاعل ہوتا ہے جیسے فعل اپنے فاعل کو رفع دیتا ہے ایسے ہی یہ بھی اپنے فاعل کو رفع دیتے ہیں۔

عبارت: مفعول مطلق مصدر یست کہ واقع شود بعد از فعلے وآن مصدر بمعنی آن فعل باشد چوں ضَرۡبًا در ضَرَبۡتُ ضَرۡبًا، قِیَامًا در قُمۡتُ قِیَامًا۔

ترجمہ: اور مفعول مطلق وہ مصدر ہے جو کسی فعل کے بعد واقع ہو اور وہ مصدر اسی فعل کے معنی میں ہو جیسے ضَرۡبًا ضَرَبۡتُ ضَرۡبًا میں، قِیَامًا قُمۡتُ قِیَامًا میں۔

تشریح: (مفعول مطلق کی تعریف) مفعول مطلق ایسا مصدر ہے جس سے پہلے کوئی فعل واقع ہو اور یہ مصدر اس فعل کے معنی میں ہو جیسے ضَرۡبًا اور قِیَامًا دونوں مفعول مطلق ہیں دونوں مصدر ہیں ضَرۡبًا سے پہلے ضَرَبۡتُ ہے، ضَرۡبًا، ضَرَبۡتُ کے معنی میں ہے یعنی ضَرَبۡتُ کا ضَرۡبًا جزء ہے، قِیَامًا سے پہلے قُمۡتُ ہے یہ قِیَامًا قُمۡتُ کے معنی میں ہے یعنی قُمۡتُ کا قِیَامًا ایک جز ہے، ضَرۡبًا فعل متعدی کے بعد واقع ہوا

ہے اور قیاماً فعل لازم کے بعد واقع ہوا ہے۔

عبارت: ومفعول فیہ اسمیست کہ فعل مذکور درو واقع شود اور اظراف گویند وظرف بر دو گونہ است ظرف زمان چوں یَومَ در صُمتُ یَومَ الجمُعَةِ وظرف مکان چوں عِندَ در جَلَستُ عِندَکَ-

ترجمہ: اور مفعول فیہ وہ اسم ہے جس میں فعل مذکور واقع ہوا ہو اور اس کو ظرف کہتے ہے، اور ظرف دو قسم پر ہیں ظرف زمان جیسے یَومَ صُمتُ یَومَ الجمُعَةِ میں اور ظرف مکان جیسے عِندَ، جَلَستُ عِندَکَ میں

۔

تشریح: (مفعول فیہ کی تعریف) مفعول فیہ وہ اسم ہے کہ جس کے اندر وہ فعل واقع ہوا ہو کہ جو اس سے پہلے ذکر کیا گیا ہو اس مفعول فیہ کو ظرف بھی کہتے ہیں، پھر ظرف کی دو قسمیں ہیں مفعول فیہ ظرف زمان اور مفعول فیہ ظرف مکان، مثال مفعول فیہ ظرف زمان کی یَومَ ہے جو صُمتُ یَومَ الجمُعَةِ میں واقع ہے یعنی متکلم نے روزہ جمعہ کے دن رکھا، روزہ فعل ہے اور جمعہ کے دن میں روزہ واقع ہوا، جمعہ کا دن روزہ کے واسطے مفعول فیہ ظرف زمان ہو گیا، مثال مفعول فیہ ظرف مکان کی عِندَ ہے جَلَستُ عِندَکَ میں عِندَ مفعول فیہ ظرف مکان ہے کیونکہ اس سے پہلے فعل جَلَستُ ہے، پوری مثال کا مطلب یہ ہے کہ بیٹھا میں تیرے پاس تو ظاہر ہے کہ کسی شخص کے پاس بیٹھنا کسی جگہ میں ہی ہوگا وہ جگہ چاہے زمین ہو یا چار پائی ہو، جو کچھ بھی ہو وہ جگہ فعل جلوس کے لئے مفعول فیہ ہوگی۔

عبارت: ومفعول معہ اسمیست کہ مذکور باشد بعد از واؤ بمعنی مع چون وَالجبّاتِ در جَاءَ البرِدُ وَالجبَاتِ ای مَعَ الجبَاتِ-

ترجمہ: اور مفعول معہ وہ اسم ہے جو مذکور ہو ایسے واؤ کے بعد جو مع کے معنی میں ہو جیسے وَالجبّاتِ جَاءَ البرِدُوَالجبَاتِ ای مَعَ الجبَاتِ میں۔

تشریح: (مفعول معہ کی تعریف) مفعول معہ وہ اسم ہے جو ایسی واؤ کے بعد ذکر کیا جائے کہ جو مع کے معنی

میں ہو جیسے وَالجبّاتِ، الجبّاتِ مفعول معہ ہے کیونکہ اس سے پہلے جو واؤ ہے وہ مع کے معنی میں ہے، اب معنی پوری مثال کے یہ ہوئے (جاڑے اور جاڑے کے کپڑے دونوں ساتھ ساتھ آئے) آپ دیکھتے ہو کہ جب سردی کا موسم آتا ہے تو اس کے ساتھ ہی ساتھ موٹے موٹے کپڑے سوتی اُونی نکل آتے ہیں۔

عبارت: ومفعول لہ اسمیست کہ دلالت کند بر چیزی کہ سبب فعل مذکور باشد چون إِكرَامًا در قُمتُ إِكرَامًا لِزَيدٍ۔

ترجمہ: اور مفعول لہ وہ اسم ہے جو اس چیز پر دلالت کرے جو فعل مذکور کا سبب ہو جیسے إِكرَامًا قُمتُ إِكرَامًا لِزَيدٍ میں۔

تشریح: (مفعول لہ کی تعریف) مفعول لہ وہ اسم ہے جو دلالت کرے کسی چیز پر جس میں فعل مذکور کا سبب واقع ہو جیسے إِكرَامًا قُمتُ إِكرَامًا میں مفعول لہ ہے کیونکہ متکلم کا کھڑا ہونا زید کی تعظیم کے لئے ہے تو قُمتُ فعل محض اکرامِ زید کی وجہ سے واقع ہوا لہذا إِكرَامًا کو مفعول لہ قُمتُ کا کہیں گے، مثال مذکور کے معنی یہ ہوئے (کھڑا ہوا میں زید کی تعظیم کرنے کی وجہ سے)۔

عبارت: وحال اسمیست نکرہ کہ دلالت کند پر بر ہیئت فاعل چوں رَاكِبًا در جَاءَ زَيدٌ رَاكِبًا یا بر ہیئت مفعول چوں مَشدُودًا در ضَرَبتُ زَيدًا مَشدُودًا یا بر ہیئت ہر دو چوں رَاكِبَينِ در لَقِيتُ زَيدًا رَاكِبَينِ۔

ترجمہ: اور حال وہ اسم نکرہ ہے جو دلالت کرے فاعل کی ہیئت پر جیسے رَاكِبًا جَاءَ زَيدٌ رَاكِبًا میں، یا مفعول کی ہیئت پر جیسے مَشدُودًا ضَرَبتُ زَيدًا مَشدُودًا میں یا فاعل اور مفعول دونوں کی ہیئت پر جیسے رَاكِبَينِ لَقِيتُ زَيدًا رَاكِبَينِ میں۔

تشریح: آپ نے دیکھا ہوگا کہ فاعل یعنی کام کرنے والا کبھی چل کر کام کرتا ہے، کبھی بیٹھ کر کام کرتا ہے، کبھی

پیدل چل کر کام کرتا ہے، بہر حال فاعل کا فعل ایک حالت کے ساتھ مخصوص نہیں ایسے ہی مفعول کی حالت ہے، کبھی کسی حالت میں اس پر فعل واقع ہوگا، کبھی کسی حالت پر واقع ہوگا پس جو لفظ فاعل کے کام کرنے کی حالت کو بیان کرے کہ یہ فعل فاعل سے فلاں حالت میں صادر ہوا ہے یا یہ بتائے کہ مفعول پر یہ فعل فلاں حالت پر واقع ہوا ہے یا دونوں کی حالت بتائے کہ فاعل اور مفعول فعل کرتے وقت فلاں حالت میں تھے ایسے لفظ کو حال کہتے ہیں، اور جس کا حال بیان کیا ہے اس کو ذو الحال کہتے ہیں، مصنفؒ حال کی تعریف اس طرح کرتے ہیں کہ حال وہ اسم ہے کہ جو نکرہ ہو معرفہ نہ ہو کہ جو دلالت کرے فاعل کی حالت پر یا مفعول کی حالت پر یا دونوں کی حالت پر، مثال اس حال کی جو فاعل کی حالت پر رہنمائی کرے جَاءَ زَیْدٌ رَاکِبًا ہیں اس مثال میں رَاکِبًا حال ہے، زید ذو الحال ہے اور فاعل ہے، جَاءَ رَاکِبًا نے یہ بتایا کہ زید کا آنا سواری کی حالت میں صادر ہوا پیدل نہیں ہوا، تمہاری سمجھ میں یہ بات آگئی ہوگی کہ زید کا آنا دو حالت میں ہوسکتا تھا ایک پیدل اور ایک سواری پر سوار ہو کر، رَاکِبًا حال نے بتایا کہ زید سواری کی حالت میں آیا پیدل نہیں آیا، مثال اس حال کی جو دلالت کرے مفعول کی اس حالت پر کہ جس پر فعل واقع ہوا ضَرَبْتُ زَیْدًا مَشْدُوْدًا میں مَشْدُوْدًا ہے، اس کے معنی یہ ہیں کہ مارا میں نے زید کو اس حالت میں کہ زید بندھا ہوا تھا، اس مثال میں مَشْدُوْدًا حال ہے، زَیْدًا ذو الحال ہے مفعول بہ ہے، معرفہ ہے دیکھو زید کھلا ہوا بھی پیٹا جا سکتا تھا اور بندھا ہوا بھی، لیکن مَشْدُوْدًا نے بتا دیا کہ باندھ کر زید کو متکلم نے مارا ہے، کھلا ہوا نہیں مارا۔

مثال اس حال کی جو فاعل اور مفعول دونوں کی حالت ایک دم بیان کرے۔ لَقِیْتُ زَیْدًا رَاکِبَیْنِ میں رَاکِبَیْنِ ہے۔ معنی اس کے یہ ہیں کہ ملاقات کی میں نے زید سے ایسی حالت میں کہ ہم دونوں سوار تھے، دیکھو ملاقات کی چار صورتیں ہوسکتی تھیں، ایک یہ کہ فاعل سوار ہوتا اور مفعول پیدل ہوتا، دوسری صورت ملاقات کی یہ تھی کہ مفعول سوار ہوتا اور فاعل پیدل ہوتا، تیسری صورت ملاقات کی یہ تھی کہ دونوں پیدل

ہوتے، چوتھی صورت ملاقات کی یہ تھی کہ دونوں سوار ہوتے، لیکن جس وقت رَاکِبَینِ کہدیا تو تین صورتیں ساقط ہوگئیں اور چوتھی صورت دونوں کی سواری کی حالت متعین ہوگئی، اس مثال میں رَاکِبَینِ تثنیہ حال ہے اور فاعل اور مفعول یعنی لَقِیتُ کی ضمیر اور زَیدًا ذوالحال ہے۔

سوال: حال کا وجہ تسمیہ کیا ہے؟

جواب: حال لغۃً کہتے ہیں: پھرنے کو اور حال اصطلاحی میں بھی اکثر اوقات انقلاب اور تغیر ہوتا رہتا ہے اس لئے حال کو حال کہتے ہیں۔

سوال: ذوالحال کس کو کہتے ہیں؟

جواب: ذوالحال اس اسم کو کہتے ہیں جس کی حالت بیان کی جائے یعنی فاعل اور مفعول کو ذوالحال کہتے ہیں۔

سوال: حال تو نکرہ ہوتا ہے لیکن ذوالحال نکرہ ہوتا ہے یا نہیں؟

جواب: ذوالحال اکثر معرفہ ہوتا ہے لیکن نکرہ ہوگا تو حال کو اس سے مقدم کیا جائے گا تاکہ نصب کی حالت میں صفت سے حال کا التباس نہ ہوجائے جیسے ضَرَبتُ رَاکِبًا رَجُلًا جو اصل میں ضَرَبتُ رَجُلًا رَاکِبًا تھا اس مثال میں حال ذوالحال پر مقدم ہے۔

سوال: حال کو پہنچاننے کی علامات کونسی ہیں؟

جواب: معنوی علامت یہ ہے کہ اکثر حال "کس طرح" یا "کس حالت میں" کے جواب میں بولا جاتا ہے ۔لفظی علامت یہ ہے کہ فعل کے بعد اسم فاعل اور اسم مفعول کا صیغہ منصوب ہوکر آئے تو وہ اکثر حال ہی ہوتا ہے، اسم فاعل کی مثال جیسے اِنَّا اَرسَلنَاكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیرًا۔

اسم مفعول کی مثال جیسے وَ اَنزَلَ اِلَیکُم الکِتَابَ مُفَصَّلًا بشرطیکہ اسم فاعل اور اسم مفعول کا صیغہ افعال ناقصہ کے بعد نہ ہو، اگر افعال ناقصہ کے بعد ہوگا تو وہ خبر ہوگا جیسے وَ کَانَ اللّٰہُ شَاکِرًا عَلِیمًا، افعال

قلوب کے بعد بھی نہ ہو اگر افعال قلوب کے بعد ہوگا تو مفعول بہ ہوگا جیسے عَلِمتُ زَیدًا فَاضِلًا۔

سوال: کیا حال اور ذو الحال میں مطابقت ضروری ہیں؟

جواب: جی ہاں: تذکیر، تانیث، افراد، تثنیہ اور جمع میں حال، ذو الحال کے مطابق ہوتا ہے جیسے جَاءَ الرَّجُلُ مَاشِیًا، جَاءَ الرَّجُلَانِ مَاشِیَین، جَاءَ الرِّجَالُ مَاشِیِین، جَائَتِ المرأۃُ مَاشِیَۃً - جَائَتِ المرأتَانِ مَاشِیَتَین - جَائَتِ النِّسَاءُ مَاشِیَاتٍ۔

عبارت: وفاعل ومفعول را ذو الحال گویند وآں غالبًا معرفہ باشد واگر نکرہ باشد حال را مقدم دارند چوں جَاءَنِی رَاکِبًا رَجُلٌ، وحال جملہ نیز باشد چنانچہ رَأَیتُ الامِیرَ وَھُوَ رَاکِبٌ۔

ترجمہ: فاعل اور مفعول کو ذو الحال کہتے ہیں اور یہ اکثر معرفہ ہوتا ہے اگر نکرہ ہو تو حال کو مقدم کرتے ہیں جیسے جَاءَنِی رَاکِبًا رَجُلٌ (میرے پاس ایک مرد سوار ہونے کی حالت میں آیا) نیز حال جملہ بھی ہوتا ہے جیسے رَأَیتُ الامِیرَ وَھُوَ رَاکِبٌ۔

تشریح: ان دونوں یعنی فاعل اور معمول کو ذو الحال کہتے ہیں کیونکہ ذو الحال کے معنی ہے صاحب حال، تو ظاہر ہے کہ صاحب حال کسی مثال میں فقط فاعل ہے اور کسی مثال میں فقط مفعول ہے اور کسی مثال میں دونوں ہے، آپ کو اوپر معلوم ہوا کہ حال نکرہ ہوا کرتا ہے، اب مصنفؒ نے یہاں پر یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ذو الحال اکثر وبیشتر معرفہ ہوا کرتا ہے کیونکہ ذو الحال ایسا ہوتا ہے جیسا کہ مسند الیہ ہوتا ہے، اور حال ایسا ہوتا ہے جیسا کہ مسند، لہذا مسند الیہ کے لئے معرفہ ہونا مناسب ہے، اور مسند کے لئے نکرہ ہونا مناسب ہوا، یا بالفاظ دیگر یوں کہو کہ ذو الحال ایسا ہوتا ہے جیسا کہ محکوم علیہ اور حال محکوم بہ ہوتا ہے، یا اس کی تعبیر اس طرح کرلو کہ ذو الحال ذات ہوتی ہے اور حال اس کی ایک صفت ہوتی ہے، ذات کے لئے تعیین انسب ہوئی اور صفت کے لئے تنکیر مناسب ہوئی اگر اتفاق سے کسی جگہ ذو الحال بھی نکرہ ہو تو پھر ایسی حالت میں حال کو مقدم کریں گے اور ذو الحال کو مؤخر کریں گے، اور اس طرح کہیں گے جَاءَنِی رَاکِبًا رَجُلٌ دیکھو اس

مثال میں رَجُلٌ نکرہ ذوالحال ہے اور رَاکِبًا حال ہے، ذوالحال کے نکرہ ہونے کی وجہ سے رَاکِبًا حال کو مقدم کردیا۔

سوال: اس کی کیا وجہ ہے کہ اگر ذوالحال نکرہ ہو تو حال کو ذوالحال پر مقدم کرتے ہیں؟

جواب: اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر حال کو مقدم نہ کریں اور یوں پڑھیں جَاءَنِی رَجُلٌ رَاکِبًا و رَأَیْتُ رَجُلًا رَاکِبًا و مَرَرْتُ بِرَجُلٍ رَاکِبًا ان تینوں حالتوں میں سے حالت نصبی میں یہ شبہ ہوگا کہ رَجُلًا رَاکِبًا حال ذوالحال ہیں، یا صفت موصوف ہیں: بخلاف دونوں حالتوں کے ان دو میں کچھ التباس نہیں کیونکہ صفت موصوف کا اعراب ایک ہوتا ہے اور یہاں ان دو صورتوں میں دونوں کا اعراب جدا جدا ہے بخلاف حالت نصبی کے کہ دونوں کا اعراب ایک ہے یعنی نصب، لہٰذا دونوں احتمال ہو گئے، جس وقت حال کو مقدم کردیا اور ذوالحال کو مؤخر کردیا تو صفت موصوف کا احتمال بالکل ختم ہوگیا کیونکہ صفت اپنے موصوف سے کبھی مقدم نہیں ہوتی تو اس صورت میں حال ذوالحال ہونا متعین ہوگیا۔

سوال: جب التباس صرف حالت نصبی میں تھا تو حالت رفعی اور حالت جری میں کیوں ذوالحال کو مؤخر اور حال کو مقدم کیا؟

جواب: تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان دونوں حالتوں میں سَدًّا اللباب کے تحت ایسا حکم ہے کیونکہ اگر حالت رفعی اور جری میں حال کو مقدم نہ کرتے تو پھر ایک عادت بن جاتی اور ہوسکتا تھا کہ آدمی اس عادت سے مجبور ہوکر اس کی حالت نصبی میں بھی حال کو مقدم نہ کرتا جس کی وجہ سے مذکورہ شائبہ باقی رہتا اور اُلجھن پیش آتی اس لئے تینوں ہی حالتوں میں حال کو مقدم کرنا واجب کردیا۔

حال جیسا کہ مفرد ہوتا ہے ایسے ہی جملہ خبریہ بھی حال واقع ہوتا ہے کیونکہ مقصود ذوالحال کا حال بیان کرنا ہوتا ہے یہ جیسا کہ مفرد بیان کرتا ہے ایسے ہی جملہ بھی فاعل کی حالت اور مفعول کی حالت بیان کرتا ہے، مثال جملہ حالیہ کی رَأَیْتُ الأَمِیرَ وَھُوَ رَاکِبٌ معنی (دیکھا میں نے امیر کو اس حال میں کہ وہ امیر سوار

تھا) رَأَيتُ فعل بافاعل اَلاَمِيرَ ذوالحال واو حالیہ، ھو مبتدا رَاكِبٌ خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر حال ہوا، ذوالحال اپنے حال سے مل کر مفعول بہ ہوا، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ خبریہ ہوا۔

عبارت: وتمیز اسمیت کہ رفع ابہام کند از عدد چوں عِندِي أَحَدَ عَشَرَ دِرهما یا از وزن چوں عِندِی رِطلٌ زَیتًا یا از کیل چوں عِندِی قَفِیزَانِ بُرًّا یا از مساحت چوں مَا فِي السَّمَاءِ قَدرُ رَاحَةٍ سَحَابًا-

ترجمہ: تمیز وہ اسم ہے جو ابہام و پوشدگی کو ختم کرے، عدد سے جیسے: عِندِي أَحَدَ عَشَرَ دِرهما (میرے پاس گیارہ درھم ہے) یا وزن سے جیسے: عِندِی رِطلٌ زَیتًا (میرے پاس ایک رطل روغن زیتون ہے) یا کیل سے جیسے: عِندِی قَفِیزَانِ بُرًّا (میرے پاس دو قفیز گیہوں ہیں) یا مساحت سے جیسے: مَا فِي السَّمَاءِ قَدرُ رَاحَةٍ سَحَابًا- (آسمان میں ہتھیلی کے بقدر بھی بادل نہیں ہے)۔

تشریح: ہم اپنے دن رات کے معاملات میں بات چیت کرتے ہیں تو بعض باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ جن میں کچھ الجھاؤ اور پوشیدگی ہو جاتی ہے جب تک کسی لفظ کا اضافہ نہ کیا جائے اسوقت تک وہ ابہام اور پوشیدگی دور نہیں ہوتی، یہ پوشیدگی کبھی تو عدد اور گننے میں ہوتی ہے مثلاً کسی شخص نے کہا کہ میرے پاس دس ہیں، سننے والے کو یہ پوشدگی ہوگئی کہ دس کیا ہیں؟ جب کہنے والے نے کہا کہ دس کپڑے ہیں، یا دس روپے ہیں، یا دس آدمی ہیں، یا دس درھم ہیں تب یہ ابہام اور پوشیدگی دور ہوگئی اور بات صاف ہو جائیگی اور یہ پوشیدگی کبھی کسی چیز کے وزن میں ہوتی ہے مثلاً کسی شخص نے کہا کہ میرے پاس ایک سیر، یا آدھا سیر ہے، یا دو سیر ہے تو سننے والے کو یہ ابہام ہوا کہ ایک سیر وغیرہ کیا چیز ہے جب متکلم نے یہ کہد یا کہ ایک سیر مثلاً دودھ ہے یا گھی ہے یا شہد ہے تب یہ پوشیدگی دور ہوگئی اور بات واضح ہو جائیگی، اور کبھی یہ پوشیدگی کسی چیز کے ناپ نے میں ہوتی ہے مثلاً کسی شخص نے کہا کہ میرے پاس ایک مٹکا ہے، یا میرے پاس ایک ٹوکری ہے، سننے والے کو اس میں ابہام ہوا کہ ایک مٹکا کیا چیز ہے، جب متکلم نے کہا کہ ایک مٹکا

چاول ہے، یا گندم ہے، یا جو ہے، تب بات پوری ہوکر ممتاز ہوجائیگی، کبھی یہ ابہام کسی چیز کے مقدار میں ہو جاتا ہے مثلاً کسی شخص نے کہا کہ ایک گز ہے، یا ایک ہاتھ ہے، یا ایک بالشت ہے تو سننے والے کو یہ الجھن ہوئی کہ ایک گز کیا چیز ہے وغیرہ وغیرہ، جس وقت متکلم نے کہا کہ ایک گز کپڑا ہے یا ایک ہاتھ رسّی ہے، یا ایک بالشت دھاگا ہے، تب جا کر یہ بات پوری ہوئی اور ابہام دور ہوگیا، وہ لفظ جس سے یہ پوشدگی دور ہوئی اس کو عربی زبان میں تمیز کہتے ہیں اور تمیز کی تعریف اس طرح کرتے ہے کہ تمیز اس اسم کو کہتے ہیں کہ جو پوشیدگی کو دور کرے یہ پوشیدگی کبھی عدد میں ہوگی جیسے کوئی کہے کہ عِندِي أَحَدَ عَشَرَ جس کا ترجمہ یہ ہوا کہ میرے پاس گیارہ ہیں، شبہ ہوا کہ گیارہ کیا چیز ہیں، جب یہ کہدیا کہ اَحَدَ عَشَرَ دِرهمًا تب یہ ابہام أَحَدَ عَشَرَ سے دور ہوگیا، اور کبھی یہ پوشدگی وزن میں ہوگی مثلاً کسی نے کہا عِندِی رِطلٌ میرے پاس ایک رطل ہے اس میں ابہام ہوگیا کہ کس چیز کا رطل ہے، جب کہدیا کہ عِندِی رِطلٌ زَیتًا میرے پاس ایک رطل روغن زیتون کا ہے تو بات صاف ہوگئی، اور یہ پوشدگی کبھی ناپ میں ہوئی مثلاً کسی نے عِندِی قَفِیزَانِ میرے پاس دو بوری ہیں، سننے والے پر مراد پوشدہ رہی جب کہا کہ عِندِی قَفِیزَانِ بُرًّا یعنی میرے پاس دو بوری گندم کی ہیں تو اس وقت کچھ غبار باقی نہ رہا، بات روشن ہوگئی اور یہ پوشدگی کبھی مساحت میں ہوتی ہے مثلاً کسی شخص نے کہا کہ مَا فِي السَّمَاءِ قَدرُ رَاحَةٍ نہیں ہے آسمان میں ہتھیلی کے مقدار، سننے والے کو اس میں ابہام ہوا کہ وہ کیا چیز ہے کہ ہتھیلی کے برابر آسمان میں نہیں، جب متکلم نے کہا کہ مَا فِي السَّمَاءِ قَدرُ رَاحَةٍ سَحَابًا یعنی آسمان میں ہتھیلی کے برابر بادل نہیں، تب ابہام دور ہوگیا، پہلی مثال میں اَحَدَ عَشَرَ ممیز کہلائے گا اور دِرْهمًا تمیز: دوسری مثال میں رِطلٌ ممیز کہلائے گا اور زَیتًا تمیز، تیسری مثال میں قَفِیزَانِ ممیز کہلائے گا اور بُرًّا تمیز، چوتھی مثال میں رَاحَةٌ ممیز کہلائے گا اور سَحَابًا تمیز

–

سوال: حال اور تمیز میں کتنے امور میں اتفاق ہیں؟

جواب: حال اور تمیز میں پانچ امور میں اتفاق ہیں: (۱) اسم ہونے میں (۲) نکرہ ہونے میں (۳) منصوب ہونے میں (۴) فضلہ ہونے میں (۵) رفع ابہام میں۔

سوال: حال اور تمیز میں کتنی چیزوں میں فرق ہوتا ہیں؟

جواب: حال اور تمیز میں سات چیزوں میں فرق ہوتا ہے (۱) تمیز رافع ابہام ہے ذات سے جبکہ حال رافع ابہام ہے وصف سے۔

(۲) حال جار مجرور اور ظرف واقع ہوتا ہے لیکن تمیز نہیں۔

(۳) حال اکثر مشتق ہوتا ہے لیکن تمیز جامد ہوتی ہے۔

(۴) حال اپنے ذوالحال کی تاکید کرتا ہے لیکن تمیز نہیں۔

(۵) حال متعدد آسکتے ہیں لیکن تمیز مفرد آتا ہے۔

(۶) حال جملہ واقع ہوسکتا ہے لیکن تمیز مفرد آتا ہے۔

(۷) حال اپنے ذوالحال سے مقدم ہوسکتا ہے لیکن تمیز نہیں۔

عبارت: ومفعول بہ اسمیست کہ فعل فاعل بروواقع شود، چوں ضَرَبَ زَیدٌ عَمرًا۔

ترجمہ: مفعول بہ وہ اسم ہے جس پر فاعل کا فعل واقع ہو جیسے ضَرَبَ زَیدٌ عَمرًا۔ (زید نے عمر کو مارا)

تشریح: مفعول بہ اس اسم کو کہتے ہے کہ جس پر فاعل کا فعل واقع ہو جیسے ضَرَبَ زَیدٌ عَمرًا۔ دیکھو ضَرَبَ فعل ہے، فاعل ضَرَبَ کا زَیدٌ ہے جس کو مارا وہ عمرو ہے تو اس مثال میں عمرو مفعول بہ ہے کیونکہ ضَرَبَ عمرو پر واقع ہوئی۔

سوال: فاعل اور مفعول کے درمیان فرق کیا ہیں؟

جواب: فاعل اور مفعول میں فرق یہ ہے کہ فاعل کے ساتھ تو فعل کا قیام ہوتا ہے یا اس سے فعل صادر ہوتا ہے اور مفعول کے ساتھ فعل کا قیام نہیں ہوتا یا اس سے فعل کا صدور نہیں ہوتا بلکہ فعل مفعول کے اوپر واقع

ہوتا ہے پھر فاعل کے ساتھ قیام فعل کی دو قسمیں ہیں۔ ایک یہ کہ وہ فعل اس فاعل کے ساتھ قائم ہو اور اس سے صادر بھی ہو جیسے: ضَرَبَ زَیْدٌ میں ضَرَبَ فعل زَیدٌ فاعل کے ساتھ قائم ہے اور اس سے صادر بھی ہو رہا ہے یعنی اس سے انجام پا رہا ہے اور دوسرے یہ کہ فعل فاعل کے ساتھ قائم تو ہو مگر اس سے صادر نہ ہو جیسے: مَاتَ زَیْدٌ (زید مر گیا) میں مَاتَ جو فعل ہے وہ زید فاعل سے صادر نہیں ہوا بلکہ ملک الموت سے صادر ہوا ہے البتہ فعل مَاتَ زَیْدٌ کے ساتھ قائم ہے، دوسرا فرق یہ ہے کہ جملہ فعل اور فاعل سے پورا ہو جاتا ہے اور مفعول جملہ پورا ہونے کے بعد آتا ہے۔

عبارت: بدانکہ ایں ہمہ منصوبات از تمامی جملہ باشد و جملہ بفعل وفاعل تمام شود بدیں سبب گویند اَلْمَنصُوبُ فُضْلَۃٌ۔

ترجمہ: واضح رہے کہ یہ تمام منصوبات (مفعولات) جملہ کے پورا ہونے کے بعد آتے ہیں اور جملہ فعل اور فاعل سے پورا ہو جاتا ہے، اسی وجہ سے کہتے ہیں اَلْمَنصُوبُ فُضْلَۃٌ۔ (منصوبات زائد اور فالتو ہیں)

تشریح: یاد رکھو کہ جملہ فعلیہ کے دو رکن ہیں، ایک فاعل اور دوسرا فعل ان دونوں سے مل کر جملہ تام ہو گیا، رہے یہ سات منصوبات ان کو جملہ کی تمامیت میں کچھ دخل، کیونکہ یہ سب منصوبات جملہ سے زائد ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ عربی زبان میں کہا جاتا ہے کہ اَلْمَنصُوبُ فُضْلَۃٌ یعنی مفعول فضلہ اور زائد چیز ہوتی ہے۔

سوال: تمام منصوبات زائد ہیں تو مصنفؒ نے کتاب میں ان کو بیان کیوں کیا اور اسی طرح قرآن کریم میں جو منصوبات ہیں وہ بھی زائد ہوئیں تو اس سے تو یہ شبہ لازم آیا کہ نعوذ باللہ قرآن میں بھی زائد اور بیکار چیزیں ہیں؟

جواب: اس کا جواب مصنفؒ خود دے رہے ہیں کہ اصل جملہ تو فعل یعنی مسند اور فاعل یعنی مسند الیہ سے مل کر پورا ہو جاتا ہے اور مفعول اس پر زائد ہوتا ہے اب زائد کا مطلب یہ نہیں کہ یہ بیکار اور بے معنی ہوتے

ہیں بلکہ ان کے مستقل معنی ہوتے ہیں کہ جن کے بغیر پوری بات سمجھ میں نہیں آتی، البتہ نحوی اعتبار سے جملہ فعل اور فاعل سے پورا ہو جاتا ہے اور یہ جملہ کے اوپر زائد ہوتے ہیں اس لئے ان کو زائدہ کہا کہ فی نفسہ جملہ ان کا محتاج نہیں۔

فصل

عبارت: فصل: بدانکہ فاعل بر دو قسم ست مظہر چوں ضَرَبَ زَیْدٌ ومضمر بارز چوں ضَرَبْتُ ومضمر مستتر یعنی پوشیدہ چوں زَیْدٌ ضَرَبَ فاعل ضَرَبَ ھو ست در ضَرَبَ مستتر۔

ترجمہ: فصل: جاننا چاہئے کہ فاعل دو قسم پر ہیں (۱) مظہر جیسے ضَرَبَ زَیْدٌ (زید نے مارا) (۲) مضمر (مضمر کی دو قسمیں ہیں) بارز جیسے ضَرَبْتُ (میں نے مارا) مضمر مستتر یعنی پوشیدہ جیسے زَیْدٌ ضَرَبَ کہ ضَرَبَ کا فاعل ھو ہے جو ضَرَبَ میں پوشیدہ ہے۔

تشریح: فاعل کی تعریف تو اوپر گزر چکی، اب مصنفؒ اس فصل میں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ فاعل دو قسم کا ہوتا ہے ایک فاعل مظہر، دوسرا فاعل مضمر، فاعل مظہر کی شناخت یہ ہے کہ اگر فعل کی نسبت فاعل کا نام لیکر فاعل کی طرف کی تو اس کو فاعل مظہر کہتے ہیں جیسے یوں کہو کہ مارا زید نے، مدد کی عمرو نے، کھایا بکر نے، لکھا خالد نے، پڑھا حامد نے، گیا عبداللہ، آیا عبدالرحمن، ان اردو کی مثالوں میں مارا، مدد کی، کھایا، لکھا، پڑھا، گیا، آیا، یہ سب فعل ہیں زید، عمرو، بکر، خالد حامد، عبداللہ، عبدالرحمن، یہ سب فاعل مظہر ہیں اور فاعل مظہر کو فاعل صریح بھی کہتے ہیں، اب ان اردو کے فعلوں کی عربی کرلو: ضَرَبَ زَیْدٌ، نَصَرَ عَمْرٌو، اَکَلَ بَکْرٌ، کَتَبَ خَالِدٌ، قَرَأَ حَامِدٌ، ذَھَبَ عَبْدُاللّٰہِ، جَاءَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ۔

اور اگر فعل کی نسبت فاعل کی طرف فاعل کا نام لیکر نہ کیجائے بلکہ اس طرح کیجائے، مارا اس نے، مدد کی تو نے، لکھا میں نے، ان مثالوں میں اردو کی مارا کا فاعل اس نے ہے، مدد کی کا فاعل تو نے ہے، لکھا کا فاعل میں نے ہے لہذا اس نے، تو نے، اور میں نے کو فاعل مضمر کہیں گے، اس کی عربی بنا کر سمجھ لو زَیْدٌ

ضَرَبَ، نَصَرتَ، کَتَبتَ، ان تینوں مثالوں میں فعل کی نسبت ضمیر کی طرف ہے زَیدٌ ضَرَبَ میں ضَرَبَ کی نسبت اس ضمیر کی طرف ہے کہ جو ضَرَبَ کے اندر پوشیدہ ہے اور زَیدٌ مقدم کی طرف لوٹتی ہے اس ھُوَ ضمیر کو راجع اور زید کو مرجع کہتے ہیں، نَصَرتَ میں فاعل تاء ضمیر ہے کہ جو اپنے فعل کے ساتھ لفظوں میں موجود ہے ایسی ضمیر کو فاعل مضمر بارز (ظاہر) کہتے ہیں، حاصل کلام کا یہ ہوا کہ فاعل کی تین قسمیں فاعل مظہر، فاعل مضمر (ظاہر) فاعل مضمر مستتر (پوشیدہ) مثالیں تینوں کی اوپر گزر چکی۔

عبارت: بدانکہ چوں فاعل مؤنث حقیقی باشد یا ضمیر مؤنث علامت تانیت در فعل لازم باشد چوں قَامَت هِندٌ وَ هِندٌ قَامَت اَي هِيَ و در مظہر غیر حقیقی و در مظہر جمع تکسیر دو وجہ روا باشد چوں طَلَعَ الشَّمسُ و طَلَعَتِ الشَّمسُ و قَالَ الرِّجَالُ و قَالَتِ الرِّجَالُ۔

ترجمہ: جان لو کہ جب فاعل مؤنث حقیقی ہو یا مؤنث (حقیقی یا غیر حقیقی) کی ضمیر ہو تو علامت تانیث فعل میں لانا لازم (فعل مؤنث لانا واجب ہے) جیسے۔ قَامَت هِندٌ وَ هِندٌ قَامَت اَي هِيَ (ہند کھڑی ہوئی) اور اسم ظاہر مؤنث غیر حقیقی اور اسم ظاہر جمع تکسیر میں دو صورتیں جائز ہیں (فعل مذکر اور فعل مؤنث دونوں لانا جائز ہے) جیسے طَلَعَ الشَّمسُ و طَلَعَتِ الشَّمسُ و قَالَ الرِّجَالُ و قَالَتِ الرِّجَالُ۔
(سورج نکلا) و قَالَ الرِّجَالُ و قَالَتِ الرِّجَالُ (لوگوں نے کہا)

تشریح: آپ کو اوپر معلوم ہو گیا کہ اسم کی دو قسمیں ہیں۔ ایک قسم مذکر اور دوسری قسم مؤنث اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ فاعل کا فعل اسم ہی ہوتا ہے اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ مؤنث لفظی وہ ہے کہ جس کے مقابلہ میں کوئی حیوان مذکر نہ ہو، اس عبارت سے یہ بات نکل آئی کہ فعل کا فاعل کبھی تو مذکر ہو گا اور کبھی مؤنث ہو گا یہ تو آپ روزانہ دیکھتے ہو کہ کبھی اپنے بچہ کو شرارت پر ماں مارتی ہے اور کبھی باپ مارتا ہے وغیرہ وغیرہ اگر ماں نے مارا تو مار کا فاعل مؤنث ہوا اور اگر باپ نے مارا تو مار کا فاعل مذکر ہوا تو فاعل مذکر اور مؤنث ہونے سے فعل کے مذکر اور مؤنث ہونے پر اثر پڑتا ہے چنانچہ مصنفؒ فرماتے ہیں کہ فعل کا فاعل مؤنث حقیقی ہو یا فعل کا

فاعل ایسی ضمیر ہو کہ جو مؤنث حقیقی کی طرف لوٹتی ہو تو ان دونوں صورتوں میں ضروری ہے کہ فعل میں علامت تانیث لگادی جائے تاکہ علامت تانیث سے یہ پتہ لگتا رہے کہ اس فعل مؤنث کا فاعل بعد میں مؤنث آرہا ہے چاہے وہ فاعل مظہر مؤنث حقیقی ہو، یا ضمیر مؤنث کی ہو۔

مثال اس فاعل کی جو مؤنث حقیقی ہے جیسے قَامَت هِندٌ دیکھوں ہِندٌ فاعل ہے قَامَت فعل کا۔ هِندٌ مؤنث حقیقی ہے لہذا قَامَتْ میں علامت تانیث لگادی، مثال اس فاعل کی کہ جو ضمیر ہو مؤنث کی هِندٌ قَامَتْ ہے۔ قَامَتْ فعل ہے اس کا فاعل ضمیر مستتر ہے جو لوٹتی ہے هِندٌ کی طرف، لہذا فعل کو مؤنث لایا گیا ،اور اگر فعل کا فاعل مظہر مؤنث غیر حقیقی ہو یعنی فاعل فعل کا اسم صریح مؤنث لفظی ہو یا فاعل فعل کا صریح جمع تکسیر ہو تو ان دونوں صورتوں میں فعل کو مؤنث اور مذکر لانا دونوں طرح درست ہے، فعل کا مؤنث لانا اس وجہ سے ہے کہ تانیث کی علامت مؤنث لفظی میں موجود ہے لہذا فعل کو بھی مؤنث لے آئے اور فعل کا مذکر لانا اس وجہ سے ہے کہ لفظاً مؤنث ہے مگر حقیقت میں مؤنث نہیں اس اعتبار سے فعل کو مذکر لاتے ہیں جیسے طَلَعَ الشَّمسُ و طَلَعَتِ الشَّمسُ عربی زبان میں اس کو مؤنث غیر حقیقی کہتے ہیں، شَمسٌ کی طرف فعل طلوع کی نسبت کرتے وقت فعل میں علامت تانیث بھی لگا سکتے ہیں اور فعل کو مذکر بھی لا سکتے ہیں، مثالیں دونوں کی ابھی اوپر گزری، صریح جمع تکسیر کو بھی نحوی حضرات یہی حکم دیتے ہیں کہ جو مظہر مؤنث غیر حقیقی کا ہے لہذا اس میں بھی فعل دونوں طرح لایا جاسکتا ہے جیسے قَالَ الرِّجَالُ و قَالَتِ الرِّجَالُ۔ رِجَالٌ جمع تکسیر رَجُلٌ کی ہے، قَالَ اور قَالَتْ فعل میں بیان جواز کے لئے ایک جگہ قَالَ مذکر لایا گیا اور دوسری جگہ قَالَتْ مؤنث۔

عبارت: قسم دوم مجهول بدانکه مجهول بجائے فاعل مفعول به را برفع کند و باقی را بنصب چوں ضُرِبَ زَيدٌ يَومَ الجُمعَةِ أَمَامَ الأَمِيرِ ضَربًا شَدِيدًا فِي دَارِهِ تَأدِيبًا و الخَشبَةَ و فعل مجهول را فعل مالم يسم فاعله گویند و مرفوعش را مفعول مالم يسم فاعله گویند۔

ترجمہ: فعل کی دوسری قسم مجہول ہے جان لو کہ فعل مجہول فاعل کے بجائے مفعول بہ کو رفع دیتا ہے اور باقی کو نصب جیسے ضُرِبَ زَیدٌ یومَ الجمُعَةِ أَمَامَ الأَمِیرِ ضَرْبًا شَدِیدًا فِي دَارِهِ تَأدِیبًا والخشَبَةَ (زید کی پٹائی کی گئی جمعہ کے دن حاکم کے سامنے سخت پٹائی، اس کے گھر میں ادب سکھانے کے لئے لکڑی سے) فعل مجہول کو مالم یسم فاعلہ (وہ فعل کہ جس کا فاعل معلوم نہ ہو) بھی کہتے ہیں اور اس کے مرفوع کو مفعول مالم یسم فاعلہ) (وہ مفعول کہ جس کا فاعل معلوم نہ ہو) کہتے ہیں۔

تشریح: باب دوم کے شروع میں یہ بیان ہوا کہ فعل بلحاظ عمل دو قسم پر ہے، معروف اور مجہول، معروف کا بیان تو مع تفصیل ختم ہوا، اب مصنفؒ نے یہاں سے فعل مجہول کا بیان شروع کرتے ہیں۔

یہ تو آپ کو پہلے سے معلوم ہے کہ اگر فعل کا کرنے والا معلوم ہو تو اس فعل کو فعل معروف کہتے ہیں اور اگر فعل کا ہونا تو معلوم ہو مگر کرنے والا معلوم نہ ہو تو اس فعل کو مجہول کہتے ہیں، یہ بھی آپ کو معلوم ہو گیا کہ کوئی بھی فعل ہو عمل ضرور کریگا، یہ بھی آپ کو معلوم ہو گیا کہ فعل معروف متعدی ہو تو مفعول بہ کو بھی نصب کرتا ہے، اب دیکھنا یہ ہے کہ فعل مجہول کا فاعل تو معلوم نہیں اب اگر رفع دے تو کس کو دے لہذا نحویوں نے یہ قانون مقرر کر دیا کہ فعل مجہول بجائے فاعل کے مفعول کو رفع دیگا اور باقی مفعولات کو مثل فعل معروف کے فعل مجہول بھی نصب دیگا، چنانچہ مصنفؒ ایک ایسی بڑی مثال بیان کرتے ہیں کہ جن میں سب مفعولات جمع ہو گئے۔ جیسے ضُرِبَ زَیدٌ یومَ الجمُعَةِ أَمَامَ الأَمِیرِ ضَرْبًا شَدِیدًا فِي دَارِهِ تَأدِیبًا والخشَبَةَ۔ (ترجمہ) مارا گیا زید جمعہ کے دن امیر کے سامنے سخت مارا اپنے گھر میں ادب دینے کی وجہ سے لاٹھی کے ساتھ، اس مثال میں ضُرِبَ فعل مجہول ہے اس کا فاعل معلوم نہ ہونیکی وجہ سے مفعول بہ زید کو رفع دیدیا، یومُ الجمُعَةِ ظرف زمان ہے کیونکہ اس سے زید کی پٹائی کا وقت معلوم ہوا، اَمَامَ الاَمِیرِ یہ ظرف مکان ہے، ضربًا مفعول مطلق ہے، شَدِیدًا، ضربًا کی صفت ہے اس سے یہ معلوم ہوا کہ پٹائی سخت ہوئی۔ فِی دَارِہِ جار مجرور ہے متعلق ضُرِبَ کے ہے، تَأدِیبًا مفعول لہ ہے اس سے پٹائی کی وجہ معلوم ہوئی۔

والخشبۃَ مفعول معہ ہے اس سے یہ معلوم ہوا کہ پٹائی زید کی لکڑی کے ساتھ ہوئی، ضُرِبَ فعل مجہول کا نام فعل مالم یسم فاعلہ ہے، زَیدٌ جس کو ضُرِبَ نے رفع دیا ہے اس کا نام مفعول مالم یسم فاعلہ ہے۔

سوال: فاعل کو حذف کرنے کی وجہ کیا ہوتی ہیں؟

جواب: فاعل کو حذف کرنے کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ: (۱) یا تو فاعل معلوم نہیں ہوتا جیسے سُرِقَ مَتَاعٌ، یا فاعل معلوم ہوتا ہے جیسے خُلِقَ الإِنسَانُ ضَعِیفًا۔

(۲) یا اس کے فاعل میں ابہام کو رکھنا مقصود ہوتا ہے جیسے رُکِبَ الجمَلُ اب آپ کو سواری پر سوار ہونے والے کا علم تو ہے مگر کسی سبب سے اس کا اظہار مناسب نہیں سمجھ رہے۔

(۳) یا فاعل کو حذف کرتے ہے کسی خوف کی وجہ سے۔ جیسے ضُرِبَ زَیدٌ اب آپ کو مارنے والے کا علم تو ہے مگر اس کے خوف کی وجہ سے اس کا اظہار نہیں کر سکتے۔

(۴) فاعل کو حذف کرتے ہے اس کی عزت کو قائم رکھنے کیلئے جیسے عُمِلَ عَمَلَ مُنکَرٍ آپ کو کرنے والے کا علم تو ہے مگر وہ ایک عزت دار آدمی ہے اس لئے آپ اس کی پردہ داری کرنا چاہتے ہے۔

(۵) یا اس سے کوئی معنوی یا لفظی فائدہ ہوتا ہے۔

فصل

عبارت: فصل: بداانکہ فعل متعدی بر چہار قسم ست اول متعدی بیک مفعول چوں ضَرَبَ زَیدٌ عمروًا ودوم متعدی بدو مفعول کہ اقتصار بر یک مفعول روا باشد چوں أَعطَی اوآنچہ در معنی او باشد چوں أَعطَیتُ زَیدًا دِرهما، واین، جاء اَعطَیتُ زَیدًا نیز جائز ست۔ سوم متعدی بدو مفعول کہ اقتصار بر یک مفعول روا نباشد و این در افعال قلوب ست۔ چوں عَلِمتُ و ظَنَنتُ و حَسِبتُ و خِلتُ و زَعَمتُ و رَأَیتُ و وَجَدتُ چوں عَلِمتُ زَیدًا فَاضِلًا و ظَنَنتُ زَیدًا عَالما

ترجمہ: جان لو کہ فعل متعدی چار قسم پر ہیں (۱) متعدی بیک مفعول جیسے ضرب زَیدٌ عمروًا (زید نے

عمرو کو مارا) (۲) متعدی بدو مفعول جب کہ ایک مفعول پر اکتفا کرنا جائز ہو جیسے أَعْطَى اور ہر وہ فعل جو اس کے معنی میں ہو جیسے أَعطَیتُ زَیدًا دِرھما اور اسکی جگہ اَعطَیتُ زَیدًا بھی جائز ہے تیسرا جو دو مفعولوں کی طرف متعدی ہو اور ایک پر اکتفاء کرنا جائز نہ ہو اور یہ افعال قلوب میں سے ہیں جیسے عَلِمتُ وظَنَنتُ وحَسِبتُ وخِلتُ وزَعَمتُ و رَأَیتُ و وَجَدتُ جیسے عَلِمتُ زَیدًا فَاضِلًا وظَنَنتُ زَیدًا عَالما۔

تشریح: آپ کو یہ بات اچھی طرح معلوم ہے کہ فعل لازم اس کو کہتے ہیں کہ جو فاعل پر ختم ہو جائے اور اس کا اثر مفعول تک نہ پہنچے یہ بھی آپ کو معلوم ہے کہ فعل متعدی اس کو کہتے ہیں کہ جن کا اثر فاعل سے متجاوز ہو کر مفعول تک پہنچے، اب دیکھنے کی چیز یہ ہے کہ یہ اثر کتنے مفعول پر جا کر ختم ہو گیا، اگر ایک مفعول پر فعل متعدی کا اثر ختم ہو جاتا ہے ایسے فعل متعدی کو متعدی بیک مفعول کہتے ہیں جیسے ضرب زَیدٌ عَمرًوا۔ ضرب فعل متعدی ہے زید کا فعل ہے، عمرو پر جا کر ختم ہو گیا کیونکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ زید نے عمرو کو مارا پس زید کی مار عمرو تک گئی اور دوسرے تک اس کا کوئی اثر نہیں لہذا اس کو بیک مفعول کہا جائے گا، اور بعض فعل متعدی ایسے ہیں کہ جن کا اثر فاعل سے متجاوز ہو کر دو مفعولوں تک جاتا ہے ایسے فعل متعدی کو متعدی بدو مفعول کہتے ہیں، اب اس موقع پر یہ دیکھنا ہے کہ یہ دونوں مفعول علحدہ علحدہ چیز ہیں یا حقیقت میں دونوں مفعول ایک ہی چیز ہیں، اب وہ فعل متعدی کہ جو دو مفعولوں کو چاہتا ہو اور دونوں مفعول دو چیز جدا جدا ہوں ایسے فعل متعدی کے دو مفعولوں میں سے ایک کو حذف کرنا اور ایک کو باقی رکھنا جائز ہے۔ مثال ایسے فعل متعدی کی کہ جو دو مفعولوں کو چاہتا ہوں اور دونوں مفعول اس کے جدا جدا ہوں، أعطی اور اس کے ہم معنی فعل ہیں أعطی صیغہ واحد مذکر غائب بحث اثبات فعل ماضی معروف ہے، باب افعال سے ہے مصدر اس کا اِعطاءٌ ہے مثال أُعطَیتُ زَیدًا دِرھما۔

أعطَیتُ فعل متعدی ہے اس کا فاعل ضمیر متکلم بارز ہے، زَیدًا مفعول اوّل ہے اور دِرھما مفعول ثانی ہے

اس جگہ یہ بھی جائز ہے کہ مفعول اوّل حذف کر دیا جائے اور ثانی کو باقی رکھا جائے اور یہ بھی جائز ہے کہ ثانی کو حذف کر دیا جائے اور اوّل کو باقی رکھا جائے، کیونکہ زَیدًا علحدہ اپنے وجود کے ساتھ موجود ہے۔ معنی اس مثال کے یہ ہیں (عطا کیا میں نے زید کو درھم) بعض ایسے فعل متعدی ہے کہ جو دو مفعولوں کو چاہتے ہیں اور وہ دونوں مفعول حقیقت میں ایک ہی چیز ہے کیونکہ دونوں وجود علحدہ علحدہ نہیں ایسے فعل متعدی افعال قلوب کہلاتے ہیں ایسے فعلوں کے دو مفعولوں میں سے ایک کو حذف کرنا جائز نہیں کیونکہ ایک مفعول کو حذف کرنا ایسا ہوگا کہ جیسے کسی نے ایک کلمہ کے بعض اجزاء کو حذف کر دیا اور بعض کو باقی رکھا، یہ ہو ہی نہیں سکتا لہذا ایک مفعول کو حذف کر کے ایک پر بس کرنا جائز نہ ہوگا، وہ افعال قلوب یہ ہیں۔ عَلِمتُ ظَنَنتُ و حَسِبتُ و خِلتُ و زَعَمتُ و رَأَیتُ و وَجَدتُ جیسے عَلِمتُ زَیدًا فَاضِلًا اور ظَنَنتُ زَیدًا عَالِمًا۔

آپ دیکھو اس مثال میں عَلِمتُ فعل متعدی بدو مفعول ہے اوّل زَیدٌ ہے اور مفعول ثانی فاضلاً ہے۔ مفعول کا اوّل اور ثانی ہونا لفظ کے اعتبار سے ہے حقیقت کے اعتبار سے زید اور اس کی فضیلت دو الگ الگ چیز نہیں، فضیلت زید زید کے اندر موجود ہے، دونوں ایک ہی وجود کے ساتھ موجود ہیں، باقی افعالِ قلوب کو اس مثال پر قیاس کر لیا جائے، جیسے اس مثال میں بس کرنا ایک مفعول پر جائز نہیں ایسے ہی بقیہ فعلوں کے مفعولوں میں ایک کو باقی رکھنا اور ایک کو حذف کرنا جائز نہیں، یہ افعالِ قلوب جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں، مبتدا اور خبر کو نصب دیتے ہیں، مبتدا ان کا مفعول اوّل کہلاتا ہے اور خبر مفعول ثانی کہلاتا ہے۔

سوال: افعال قلوب کتنے ہیں اور کیا کیا ہیں اور ان میں کون کس معنی کے لئے استعمال ہوتا ہے اور افعال قلوب کی وجہ تسمیہ کیا ہیں؟

جواب: افعال قلوب سات ہیں اور وہ یہ ہیں (۱) عَلِمتُ (۲) ظَنَنتُ (۳) حَسِبتُ (۴) خِلتُ (۵) زَعَمتُ (۶) رَأَیتُ (۷) وَجَدتُ پس ان میں سے عَلِمتُ رَأَیتُ وَجَدتُ یہ تینوں یقین

کے معنی دیتے ہیں اور ظَنَنتُ، حَسِبتُ، خِلتُ یہ ظن کے معنی دیتے ہیں اور رہا زَعَمتُ تو یہ یقین اور ظن دونوں معنی کے درمیان مشترک ہے۔

افعال قلوب کو افعال قلوب اس وجہ سے کہتے ہیں کہ ان میں سے بعض افعال کا یقین کا اور بعض افعال ظن کا معنی دیتے ہیں اور یقین اور ظن کا تعلق قلب سے ہے یعنی وہ قلب کا فعل ہے اس لئے ان کو افعال قلوب کہتے ہیں لیکن یہاں رَأَیتُ سے مراد رَأَیتُ قلبِی ہے جو علم کا درجہ ہے۔

سوال: آپ نے کہا کہ افعال قلوب کے مفعولوں میں سے ایک کا حذف جائز نہیں حالانکہ قرآن مجید میں تو ایک مفعول محذوف استعمال ہوا ہے جیسے: لَا یَحسَبَنَّ الَّذِینَ یَبخَلُونَ بِمَا اٰتَاھُمُ اللّٰہُ ھُوَ خَیرًا لَّھُم: اس آیت میں صرف ایک مفعول خَیرًا مذکور ہے، باقی دوسرا مفعول جو بُخلُھُم ہے وہ مذکور نہیں؟

جواب: ایک ہے اقتصار، دوسرا ہے اختصار، اقتصار ایک پر جائز نہیں لیکن اختصار ایک مفعول پر جائز ہے، اور دونوں میں فرق ہے۔

اقتصار کہتے ہیں کسی چیز کو حذف کرنا بلا قرینہ کے، اور اختصار کہتے ہے کسی چیز کو حذف کرنا قرینہ اور دلیل سے، اور آیت مذکورہ میں اختصار ہے کیونکہ قرینہ ہے کہ ھو ضمیر فصل ہے جو مبتدا اور خبر کے درمیان قبل العوامل یا بعد العوامل داخل ہوتا ہے لہذا کہنا پڑے گا کہ یہاں خَیرًا کا مبتدا جو قرینہ مقامی بتا رہا ہے کہ بُخلُھُم ہے اور محذوف ہے۔

عبارت: چہارم متعدی بہ سہ مفعول چوں اَعلَمَ وأرَی وأنبَأَ وأَخبرَ وخَبَّرَ ونَبَّأَ و حَدَّثَ چوں اَعلَمَ اللّٰہُ زَیدًا عَمرًوا فاضِلًا بدانکہ ایں ہمہ مفعولات مفعول بہ اند۔

ترجمہ: چوتھا جو تین مفعولوں کی طرف متعدی ہو جیسے اَعلَمَ وأرَی وأنبَأَ وأَخبرَ وخَبرَ ونَبَّأَ و حَدَّثَ جیسے اعلَمَ اللّٰہُ زَیدًا عَمرًوا فاضِلًا۔ تو جان لو کہ یہ تمام مفعولات مفعول بہ ہیں۔

تشریح: چوتھی قسم میں وہ فعل متعدی بیان کیا جاتا ہے کہ جو تین مفعولوں کو چاہتا ہے جیسے اَعلَمَ اللّٰہُ زَیدًا

عَمرًوا فَاضِلاً۔ اَعْلَمَ فعل ماضی ہے اللہ اس کا فاعل ہے زَیدًا مفعول اول ہے عَمرًوا مفعول ثانی ہے فَاضِلاً مفعول ثالث ہے، معنی اس کے یہ ہیں کہ بتادیا اللہ نے زید کو کہ عمرو فاضل ہے، باقی فعلوں کو تین مفعول کے لحاظ سے اَعْلَمَ پر قیاس کرلیا جائے، ان میں سے اوّل کے چار باب افعال سے ہیں اور اخیر کے تین باب تفعیل سے ہیں، یہ جس قدر مفعول قسم اول، دوم، سوم چہارم میں بیان ہوئے سب کے سب مفعول بہ ہیں اور بس۔

عبارت: ومفعول دوم در باب عَلِمْتُ ومفعول سوم در باب اَعْلَمْتُ ومفعول لہ ومفعول معہ را بجائے فاعل نتوانند نہاد و دیگر ہارا شاید و در باب اُعطِیْتُ مفعول اوّل مفعول مالم یسمّ فاعلہ لائق تر باشد از مفعول دوم۔

ترجمہ: اور باب عَلِمْتُ کا دوسرا مفعول اور باب اَعْلَمْتُ کا تیسرا مفعول اور مفعول لہ اور مفعول معہ کو فاعل کی جگہ نہیں رکھ سکتے (نائب فاعل نہیں بنا سکتے) اور دوسرے مفعولوں کو بنا سکتے ہیں اور اُعطِیْتُ کے باب میں مفعول اوّل کو مفعول مالم یسم فاعلہ بنانا زیادہ افضل ہے مفعول دوم سے۔

تشریح: آپ کو پہلے یہ بات معلوم ہوئی تھی کہ فعل مجہول کے بعد فاعل کے بجائے مفعول بہ کو اس کا نائب کر دیتے ہیں، یہاں تک بہت سے مفعول آپ کو معلوم ہوئے تو اب مصنفؒ اس عبارت کے اندر بیان فرماتے ہیں کہ فاعل کے قائم مقام کونسا مفعول ہوسکتا ہے اور کونسا نہیں ہوسکتا چنانچہ فرماتے ہیں کہ ان کہ افعال قلوب میں تو دوسرا مفعول اور اَعْلَمْتُ کا تیسرا نائب فاعل نہیں بن سکتے ہیں اس لئے کہ باب اَعْلَمْتُ کے دونوں مفعول "زَیدًا فَاضِلاً" میں مسند اور مسند الیہ کا رشتہ ہوتا ہے اب اگر فَاضِلاً کو فعل مجہول کا نائب فاعل بنائیں تو اس صورت میں فعل مجہول میں مسند ہوگا اور فَاضِلاً مسند الیہ، لہذا فَاضِلاً کے لئے ایک ہی وقت میں مسند اور مسند الیہ بننا لازم آئے گا جو کہ محال ہے، اور اسی طرح باب اَعْلَمْتُ کا تیسرا مفعول فاضلاً جو کہ پہلے عمرو کی طرف منسوب ہے اب اگر اس کو فعل مجہول کا نائب فاعل بنائیں گے تو فعل مجہول ہوا مسند اور وہ مسند الیہ بن جائیگا جس کی وجہ سے فاضلاً کا یہاں بھی ایک ہی وقت میں

مسند اور مسند الیہ بننا لازم آئیگا جو کہ ناجائز ہے اس لئے ان کو نائب فاعل بنانا جائز نہیں ، اور اسی طرح مفعول لہ کو نائب فاعل بنانا اس لئے جائز نہیں ہے کہ وہ علت اور سبب پر دلالت کرتا ہے اور مفعول لہ میں سبب پر دلالت کرنے والی چیز نصب ہے پس اگر اسکو نائب فاعل بنائیں تو وہ مرفوع ہو جائیگا اور نصب چلا جائیگا جب کہ سببیت کے معنی تو نصب ہی سے حاصل ہو رہے تھے جب نصب ہی اس کو چلا گیا تو اب وہ مفعول لہ ہی نہ رہے گا اس لئے اب اس کو نائب فاعل نہیں بنا سکتے ، البتہ اگر اس کو نائب فاعل بنانا ہی ہے تو اس پر لام سببیہ داخل کر دیا جائے ، لہذا اب وہ نائب فاعل بن جائے گا اور سببیت کے معنی بھی رہے نگے جیسے **ضُرِبَ لِلتَّأْدِيْبِ** (ادب سکھانے لئے مارا گیا) اور مفعول معہ نائب فاعل اس لئے نہیں بن سکتا کہ وہ ہمیشہ واو معنی مع کے ساتھ ہوتا ہے پس اگر مفعول معہ نائب فاعل بنائیں گے تو فعل مجہول اور نائب فاعل کے درمیان واو کی وجہ سے فاصلہ اجنبیہ لازم آئیگا کہ جو جائز نہیں اور اگر واو کو ہٹا دے تو پھر وہ مفعول معہ ہی باقی نہ رہے گا اس لئے مفعول معہ بھی نائب فاعل نہیں بن سکتا۔

سوال: فاصلہ کی کتنی قسمیں ہیں کونسی جائز اور کونسی ناجائز ہے؟

جواب: فاصلہ کی دو قسمیں ہیں (۱) فاصلۂ اجنبیہ (۲) فاصلۂ غیر اجنبیہ -

پس نحوی حضرات جس فاصلہ کو پسند نہیں کرتے اس کو فاصلہ اجنبیہ کہتے ہیں اور جس فاصلہ کو حضرات نحاۃ معیوب نہیں سمجھتے اس کو فاصلۂ غیر اجنبیہ کہتے ہیں ، فاصلہ اجنبیہ ناجائز ہے اور غیر اجنبیہ جائز ہے۔

سوال: وہ کون کون سے مفاعیل ہیں جو مفعول مالم یسم فاعلہ بن سکتے ہیں؟

جواب: مفعول بہ ، مفعول مطلق ، مفعول فیہ ، مفعول لہ لام کے ساتھ اور جار مجرور یہ سب فاعل کا نائب ہو سکتے ہیں ، باب **اَعْطَيْتُ** کے دونوں مفعول فاعل کے قائم مقام ہو سکتے ہیں البتہ پہلا مفعول یعنی زید زیادہ مناسب اور لائق ہے کہ اس کو فاعل کا نائب بنایا جائے کیونکہ زید جس وقت معطی سے درھم لے گا تو باوجود مفعول ہونے کے فاعلیت کی شان بھی رکھتا ہے کیونکہ کسی کی عطاء کو قبول کرنا یہ بھی تو فعل ہے ، لہذا زید درھم

لیتے وقت مفعول ہے، دینے والے کے اعتبار سے اور فاعل ہے درہم لینے کے اعتبار سے بخلاف درھم کے اس میں محض مفعولیت ہی مفعولیت ہے فاعلیت کا اس میں شائبہ بھی نہیں اس وجہ سے مفعول اوّل زیادہ لائق ہوا کہ اس کو مفعول مالم یسم فاعلہ بنایا جائے۔

فصل

عبارت: فصل: بدانکہ افعال ناقصہ ہفت دہ اند كَانَ وصَارَ وظَلَّ وبَاتَ وأَصبَحَ وأَضحى وأَمسى وعَادَ وآض وغَدَا وَرَاحَ ومَازَالَ ومَاانفَكَّ ومَابَرِحَ ومَافَتِيَ ومَادَامَ ولَيسَ-

ترجمہ: جان لو کہ افعال ناقصہ سترہ ہیں: (۱) كَانَ (۲) صَارَ (۳) ظَلَّ (۴) بَاتَ (۵) أَصبَحَ (۶) أَضحى (۷) أَمسى (۸) عَادَ (۹) آض (۱۰) غَدَا (۱۱) رَاحَ (۱۲) مَازَالَ (۱۳) مَاانفَكَّ (۱۴) مَابَرِحَ (۱۵) مَافَتِيَ (۱۶) مَادَامَ (۱۷) لَيسَ۔

تشریح: مصنفؒ اس فصل میں افعال ناقصہ کی تعریف مع تعداد و عمل بیان فرمارہے ہیں، اب سب سے پہلے ہمیں یہ سمجھنا ہے کہ افعال کی دو قسمیں ہیں: افعال تامہ اور افعال ناقصہ، افعال تامہ وہ افعال کہلاتے ہیں کہ جو فاعل سے مل کر کلام کو پورا کردیتے ہیں جیسے ضَرَبَ زَيدٌ ضربَ فعل تام ہے زید سے مل کر کلام پورا ہو گیا، افعال ناقصہ وہ افعال کہلاتے ہیں کہ جو فاعل سے مل کر کلام کو پورا نہیں کر سکتے جب تک کہ ان کے ساتھ ایک منصوب نہ لگایا جائے جیسے كَانَ زَيدٌ اس کے معنی ہیں، تھا زید، یہ بات ناقص ہے کہ تھا زید، سوال ہوتا ہے کہ زید کیا تھا، جب کہہ دیا كَانَ زَيدٌ قَائِمًا اس وقت کلام پورا ہو گیا کیونکہ اس وقت معنی یہ ہوئے، تھا زید کھڑا، مطلب یہ ہے کہ زید کھڑا تھا ان افعال ناقصہ میں مرفوع اور منصوب دونوں سے مل کر جملہ پورا ہوتا ہے یعنی ان افعال ناقصہ میں منصوب کلام کا جزء ہوتا ہے بخلاف افعال تامہ کے کہ ان میں منصوب کلام سے خارج ہوتا ہے کلام فعل اور فاعل پر ختم ہو جاتا ہے جیسا کہ آپ کو المنصوب فضلة کے بیان میں معلوم ہو گیا، الحاصل یہ افعال ناقصہ اسی وجہ سے ناقص کہلاتے ہیں کہ مرفوع پر تام نہیں ہوتے

اور منصوب کے محتاج ہوتے ہیں، صاحب نحو میر بیان فرماتے ہیں کہ افعال ناقصہ سترہ ہیں (۱) کَانَ (۲)صَارَ (۳) ظَلَّ (۴) بَاتَ (۵) اَصبَحَ (۶) اَضحٰی (۷) اَمسٰی (۸)عَادَ(۹)اٰض (۱۰)غَدَا (۱۱)رَاحَ (۱۲) مَازَالَ (۱۳)مَااَنفَكَّ (۱۴) مَابَرِحَ (۱۵)مَافَتِئَ(۱۶) مَادَامَ (۱۷)لَیسَ۔

عبارت: این افعال بفاعل تنہا تمام نشوند، محتاج باشند بخبرے بدین سبب ایںہا را ناقصہ گویند و در جملہ اسمیہ روند و مسند الیہ را برفع کنند و مسند را بنصب چوں، کَانَ زَیدٌ قَائِمًا و مرفوع را اسم کَان گویند و منصوب را خبر کَانَ و باقی را بریں قیاس کن بدانکہ بعض ازیں افعال در بعض افعال بفاعل تنہا تمام شوند چوں: کَانَ مَطَرٌ شد باراں معنی حَصَلَ واورا کَانَ تامہ گویند و کَان زائدہ نیز باشد۔

ترجمہ: یہ افعال صرف فاعل سے مل کر مکمل نہیں ہوتے بلکہ ایک خبر کے بھی محتاج ہوتے ہیں، اسی وجہ سے ان کو ناقصہ کہتے ہیں اور یہ جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں، مسند الیہ کو رفع اور مسند کو نصب دیتے ہیں جیسے: کَانَ زَیدٌ قَائِمًا (زید کھڑا ہے) مرفوع کو کَان کا اسم کہتے ہیں اور منصوب کو کَان کی خبر کہتے ہیں، باقی افعال کو اسی پر قیاس کر لیجئے، جان لو کہ ان میں سے بعض افعال صرف فاعل کے ساتھ پورے ہو جاتے ہیں جیسے کَانَ مَطَرٌ (بارش ہوگئی) کَانَ، حَصَلَ کے معنی میں ہے، اس کو کَانَ تامہ کہتے ہیں، نیز کَانَ زائدہ بھی ہوتا ہے۔

تشریح: افعال ناقصہ کو ناقصہ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ تنہا فاعل سے پورے نہیں ہوتے بلکہ ان کو ایک خبر کی بھی ضرورت ہوتی ہے، افعال ناقصہ کی جمیع مثالیں حسب ذیل ہیں: کَانَ جیسے کَانَ زَیدٌ قَائِمًا (زید کھڑا ہوا) صَارَ جیسے: صَارَ زَیدٌ غَنِیًّا (زید مالدار ہوگیا) ظَلَّ یہ دو معنی کے لئے آتا ہے (۱) دن کے وقت کے لئے جیسے ظَلَّ زَیدٌ صَائِمًا (زید دن میں روزہ دار رہا) (۲) صَارَ کے معنی میں جیسے: ظَلَّ زَیدٌ اَمِیرًا (زید امیر ہوگیا) بَاتَ یہ بھی دو معنی کے لئے آتا ہے (۱) رات کے وقت کے لئے جیسے: بَاتَ زَیدٌ

نَائِمًا۔ (زید رات میں سوتا رہا) (۲) صَارَ کے معنی میں ہے جیسے: بَاتَ زَیْدٌ فَقِیْرًا (زید فقیر ہو گیا) اَصبَحَ یہ بھی دو معنی کے لئے آتا ہے (۱) صبح کے وقت کے لئے جیسے: اَصبَحَ زَیْدٌ قَائِمًا (زید صبح کے وقت کھڑا ہوا (۲) صَارَ کے معنی میں جیسے: اَصبَحَ زَیْدٌ غَنِیًّا (زید مالدار ہو گیا) اَضْحٰی یہ بھی دو معنی کے لئے آتا ہے (۱) چاشت کے وقت کے لئے جیسے: اَضحٰی زَیْدٌ اَمِیرًا (زید چاشت کے وقت امیر ہوا) (۲) صَارَ کے معنی میں جیسے: اَضحٰی زَیْدٌ کَاتِبًا (زید کاتب ہو گیا) اَمسٰی یہ بھی دو معنی کے لئے آتا ہے (۱) شام کے وقت کے لئے جیسے، اَمسٰی زَیْدٌ شَاعِرًا (زید شام کے وقت شاعر ہوا) (۲) صَارَ کے معنی میں جیسے: اَمسٰی زَیْدٌ قَارِیًا (زید قاری ہو گیا) عَادَ، اٰضَ، غَدَا، رَاحَ یہ چاروں صار کے معنی میں آتے ہیں جس وقت کے ناقص ہوں جیسے: عَادَ زَیْدٌ فَقِیْرًا (زید فقیر ہوا) اٰضَ زَیْدٌ قَائِمًا (زید کھڑا ہوا) غَدَا زَیْدٌ حَافِظًا (زید حافظ ہوا) رَاحَ زَیْدٌ شَاعِرًا (زید شاعر ہوا) اور یہ چاروں تامہ بھی ہوتے ہیں پس اس وقت۔ عاد اور اٰضَ کے معنی رجع کے ہوتے ہیں جیسے: عَادَ زَیْدٌ مِنْ سَفَرِہٖ (زید اپنے سفر سے لوٹا) اٰضَ زَیدٌ (زید واپس ہوا) اور غَدَا تامہ کے معنی ہوتے ہیں صبح کے وقت چلا جیسے غَدَا زَیْدٌ (زید صبح کے وقت چلا) اور رَاحَ تامہ کے معنی ہوتے ہیں شام کے وقت چلا جیسے: رَاحَ زَیْدٌ (زید شام کے وقت چلا)۔

مَازَالَ، مَاانْفَکَّ، مَابَرِحَ، مَافَتِئَ ان چاروں کے معنی ہیں جدا ہونا اور الگ ہونا یہ افعال نافیہ ہیں یعنی ان کے اندر منفی معنی پائے جاتے ہیں اور جب ان پر مانافیہ داخل ہو جائے تو نفی پر نفی داخل ہو کر اثبات کا فائدہ دیتا ہے چنانچہ اب ان کے معنی ہوں گے ہمیشہ رہا، برابر رہا جیسے مَازَالَ زَیْدٌ مُتَّقِیًا (زید ہمیشہ متقی رہا) مَاانْفَکَّ زَیْدٌ شَاعِرًا (زید برابر شاعر رہا) مَابَرِحَ زَیْدٌ قَارِیًا (زید مسلسل قاری رہا) مَافَتِئَ زَیْدٌ مُطِیعًا (زید برابر فرمانبردار رہا)۔

مادام میں ما مصدریہ توقیتیہ ہے اس کے معنی ہے جب تک جیسے: اِجْلِس مَادَامَ زَیْدٌ جَالِسًا (تو بیٹھ

جب تک کے زید بیٹھا ہے) اور لَیسَ اصل میں لَیِسَ تھا بروزن سَمِعَ کسرہ کو تخفیفاً حذف کر کے یاء کو ساکن کر دیا لَیسَ ہوگیا یہ نفی کے لئے آتا ہے جیسے: لَیسَ زَیدٌ قَائِماً (زید کھڑا نہیں ہوا) چنانچہ آخر کے چھ افعال ناقصہ کہ ان میں سے پانچ وہ جن کے آخر میں مانا فیہ ومصدریہ ہے اور ایک لَیسَ یہ کبھی بھی تامہ نہیں ہوتے بلکہ ہمیشہ ناقصہ ہی رہتے ہیں۔

افعال ناقصہ جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں اور مسند الیہ یعنی مبتدا کو رفع دیتے ہیں، اور مسند یعنی خبر کو نصب دیتے ہیں اور ان کے مرفوع کو کَانَ کا اسم اور منصوب کو کَانَ کی خبر کہتے ہیں۔

سوال: کَانَ تامہ اور کانَ زائدہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: کَانَ تامہ وہ فعل ہے جو صرف فاعل پر پورا ہو جائے اور اس کو خبر کی ضرورت نہ پڑے جیسے کَانَ مَطَرٌ (بارش ہوئی) اور کانَ زائدہ وہ فعل ہے جس کے کچھ معنی نہ ہوں صرف زینت کلام کے لئے لایا گیا ہوں کہ اگر اس کو حذف کر دیا جائے تو معنی مرادی میں خلل واقع نہ ہو جیسے: کَیفَ نُکَلِّمُ مَن کَانَ فِی المَهدِ صَبِیًّا (ہم اس سے کسی طرح بات کرے جو کہ گہوارہ میں ہے اس حال میں کہ وہ بچہ ہے) اس مثال میں مَنْ کَانَ اصل میں مَنْ هُوَ ہے کانَ زائدہ ہے پس کَانَ تین طرح کا ہوا (۱) کَانَ ناقصہ (۲) کانَ تامہ (۳) کَانَ زائدہ۔

سوال: افعال ناقصہ کی خبر اس کے اسم پر مقدم ہو سکتی ہے؟

جواب: افعال ناقصہ کی خبر اس کے اسم پر مقدم ہو سکتی ہے کیونکہ افعال میں منصوب مرفوع پر مقدم ہوتے رہتے ہیں جیسے کَانَ قَائِماً زَیدٌ۔

سوال: افعال ناقصہ کی خبر کو اس کے اسم پر مقدم کرنے کی کتنی صورتیں ہیں؟

جواب: تین صورتیں ہیں: پہلی صورت جائز ہے اور وہ کَانَ صَارَ ظَلَّ، بَاتَ، أَصبَحَ، أَضحٰی، أَمسٰی، عَادَ، اٰضَ، غَدَا رَاحَ میں ہے کہ ان تمام افعال کی خبروں کو ان کے اسموں پر مقدم کرنا جائز

ہے جیسے: کَانَ قَائِمًا زَیدٌ (زید کھڑا ہوا) الخ۔ دوسری صورت غیر جواز کی ہے اور وہ مَادَامَ، مَازَالَ، مَابَرِحَ، مَاانفَكَّ، مَافَتِیَ میں ہے کہ ان کی خبر کو ان کے اسم پر مقدم کرنا جائز نہیں ہے۔ پس مَا دامَ قَائِمًا زَیدٌ نہیں کہہ سکتے ہے۔

تیسری صورت مختلف فیہ ہے اور وہ لَیسَ میں ہے بعض کہتے ہیں کہ اس کی خبر کو اس کے اسم پر مقدم کرنا جائز ہے اور بعض نحوی کہتے ہیں کہ جائز نہیں ہے۔

سوال: فعل متعدی تام اور افعال ناقصہ میں کچھ فرق نہیں معلوم ہوتا کیونکہ فعل متعدی بھی ایک کو رفع اور دوسرے کو نصب دیتا ہے اور یہ افعال بھی ایک کو رفع اور دوسرے کو نصب دیتے ہیں؟

جواب: عمل تو دونوں کا ایسا ہی ہے جو سوال میں مذکور ہوا مگر ثبوت اور نسبت میں فرق ہے فعل متعدی اپنے مرفوع کی طرف منسوب بھی ہوتا ہے اور ثابت بھی ہوتا ہے جیسے ضَرَبَ زَیدٌ عَمرًوا (زید نے عمرو کو مارا) اس مثال میں ضَرَبَ فعل متعدی کی اس کے مرفوع زید کی طرف نسبت بھی کی گئی ہے اور فعل ضَرَبَ زَیدٌ کے لئے ثابت بھی ہے۔

اس کے برخلاف کان فعل ناقصہ نہ اپنے مرفوع کی طرف منسوب ہوتا ہے اور نہ خود ثابت ہوتا ہے بلکہ مرفوع کی طرف کوئی دوسری چیز منسوب ہوتی ہے جیسے: کَانَ زَیدٌ قَائِمًا (زید کھڑا ہوا) اس مثال میں زید کی طرف کھڑا ہونا منسوب ہے اور وہی ثابت بھی ہے نہ کہ کَانَ منسوب ہے بلکہ وہ تو محض اس نسبت کے ثبوت کے لئے واسطہ ہے، پس معلوم ہوا کہ فعل متعدی میں اتنی طاقت ہوتی ہے کہ وہ منسوب اور ثابت دونوں ہوتا ہے اس لئے وہ تامہ ہے اور افعال ناقصہ نہ منسوب ہوتے ہے اور نہ ثابت اس لئے وہ ناقصہ ہیں، دوسرا جواب یہ ہے کہ فعل متعدی جملہ میں مسند بنتا ہے اور مسند جملہ کا جزء ہوتا ہے اس کے برخلاف کَانَ فعل ناقص جملہ میں نہ مسند بنتا ہے اور نہ مسند الیہ یعنی وہ جملہ کا کوئی ساتھی جزء نہیں ہوتا اس لئے وہ ناقص ہے کہ ان کی جملہ میں کوئی حیثیت نہیں ہوتی صرف واسطے کے طور پر آتا ہے۔

فصل

عبارت: فصل: بدانکہ افعال مقاربہ چار است عَسٰی، کَادَ، کَرُبَ، اَوشَكَ واین افعال در جملہ اسمیہ روند چوں کَانَ اسم را برفع کنند وخبر را بنصب اِلّاآنکہ خبر اینہا فعل مضارع باشد با آن چوں عَسٰی زَیْدٌ اَن یَخْرُجَ یا بے اَنْ چوں عَسٰی زَیْدٌ یَخْرُجَ وشاید کہ فعل مضارع با اَنْ فاعل عَسٰی باشد واحتیاج بخبر نیفتد چوں عَسٰی اَنْ یَخْرُجَ زَیْدٌ در محل رفع بمعنی مصدر۔

ترجمہ: فصل: جان لو کہ افعال مقاربہ چار ہیں (۱) عَسٰی (۲) کَادَ (۳) کَرُبَ (۴) اَوشَكَ یہ افعال جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں کان کی طرح اسم کو رفع اور خبر کو نصب دیتے ہیں مگر یہ کہ ان کی خبر فعل مضارع ہوتی ہے اَنْ کے ساتھ جیسے: عَسٰی زَیْدٌ اَن یَخْرُجَ یا اَن کے بغیر جیسے عَسٰی زَیْدٌ یَخْرُجُ اور کبھی کبھی فعل مضارع اَنْ کے ساتھ عَسٰی کا فاعل ہوتا ہے اور خبر کی ضرورت نہیں ہوتی جیسے: عَسٰی أَن یَّخْرُجَ زَیْدٌ رفع کی جگہ مصدر کے معنی میں ہے۔

تشریح: مصنفؒ اس فصل میں افعال مقاربہ کو بیان فرمارہے ہیں، دیکھیں فعلوں کے نام مختلف ہیں جیسے اسم کے نام مختلف بیان کئے گئے، کوئی اسم مبنی کوئی اسم معرب، کوئی معرفہ، کوئی نکرہ، کوئی مؤنث، کوئی مذکر، کوئی واحد، کوئی تثنیہ، کوئی جمع، کوئی اسم متمکن، کوئی اسم غیر متمکن اسی طرح فعلوں کی حالت میں کوئی فعل لازم ہے، کوئی متعدی، کوئی متعدی بیک مفعول، کوئی متعدی بدو مفعول، کوئی متعدی بہ سہ مفعول، کوئی فعل تام ، کوئی فعل ناقص، کوئی ماضی، کوئی مضارع، کوئی امر، کوئی فعل مقارب ہے، جس طرح اسم کے بیان میں ہر ہر اسم کی تعریف اور علامت بیان کی گئی ایسے ہی فعل میں بھی ہر ایک کی تعریف اور اس کا عمل بیان ہورہا ہے، چنانچہ اس فصل میں افعال مقاربہ کے متعلق بیان ہے، افعال مقاربہ وہ فعل کہلاتے ہیں کہ جن سے یہ پتہ لگتا ہے کہ ان کی خبر ان کے فاعل کے لئے قریب اور جلدی زمانہ میں حاصل ہونیوالی ہے، کسی فعل میں تو خبر کا جلدی اور قریب حاصل ہونا محض امید ہی کے درجہ میں ہوتا ہے یقین اور ظن غالب نہیں ہوتا اور ان میں

سے بعض فعل ایسے ہیں کہ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ خبر کا ثبوت فاعل کیلئے عنقریب حاصل ہوجائے گا اس جگہ گمان غالب ہوتا ہے اور بعض فعل ایسے ہیں کہ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ خبر یقیناً جلدی فاعل کے واسطے ثابت ہونیوالی ہے، یہ تینوں درجے علامات اور قرائن سے پیدا ہوتے ہیں، افعال مقاربہ کہ جن کے متعلق یہ مختصر سی تفصیل گزری مصنفؒ کے بیان کے موافق چار ہیں ایک عَسٰی دوسرا کَادَ تیسرا کَرُبَ چوتھا اَوْشَكَ ان میں سے پہلا تو محض امید کے واسطے آتا ہے جیسے عَسٰی زَیْدٌ اَنْ یَخْرُجَ اسکا مطلب یہ ہے کہ زید کے نکلنے کی امید ہی امید ہے یقین نہیں۔ دوسرا کَادَ ہے جیسے کَادَ زَیْدٌ یَخْرُجُ۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ زید کا قریب زمانہ میں نکلنا یقین کے قریب ہو گیا۔ تیسرا کَرُبَ ہے جیسے کَرُبَتِ الشَّمْسُ یَخْرُجُ اسکا مطلب یہ ہے کہ آفتاب کا نکلنا قریب ہو گیا علامتوں سے اس کے جلدی نکلنے کا یقین ہو گیا، چوتھا اَوْشَكَ ہے جیسے: أَوْشَكَ زَیْدٌ اَنْ یَخْرُجَ اسکا مطلب یہ ہے کہ زید کا نکلنا جلدی سے ہوگا جیسے افعال ناقصہ جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں ایسے ہی یہ بھی جملہ اسمیہ پر داخل ہوں گے جیسے افعال ناقصہ اسم کو رفع اور خبر کو نصب دیتے ہیں ایسے ہی یہ بھی اسم کو رفع اور خبر کو نصب دیں گے۔

سوال: افعال مقاربہ اور افعال ناقصہ میں کیا فرق ہیں؟

جواب: افعال مقاربہ اور افعال ناقصہ میں فرق یہ ہے کہ افعال مقاربہ کی خبر محض فعل مضارع اَنْ کے ساتھ یا بلا اَنْ کے ہوتی ہے بخلاف افعال ناقصہ کے ان کی خبر عام ہوگی یعنی کبھی مضارع اور کبھی غیر مضارع ہوگی جیسے کَانَ زَیْدٌ قَائِمًا۔ قَائِمًا کَانَ فعل ناقص کی خبر ہے، مضارع نہیں بلکہ اسم فاعل ہے، کبھی ایسا بھی ہوگا کہ عَسٰی کو خبر کی ضرورت نہ ہوگی، یہ جب ہوگا کہ عَسٰی کا فاعل مضارع مع اَنْ کے ہو اس وقت یہ عَسٰی فاعل پر تمام ہوجائیگا اس وقت یہ عَسٰی فعل تام ہوگا ناقص نہ ہوگا جیسے: عَسٰی اَنْ یَخْرُجَ زَیْدٌ۔ آپ کو معلوم ہے کہ جس وقت اَنْ ناصبہ فعل مضارع پر داخل ہوتا ہے تو مضارع کو مصدر کے معنی میں کر دیتا ہے تو اس قانون کے لحاظ سے عَسٰی اَنْ یَخْرُجَ زَیْدٌ کی عبارت اس طرح ہوگئی عَسٰی خُرُوْجُ زَیْدٍ۔

دیکھو عَسٰی فعل مقارب ہے خروج اپنے مضاف الیہ زید سے مل کر فاعل عَسٰی کا ہو گیا، معنی یہ ہوئے قریب ہے نکلنا زید کا، اس وقت جملہ تام ہو گیا، عَسٰی کو خبر کی ضرورت نہ رہی۔

سوال: عَسٰی اَن یَّخرُجَ زَیدٌ میں اَنْ یَّخرُجَ فاعل ہے عَسٰی کا اور فاعل کو رفع ہوتا ہے یہاں اس مثال میں اَنْ یَّخرُجَ کو رفع نہیں؟

جواب: اس کا جواب مصنفؒ نے ایک جملہ میں دیدیا گویا کہ دریا کو کوزہ میں سمیٹ دیا، چنانچہ فرمایا" در محل رفع" اس سوال کا جواب دیا" در محل رفع " سے کہ اگرچہ اَنْ یَّخرُجَ لفظاً اَنْ مصدریہ کی وجہ سے منصوب ہے مگر فاعل ہونیکی وجہ سے محلاً مرفوع ہے پس اعتراض ختم ہو گیا۔

بالفاظ دیگر رفع تین طرح کا ہوتا ہے، ایک رفع لفظی جیسے: زَیدٌ پر ضرب زَیدٌ میں، اور کبھی رفع تقدیری ہوتا ہے جیسے موسیٰ میں، اور کبھی رفع محلی ہوتا ہے جیسے: جَائَنِی ھٰؤُلَاءِ میں ھٰؤُلَاءِ کو رفع محلی ہے کیونکہ ھٰؤُلَاءِ مبنی ہے، مبنی پر اعراب نہ لفظی ہوتا ہے اور نہ تقدیری بلکہ مبنی ایسی جگہ میں ہوتا ہے کہ اگر اس مبنی کو یہاں سے ہٹا کر اس کی جگہ معرب رکھ دیا جائے تو اس معرب پر اعراب لفظی (جیسے زید پر) یا اعراب تقدیری (جیسے مُوسیٰ پر) آجائے، دیکھو ھٰؤُلَاءِ کو ہٹا کر ہم زید کو اس کی جگہ لاکر ایسے کہیں گے جَائَنِی زَیدٌ تو زید پر رفع آجائیگا، اس سے معلوم ہوا کہ ھٰؤُلَاءِ اعراب کی جگہ میں ضرور ہے مگر مبنی ہونیکی وجہ سے اس پر اعراب آنہیں سکتا، یہی حالت ہے اَنْ یخرُجَ زَیدٌ کی کہ یہ اَن یخرُجَ عَسٰی کا فاعل ہے اس کا رفع محلی ہے اَن یخرُجَ کو ہٹا کر اس کی جگہ زَیدٌ رکھو اور یوں کہو عَسٰی زَیدٌ اَن یخرُجَ تو زید پر رفع لفظی آجائیگا۔

سوال: نحومیر کے شروع میں آپ نے یہ بتایا کہ فعل مسند ہوتا ہے اور مسند الیہ نہیں ہوتا، یہاں آپ خود کہتے ہوں کہ اَنْ یخرُجَ مضارع عسیٰ کا فاعل ہے تو اس وقت اَنْ یخرُجَ مسند الیہ ہوا۔

جواب: اس کا جواب بھی مصنفؒ نے ایک ہی جملہ میں دیدیا یعنی اس سوال کا جواب دیا" بمعنی مصدر"

سے کہ اگر چہ یخرُجَ فعل ہے جو کہ مسند الیہ نہیں بن سکتا لیکن اَنْ مصدر یہ کی وجہ سے وہ مصدر کے معنی میں ہو گیا اور مصدر اسم ہوتا ہے اور اسم مسند اور مسند الیہ دونوں بن سکتا ہے اس لئے اب اس کا فاعل بننا صحیح ہو گیا چنانچہ عَسٰی اَنْ یخرُجَ زَیدٌ، عَسٰی خُرُوجَ زَیدٍ کے معنی میں ہے۔

فصل

عبارت: فصل: بدانکہ افعال مدح وذم چہارست: نِعْمَ و حَبَّذَا برائے مدح و بِئسَ و سَاءَ برائے ذم وہر چہ مابعد فاعل باشد آں را مخصوص بالمدح یا مخصوص بالذم گویند وشرط آنست کہ فاعل معرف بالام باشد چوں نِعمَ الرَّجُلُ زَیدٌ یا مضاف بسوئے معرف بلام باشد چوں نِعمَ صَاحِبُ القَومِ زَیدٌ یا ضمیر مستتر ممیز بنکرۂ منصوبہ چوں نِعمَ رَجُلًا زَیدٌ فاعل نِعَم ھُوَ ست مستتر در نِعَم و رَجُلًا منصوب ست بر تمیز زیرا کہ ھو مبہم است و حَبَّذَا زَیدٌ حَبَ فعل مدح است وذا فاعل او وَزَیدٌ مخصوص بالمدح وھم چنیں بِئسَ الرَّجُلُ زَیدٌ و سَاءَ الرَّجُلُ عَمروٌ۔

ترجمہ: جان لو کہ افعال مدح وذم چار ہے نِعمَ و حَبَّذَا برائے مدح ہیں جبکہ بِئْسَ اور سَاءَ برائے ذم ہیں اور جو فاعل کے بعد آئے اس کو مخصوص بالمدح یا مخصوص بالذم کہتے ہیں بشرطیکہ فاعل معرف بلام ہو جیسے: نِعمَ الرَّجُلُ زَیدٌ (زید اچھا آدمی ہے) یا معرف بلام کی جانب مضاف ہو جیسے: نِعمَ صَاحِبُ القَومِ زَیدٌ (زید اچھا صاحب قوم ہے) یا ایسی ضمیر مستتر ہو جس کی تمیز نکرہ منصوبہ ہو جیسے: نِعمَ رَجُلًا زَید ٌ، نِعمَ کا فاعل ھُوَ جو نِعمَ میں پوشیدہ ہے اور رَجُلًا منصوب ہے تمیز کی بنا پر کیونکہ ھُوَ مبہم ہے اور حَبَّذَا زَیدٌ حَبَّ، فعل مدح ہے اور ذَا اس کا فاعل ہے اور زَیدٌ مخصوص بالمدح ہے اسی طرح بِئْسَ الرَّجُلُ زَیدٌ و سَاءَ الرَّجُلُ عَمروٌ۔

تشریح: آپ کو معلوم ہے کہ دنیا میں ہر قسم کے کام ہوتے ہیں اچھے بھی، برے بھی، جو لوگ اچھے کام کرتے ہیں ان کو اچھا کہا جاتا ہے اور جو لوگ برے کام کرتے ہیں ان کو برا کہا جاتا ہے، اچھے کام کرنے پر جو

تعریف کی جائے اس کو فعل مدح کہتے ہیں، افعال مدح دو ہیں، اور افعال ذم بھی دو ہیں، افعال مدح نِعمَ اور حَبَّذَا ہے اور افعال ذم بِئْسَ اور سَاءَ ہیں، یاد رکھو نِعْمَ اصل میں نَعِمَ بکسر العین تھا کثرت استعمال کی وجہ سے نَعِمَ کے عین کی حرکت نقل کر کے نون کی حرکت دور کرنے کے بعد نون کو دیدی، عین کو ساکن کر دیا نِعْم ہو گیا ایسے ہی بِئْسَ اسکی اصل بَئِس تھی یہاں بھی وہی کیا جو نِعْم میں کیا۔

افعال مدح وذم وہ افعال ہیں جو انشاء مدح وذم (اچھائی یا برائی) بیان کرنے کے لئے وضع کئے گئے ہوں لہذا اس تعریف سے وہ افعال نکل گئے جو مدح وذم کے معنی پر دلالت کرتے ہیں جیسے مَدَحْتُ و ذَممْتُہٗ کہ اگرچہ افعال مدح وذم کے معنی پر دلالت کرتے ہیں مگر ان کے اندر انشاء نہیں بلکہ خبر ہے کہ یہ انشاء عن المدح والذم کے لئے نہیں بلکہ اخبار عن المدح وذم کے لئے ہیں۔

اب مصنفؒ ترکیب کو بیان فرماتے ہیں کہ افعال مدح وذم کی ترکیب جملہ میں اس طرح ہوگی کہ پہلے فعل مدح یا فعل ذم ہوگا پھر اس کا فاعل آئیگا اور آخر میں مخصوص بالمدح یا مخصوص بالذم ہوگا، جس شخص کی تعریف کی جائے اس کو مخصوص بالمدح اور جس کی برائی کی جائے اس کو مخصوص بالذم کہتے ہیں، بِئْسَ سَاءَ اور نِعَم ان تینوں افعال کے فاعل کی تین صورتیں ہیں۔

(۱) یا تو ان کا فاعل معرف بلام ہوگا جیسے، بِئْسَ الرَّجُل زَیدٌ و سَاءَ الرَّجُلُ زَیدٌ (زید برا آدمی ہے) اور نِعمَ الرَّجُلُ زَیدٌ (زید اچھا آدمی ہے)۔

(۲) یا ان کا فاعل خود تو معرف بلام نہ ہوگا بلکہ معرف بلام کی طرف مضاف ہوگا جیسے: بِئْسَ صَاحِبُ القَومِ زَیدٌ و سَاءَ صَاحِبُ القَومِ زَیدٌ (زید برا صاحب قوم ہے) اور نِعمَ صَاحِبُ القَومِ زَیدٌ (زید اچھا صاحب قوم ہے) اس مثال میں ان تینوں کا فاعل صاحب ہے جو ایسے اسم کی طرف مضاف ہے جو معرف بلام ہے۔

(۳) اگر ان کا فاعل نہ معرف بلام ہو اور نہ ایسا اسم ہو کہ جو معرف بلام کی طرف مصاف ہو تو پھر ان کا فاعل

ضمیر مستتر ہوگی جو ممیز بنے گی اور اس کی تمیز نکرہ منصوبہ کی شکل میں ہوگی جیسے: بِئْسَ رَجُلًا زَیدٌ سَاءَ رَجُلًا زَیدٌ (زید برا ہے مرد ہونے کے اعتبار سے) اور نِعمَ رَجُلًا زَیدٌ (زید اچھا ہے مرد ہونیکے اعتبار سے) چنانچہ بِئْسَ، سَاءَ اور نِعْمَ میں مخصوص بالمدح یا مخصوص بالذم واحد، تثنیہ اور جمع، اور تذکیر اور تانیث میں افعال مدح وذم کے فاعل کے مطابق ہوگی۔ جیسے: نِعمَ الرَّجُلُ زَیدٌ و نِعمَ الرَّجُلَانِ الزَّیدَانِ و نِعمَ الرِّجَالُ الزَّیدُونَ و نِعمَتِ المرأَۃُ ہِندٌ، و نِعمَتِ المرأَتَانِ ہِندَانِ، و نِعمَتِ النِّسَاءُ الھندَاتُ، نیز بِئسَ اور سَاءَ کی مثالیں بھی اسی کے مطابق بنائی جائے البتہ حَبَّذَا کا قاعدہ الگ ہے۔

حَبَّذَا میں حب فعل ہے اور ذَا اس کا فاعل ہے اور اس کا حکم یہ ہے کہ وہ ہمیشہ ایک ہی حالت میں حَبَّ کے ساتھ ملا رہتا ہے خواہ مخصوص بالمدح مذکر ہو یا مؤنث، واحد ہو یا تثنیہ یا جمع جیسے حَبَّذَا زَیدٌ و حَبَّذَا ہِندٌ، حَبَّذَا زَیدَانِ و حَبَّذَا ہِندَانِ، حَبَّذَا الزَّیدُونَ و حَبَّذَا ہِندَاتٌ۔

اور کبھی حَبَّذَا میں ذَا ممیز یا ذوالحال بنتا ہے اور اس کے بعد تمیز یا حال آتا ہے پھر ذَا اپنی تمیز یا حال سے مل کر حَبَّ کا فاعل ہوتا ہے اور آخر میں جو اسم آتا ہے وہ مخصوص بالمدح ہوتا ہے جو واحد تثنیہ اور جمع اور تذکیر اور تانیت میں اس تمیز یا حال کے مطابق ہوتا ہے جیسے: تمیز کی مثال حَبَّذَا رَجلًا زَیدٌ، حَبَّذَا رَجُلَینِ زَیدَانِ حَبَّذَا رِجَالًا الزَّیدُونَ اور حَبَّذَا إِمرَأَۃً ہِندٌ، حَبَّذَا إِمرَأَتَینِ الھندَانِ، حَبَّذَا نِسَاءً الھندَاتُ اور حال کی مثالیں یہ ہیں حَبَّذَا رَاکِبًا زَیدٌ، حَبَّذَا رَاکِبِینِ الزَّیدَانِ، حَبَّذَا رَاکِبِینَ الزَّیدُونَ اور حَبَّذَا رَاکِبَۃً ہِندٌ، حَبَّذَا رَاکِبَتَینِ الھندَانِ، حَبَّذَا رَاکِبَاتٍ الھندَاتُ، پس تمیز اور حال میں عامل حب فعل ہے اور ذَا ذوالحال، یا ممیز اپنے حال یا تمیز سے مل کر اس کا فاعل ہے۔

کبھی مخصوص بالمدح کو قرینہ پائے جانے کے وقت محذوف بھی کر دیا جاتا ہے جیسے: نِعمَ العَبدُ أَی

ایُّوب حضرت ایوب کے قصہ کا تذکرہ حذف پر قرینہ ہے۔

سوال: نِعمَ الرَّجلُ زَیدٌ کی دونوں ترکیبوں کو بیان کرنے کے بعد یہ بتائیں کہ دونوں میں سے کونسا قول راجح ہے؟

جواب: نِعمَ الرَّجلُ زَیدٌ کی پہلی ترکیب: نِعمَ فعل مدح رَجلٌ اس کا فاعل نِعمَ اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر خبر مقدم ہوئی زَیدٌ مخصوص بالمدح، مبتدا مؤخر پس خبر مقدم اپنے مبتدا مؤخر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا اس ترکیب کے اعتبار سے یہ پورا ایک جملہ ہوگا۔

دوسری ترکیب یہ ہے: نِعمَ فعل مدح الرجل اس کا فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا اور زَید مخصوص بالمدح خبر اس سے پہلے ھو مبتدا محذوف، پس مبتدا محذوف اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا، اس ترکیب کے اعتبار سے یہ دو جملے ہوئے اور اصل عبارت یہ ہوئی نِعمَ الرَّجلُ ھُوَ زَیدٌ اور یہی دوسری ترکیب زیادہ راجح ہے۔

فصل

عبارت: فصل: بدانکہ افعال تعجب دو صیغہ از ہر مصدر و ثلاثی مجرد باشد اوّل مَا أَفعَلَهُ چوں: مَا اَحسَنَ زَیدًا چہ نیکوست زید تقدیرش ایُّ شَیءٍ اَحسَنَ زَیدًا مَا بمعنی أَیُّ شَیءٍ است در محل رفع بابتدا و اَحسَنَ در محل رفع خبر مبتدا و فاعل اَحسَنَ ھُوَ است در و مستتر و زَیدًا مفعول بہ، دوم اَفعِل بِهِ چوں اَحسِن بِزَیدٍ، اَحسِن صیغہ امر ست بمعنی خبر تقدیرش اَحسَنَ زَیدٌ ای صَارَ ذَا حُسنٍ و باء زائدہ است۔

ترجمہ: جان لو کہ افعال تعجب کے دو صیغے ہر ثلاثی مجرد کے مصدر سے ہوتے ہیں پہلا مَا أَفعَلَهُ جیسے: مَا اَحسَنَ زَیدًا (زید کتنا خوبصورت ہے) اس کی تقدیری عبارت: ایُّ شَیءٍ اَحسَنَ زَیدًا ہے، ماأیُّ شَیءٍ کے معنی میں ہے اور ابتدا کی وجہ سے محل رفع میں ہے اور و اَحسَنَ بھی محل رفع میں ہے، مبتدا کی خبر

ہونیکی وجہ سے اور اَحسَنَ کا فاعل ھُوَ جو اَحْسَنَ میں پوشیدہ ہے اور زَیدًا مفعول بہ ہے، دوسرا اَفعِل بِهٖ جیسے: اَحسِن بِزَیدٍ (زید کیا ہی خوبصورت ہے) اَحسِنْ صیغہ امر ہے جو خبر کے معنی میں ہے تقدیری عبارت اَحسَنَ زَیدٌ (زید حسن والا ہوگیا) یعنی صَارَ ذَا حُسنٍ، باء زائدہ ہے۔

تشریح: مصنفؒ اس فصل میں افعال تعجب کو بیان فرمارہے ہیں کہ تَعَجُّب از باب تفعل معنی تعجب کرنا یہ اس کا لغوی معنی ہوا، اور اصطلاح میں افعال تعجب وہ افعال ہیں جو انشاء تعجب یعنی اظہار تعجب کے لئے وضع کئے گئے ہوں اس تعریف سے وہ افعال نکل گئے جو صرف تعجب کے معنی پر دلالت کرتے ہیں تعجب کو پیدا نہیں کرتے جیسے: عَجِبْتُ و تَعَجَّبتُ کہ اگرچہ یہ افعال تعجب کے معنی دیتے ہیں مگر ان کے اندر انشاء نہیں بلکہ خبر ہے اس لئے یہ انشاء تعجب کے لئے نہیں ہیں بلکہ اخبار تعجب کے لئے ہیں۔

آپ کو پہلے معلوم ہوا کہ ثلاثی مجرد کے آٹھ ابواب ہیں ان میں سے پانچ مُطَّرِد کے اور تین شاذ کے، ان آٹھوں بابوں سے جس قدر مصادر آتے ہیں ہر ہر مصدر سے دو دو صیغے فعل تعجب کے نکلتے ہیں، فعل تعجب کے دوصیغوں کے نکلنے میں آپ کو تعجب نہ ہونا چاہئے، جیسے ماضی، مضارع، امر وغیرہ کے نکلتے ہیں ایسے ہی تعجب کے بھی دو صیغے نکلتے ہیں، ہاں! تعجب کی چیز یہ ہے کہ مصدر ثلاثی سے اور صیغے نکلے ان صیغوں کے وزن پر جو ثلاثی مزید باب افعال سے نکلتے ہیں، دیکھو صیغہ فعل تعجب اَفعَلَ کے وزن پر نکلتا ہے یہ وزن باب افعال کی ماضی صیغہ واحد مذکر غائب کا ہے، دوسرا وزن اَفعِلْ ہے یہ وزن بھی باب افعال کے صیغہ واحد مذکر حاضر بحث امر حاضر کا ہے یعنی اَفعِلْ بروزن اَکرِمْ خلاصہ یہ ہوا کہ دو وزن اَفعَلَ و اَفعِلْ تعجب کے لئے ہر ہر مصدر ثلاثی مجرد سے نکلتے ہیں مثلاً ایک مصدر ثلاثی مجرد کا حُسنٌ ہے۔

اس سے دو صیغہ فعل تعجب کے نکلتے ہیں ایک اَفعَلَ کے وزن پر دوسرا اَفعِلْ کے وزن پر، اَفعَلَ کے وزن پر اَحسَنَ آئیگا اور اَفعِلْ کے وزن پر اَحسِنْ آئیگا مگر ان میں سے ایک خبر اور دوسرا انشاء کے لئے ہیں یعنی پہلا وزن ماضی اور دوسرا امر، ماضی خبر ہوتا ہے اور امر انشاء ہوتا ہے مگر معنی دونوں کے ایک ہیں۔

اور ثلاثی مجرد کے وہ افعال جو رنگ وعیب کے معنی نہ رکھتے ہوں ان سے افعال تعجب کے دو صیغے آتے ہیں (۱) مَا اَفعَلَهُ (۲) اَفعِل بِهٖ جیسے: مَا اَحسَنَ زَیدًا (زید کتنا خوبصورت ہے) اَحسِن بِزَیدٍ (زید کیا ہی اچھا ہے) ان کی ترکیب اس طرح ہوگی مَا اَحسَنَ زَیدًا میں مَامبتدا ہے جو اَیُّ شَیءٍ کے معنی میں ہے، اَحسَنَ فعل ماضی ھُوَ ضمیر مستتر اس کا فاعل اور زید مفعول بِهٖ ہے، پس اَحسَنَ فعل اپنے فاعل اور مفعول بِهٖ سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر مَامبتدا کی خبر، پھر مَامبتدا اپنی خبر سے ملکر جملہ اسمیہ ہوا پس تقدیری عبارت یوں ہے اَیُّ شيءٍ اَحسَنَ زَیدًا (کونسی چیز نے زید کو خوبصورت کر دیا)۔

اَحسِن بِزَیدٍ کی ترکیب اس طرح ہے اَحسِن فعل امر بمعنی اَحسَنَ فعل ماضی اور باء زائدہ اور زَیدٌ فاعل، پس اَحسِن اصل اپنے فاعل سے ملکر جملہ فعلیہ ہوا اور اصل عبارت یوں ہے اَحسَنَ زَیدٌ (زید حسن والا ہوگیا) یعنی صَارَ ذَا حُسنٍ، اور اس مَا کے باب میں کئی اختلاف ہیں چنانچہ علامہ سیبویہؒ فرماتے ہیں کہ "مَا" نکرہ ہے بمعنی شَیءٌ پس امام سیبویہؒ کے نزدیک اسکے معنی ہونگے کوئی عظیم چیز ہے جس نے زید کو اچھا کر دیا اور امام اخفشؒ کہتے ہیں کہ "مَا" موصولہ ہے پس اس صورت میں مَاموصولہ مبتدا ہے اور اسکی خبر محذوف ہے ان کے نزدیک ترجمہ ہوگا کہ وہ چیز جس نے زید کو اچھا کر دیا ایک عظیم چیز ہے، اور امام فراءؒ کہتے ہیں کہ "ما" استفہامیہ ہے بمعنی اَیُّ شَیءٍ اور اسکا مابعد اسکی خبر ہے، شیخ رضیؒ نے امام فراءؒ کے قول کو معنی کے اعتبار سے زیادہ قوی مانا ہے کیونکہ تعجب استفہام کے بعد پیدا ہوتا ہے چنانچہ علامہ جرجانیؒ مصنفِ کتاب نے بھی قوت کی وجہ سے اسی مذھب کو اختیار کیا ہے اور یہی قول راجح ہے۔

اور ثلاثی مجرد کے وہ افعال جن میں رنگ وعیب کے معنی پائے جاتے ہیں اور ثلاثی مزید فیہ نیز رباعی مجرد اور رباعی مزید فیہ سے افعال تعجب بنانے کا قاعدہ یہ ہے کہ پہلے اَشَدَّ، اَحسَنَ، اَضعَفَ، اَقبَحَ وغیرہ فعل لائیں گے جن میں تعجب کے معنی ہوں، اور ان کے شروع میں ما لگا دیں گے اور جس فعل سے بھی اعلی تعجب کا صیغہ بنانا ہو اس کا مصدر لا کر اس کو یا تو ان افعال کا مفعول بہ بنا دیا جائیگا یا مجرور بحرف جر کر دیا جائیگا اس

طرح افعال تعجب کا صیغہ بن جائیگا جیسے: ثلاثی مجرد میں رنگ وعیب کے معنی والے افعال کی مثالیں: عیب کے معنی کی مثال: مَا اَشَدَّ عرَجَهُ، مَا أَشَدَّ بِعرَجِهِ (اس کا لنگڑا پن کتنا سخت ہے) اور رنگ کے معنی کی مثال: مَا اَحسَنَ خَضُرَهُ، مَا اَحسَنَ بِخَضُرِهِ (اس کا ہریالا پن کتنا اچھا ہے) اور اسی طرح: مَا اَضعَفَ عَرْجَهُ، مَا اَضعَفَ بِعَرْجِهِ: (اس کا لنگڑا پن کتنا کمزور ہے) مَا أَقبَحَ عَرْجَهُ، مَا اَقبَحَ بِعَرْجِهِ (اس کا لنگڑا پن کتنا برا ہے) یہ دونوں عیب کی مثال ہے۔

اور رنگ کی مثال مَا اَضعَفَ خَضُرَهُ، مَا اَضعَفَ بِخَضُرِهِ (اس کا ہریالا پن کتنا کمزور ہے) مَا اَقبَحَ خَضُرَهُ، مَا اَقبَحَ بِخَضُرِهِ (اس کا ہریالا پن کتنا برا ہے) ثلاثی مزید فیہ کی مثال: مَا اَشَدَّ اِخْضِرَارَهُ، مَا اَشَدَّ بِاِخْضِرَارِهِ (اس کا ہراپن کتنا سخت ہے) اَحسَنَ اِخْضِرَارَهُ، مَا اَحسَنَ بِاِخْضِرَارِهِ (اس کا ہراپن کتنا اچھا ہے) مَا اَضْعَفَ اِخْضِرَارَهُ، مَا اَضْعَفَ بِاِخْضِرَارِهِ اس کا ہراپن کتنا کمزورہ ہے) مَا اَقبَحَ اِخْضِرَارَهُ، مَا أَقبَحَ بِإِخْضِرَارِهِ (اس کا ہراپن کتنا برا ہے)

رباعی مجرد کی مثال مَا اَشَدَّ زَعفَرَتَهُ، مَا اَشَدَّ بِزَعفَرَتِهِ (اس کا زعفران سے رنگنا کتنا سخت ہے) مَا اَحْسَنَ زَعفَرَتَهُ، مَا اَحْسَنَ بِزَعفَرَتِهِ، (اس کا زعفران سے رنگنا کتنا اچھا ہے) مَا اَضْعَفَ زَعفَرَتَهُ، مَا اَضعَفَ بِزَعفَرَتِهِ، (اس کا زعفران سے رنگنا کتنا کمزور ہے) مَا اَقبَحَ زَعفَرَتَهُ، مَا اَقبَحَ بِزَعفَرَتِهِ (اس کا زعفران سے رنگنا کتنا برا ہے)

رباعی مزید فیہ کی مثال: مَا اَشَدَّ اِعرِنكَاسَهُ، مَا اَشَدَّ بِاِعرِنكَاسِهِ (اس کے بالوں کا سیاہ ہونا کتنا سخت ہے) مَا اَحسَنَ اِعْرِنكَاسَهُ، مَا اَحسَنَ بِاِعرِنكَاسِهِ (اسکے بالوں کا سیاہ ہونا کتنا اچھا ہے) مَا اَضْعَفَ اِعْرِنكَاسَهُ، مَا اَضعَفَ بِاِعْرِنكَاسِهِ (اس کے بالوں کا سیاہ ہونا کتنا کمزور ہے) مَا اَقبَحَ اِعْرِنكَاسَهُ، مَا اَقبَحَ بِاِعْرِنكَاسِهُ (اس کے بالوں کا سیاہ ہونا کتنا برا ہے)

سوال: ترکیب میں مَا جب مبتدا ہوا تو اس کو رفع ہونا چاہئے ایسے ہی اَحْسَنَ خبر ہے مبتدا کی تو اس کو بھی

رفع ہونا چاہئے؟ تو یہاں دونوں پر رفع کیوں نہیں؟

جواب: مَا بھی مبنی ہے اور اَحسَنَ بھی مبنی ہے، مبنی پر اعراب نہ لفظی ہوتا ہے اور نہ تقدیری، البتہ ان کا اعراب محلی ہوتا ہے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا لہذا مَا بھی رفع کی جگہ میں ہے اور اَحسَنَ بھی رفع کی جگہ میں ہے لہذا اب کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے۔

سوال: مصنفؒ افعال تعجب میں افعال کو جمع کیوں لائے؟ جب کہ تعجب کے تو صرف دو ہی صیغے ہیں؟

جواب: افعال تعجب میں افعال کو جمع افعال تعجب کے افراد کی کثرت کی وجہ سے لائے ہیں اگر چہ افعال تعجب کے دو ہی صیغے ہیں مگر ان کے افراد کثیر ہیں۔

سوال: فعل تعجب پر متعجب منہ کو مقدم کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: نہ تقدیم جائز ہے، نہ ہی تذکیر و تانیث اور نہ ہی تثنیہ جمع کے لئے ان میں کوئی تبدیلی ہوتی ہے۔

باب سوم: درعمل اسمائے عاملہ وآں یازدہ قسم ست.

تیسرا باب اسمائے عاملہ کے بیان میں، اس کی گیارہ قسمیں ہیں۔

عبارت: اول اسمائے شرطیہ بمعنی اِنْ وآں نہ است: مَن و مَا و اَینَ و مَتیٰ و اَيٌّ و اَنّٰی و اِذمَا و حَیثُمَا و مَهمَا **فعل مضارع را بجزم کنند چوں:** مَن تَضرِب أَضرِب و مَا تَفعَلُ اَفعَلُ و اَینَ تجلِسُ اَجلِسُ و مَتیٰ تَقُمْ اَقُمْ و اَيَّ شيءٍ تَأکُلُ أُکُلُ و اَنّٰی تکتُب اَکتُبْ و اِذمَا تُسَافِرُ اُسَافِرُ و حَیثُمَا تَقصُدُ اَقصُدُ و مَهمَا تَقعُدُ اَقعُدُ.

ترجمہ: پہلی قسم: اسمائے شرطیہ بمعنی اِنْ یہ نو ہیں: مَن و مَا و اَینَ و مَتیٰ و اَيٌّ و اَنّٰی و اِذمَا و حَیثُمَا و مَهمَا: یہ تمام اسماء فعل مضارع کو جزم دیتے ہیں جیسے: مَن تَضرِب أَضرِب (جس کی تو پٹائی کرے گا میں بھی کروں گا) مَا تفعَل اَفعَل (جو کام تو کرے گا میں بھی کروں گا) اَینَ تجلِس اَجلِس (جہاں تو بیٹھے گا میں بھی بیٹھوں گا) متیٰ تقُمْ اَقُمْ (جب تو کھڑا ہوگا میں بھی کھڑا ہوں گا) اَيَّ شيءٍ تَأکُل أُکُل

(جوتو کھائے گا میں بھی کھاؤں گا) اَنّٰی تکتُبْ اَکتُبْ (جہاں تو لکھے گا میں بھی لکھوں گا) اِذما تُسَافِر أُسَافِرْ (جب تو سفر کرے گا میں بھی سفر کروں گا) حَیثُما تقصُدْ اَقصُدْ (جس جگہ تو قصد کرے گا میں بھی کروں گا) مَھما تقعُد اَقعُد (جہاں تو بیٹھے گا میں بھی بیٹھوں گا)

تشریح: مصنفؒ یہاں سے اسمائے عاملہ کی گیارہ قسموں کو بیان فرما رہے ہیں: اسمائے عاملہ کی پہلی قسم اسمائے شرطیہ ہے، اسمائے شرطیہ تمام کے تمام "اِنْ" حرف شرط کے معنی میں ہے اس طور پر کہ جس طرح اِنْ حرف شرط دو جملوں پر داخل ہوتا ہے اسی طرح اسمائے شرطیہ بھی دو جملوں پر داخل ہوتے ہیں اور جس طرح اِنْ شرطیہ فعل مضارع کو جزم دیتا ہے اسی طرح اسمائے شرطیہ بھی فعل مضارع کو جزم دیتے ہیں اور جس طرح اِنْ شرطیہ دو جملوں پر داخل ہوتا ہے ان میں سے پہلے جملہ کو شرط اور دوسرے جملے کو جزا کہتے ہیں، اسی طرح اسمائے شرطیہ بھی دو جملوں پر داخل ہوتے ہیں پہلے جملہ کو شرط دوسرے جملہ کو جزا کہتے ہیں ۔

اسمائے شرطیہ کل نو ہیں "مَنْ" بمعنی جس کو، یہ ذوالعقول کے لئے آتا ہے جیسے: مَنْ تَضرِب أَضرِب (جس کو تو مارے گا میں ماروں گا) "ما" بمعنی جو، یہ غیر ذوالعقول کے لئے آتا ہے جیسے: مَا تَفعَل أَفعَل (جو تو کرے گا میں کروں گا) "این" بمعنی جہاں اَینَ تجلِس اَجلِس (جہاں تو بیٹھے گا میں بیٹھوں گا) "متٰی" بمعنی جب، جیسے: متیٰ تَقُمْ اَقُمْ (جب تو کھڑا ہو گا میں کھڑا ہوں گا) اَیٌّ بمعنی جو کچھ جیسے: اَیَّ شَيءٍ تَأکُل أُکُل (جو کچھ تو کھائے گا میں کھاؤں گا) "اَنّٰی" بمعنی جس جگہ جیسے: اَنّٰی تکتُب اَکتُب (جس جگہ تو لکھے گا میں لکھوں گا) "اِذمَا" بمعنی جس وقت جیسے: اِذمَا تُسَافِر أُسَافِر (جس وقت تو سفر کرے گا میں سفر کروں گا) "حیثُما" بمعنی جس جگہ جیسے: حَیثُما تقصُد اَقصُد (جس جگہ کا تو قصد کرے گا میں بھی قصد کروں گا) "مَھما" بمعنی جس وقت جیسے: مَھما تقعُد اَقعُد (جس وقت تو بیٹھے گا میں بھی بیٹھوں گا)

اسمائے شرطیہ کو کلم المجازات یعنی کلمات الشرط والجزا بھی کہتے ہیں اس لئے کہ یہ کلمات جزا کو چاہتے ہیں۔
اور اسمائے شرطیہ میں سے اَیْنَ اور متٰی کے ساتھ کبھی مَا زائدہ بھی آجاتا ہے جیسے: أَینما تجلِس اَجلِس (جہاں تو بیٹھے گا میں بیٹھوں گا) متٰی مَا تخرُج أخرُج (جب تو نکلے گا میں بھی نکلوں گا) اسمائے شرطیہ میں سے پہلے چھ اسم کبھی استفہام کے لئے بھی آئے ہیں اس وقت ان میں شرط کے معنی نہ ہوں گے اور نہ دو جملوں پر داخل ہوں گے اور نہ ہی فعل مضارع کو جزم دیں گے جیسے: مَن تضرِبُ؟ (تو کسی کو مارے گا) مَا هٰذَا (یہ کیا ہے؟) وغیرہ، اور مَنْ، مَا، اَيٌّ کبھی یہ تینوں موصولہ بھی ہوتے ہیں اس وقت یہ غیر عاملہ ہوں گے کوئی عمل نہیں کریں گے۔
اور اَنّٰی کبھی کَیفَ کے معنی میں بھی آتا ہے جیسے: اَنّٰی زَیدٌ بمعنی کَیفَ زَیدٌ (زید کیسا ہے) اور قرآن کریم میں بھی ہے" فَأتُوا حَرْثَكُم اَنّٰی شِئْتُمْ: (تم اپنی کھیتی میں آؤ جس طرح چاہو ای کَیفَ شِئتُم،
نیز کبھی اَنّٰی متٰی کے معنی میں بھی آتا ہے جیسے: اَنّٰی القِتَالُ بمعنی متٰی القِتَالُ (لڑائی کب ہوگی)۔
مَهما کی اصل" مَامَا" تھی، دوسرا ما زائدہ ہے پہلے" مَا" کے الف کو ھا سے بدل دیا گیا، تحسین کلام کے لئے پس مھما ہو گیا۔
سوال: اسمائے شرطیہ کو اسمائے شرطیہ کیوں کہتے ہیں؟
جواب: اس لئے کہ یہ اسماء اِنْ شرطیہ کے معنی کو متضمن ہوتے ہیں۔
سوال: اسمائے شرطیہ کونسا عمل کرتے ہیں؟
جواب: یہ مضارع کے آخر میں جزم کرتے ہیں، اور دو جملوں پر داخل ہو کر پہلے کو شرط اور دوسرے کو جزا بناتے ہیں۔۔
عبارت: دوم اسمائے افعال بمعنی ماضی چوں: هَیهَاتَ و شَتَّانَ و سَرعَانَ اسم را بنا بر فاعلیت **برفع کنند:** چوں هَیهَاتَ یَومُ العِیدِ ای بَعُدَ، **سوم اسمائے افعال بمعنی امر حاضر چوں:** رُوَیدَ و بَلهَ و حَیَّهَلْ و

عَلَيكَ و دُونکَ و هَا اسم را بہ نصب کنند بنا بر مفعولیت چوں: رُوَيدَ زَيدًا ای اَمهِلهُ۔

ترجمہ: دوسری قسم اسمائے افعال بمعنی فعل ماضی ہے جیسے: هَيهَاتَ (دور ہوا) شَتَّانَ (جدا ہوا) اور سَرْعَانَ (جلدی کی) اسم کو فاعل ہونیکی بنا پر رفع دیتے ہیں جیسے: هَيهَاتَ يَومُ العِيدِ ای بَعُدَ عید کا دن دور ہوا۔

تیسری قسم: اسمائے افعال بمعنی امر حاضر ہے جیسے رُوَيدَ و بَلهَ و حَيَّهَلُ و عَلَيكَ و دُونکَ و هَا: یہ اپنے اسم کو مفعول ہونیکی بنا پر نصب دیتے ہیں جیسے: رُوَيدَ زَيدًا ای اَمهِلهُ (تو زید کو مہلت دے)۔

تشریح: دوسری قسم: اسمائے عاملہ کی اسمائے افعال ہے، اسمائے افعال وہ اسماء ہیں جو صورۃً تو اسم ہوں اور معنًی میں فعل ماضی یا فعل امر کے ہوں ان کی دو قسمیں ہیں (۱) اسمائے افعال بمعنی فعل ماضی (۲) اسمائے افعال بمعنی فعل امر حاضر معروف، پہلی قسم کے افعال اپنے مابعد اسم کو فاعلیت کی بنا پر رفع دیتے ہیں اور دوسری قسم کے اسمائے افعال اپنے مابعد اسم کو مفعولیت کی بنا پر نصب دیتے ہیں۔

یہاں اسمائے افعال کی تعریف پر ایک اعتراض ہوتا ہے کہ آپ نے تعریف میں کہا کہ اسم فعل وہ ہیں جو فعل ماضی یا امر کے معنی میں ہوں حالانکہ اسم فعل کبھی فعل مضارع کے معنی میں بھی آتے ہیں جیسے: اُفُّ اسم فعل اَتَضَجَّرُ فعل مضارع کے معنی میں ہیں اور اَوهُ (بالفتح والکسر والضم) اسم فعل اَتَوَجَّعُ فعل مضارع کے معنی میں ہے پس تعریف جامع و مانع نہیں رہی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ دونوں اصل میں تو فعل ماضی تَضَجَّرْتُ (میں تنگ دل ہوا) اور تَوَجَّعْتُ (میں دردزدہ ہوا) کے معنی میں ہے لیکن چونکہ ان کے اندر انشاء کے معنی پائے جاتے ہیں اس لئے ان کو فعل مضارع سے تعبیر کرنا مناسب حال ہے، اسمائے افعال بمعنی فعل ماضی یہ ہیں: هَيهَاتَ بمعنی بَعُدَ (وہ دور ہوا) جیسے: هَيهَاتَ يَومُ العِيدِ (عید کا دن دور ہوا) شَتَّانَ معنی اِفتَرَقَ (وہ جدا ہوا) جیسے: شَتَّانَ زَيدٌ وعَمرٌو (زید اور عمرو جدا ہوا) سَرْعَانَ بمعنی سَرُعَ (اس نے جلدی کی) جیسے سرعان زيدٌ

خُروجًا (زید نے جلدی کی نکلنے کے اعتبار سے) اور اسمائے افعال بمعنی امر حاضر یہ ہیں: رُوَیْدَ بمعنی اِمھِلْ (تو چھوڑ) جیسے: رُوَیْدَ زیدًا، (تو زید کو چھوڑ دے) بَلْهَ بمعنی دَعْ (تو چھوڑ دے) جیسے بَلْهَ زَیدًا (تو زید کو چھوڑ دے) حَیَّهَلْ بمعنی إئتِ اور اَقْبِلْ (تو آ) جیسے حَیَّهَل الصَّلاۃَ (تو نماز کو آ) اور کبھی حَیَّهَلْ صرف حیَّ آتا ہے جیسے مؤذن کہتا ہے حَیَّ علیَ الصّلاۃَ، عَلَیكَ بمعنی اِلْزَم تو لازم پکڑ، عَلَیكَ زَیدًا (تو زید کو لازم پکڑ) دُونَكَ بمعنی خُذْ (تو پکڑ) جیسے دُونَكَ عَمروًا (تو عمرو کو پکڑ) ھَا یہ بھی بمعنی خُذْ ہے جیسے: ھَا خَالِدًا (تو خالد کو پکڑ) کتاب میں مذکور اسمائے افعال کے علاوہ چند افعال یہ ہیں: (۱) صَهْ بمعنی امر حاضر اُسْکُتْ (تو چپ ہوجا) (۲) مَهْ بمعنی امر حاضر اِنکَفِفْ (تو رک جا) (۳) اٰمِین بمعنی امر حاضر اِسْتَجِبْ (تو قبول کر) اور حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ اٰمِینْ بمعنی اِفْعَلْ ہے جیسے۔ شعر:

صَهْ ردیف اُسکُتْ وَدَرْ مَعنئی اُکفُف مَهْ اسْتَ::

پَسْ رَدِیفِ اِسْتَجِبْ یا اِفْعَلْ آمین دائما

(۴) ھِیْهِ بمعنی امر حاضر إئتِ (تو آ) (۵) تَعَالِ بمعنی امر حاضر إئتِ (تو آ) "رُوَیدَ" اگرچہ اسم فعل مبنی بر فتحہ ہے مگر کبھی وہ منصوب منوّن بھی ہوتا ہے جب کہ صفت بن کر آرہا ہو جیسے: اَمْهِلْهُم رُوَیدًا (تو ان کو چھوڑ دے چھوڑنا) کہ اصل میں اَمْهِلْهُم اِمْهَالًا رُوَیدًا ہے۔ ھَیْهَاتَ میں تین لغتیں ہیں، لغت حجاز میں بفتح التاء اور لغت بنو تمیم میں بکسر التاء، اور بعض لغات میں بضم التاء آیا ہے۔

ھَا میں بھی تین لغات ہیں (۱) ھَا بمد (۲) ھَا بقصر (۳) ھَاءِ بروزن رَامٍ۔

عبارت: چہارم اسم فاعل بمعنی حال یا استقبال عمل فعل خود کند بشرط آں کہ اعتماد کردہ باشد بر لفظے کہ پیش ازو باشد و آں لفظ مبتدا باشد در لازم چوں: زَیْدٌ قَائِمٌ أَبُوهُ **و در متعدی چوں:** زَیدٌ ضَارِبٌ اَبُوهُ عَمرًوا **یا موصوف چوں:** مَرَرتُ بِرَجُلٍ ضَارِبٌ اَبُوهُ بَکرًا **یا موصول** جَاءَنِی القَائِمُ اَبُوهُ وَجَاءَنِی

الضَّارِبُ اَبُوہُ عَمروًا یا ذوالحال چوں: جَاءَنِي زَيدٌ رَاكِبًا غُلَامُهُ فَرَسًا **یا ہمزہ استفہام چوں:** اَضَارِبٌ زَيدٌ عَمرُوًا **یا حرف نفی چوں:** مَا قَائِمٌ زَيدٌ **ہمامل کہ** قَامَ و ضَرَبَ **می کرد** قَائِمٌ و ضَارِبٌ **می کند۔**

ترجمہ: چہارم اسم فاعل بمعنی حال یا استقبال، فعل معروف کا عمل کرتا ہے اس شرط کے ساتھ کہ وہ ایسے لفظ پر اعتماد کئے ہوئے ہو جو اس سے پہلے ہو اور وہ لفظ مبتدا ہو گا فعل لازم میں جیسے: زَيدٌ قَائِمٌ أَبُوهُ (زید کہ اس کا باپ کھڑا ہے) اور فعل متعدی میں جیسے: زَيدٌ ضَارِبٌ اَبُوهُ عَمرُوًا (زید کہ اس کا باپ عمرو کی پٹائی کر رہا ہے) یا موصوف ہو جیسے: مَرَرتُ بِرَجُلٍ ضَارِبٍ اَبُوهُ بَكرًا (میں ایسے شخص کے پاس سے گزرا جس کا باپ بکر کی پٹائی کر رہا ہے) یا موصول ہوں جیسے: جَاءَنِی القَائِمُ اَبُوهُ (میرے پاس وہ شخص آیا کہ جس کا باپ کھڑا ہے) وَجَاءَنِی الضَّارِبُ اَبُوهُ عَمرُوًا (میرے پاس وہ شخص آیا کہ جس کا باپ عمرو کی پٹائی کر رہا ہے) یا ذوالحال ہو جیسے: جَاءَنِي زَيدٌ رَاكِبًا غُلَامُهُ فَرَسًا (میرے پاس زید آیا اس حال میں کہ اس کا غلام گھوڑے پر سوار ہے) یا ہمزۂ استفہام ہو جیسے: اَضَارِبٌ زَيدٌ عَمرُوًا (کیا زید عمرو کی پٹائی کر رہا ہے) یا حرف نفی ہو جیسے: مَا قَائِمٌ زَيدٌ (زید کھڑا نہیں ہے) جو عمل کہ قَامَ اور ضَرَبَ کرتے ہیں وہی عمل قَائِمٌ اور ضَارِبٌ کرتے ہیں۔

تشریح: اسمائے عاملہ کی چوتھی قسم اسم فاعل ہے، اسم فاعل وہ اسم ہے جو کسی مصدر سے مشتق ہو اور جس ذات کے لئے ثابت ہو بطریق حدوث یعنی ناپائیداری کے طریقہ پر ثابت ہو، نہ کہ بطریق ثبوت و دوام یعنی پائیداری کے طریقہ پر ثابت نہ ہو جیسے: ضَارِبٌ مارنے والا ایک مرد، ضَارِب اسم فاعل ہے جو ضَربٌ مصدر سے مشتق ہے اور یہ معنی مصدری یعنی مارنا ذات مرد کے ساتھ کچھ دیر تک قائم رہتے ہیں جب تک کہ اس سے فعل ضَربٌ صادر ہوتا رہتا ہے اور پھر اس کے بعد قائم نہیں رہتے۔

اور اسم فاعل اس اسم کا نام ہے کہ جو کام کرنے والی ذات پر دلالت کرے جیسے ضَرَبَ زَيدٌ میں زَيدٌ

فاعل ہے اور زَیدٌ ضَارِبٌ میں ضَارِبٌ اسم فاعل ہے اور ضرب ضَارِبٌ میں ضَارِبٌ اسم فاعل بھی ہے اور فاعل بھی، خلاصہ یہ ہوا کہ فاعل اور اسم فاعل میں عموم وخصوص من وجہ کی نسبت ہے، پہلی مثال میں محض فاعل ہے اور دوسری میں محض اسم فاعل ہے اور تیسری میں فاعل اور اسم فاعل دونوں ہیں، اسم فاعل اور فعل مضارع معروف میں لفظی اعتبار سے تین طرح مشابہت ہے (۱) جتنے حروف فعل مضارع میں ہوتے ہیں اتنے ہی اسم فاعل میں ہوتے ہیں جیسے: یَضْرِبُ سے ضَارِبٌ دیکھوں دونوں میں چار چار حروف ہیں (۲) جتنی حرکتیں فعل مضارع میں ہوں گی اتنی ہی اسم فاعل میں ہوں گی دیکھوں ان دونوں میں تین تین حرکتیں ہیں (۳) جتنے سکون فعل مضارع میں ہوں گے اتنے ہی اسم فاعل میں ہوں گے دیکھوں ان دونوں میں ایک ایک سکون ہے، اور ان دونوں کے درمیان معنوی اعتبار سے ایک مشابہت ہے وہ یہ کہ جس طرح فعل مضارع میں حال یا استقبال کے معنی پائے جاتے ہیں اسی طرح اسم فاعل میں بھی حال اور استقبال کے معنی پائے جاتے ہیں، یہ اسم فاعل کے عمل کرنے کی پہلی شرط ہے۔

نیز اسم فاعل کے عمل کرنے کے لئے دوسری شرط یہ ہے کہ وہ اس وقت عمل کریگا جب کہ چھ چیزوں میں سے کسی ایک چیز پر اعتماد اور سہارا لگائے ہوئے ہو جو اس سے پہلے ہو یعنی اپنے ماقبل سے اس طرح تعلق رکھتا ہو جس طرح کہ خبر مبتدا سے اور صلہ موصول سے تعلق رکھتا ہے، اور وہ چھ معتمدات مندرجہ ذیل ہیں (۱) اسم فاعل پہلے یا تو مبتدا ہوگا اور اسم فاعل اپنے معمول سے مل کر مبتدا کی خبر ہوگا جیسے: لازم کی مثال زَیْدٌ قَائِمٌ اَبُوہُ (زید کہ اسکا باپ کھڑا ہے) متعدی کی مثال زَیدٌ ضَارِبٌ اَبُوہُ عَمرًوا) زید کہ اس کا باپ عمر کو مارتا ہے یا مارے گا) پس دونوں مثالوں میں اسم فاعل سے مبتدا آیا جس نے اسم فاعل کو سہارا دے کر اس میں عمل کی طاقت پیدا کردی چنانچہ پہلی مثال میں قَائِمٌ اسم فاعل نے اَبُوہُ کو فاعل بنا کر رفع دیا اور دوسری مثال میں ضَارِبٌ اسم فاعل نے اَبُوہُ کو فاعلیت کی بنا پر رفع اور عمرو کو مفعولیت کی بنا پر نصب دیا، پس دو مثالیں اس لئے بیان کی کہ اسم فاعل کبھی فعل لازم سے مشتق ہوتا اور کبھی فعل متعدی سے

مشتق ہوتا ہے۔۔

(۲) یا اسم فاعل سے پہلے موصوف ہو اور اسم فاعل اس کی صفت بنے جیسے لازم کی مثال مَرَرْتُ بِرَجُلٍ قَائِمٍ اَبُوْهُ (میں ایسے مرد کے پاس سے گزرا کہ جس کا باپ کھڑا ہے) متعدی کی مثال: مَرَرْتُ بِرَجُلٍ ضَارِبٍ اَبُوْہ عَمروا (میں ایسے مرد کے پاس سے گزرا کہ جس کا باپ عمرو کو مارتا ہے) دونوں مثالوں میں اسم فاعل سے پہلے موصوف آیا ہے جس نے اسم فاعل کو سہارا دے کر اس میں عمل کی قوت پیدا کی ہیں پہلی مثال میں قَائِمٌ اسم فاعل اَبوہُ کو فاعل بنا کر رفع دیا ہے اور دوسری مثال میں ضَارِبٍ نے اَبُوْہ کو فاعل بنا کر رفع اور عمرو کو مفعول بنا کر نصب دیا ہے۔۔

(۳) یا اسمِ فاعل سے پہلے موصول ہو اور اسم فاعل اس کا صلہ بن رہا ہو جیسے لازم کی مثال جَاءَنِي الْقَائِمُ اَبُوهُ (میرے پاس وہ شخص آیا کہ جس کا باپ کھڑا ہے) متعدی کی مثال: جیسے: جَاءَنِي الضَّارِبُ اَبُوهُ عَمرًوا (میرے پاس وہ شخص آیا کہ جس کا باپ عمرو کو مارنے والا ہے) دونوں مثالوں میں اسم فاعل سے پہلے الف لام ہے بمعنی الَّذِی اسم موصول ہے کہ جس کے ساتھ وہ سہارا لگائے ہوئے ہے پس اسم موصول نے اس کو سہارا دے کر اس میں عمل کی طاقت پیدا کر دی کہ جس کی وجہ سے اس نے عمل کیا چنانچہ پہلی مثال میں القَائِمُ نے اَبُوہُ کو فاعل بنا کر رفع دیا ہے اور دوسری مثال میں الضَّارِبُ نے اَبُوہُ کو فاعل بنا کر رفع اور عمرًا کو مفعول بنا کر نصب دیا ہے۔

(۴) یا اسمِ فاعل سے پہلے ذو الحال ہو اور اسمِ فاعل اس کا حال واقع ہو رہا ہو جیسے: لازم کی مثال: جَاءَنِی زَیدٌ قَائِمًا غُلَامُهُ (میرے پاس زید آیا اس حال میں کہ اس کا غلام کھڑا ہونے والا ہے) متعدی کی مثال: جَاءَنِی زَیدٌ رَاکِبًا غُلَامُهُ فَرَسًا (میرے پاس زید آیا اس حال میں کہ اس کا غلام گھوڑے پر سوار ہونے والا ہے) دونوں مثالوں میں اسم فاعل قَائِمًا اور رَاکِبًا سے پہلے زَیدٌ ذو الحال ہے جس پر اسمِ فاعل نے اعتماد اور سہارا لیا ہے جس کی وجہ سے اس میں عمل کی قوت پیدا ہوئی ہے چنانچہ قَائِمًا اسمِ فاعل نے

غُلَامُہٗ کو فاعل بنا کر رفع دیا ہے اور اسمِ فاعل رَاکِبًا نے غُلَامُہٗ کو فاعلیت کی بنا پر رفع دیا اور فَرَسًا کو مفعولیت کی بنا پر نصب دیا ہے۔

(۵) یا اسم فاعل سے پہلے ہمزہ استفہام ہو اور اسم فاعل اس کا مستفہم ہو جیسے: لازم کی مثال: أَقَائِمٌ زَیْدٌ (کیا زید کھڑا ہے) متعدی کی مثال جیسے أَضَارِبٌ زَیْدٌ عَمروًا (کیا زید عمرو کو مارنے والا ہے) دونوں مثالوں میں اسم فاعل سے پہلے ہمزہ استفہام ہے جس پر سہارا لگا کر اسم فاعل میں عمل کی طاقت پیدا ہوئی چنانچہ پہلی مثال میں قَائِمٌ اسم فاعل نے زَیْدٌ کو فاعل بنا کر رفع دیا اور دوسری مثال میں ضَارِبٌ نے زَیْدٌ کو فاعلیت کی بنا پر رفع اور عمرو کو مفعولیت کی بنا پر نصب دیا ہے۔۔

(٦) یا اسم فاعل سے پہلے حرف نفی ہو جیسے: لازم کی مثال: مَا قَائِمٌ زَیْدٌ (زید کھڑا نہیں ہے) متعدی کی مثال جیسے: (مَاضَارِبٌ زَیْدٌ عَمروًا) (زید عمرو کو مارنے والا نہیں ہے) دونوں مثالوں میں اسم فاعل سے پہلے حرف نفی آیا ہے اس نے اسم فاعل کو سہارا دے کر اس میں عمل کرنے کی طاقت پیدا کر دی چنانچہ اب اس نے عمل کیا اور پہلی مثال میں زَیْدٌ کو فاعل بنا کر رفع دیا اور دوسری مثال میں زَیْدٌ کو فاعلیت کی بنا پر رفع اور عَمروًا کو مفعولیت کی بنا پر نصب دیا ہے۔

اب مصنفؒ اپنی عبارت " ہمچو عمل کہ قَامَ، ضَرَبَ می کرد قَائِمٌ، ضَارِبٌ می کند " سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ قَامَ فعلِ لازم اور ضَرَبَ فعل متعدی ہے اور فعل لازم کا عمل فاعل کو رفع دینا اور فعل متعدی کا عمل فاعل کو رفع اور مفعول کو نصب دینا ہے چنانچہ جب قَامَ فعلِ لازم سے قَائِمٌ اسم فاعل بنے گا تو وہ بھی اپنے فاعل کو رفع دے گا اور جب ضَرَبَ فعلِ متعدی سے ضَارِبٌ اسم فاعل بنے گا تو وہ بھی اپنے فاعل کو رفع دے گا اور مفعول کو نصب دے گا مگر شرط وہی ہے کہ اس سے پہلے مذکورہ بالا چھ معتمدات میں سے کوئی ایک ہو کہ جس پر اسم فاعل سہارا لگائے ہوئے ہو۔

آخر کے دو معتمد ہمزہ استفہام اور حرف نفی پر اعتراض ہوتا ہے کہ وہ دونوں حرف ہیں، لہذا وہ کیسے اسم فاعل

کوسہارا دے کر طاقتور بنا سکتے ہیں جبکہ حرف تو خود کمزور ہوتا ہے، پس یہ کیسے معتمد بن گئے؟ اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ہمزہ استفہام اصل میں اَستَفهِمُ فعل مضارع متکلم کے معنی میں ہے اور ما حرف نفی اَنفِی فعل مضارع کے معنی میں ہے پس معلوم ہوا کہ یہ دونوں معتمد اصل میں فعل ہیں اور حرف کی صرف شکل ہے اور فعل عمل کے اعتبار سے بھرپور طاقتور ہے، چنانچہ اس نے اسم فاعل کو سہارا دے کر اسے بھی طاقتور عامل بنا دیا۔

اسم فاعل جس طرح فاعل اور مفعول دونوں میں عمل کرتا ہے اسی طرح بوقت ضرورت دیگر اسماء میں بھی فعل لازم و متعدی کی طرح عمل کرتا ہے جیسے: زَیدٌ ضَارِبٌ اَبُوہُ عَمرًوا، ضربًا شَدِیدًا تَادِیبًا یَومَ الجمُعَۃِ اَمَامَ الاَمِیرِ والخَشَبَۃَ ظَلہا مَشدُودًا، لیکن اسم فاعل کے اس طرح کے معمولات کم ہوتے ہیں اس لئے کتاب میں اس کی مثال بیان نہیں کی، اسی طرح اسم فاعل متعدی بدو مفعول اور متعدی بسہ مفعول بھی ہوتا ہے اور ہر ایک مفعول میں عمل کرتا ہے جیسے متعدی بدو مفعول کی مثال: زَیدٌ مُعطٍ اَبُوہُ عَمرًوا دِرهما (زید کے اس کا باپ عمر کو درھم دینے والے ہے) اور متعدی بدو مفعول کے ایک مفعول پر اقتصار جائز نہ ہو: زَیدٌ عَالِمٌ اَبُوہُ عَمرًوا فَاضِلًا (زید کے اس کا باپ عمرو کو فاضل جاننے والا ہے) اور متعدی بسہ مفعول کی مثال زَیدٌ مخبرًا اَبُوہُ عَمرًوا بَکرًا فَاضِلًا (زید کے اس کا باپ عمرو کو خبر دینے والا ہے کہ بکر فاضل ہے) یہ چاروں مثالیں معتمد مبتدا کی ہیں اسی طرح موصوف، موصول، ذوالحال، ہمزہ استفہام، اور حرفِ نفی کی مثالیں از خود بنا کر یاد کر لینی چاہیے۔

عبارت: پنجم اسم مفعول بمعنی حال واستقبال عمل فعل مجہول کند بشرط اعتماد مذکور چوں زَیدٌ مَضرُوبٌ اَبُوہُ وعَمرٌو مُعطیً غُلَامُہُ دِرهما وبَکرٌ مَعلُومٌ اِبنُہُ فَاضِلًا وخَالِدٌ مخبرٌ اِبنُہُ عَمرًوا فَاضِلًا ہما عمل کہ ضُرِبَ واُعطِیَ وعُلِمَ اُخبِرَ می کرد مَضرُوبٌ ومُعطیً ومَعلُومٌ ومخبرٌ می کند۔

ترجمہ: پنجم اسم مفعول بھی حال واستقبال فعل مجہول کا عمل کرتا ہے بشرطیکہ مذکورہ چیزوں پر اعتماد کئے ہوئے

ہو جیسے: زَیدٌ مَضرُوبٌ اَبُوہُ (زید کہ اس کے باپ کو مارا گیا) وعَمرٌو مُعطیً غُلَامُہٗ دِرَھما (عمرو کہ اس کے غلام کو درھم دیا گیا ہے) وبَکرٌ مَعلُومٌ اِبنُہٗ فَاضِلاً (بکر کہ اس کے بیٹے کا فاضل ہونا جانا گیا ہے) وخَالِدٌ مخبرٌ اِبنُہٗ عَمروًا فَاضِلًا (خالد کہ اس کا بیٹا عمرو کے فاضل ہونے کی خبر دیا گیا ہے) جو عمل کہ ضُرِبَ و أُعْطِيَ و عُلِمَ أُخْبِرَ کرتے ہیں وہی عمل مَضرُوبٌ و مُعطیً و مَعلُومٌ و مخبرٌ کرتے ہیں۔

تشریح: اسمائے عاملہ کی پانچویں قسم اسم مفعول ہے، اسم مفعول وہ اسم ہے جو مصدر سے بنا ہوا اور ایسے شخص کی ذات پر بطور حدوث یعنی بطریق ناپائیداری دلالت کرے کہ جس پر فاعل کا فعل واقع ہوا ہو جیسے: مَضرُوبٌ اور اسم مفعول فعل مجہول کے معنی دیتا ہے جب کہ حال یا استقبال کے معنی میں ہو مصنفؒ کی عبارت "عمل فعل مجهول کند" کا مطلب یہ ہے کہ اسم مفعول چونکہ فعل مجہول متعدی سے بنتا ہے اور فعل مجہول کا عمل نائب فاعل کو رفع دینا اور باقی مفاعیل کو نصب دینا ہے اس لئے اس سے بننے والا اسم مفعول بھی یہی عمل کرے گا کہ نائب فاعل کو رفع اور باقی مفاعیل کو نصب دے گا بشرطیکہ حال یا استقبال کے معنی میں ہو اور دوسری شرط مذکورہ چھ معتمدوں میں سے کسی ایک پر سہارا لگائے ہوئے ہو، اسم مفعول کے لئے بھی وہی چھ معتمد ہیں جو اسم فاعل کے لئے ہیں: (۱) مبتدا (۲) موصوف (۳) موصول (۴) ذو الحال (۵) ہمزۂ استفہام (۶) حرف نفی۔

ان چھ معتمدوں میں سے اگر کوئی ایک اسم مفعول سے پہلے ہوگا تو اسم مفعول عمل کرے گا ورنہ تو نہیں جیسے: مبتدا کی مثال: زَیدٌ مَضرُوبٌ اَبُوہُ (زید کہ اس کا باپ مارا گیا ہے) اور عَمرٌو مُعطیً غُلَامُہٗ دِرَھما (عمرو کہ اس کا غلام درھم دیا گیا ہے) وبَکرٌ مَعلُومٌ اِبنُہٗ فَاضِلاً (بکر کہ اس کا بیٹا فاضل جانا گیا ہے) خَالِدٌ مُخبَرٌ اِبنُہٗ عَمروًا فَاضِلًا (خالد کہ اس کے بیٹے کو اطلاع دی جاتی ہے کہ عمرو فاضل ہے) پس ان چاروں مثالوں میں اسم مفعول سے پہلے مبتدا ہے اس نے اسم مفعول کو سہارا دے کر

اتنا طاقتور بنا دیا کہ وہ عمل کرنے کے قابل ہو گیا چنانچہ اب اس نے اپنے نائب فاعل کو رفع دیا اور باقی مفاعیل کو نصب دیا ہے، نیز مصنفؒ نے یہ چار مثالیں اس لئے دی ہیں کہ چونکہ اسم مفعول فعل مجہول سے بنتا

ہے اور فعل مجہول فعل متعدی سے تو نتیجہ یہ نکلا کہ اسم مفعول فعل متعدی سے بنتا ہے اور فعل متعدی کی چار قسمیں ہیں اور چونکہ اسم مفعول بھی اسی سے بنتا ہے اس لئے اس کی بھی چار قسمیں ہوئی، پس مصنفؒ نے اس کی چاروں قسموں کی مثالیں دی ہیں اس اعتبار سے چار مثالیں ہوئی، اور فعل متعدی کی چار قسمیں یہ ہیں: (۱) متعدی بیک مفعول (۲) متعدی بدو مفعول (ایک مفعول پر اقتصار جائز ہو) (۳) متعدی بدو مفعول (ایک مفعول پر اقتصار جائز نہ ہو) (۴) متعدی بسہ مفعول، پس ان سے بننے والے اسم مفعول کی بھی یہی چار قسمیں ہونگی (۱) متعدی بیک مفعول جیسے: مَضرُوبٌ (۲) متعدی بدو مفعول (ایک مفعول پر اقتصار جائز ہو) جیسے: مُعْطیً (۳) متعدی بدو مفعول (ایک مفعول پر اقتصار جائز نہ ہو جیسے مَعلُومٌ (۳) متعدی بسہ مفعول جیسے: مُخبَرٌ۔

اب آگے مصنفؒ اپنی عبارت "ہا عمل سے یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ضُرِبَ، أُعْطِيَ، عُلِمَ، أُخبرَ اپنے اپنے طریقہ سے جو عمل کرتے ہیں، وہی عمل ان سے بننے والے اسم مفعول بھی کریں کے مثلاً ضُرِبَ متعدی بیک مفعول جس طرح اپنے نائب فاعل کو رفع دیتا ہے اسی طرح اس سے بننے والا اسم مفعول بھی اپنے نائب فاعل کو رفع دیگا اور أُعْطِيَ و عُلِمَ متعدی بدو مفعول جس طرح یہ اپنے پہلے مفعول کو نائب فاعل بنا کر رفع دیتے ہیں اور دوسرے مفعول کو نصب دیتے ہیں اسی طرح ان سے بننے والے اسم مفعول بھی اپنے نائب فاعل کو رفع اور دوسرے مفعول کو نصب دیں گے، اور أُخبِرَ متعدی بسہ مفعول جس طرح اپنے نائب فاعل کو رفع اور باقی دو مفعولوں کو نصب دیتا ہے اسی طرح اس سے بننے والا اسم مفعول بھی اپنے نائب فاعل کو رفع اور دیگر مفاعیل کو نصب دے گا۔

اور یہ بات مخفی نہیں ہے کہ اسم فاعل اور اسم مفعول کے عمل کرنے کے لئے بمعنی حال یا استقبال ہونے کی شرط اس وقت ہے جب کہ وہ معرف باللام نہ ہوں اور اگر معرف باللام ہوں تو اس شرط کے بغیر بھی عمل کرتے ہیں خواہ بمعنی فعل ماضی ہی کیوں نہ ہوں جیسے: جَاءَنِی الضَّارِبُ اَبُوہُ بَکرًا و جَاءَنِی المضرُوبُ اَبُوہُ الآنَ اَو غدًا اَو اَمسِ۔

اسم مفعول کی مجموعی طور پر کل چوبیس مثالیں بنتی ہیں اس طرح کہ معتمد چھ ہیں اور اسم مفعول کی چار قسمیں ہیں پس چھ کو چار میں ضرب دینے سے ۶ × ۴ = ۲۴ صورتیں ہوئیں مگر کتاب میں صرف معتمد مبتدا کی چار مثالوں پر اکتفا کیا گیا ہے اس لئے ان تمام مثالوں کا نقشہ پیش کیا جا رہا ہے تا کہ اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے۔

(نقشہ)

معتمد	متعدی بیک مفعول	متعدی بدو مفعول ایک مفعول پر اکتفاء جائز	متعدی بدو مفعول ایک مفعول پر اکتفاء نا جائز	متعدی بسہ مفعول
مبتدا	زیدٌ مضروبٌ اَبوہ	عَمرٌو مُعطًی غُلَامُہُ دِرْھَماً	بَکرٌ مَعلُومُنِ ابنُہُ فَاضِلاً	خَالِدُنِ ابنُہُ عَمرًوا فَاضِلًا
موصوف	مَرَرْتُ بِرَجُلٍ مَضرُوبٍ اَبُوہ	مَرَرْتُ بِرَجُلٍ مُعطًی غُلَامُہُ دِرْھَماً	مَرَرْتُ بِرَجُلٍ مَعلُومٍنِ ابنُہُ فَاضِلاً	مَرَرْتُ بِرَجُلٍ مُخبَرَنِ ابنُہُ فَاضِلًا
موصول	جاءنی المضروبُ اَبُوہ	جاءنی المُعطیٰ غُلَامُہُ دِرْھَماً	جاءنی المعلُومُ نِ ابنُہُ فَاضِلاً	جاءنی المُخبَرُ نِ ابنُہُ عَمرًوا فَاضِلًا
ذوالحال	جاءَنی زَیدٌ مضروباً اَبُوہُ	جاءنی زیدٌ معطًی غُلَامُہُ دِرْھَماً	جَاءَنی زَیدٌ مَعلُوماًنِ ابنُہُ فَاضِلاً	جَاءَنی زَیدٌ مُخبَرًانِ ابنُہُ عَمرًوا فَاضِلًا

ہمزۂ استفہام	أمضروبٌ زیدٌ	أمُعطًی زیدٌ دِرھَماً	أمَعْلُومٌ زیدٌ فَاضِلاً	أمُخبرٌ زیدٌ عَمروًا فَاضِلًا
حرف نفی	مَامَضروبٌ زیدٌ	مَامُعطًی زیدٌ دِرھَماً	مَامَعْلُومٌ زیدٌ فَاضِلاً	مَا مُخبرٌ زیدٌ عَمروًا فَاضِلًا

عبارت: ششم صفت مشبہ عمل فعل خود کند بشرط اعتماد مذکور چوں زَیْدٌ حَسَنٌ غُلَامُہٗ ہماعمل کہ حَسُنَ می کرد حَسَنٌ می کند۔

ترجمہ: چھٹی قسم صفت مشبہ ہے جو اپنے فعل کا عمل کرتا ہے بشرطیکہ مذکورہ چیزوں پر اعتماد کئے ہوئے ہو جیسے :زَیْدٌ حَسَنٌ غُلَامُہٗ (زید کہ اس کا غلام اچھا ہے) جو عمل کہ حَسُنَ کرتا ہے وہی عمل حَسَنٌ کرتا ہے۔

تشریح: مصنفؒ یہاں اسمائے عاملہ کی چھٹی قسم کو بیان کرر ہے ہیں اور وہ صفت مشبہ ہے،صفت مشبہ وہ اسم ہے جو فعل لازم سے اس ذات کے لئے وضع کیا گیا ہو جس کے ساتھ معنی مصدری بطور ثبوت قائم ہو نہ کہ بطور حدوث ، اور حدوث وثبوت میں فرق یہ ہے کہ حدوث مسبوق بالعدم عدم سے وجود میں آیا ہوا ہوتا ہے جیسے : مَضْرُوبٌ کہ پہلے صحیح سالم تھا بعد میں مارا گیا ہے برخلاف ثبوت کے جیسے : حَسَنٌ کہ یہ ایسی صفت ہے جو ابتدا ہی سے موصوف کے ساتھ لگی ہوئی ہوتی ہے کہ جس کے ساتھ ہوگی ابتدا سے لے کر ہمیشہ رہے گی ایسا نہیں ہوگا کہ ایک آدمی صبح کو خوبصورت نہ ہو اور شام کو ہو جائے۔

صفت مشبہ کو مشبہ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ اسم فاعل کے ساتھ تین چیزوں میں مشابہت ہوتی ہے (۱) تذکیر وتانیث میں (۲) واحد تثنیہ اور جمع میں (۳) گردان میں یعنی صفت مشبہ کی گردان بھی اسی طرح آتی ہے جس طرح اسم فاعل کی گردان آتی ہے جیسے : حَسَنٌ ،حَسَنَانِ، حَسَنُونَ، حَسَنَةٌ، حَسَنَتَانِ، حَسَنَاتٌ، یہ ایسا ہے جیسے :فَاعِلٌ، فَاعِلَانِ، فَاعِلُونَ فَاعِلَةٌ، فَاعِلَتَانِ، فَاعِلَاتٌ۔

سوال: صفت مشبہ کے ساتھ معنی حال یا استقبال کی شرط کیوں نہیں ہے؟

جواب: صفت مشبہ کے ساتھ بمعنی حال یا استقبال کی شرط اس لئے نہیں ہے کہ زمانہ کی تعیین تو معنی کے عارضی ہونے پر دال ہے جب کہ صفت مشبہ میں تو معنی ہیشگی اور پائیداری کے ساتھ پائے جاتے ہیں پس اس لئے اس میں حال اور استقبال کی شرط کی ضرورت نہیں، مصنفؒ کی عبارت "عمل فعل خود کند" کا مطلب یہ ہے کہ صفت مشبہ فعل لازم سے بنتی ہے اور فعل لازم کا عمل یہ ہے کہ وہ اپنے فاعل کو رفع دیتا ہے، لہذا اس سے بننے والی صفت مشبہ بھی اپنے ہی فعل کا عمل کرے گی یعنی فاعل کو رفع دے گی جیسے: زَيْدٌ حَسَنٌ غُلَامُهُ (زید کہ اس کا غلام خوبصورت ہے) زَيْدٌ مبتدا ہے حَسَنٌ صفت مشبہ غُلَامُهُ اسکا فاعل حَسَنٌ اپنے فاعل سے مل کر خبر ہے زَيْدٌ مبتدا کی۔

صفت مشبہ اپنے فعل کا عمل کرتی ہے بشرطیکہ مذکورہ چھ معتمدوں میں سے پانچ پر اعتماد کرے، اور وہ اسم موصول کو چھوڑ کر باقی تمام وہی ہیں جو اسم فاعل اور اسم مفعول کے لئے ہیں اور اس کو بھی معتمد کی ضرورت اسی لئے ہوتی ہے کہ یہ اسم ہے اور فعل کا کام کرنے چلا ہے کیونکہ عمل کرنا اصل فعل کا کام ہے اس لئے اس کو طاقت اور سہارا دینے کے لئے معتمد کی ضرورت ہوئی تاکہ وہ معتمد اس میں عمل کرنے کی طاقت پیدا کر دے، نیز مصنفؒ نے اسم موصول کا استثناء اس وجہ سے کیا ہے کہ صفت مشبہ پر جو لام داخل ہوتا ہے وہ بالاتفاق موصول کا نہیں ہے، اس لئے کہ لام موصول اسم فاعل اور اسم مفعول کے سوا کسی پر داخل نہیں ہوتا۔

اب آگے مصنفؒ کی عبارت "ہما عمل کہ حَسُنَ فی کرد حَسَنٌ فی کند" کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح حَسُنَ فعل لازم اپنے فاعل کو رفع دیتا ہے اسی طرح اس سے بننے والی صفت مشبہ بھی اپنے فاعل کو رفع دے گی، صفت مشبہ کی تمام معتمدوں کے ساتھ مثالیں حسب ذیل ہیں۔

(۱) مبتدا کی مثال: زَيْدٌ حَسَنٌ غُلَامُهُ (زید کے اس کا غلام خوبصورت ہے)

(۲) موصوف کی مثال: جَاءَنِي رَجُلٌ حَسَنٌ غُلَامُهُ (میرے پاس ایسا آدمی آیا کہ جس کا غلام خوبصورت ہے)

(۳) ذوالحال کی مثال: جَاءَنِی زَیْدٌ حَسَنًا غُلَامُہٗ (میرے پاس زید آیا اس حال میں کہ اس کا غلام خوبصورت ہے)

(۴) ہمزہ استفہام کی مثال: أَحَسَنٌ زَیْدٌ (کیا زید خوبصورت ہے)

(۵) حرف نفی کی مثال: مَا حَسَنٌ زَیْدٌ (زید خوبصورت نہیں ہے)

اور صفت مشبہ کے اٹھارہ مسائل ہیں: کیونکہ صفت مشبہ یا تو معرف باللام ہوگی یا نہ ہوگی اور اس کا معمول یا معرف باللام ہوگا یا مضاف ہوگا یا دونوں سے خالی ہوگا، دو کو تین میں ضرب دیا تو چھ حال ہوئے اور صفت مشبہ کے معمول کی حالتیں باعتبار اعراب تین ہوگی۔

یا تو مرفوع ہوگا یا اعتبار فاعل یا معرفہ۔ یا منصوب ہوگا یا اعتبار مشابہت مفعول بہ یا نکرہ منصوب یا باعتبار تمیز، صفت کا یہ معمول مشابہ مفعول بہ ہے نہ کہ بعینہ مفعول بہ اس واسطے کہ صفت کا فعل ہمیشہ لازمی ہوتا ہے پس جب صفت مشبہ کو اسم فاعل کے ساتھ مشابہ کیا لہذا اس کے منصوب کو بھی اسم فاعل کے مفعول بہ کے ساتھ مشابہ کیا۔ یا مجرور باضافت ہوگا پس چھ کو تین میں ضرب دینے سے اٹھارہ صورتیں ہوگئی۔ ان تمام مثالوں کا نقشہ پیش کیا جارہا ہے تا کہ اچھی طرح ذہن نشین ہوجائے۔

	قسم معمول	رفع بنابر فاعلیت	نصب بنابر تشبیہ مفعول یا بنابر تمیز	جر بنابر اضافت
قسم صفت مشبہ جبکہ صفت مشبہ معرف باللام ہو	جبکہ معمول مضاف ہو	زَیدٌ اَلْحَسَنُ وَجْهُهٗ ا	زَیدٌ اَلْحَسَنُ وَجْهَهٗ بنابر تشبیہ مفعول ح	زید اَلْحَسَنُ وَجْهِهٖ مم
	جبکہ معمول معرف باللام ہو	زَیدٌ اَلْحَسَنُ الْوَجْهُ ق	زَیدٌ الحَسَنُ اَلْوَجْهَ بنابر تشبیہ مفعول ا	زید الحَسَنُ الوَجْهِ

	جبکہ معمول ان دونوں سے خالی ہو	زَیدُ اَلْحَسَنُ وَجْہُ ق	زَیدُ الحَسَن وَجْهاً بنابر تمیز ا	زیدُ اَلْحَسَنُ وَجْہٍ مم
قسم صفت مشبہ غیر معرف باللام ہو	جبکہ معمول مضاف ہو	زَیدٌ حَسَنٌ وَجْهُهُ ا	زَیدٌ حَسَنٌ وَجْهَهُ بنابر تشبیہ مفعول۔ح	زَیدٌ حَسَنٌ وَجْهِهِ مخ
	جبکہ معمول معرف باللام ہو	زَیدٌ حَسَنٌ اَلْوَجْهُ ق	زَیدٌ حَسَنُ الْوَجْهَ بنابر تشبیہ مفعول ا	زَیدٌ حَسَنُ الْوَجْهِ ا
	جبکہ معمول ان دونوں سے خالی ہو	زَیدٌ حَسَنٌ وَجْهٌ ق	زَیدٌ حَسَنٌ وَجْهاً بنابر تمیز۔ا	زَیدٌ حَسَنٌ وَجْهٍ ا

فائدہ: جان لو کہ اٹھارہ قسموں میں سے نو ایسی قسمیں ہیں جن میں صرف ایک ضمیر پائی جاتی ہو وہ تمام اقسام میں احسن یعنی سب سے خوب ہیں اور احسن اس لئے ہیں کہ بقدر ضرورت ضمیر موجود ہے نہ کم اور نہ ضرورت سے زیادہ اور وہ نو اقسام یہ ہیں کہ جس کا نقشہ میں (ا) سے اشارہ کیا گیا ہے، پس ان اقسام میں صرف ایک ضمیر ہے جو موصوف کی طرف رجوع ہونے کی ضرورت کے لئے کافی ہے۔

اور ان اٹھارہ قسموں میں سے دو ایسی قسمیں ہیں جن میں ضمیریں ہوں وہ حسن ہیں اس لئے کہ وہ ضرورت سے زیادہ ضمیریں ہیں کیونکہ موصوف اور صفت کے درمیان ربط کے لئے ایک ضمیر کافی ہے اور وہ دو قسمیں یہ ہیں، جس کا نقشہ میں (ح) سے اشارہ کیا گیا پس معمول کے نصب کے ساتھ ایک ضمیر تو صیغہ صفت میں ہے اور دوسری مضاف الیہ میں، اور ان اٹھارہ قسموں میں سے چار ایسی قسمیں ہیں جن میں کوئی ضمیر نہیں

ہے وہ قبیح ہیں اس لئے کہ جب کوئی ضمیر صفت کی جانب نہ ہوگی تو پھر موصوف اور صفت کے درمیان ربط محروم ہوگا اور وہ چار قسمیں یہ ہیں: جس کا نقشہ میں (ق) سے اشارہ کیا گیا، پس معمول کے رفع کے ساتھ نہ تو صیغہ صفت میں کوئی ضمیر ہے اس لئے کہ وہ اسم ظاہر کی طرف مسند ہے اور معمول میں بھی کوئی ضمیر نہیں ہے کیوں کہ وہ مضاف الی الضمیر نہیں ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ جب صفت کے معمول کو رفع دیا جائیگا تو پھر صفت میں کوئی ضمیر نہیں ہوگی اس لئے کہ اسم ظاہر اس کا فاعل ہو گیا اب اگر ضمیر صفت میں مانی جاتی ہے تو تعدد فاعل لازم آئیگا اور یہ باطل ہے، ایسی صورت میں جب کہ صیغۂ صفت اسم ظاہر کی طرف مسند ہو تو وہ فعل کی طرح واحد ہوگا یعنی جس طرح فعل مسند الی الظاہر کی صورت میں ہمیشہ واحد ہوتا ہے اسی طرح صیغہ صفت بھی واحد لایا جائیگا تثنیہ اور جمع نہیں مستعمل ہوگا۔

اور اگر صیغۂ صفت کا معمول مرفوع نہ ہو تو وہ اسم ظاہر کی طرف مسند نہیں ہے اور جب اسم ظاہر کی طرف مسند نہیں ہے تو اب وہ اسم ضمیر کی طرف مسند ہوگا لہذا صیغۂ صفت میں ضمیر فاعل کی ہوگی جو موصوف کی طرف لوٹے گی اور صیغۂ صفت کو مؤنث اور تثنیہ اور جمع جیسا موصوف ہوگا لایا جائیگا جیسا کہ فعل میں مسند الی الضمیر کی صورت میں حسب فاعل فعل کو مؤنث تثنیہ اور جمع لایا جاتا ہے ایسا اس لئے ہوگا کیونکہ صیغہ صفت کا حال فعل کے حال کی طرح ہے ہیں پس اسم ضمیر فاعل ہوگا ویسی صفت بھی ہوگی تذکیراً تانیثاً نیز تثنیہ اور جمع ہونے ہیں، اور ان اٹھارہ قسموں میں سے دو قسمیں ممتنع ہیں ایک تو اَلحسَنُ وَجھِہٖ یعنی صیغۂ صفت معرف باللام ہو اور اپنے معمول کی طرف مضاف ہو، اس لئے کہ یہ بلا تخفیف کے اضافت لفظی ہے جیسا کہ ظاہر ہے کہ حسن کی تنوین الف لام کی وجہ سے ساقط ہوتی ہے پس یہ ترکیب جائز نہیں ہوگی، اور دوسری اَلحسَنُ وَجْہٍ یعنی صفت معرف باللام اپنے معمول مجرد عن اللام کی طرف مضاف ہو اور اس ترکیب کے ممتنع ہونے کی یہ وجہ ہے کہ اس میں اضافت معرفہ کی نکرہ کی طرف ہے لہذا جائز نہ ہوگی اس

لئے کہ مقصود یہ ہے کہ اضافت نکرہ کی معرفہ کی طرف ہو نہ یہ کہ اضافت معرفہ کی نکرہ کی طرف ہو اور ان دو قسموں کا نقشہ میں (م) سے اشارہ کر یا گیا ہے۔۔

اور ان اٹھارہ قسموں میں سے ایک قسم مختلف فیہ ہے اور وہ حَسَنُ وَجْهِهِ ہے، سبویہ اور تمام بصری قباحت کے ساتھ ضرورت شعر میں جائز رکھتے ہیں اور کوفی بلا قباحت جائز رکھتے ہیں بصری قباحت کی وجہ یہ بتلاتے ہیں کہ اضافت لفظی تخفیف کے لئے ہے پس چاہیے کہ مقالہ اعلیٰ درجہ کی تخفیف کو لیتے یعنی ضمیر کو گراتے نہ کہ تنوین کو کیونکہ تنوین کا گرانا ادنی درجہ کی تخفیف ہے حالانکہ اعلی درجہ کی تخفیف ممکن تھی، اور جو لوگ جائز کہتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ تخفیف فی الجملہ حاصل ہے یعنی حذف تنوین بس کافی ہے، اور اس ایک قسم کا نقشہ میں (خ) سے اشارہ کیا گیا ہے۔

سوال: صفت مشبہ کا معمول اس پر مقدم ہوتا ہے یا نہیں؟

جواب: صفت مشبہ کا معمول اس پر مقدم نہیں ہوتا ہمیشہ مؤخر ہوتا ہے جیسے: عَلِيٌّ حَسَنٌ خُلُقُهُ۔

سوال: باعتبار اشتقاق کے اسم فاعل، اسم مفعول اور صفت میں کیا فرق ہیں؟

جواب: صفت مشبہ صرف فعل لازم سے مشتق ہوتی ہے اور اسم مفعول فعل متعدی سے مشتق ہوتا ہے اور اسم فاعل دونوں سے مشتق ہوتا ہے۔

سوال: صفت مشبہ حُزن اور فرحت پر دلالت کرنے والا کس وزن پر آتا ہے؟

جواب: ایسا صفت مشبہ فَعِلٌ کے وزن پر اور اس کا مؤنث فَعِلَةٌ کے وزن پر آتا ہے جیسے: رَجُلٌ حَزِنٌ ،إِمرَأَةٌ حَزِنَةٌ، رَجُلٌ فَرِحٌ، إِمرَأَةٌ فَرِحَةٌ

سوال: عیب، حلیہ، اور لون پر دلالت کرنے والا صفت مشبہ کس وزن پر آتا ہے؟

جواب: ایسا صفت مشبہ اَفْعَلُ کے وزن پر اور اس کا مؤنث فَعْلَاءُ کے وزن پر آتا ہے مثلاً: أَبْيَض، اَعْوَرُ، اَعْمٰی جیسے: رَجُلٌ أَعْرَجُ، إِمْرَأَةٌ عَرْجَاءُ، وَلَدٌ اَسْمَنُ، بِنْتٌ سَمْنَاءُ، ثَوْرٌ اَسْوَدُ. بَقَرَةٌ

سَوْدَاءُ-

سوال: خُلُوٌّ اور اِمْتِلَاءٌ پر دلالت کرنے والا صفت مشبہ کس وزن پر آتا ہے؟

جواب: ایسا صفت مشبہ فَعْلَانٌ، اور فَعْلیٰ کے وزن پر آتا ہے مثلا: جَوْعَانُ جیسے: اَسَدٌ شَبْعَانٌ لَبُؤَةٌ شَبْعیٰ (شکم سیر شیرنی۔

عبارت: ہفتم اسم تفضیل و استعمال او بر سہ وجہ است بہ مِن چوں: زَيْدٌ اَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو یا بالف ولام چو: جَاءَنِي زَيْدُنِ الأَفْضَلُ یا باضافت چوں: زَيْدٌ أَفْضَلُ القَوْمِ وعمل او در فاعل باشد وآن ھواست فاعل أَفْضَل کہ درو مستتر است۔

ترجمہ: ساتوی قسم اسم تفضیل ہے اس کا استعمال تین طریقے پر ہوتا ہے (۱) مِنْ کے ساتھ جیسے: زَيْدٌ اَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو (۲) الف ولام کے ساتھ جیسے: جَاءَنِي زَيْدُنِ الأَفْضَل (میرے پاس زید آیا جو سب سے افضل ہے) (۳) اضافت کے ساتھ جیسے: زَيْدٌ أَفْضَلُ القَوْمِ (زید قوم میں سب سے افضل ہے) اس کا عمل فاعل میں ہوتا ہے اور وہ ھو ضمیر ہے جو أَفْضَلُ کے اندر پوشیدہ ہے۔۔

تشریح: اسمائے عاملہ کی ساتویں قسم اسم تفضیل ہے، اسم تفضیل اس اسم کو کہتے ہیں جو کسی فعل سے مشتق ہوتا کہ دلالت کرے ایسی ذات پر کہ جس میں بمقابلہ دوسرے کے صدور فعل یا وقوع فعل میں زیادتی ہو جیسے اَضْرَبُ اس کے معنی ہے زیادہ مارنے والا، ضَارِبٌ کے معنی ہے مارنے والا، مطلب یہ ہوا کہ دو شخصوں سے فعل ضرب صادر ہوا ایک نے زیادہ مارا دوسرے نے کم، جس نے کم مارا اس کے واسطے اسم فاعل ضَارِبٌ بولا جائیگا اور جس نے زیادہ مارا اس کے واسطے اَضْرَبُ اسم تفضیل بولا جائیگا ایسے ہی ایک اَعْلَمُ اور دوسرا عَالِم جس کا علم زیادہ ہو اس کو اَعْلَمُ کہیں گے اور جس کا علم کم ہو اس کو عَالِمٌ کہیں گے جس طرح اسم تفضیل فاعل کی زیادتی بیان کرتا ہے ایسے مفعول کی زیادتی بھی بیان کرتا ہے جیسے: دو شخص مشہور و معروف ہے ایک زیادہ اور دوسرا کم جو زیادہ مشہور ہے اس کو اَشْهَرُ کہیں گے اور جو اس سے کم مشہور ہے

اس کومشہور کہیں گے۔

جس ثلاثی مجرد کے مصدر کے معنی میں رنگ اور عیب کے معنی پائے جائنگے اس سے اسم تفضیل اَفْعَلُ کے وزن پر نہیں آئیگا مثلاً: اَحمرُ اور اَعْوَرُ کو اسم تفضیل نہ کہیں گے کیونکہ اَحمرُ کے معنی میں رنگت اور اَعْوَرُ کے معنی میں عیب پایا جاتا ہے کیونکہ اَحمرُ کے معنی سرخ مرد اور اَعْوَرُ کے معنی یک چشم مرد، اس کو صفت مشبہ کہیں گے اور اگر رنگ اور عیب والے مادہ سے اسم تفضیل بنانا ہو تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ اول لفظ اَشَد لائیں گے اس کے بعد مصدر رکھیں گے اور اس طرح کہینگے هُوَ اَشَدُّ حمرَةً (وہ زیادہ ہے سرخی کے لحاظ سے) هُوَ أَشَدُّ عرَجًا (وہ زیادہ ہے لنگڑا ہونیکے لحاظ سے) اور اگر اسم تفضیل ثلاثی مزید یا رباعی مجرد سے بنا ہو تو اس کا طریقہ بھی یہی ہے کہ اوّل لفظ اَشَد لائیں گے، آگے ثلاثی مزید کے باب کا وہ مصدر رکھیں گے کہ جس میں زیادتی بیان کرنی ہے مثلاً کوئی شخص لوگوں کی تعظیم زیادہ کرتا ہے تو اس کو اس طرح تعبیر کریں گے هُوَ اَشَدُّ اِكْرَامًا، یا کوئی شخص احسان زیادہ کرتا ہے تو اس کو اس طرح کہیں گے هُوَ اَشَدُّ اِحْسَانًا، یا کوئی شخص پرہیز زیادہ کرتا ہے تو اس کو اس طرح کہیں گے هُوَ اَشَدُّ اِجتِنَابًا، یا کوئی شخص آگے زیادہ بڑھتا ہے تو اس کو اس طرح کہا جائیگا هُوَ اَشَدُّ تقدِیما، یا کوئی شخص کسی مقابلہ میں زیادہ آتا ہے تو اس کو اس طرح کہا جائیگا هُوَ اَشَدُّ تقَابُلًا اسی طرح پر دوسرے بابوں کو قیاس کر کے مثالیں بنالو۔

اب آگے مصنفؒ نے اسم تفضیل کے استعمال کو بیان کیا، اسم تفضیل کا استعمال تین طرح ہوگا۔

(۱) مِنْ حرف جر کے ساتھ: زَیْدٌ اَفْضَلُ مِن عمرٍو (یہ عمرو سے زیادہ افضل ہے) اس مثال میں زید مُفَضَّل (جس کو فضیلت دی گئی ہو) اور عمرو مفضَّل علیہ ہے (جس پر فضیلت دی گئی)۔

(۲) کبھی اسم تفضیل کا استعمال الف لام کے ساتھ ہوتا ہے جیسے جاءَنِی زَیدُنِ الأَفضَلُ (میرے پاس زید آیا جو سب سے افضل ہے) اس مثال میں زید مفضَّل ہے اور مفضَّل علیہ اسم تفضیل کے بعد پوشیدہ ہے یعنی مِنْ عَمرٍو۔

(۳) اور کبھی اسمِ تفضیل مضاف بن کر آتا ہے جیسے: زَیْدٌ اَفْضَلُ الْقَوْمِ (زید قوم میں سب سے افضل ہے) اس مثال میں زید مفضَّل اور قوم مفضَّل علیہ ہے۔

اسم تفضیل اپنے فاعل کو رفع دیتا ہے اور اس کا فاعل خود اس کے اندر ضمیر مستتر ہوتی ہے۔ جیسے: زَیْدٌ أَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو میں اَفْضَلُ کا فاعل ھُوَ ضمیر ہے جو اس میں پوشیدہ ہے نیز اَفْضَلُ پر تنوین نہیں آئی اس لئے کہ غیر منصرف ہے۔

اور کبھی مفضَّل علیہ کو معرف و مشہور ہونیکی وجہ سے حذف بھی کر دیا جاتا ہے جیسے: اَللّٰہُ اَکْبَرُ میں اَللّٰہُ مفضَّل ہے اور اَکْبَرُ اسم تفضیل ہے اور مفضّل علیہ "مِنْ کُلِّ شَیْئٍ" محذوف ہے پس اصل عبارت یوں ہے اَللّٰہُ اَکْبَرُ مِن کُلِّ شَیئٍ۔

سوال: اسم تفضیل کا فاعل کیا ہمیشہ ضمیر ہی ہوگی اسم صریح نہیں ہوگا؟

جواب: اس کا فاعل ہمیشہ ضمیر پوشیدہ ہی ہوگی کبھی کبھار اس کا فاعل اسم ظاہر ہوگا مگر بڑی شرطوں اور الجھنوں کے ساتھ کیونکہ اسم تفضیل عامل ضعیف ہے اور اسم ظاہر معمولِ قوی ہے وہ صرف ضمیر میں عمل کرتا ہے کیونکہ ضمیر معمولِ ضعیف ہے البتہ تین شرطوں کے ساتھ اسم تفضیل اسم ظاہر میں عمل کرتا ہے، پہلی شرط: اسم تفضیل لفظاً یعنی صورۃً کسی چیز کی صفت واقع ہو (خواہ نعت ہو یا خبر یا حال ہو) مگر حقیقت میں اسم تفضیل اس موصوف کی صفت نہ ہو، بلکہ اس موصوف سے تعلق رکھنے والی کسی چیز کی صفت ہو جیسے: مَا رَأَیْتُ رَجُلاً أَحْسَنَ فِي عَیْنِہِ الکُحْلُ مِنْہُ فِي عَیْنِ زَیْدٍ (نہیں دیکھا میں نے کسی شخص کو زیادہ اچھا اس کی آنکھ میں سرمہ، سرمہ سے زید کی آنکھ میں) یعنی میں نے زید کی آنکھ کے مانند کوئی خوبصورت سُرمگیں آنکھ نہیں دیکھی، اس مثال میں اَحْسَنُ اسم تفضیل بظاہر رَجُلاً کی صفت ہے، مگر حقیقت میں وہ الکُحْلُ کی صفت ہے جو رَجُلاً سے تعلق رکھنے والی ایک چیز ہے۔

دوسری شرط: موصوف سے تعلق رکھنے والی وہ چیز جس سے درحقیقت اسم تفضیل متعلق ہے وہ ایک اعتبار

سے مفضّل اور دوسرے اعتبار سے مفضّل علیہ ہو جیسے: مثال مذکور ہیں الکُحلُ (سرمہ) عین رجل کے اعتبار سے مفضّل ہے اور عین زید کے اعتبار ے مفضّل علیہ ہے، یعنی عین رجل کے اعتبار سے زید کی آنکھ میں سرمہ زیادہ اچھا لگتا ہے اور عین زید کے اعتبار سے عین رجل میں کم اچھا لگتا ہے۔

تیسری شرط: اسم تفضیل نفی کے تحت آیا ہو، کیونکہ جب کلام مقید پر نفی داخل ہوتی ہے تو قید کی نفی ہوتی ہے جیسے: مَا رَاَیتُ رَجُلًا فَاضِلًا، اس میں فاضل آدمی کے دیکھنے کی نفی ہے مطلق آدمی کے دیکھنے کی نفی نہیں ہے، اسی طرح مثال مذکور میں جب اَحسَنُ اسم تفضیل نفی کے تحت آیا تو قید (حسن کی زیادتی) کی نفی ہوگی اور اَحسَنَ بمعنی حُسنَ رہ جائیگا، اس طرح اسم تفضیل بمعنی فعل ہو کر اسم ظاہر میں عمل کرے گا۔

مثال مذکور میں تینوں شرطیں متحقق ہیں اس لئے اَحسَنُ (اسم تفضیل) نے الکُحلُ (اسم ظاہر) کو فاعل ہونے کی بنا پر رفع دیا ہے اور فِی عَینِهٖ: الکُحلُ سے حال ہے اور فِی عَینِ زَیدٍ مِنهُ کی ضمیر سے حال ہے جو الکُحلُ کی طرف لوٹتی ہے اور مِنهُ مفضّل منه ہے۔

اور اگر ایسا نہیں کریں گے یعنی الکُحلُ کو اسم تفضیل کا فاعل نہیں بنائیں گے بلکہ اَحسَنُ کو خبر مقدم اور الکُحلُ کو مبتدا موخر بنائیں گے پھر جملہ کو رجلاً کی صفت قرار دیں گے تو احسن اسم تفضیل اور اس کے معمول منه (مفضّل منه) کے درمیان اجنبی کا فصل ہوگا اور وہ اجنبی الکُحلُ ہے جو مبتدا ہے اور اجنبی کا فصل جائز نہیں، اس لئے ضروری ہے کہ الکُحل کو فاعل بنا کر رفع دیں تا کہ اجنبی کا فصل لازم نہ آئے۔

سوال: اسم تفضیل کی اپنے موصوف سے مطابقت ضروری ہے یا نہیں؟

جواب: اس میں تفصیل ہیں: (۱) اگر اسم تفضیل معرف باللام ہے تو موصوف سے موافق ہوگا، افراد، تثنیہ، جمع، تذکیر، تانیث میں جیسے: جَاءَنِی زَیدُنِ الاَفضَلُ، الزَّیدَانِ الأَفضَلَانِ، الزَّیدُونَ الأَفضَلُونَ۔

(۲) اسم تفضیل مضاف الی النکرہ ہے یا مستعمل بِمِنْ، غیر معرف باللام ہے تو اسم تفضیل کو مفرد مذکر ہی لانا

واجب ہے، اگرچہ موصوف کیسا بھی ہو جیسے: زَيْدٌ أَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو۔ الزَّيْدَانِ أَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو۔ الزَّيْدُونَ أَفْضَلُ مِنْ رِجَالٍ۔

(۳) اسم تفضیل مضاف الی المعرفہ ہے تو اسم تفضیل کو مفرد مذکر اور موصوف کے موافق دونوں طرح سے لانا جائز ہے، جیسے: جَاءَ زَيْدٌ أَفْضَلُ الْقَوْمِ، الزَّيْدَانِ أَفْضَلُ، أَفْضَلَا الْقَوْمِ، الزَّيْدُونَ أَفْضَلُ، أَفْضَلُوا الْقَوْمِ، هِنْدٌ أَفْضَلُ، فُضْلَى النِّسَاءِ، اَلْهِنْدَانِ أَفْضَلُ ، فُضْلَيَا النِّسَاءِ، اَلْهِنْدَاتُ أَفْضَلُ، فُضْلَيَاتِ النِّسَاءِ۔

سوال: اسم تفضیل اور اسم فاعل میں کونسا فرق ہے؟

جواب: اس میں کئی وجوہ سے فرق ہے (۱) اسم تفضیل فاعلیت کے معنی کی زیادتی پر دلالت کرتا ہے اور اسم فاعل صرف فاعلیت کے معنی پر دلالت کرتا ہے۔

(۲) اسم فاعل کا عمل فاعل کے علاوہ مفعول بہ وغیرہ میں بھی پایا جاتا ہے جبکہ اسم تفضیل کا عمل فاعل میں محدود ہے۔

(۳) اسم تفضیل غیر منصرف ہوتا ہے اور اسم فاعل اس طرح نہیں۔

(۴) اسم تفضیل کے طریقۂ استعمال میں تین چیزوں میں سے کسی ایک کا ہونا شرط ہے اور اسم فاعل میں یہ شرطیں نہیں۔

عبارت: **ہشتم مصدر بشرط آنکہ مفعول مطلق نباشد عمل فعلش کند چوں** أَعْجَبَنِي ضَرْبُ زَيْدٍ عَمْرًوا۔

ترجمہ: آٹھویں قسم: مصدر ہے بشرطیکہ مفعول مطلق نہ ہو وہ بھی اپنے فعل کا عمل کرتا ہے جیسے: أَعْجَبَنِي ضَرْبُ زَيْدٍ عَمْرًوا (زید کے عمرو کو مارنے نے مجھے تعجب میں ڈالا)۔

تشریح: اسمائے عاملہ کی آٹھویں قسم مصدر ہے۔ مصدر وہ اسم ہے جو خود کسی لفظ سے نہ نکلا ہو مگر اس سے افعال اور اسماء نکلتے ہوں بالفاظ دیگر مصدر وہ اسم ہے جو افعال واسماء کا ماخذ مشتق منہ ہو جیسے: الضَّرْبُ

مارنا، اَلْقِیَامُ کھڑا ہونا، نیز مصنفؒ کی عبارت "عمل فعلش کند" کا مطلب یہ ہے کہ مصدر اپنے فعل جیسا عمل کرتا ہے یعنی جیسا فعل ہوگا ویسا ہی اس کا مشتق منہ یعنی مصدر ہوگا اگر مصدر لازم ہوگا تو اپنے فاعل کو رفع دے گا جیسے: اَعْجَبَنِي قِيَامُ زَيْدٍ (مجھے زید کے کھڑا ہونے نے تعجب میں ڈال دیا) اس مثال میں قیام مصدر ہے اور لازم ہے زید اس کا فاعل ہے جو اگرچہ لفظاً مضاف الیہ ہونیکی وجہ سے مجرور ہے مگر حقیقتاً فاعل ہونیکی وجہ سے محلاً مرفوع ہے، اور اگر مصدر متعدی ہوگا تو اپنے فاعل کو رفع دے گا اور مفعول بہ اور دیگر مفاعیل کو نصب دے گا جیسے: اَعْجَبَنِي ضَرْبُ زَيْدٍ عَمْرًوا (زید کے عمرو کو مارنے نے مجھے تعجب میں ڈالا) اس مثال میں "ضَرْبُ" مصدر متعدی ہے زید اس کا فاعل ہے جس کو اس نے محلاً مرفوع کیا ہے اگرچہ مضاف الیہ ہونے کی وجہ سے مجرور ہے اور عمرو کو مفعول بہ ہونیکی وجہ سے منصوب کیا ہے، یہ بات یاد رہے کہ اگرچہ مصدر عمل کرتا ہے مگر استعمال میں یہ عمل نظر نہیں آتا بلکہ مصدر اپنے فاعل یا مفعول کی طرف مضاف ہو کر اپنے معمول مضاف الیہ کو جر اور دوسرے معمول کو نصب دیتا ہے پس کبھی مصدر اپنے فاعل کی طرف مضاف ہوتا ہے جیسے: اَعْجَبَنِي ضَرْبُ زَيْدٍ عَمْرًوا میں ہے، اور کبھی اپنے مفعول کی طرف مضاف ہوتا ہے جیسے: اَعْجَبَنِي ضَرْبُ السَّارِقِ الأَمِيرُ (مجھے امیر کے چور کو مارنے نے تعجب میں ڈالا)

اب آگے مصنفؒ مصدر کے عمل کرنیکی ایک شرط بتا رہے ہیں کہ مصدر مفعول مطلق نہ ہو کیونکہ مصدر مفعول مطلق ہونیکی وجہ سے عمل نہیں کریگا، اگر مصدر مفعول مطلق ہوتا ہے تو اس سے پہلے ایک فعل ہوتا ہے، اور آپ کو معلوم ہے کہ فعل عمل کرنے میں اصل اور اقوی ہے تو فعل کے ہوتے ہوئے مصدر جو کہ اسم ہونیکی وجہ سے عمل کرنے میں کمزور اور ضعیف ہے وہ عمل نہیں کریگا بلکہ فعل ہی عمل کریگا جیسے: ضَرَبْتُ ضَرْبًا زَيْدًا (میں نے زید کو مارا مارنا) اس مثال میں زیداً میں فعل عمل کر رہا ہے نہ کہ ضَرْبًا مصدر جو کہ مفعول مطلق ہے۔

سوال: مصدر کا معنی کونسا ہوتا ہے؟

جواب: (۱) اس کا معنی معروف بھی ہوتا ہے اور مجہول بھی۔

(۲) بعض اوقات دونوں ہوتے ہیں جیسے: قَتْلٌ مارنا، اور مارا جانا۔

(۳) بعض اوقات یہ معنی محض مجہول ہی ہوتا ہے جیسے: وُجُوْدٌ پایا جانا یعنی موجودگی۔

(۴) اگر یہ معروف ہوگا تو صرف وِجْدَان کے معنی میں ہوگا یعنی پانا۔

سوال: مصدر کی کونسی صورت کثیر الاستعمال ہوتی ہے؟

جواب: مصدر بالاضافت اکثر ہے جیسے: لَوْ لَا رَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ۔

سوال: مصدر میمی کسے کہتے ہیں اور وہ کیا عمل کرتا ہے؟

جواب: مصدر میمی اس مصدر کو کہتے ہیں جس کے شروع میں میم زائدہ ہو اور وہ مصدری معنی دے اور وہ زیادہ تر مفعول مطلق بنتا ہے جیسے: نَطَقَ مَنْطِقًا۔

عبارت: نہم اسم مضاف مضاف الیہ را بجز کند چوں: جَاءَنِی غُلَامُ زَیْدٍ بدانکہ اینجا لام بحقیقت مقدر ست زیرا کہ تقدیرش آنست کہ غُلَامُ لِزَیْدٍ۔

ترجمہ: نویں قسم: اسم مضاف مضاف الیہ کو جر دیتا ہے جیسے: جَاءَنِی غُلَامُ زَیْدٍ (میرے پاس زید کا غلام آیا) جان لو کہ اس جگہ لام حقیقت میں پوشدہ ہے اس لئے کہ اس کی تقدیری عبارت یہ ہے غُلَامُ لِزَیْدٍ۔

تشریح: اسمائے عاملہ کی نویں قسم اسم مضاف ہے، اسم مضاف وہ اسم ہے جس کی نسبت اس کے مابعد کی طرف کی گئی ہو یہ اسم مضاف بھی عمل کرتا ہے اور اپنے مضاف الیہ کو جر دیتا ہے جیسے: جَاءَنِی غُلَامُ زَیْدٍ (زید کا غلام آیا) اس مثال میں غلام مضاف جس نے اپنے مضاف الیہ کو جر دیا ہے۔

یاد رکھو کہ مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان ایک حرف جر مقدر ہوتا ہے اور درحقیقت وہی مضاف الیہ کو جر دیتا ہے مگر نام مضاف کا ہو گیا پس مضاف کو عامل قرار دینا مجازا ہے اور وہ حروف جر جو مضاف الیہ کو جر

دیتے ہیں تین ہیں: (۱) یا تو لام حرف جر محذوف ہوتا ہے جیسے غُلَامُ زَیْدٍ کہ اصل میں غُلَامٌ لِزَیْدٍ ہے اس کو اضافت لامیہ کہتے ہیں، یا حرف جر مِنْ پوشیدہ ہوتا ہے جیسے خَاتَمُ فِضَّةٍ کہ اصل میں خَاتَمٌ مِنْ فِضَّةٍ ہے اس کو اضافت منیہ کہتے ہیں، یا حرف جر فی محذوف ہوتا ہے جیسے: ضَرْبُ الیَوْمِ کہ اصل میں ضَرْبٌ فِي الیَوْمِ ہے اس کو اضافت ظرفیہ کہتے ہیں۔

سوال: مضاف کا کیا حکم ہے؟

جواب: مضاف پر تنوین، نون تثنیہ و جمع، اور الف لام داخل نہیں ہوتا لیکن چند صورتوں میں الف لام آسکتا ہے (۱) جب مضاف صیغہ صفاتی ہو اور مضاف الیہ ضمیر ہو جیسے: الضَّارِبُكَ۔

(۲) جب مضاف صیغہ صفاتی ہو اور مضاف الیہ معرف باللام ہو جیسے: الضَّارِبُكَ الرَّجُلِ۔

(۳) یا مضاف تثنیہ یا جمع ہو جیسے الضَّارِبَا زَیْدٍ، الضَّارِبُو زَیْدٍ۔

سوال: اضافت کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: اضافت کی دو قسمیں ہیں (۱) اضافت لفظی (۲) اضافت معنوی۔

سوال: اضافت لفظی کسے کہتے ہیں؟

جواب: اضافت لفظی اس اضافت کو کہتے ہیں جس میں صیغہ صفاتی یا مصدر اپنے معمول کی طرف مضاف ہو جیسے: ضَارِبُ زَیْدٍ۔

سوال: اضافت معنوی کسے کہتے ہیں؟

جواب: اضافت معنوی اس اضافت کو کہتے ہیں کہ صیغہ صفاتی یا مصدر اپنے معمول کی طرف مضاف نہ ہو بلکہ صیغہ صفاتی کا غیر اپنے معمول کی طرف مضاف ہو، پھر اس کی تین صورتیں ہیں۔

(۱) نہ صیغہ صفاتی ہو، نہ اپنے معمول کی طرف مضاف ہو جیسے: غُلَامُ زَیْدٍ۔

(۲) صیغہ صفاتی ہو لیکن اپنے معمول کی طرف مضاف نہ ہو جیسے: کَرِیْمُ البَلَدِ۔

(۳) صیغہ صفاتی نہ ہو لیکن معمول کی طرف مضاف ہو جیسے: ضَربُ زَیدٍ۔

سوال: صیغہ صفاتی سے کیا مراد ہیں؟

جواب: صیغہ صفاتی سے مراد ہیں اسم فاعل، اسم مفعول، صفت مشبہ اور اسم تفضیل اور معمول سے مراد ہے فاعل اور مفعول بہ۔

سوال: اضافت معنوی کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: تین قسمیں ہیں (۱) اضافت لَمّی (۲) اضافت مِنّی (۳) اضافت فیوی۔

عبارت: دہم اسم تام تمیز را نصب کنند و تمامی اسم یا بتنوین باشد چوں مَا فِي السَّمَاءِ قَدرُ رَاحَةٍ سَحَابًا، **یا بتقدیر تنوین چوں** عِندِی اَحَدَ عَشَرَ رَجُلاً وَ زَیدًا اَکثَرُ مِنكَ مَالًا **یا بنون تثنیہ چوں** عِندِی قَفِیزَانِ بُرًّا **یا بنون جمع چوں** هَل نُنَبِّئُكُم بِالأَخسَرِینَ أَعمَالاً **یا مشابہ نون جمع چوں** عِندِی عِشرُونَ دِرهَمًا تَا تِسعُونَ **یا باضافت چوں** عِندِي مِلؤُهُ عَسَلًا۔

ترجمہ: دسویں قسم: اسم تام تمیز کو نصب دیتا ہے اور اسم تام ہوتا ہے تنوین کے ذریعے جیسے: مَا فِي السَّمَاءِ قَدرُ رَاحَةٍ سَحَابًا (آسمان میں ہتھیلی کے برابر بھی بادل نہیں ہے) یا بتقدیر تنوین جیسے: عِندِی اَحَدَ عَشَرَ رَجُلاً (میرے پاس دس آدمی ہے) وَ زَیدًا اَکثَرُ مِنكَ مَالًا (زید تجھ سے مال کے اعتبار سے زیادہ ہے) یا نون تثنیہ کے ذریعہ جیسے: عِندِی قَفِیزَانِ بُرًّا (میرے پاس دو قفیز گیہوں ہیں) یا بنون جمع جیسے: هَل نُنَبِّئُكُم بِالأَخسَرِینَ أَعمَالاً (کیا میں تم کو ان لوگوں کے بارے میں خبر دوں جو عمل کے اعتبار سے خسارے میں ہیں) یا مشابہ نون جمع کے ساتھ جیسے: عِندِی عِشرُونَ دِرهَمًا تَا تِسعُونَ (میرے پاس بیس درہم ہے) یا اضافت کے ذریعہ جیسے: عِندِي مِلؤُهُ عَسَلًا (میرے پاس اس برتن کے بقدر شہد ہے)۔

تشریح: اسمائے عاملہ کی دسویں قسم اسم تام ہے، اسم تام وہ اسم ہے جو ایسی حالت میں ہو کہ اس حالت میں

رہتے ہوئے وہ مضاف نہ بن سکے یعنی اس حالت میں کسی دوسرے اسم کی طرف اس کی اضافت کرنا محال ہو اور ایسی چار چیزیں ہیں جو اسم کے آخر میں آکر اس کو تام کر دیتی ہیں وہ یہ ہیں: (۱) تنوین لفظی یا تقدیری (۲) نون تثنیہ (۳) نون جمع یا مشابہ نون جمع (۴) اضافت۔

اسم تام اس لئے عمل کرتا ہے کہ یہ فعل کے ساتھ مشابہ ہے جس طرح فعل فاعل سے مل کر تام ہوتا ہے اسی طرح یہ بھی مذکورہ چار چیزوں میں سے کسی ایک کے ساتھ مل کر تام ہو جاتا ہے نیز فعل جس طرح مفعول کو نصب دیتا ہے اسی طرح اسم تام بھی اپنی تمیز کو نصب دیتا ہے گویا کہ یہ اشیاء اربعہ اس کے لئے فاعل کی طرح ہیں اور اسم تام فعل کے قائم مقام ہیں۔

آگے مصنفؒ نے ہر ایک کی مثال بیان فرمائی کہ کبھی اسم تام ہوتا ہے تنوین کے ساتھ خواہ تنوین لفظی ہو جیسے: مَافِي السَّمَاءِ قَدرُ رَاحَةٍ سَحَابًا (آسمان میں ہتھیلی کے برابر بھی بادل نہیں ہے) اس مثال میں "رَاحَةٍ" اسم تام ہے تنوین لفظی کی وجہ سے اور اس نے "سَحَابًا" کو تمیز بنا کر نصب دیا ہے، خواہ تنوین تقدیری ہو جیسے: عِندِي اَحَدَ عَشَرَ رَجُلاً (میرے پاس گیارہ مرد ہیں) اس میں "اَحَدَ عَشَرَ" تقدیری تنوین کی وجہ سے اسم تام ہوا ہے اس لئے کہ اس کی اصل اَحَدٌ عَشَرٌ تھی کہ تنوین مرکب بنائی کی وجہ سے محذوف ہوگئی اور اس نے رَجُلاً کو تمیز ہونے کی وجہ سے نصب دیا اسی طرح تنوین تقدیری کی مثال جیسے: زَيدٌ اَكثَرُ مِنكَ مَالاً (زید مال کے اعتبار سے تجھ سے بڑھا ہوا ہے) اس مثال میں "اَكثَرُ" تنوین تقدیری کی وجہ سے اسم تام ہوا ہے اس لئے کہ اصل میں اَكثَرٌ تھا غیر منصرف ہونیکی وجہ سے تنوین چلی گئی اس نے بھی اپنی تمیز مَالاً کو نصب دیا کبھی نون تثنیہ کے ذریعہ اسم تام ہوتا ہے جیسے: عِندِي قَفِيزَانِ بُرًّا (میرے پاس دو قفیز گیہوں ہیں) اس مثال میں قَفِيزَانِ نون تثنیہ کی وجہ سے اسم تام ہوا اور اس نے اپنے مابعد اسم کو تمیز کی بنا پر نصب دیا ہے، کبھی اسم اور نون جمع کی وجہ سے اسم تام ہوتا ہے جیسے: هَل نُنَبِّئُكُم بِالاَخسَرِينَ اَعمَالاً (کیا میں تم کو ان لوگوں کے بارے میں خبر دوں جو اعمال کے اعتبار

سے خسارے میں ہیں) اس مثال میں الأَخسَرِینَ نون جمع کی وجہ سے اسم تام ہوا ہے چنانچہ اس نے عمل کیا اور بعد کے اسم کو تمیز بنا کر نصب دیا، اور کبھی اسم نونِ جمع کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے تام ہوتا ہے جیسے: عِندِیْ عِشرُونَ دِرْھما (میرے پاس بیس درھم ہیں) اس مثال میں عِشرُونَ نونِ جمع تو نہیں مگر نونِ جمع کے مشابہ ہے جس کی وجہ سے یہ تام ہو گیا اور اس نے اپنے مابعد اسم کو تمیز بنا کر نصب دیا، اور اسی طرح کبھی اسم اضافت کی وجہ سے تام ہوتا ہے جیسے: عِندِي مِلؤهُ عَسَلًا (میرے پاس اس (برتن) کی بھر پائی کے بقدر شہد ہے) اس مثال میں مِلؤهُ اضافت کی وجہ سے تام ہوا اس لئے اس نے عَسَلًا کو تمیز بنا کر نصب دیا ہے۔

مصنفؒ اپنی عبارت "تا تسعون" سے یہ کہنا چاہتے ہیں کہ بیس سے لے کر نوے تک دہائیاں یعنی عِشرُونَ، ثَلٰثُونَ، اَربَعُونَ، خمسُونَ، سِتُّونَ، سَبعُونَ، ثَمانُونَ، اور تِسعُونَ کا نون جمع مذکر سالم کے نون کے مشابہ ہے اور جاننا چاہئے کہ عِشرُونَ جمع عَشَرَۃٌ کی نہیں ہے، اسی طرح ثَلٰثُونَ جمع ثَلاثَة کی نہیں ہے، اَربَعُونَ جمع اَربَعَۃٌ کی نہیں ہے اور خمسُونَ جمع خمسَۃٌ کی نہیں ہے اور سِتُّونَ جمع سِتَّۃٌ کی نہیں ہے اور سَبعُونَ جمع سَبعَۃٌ کی نہیں ہے اور ثَمانُونَ جمع ثَمانِیَۃٌ کی نہیں ہے اور تِسعُونَ جمع تِسعَۃٌ کی نہیں ہے اس لئے کہ عِشرُونَ کو اگر جمع عَشَرَۃٌ کی مانی جائے تو عِشرُونَ کا اطلاق تیس پر اور اس سے زائد عقود پر آئے گا کیونکہ جمع کا کمتر درجہ تین ہیں اور تین عَشَرَۃٌ تیس ہوتے ہیں یعنی ۱۰+۱۰+۱۰=۳۰ ہوئیں اسی طرح اگر ثَلٰثُونَ کو ثَلاثَۃٌ کی جمع مانی جائے تو ثَلٰثُونَ کا اطلاق نو اور اس سے زائد عقود پر آئیگا کیونکہ جمع کا کم تر درجہ تین ہیں اور تین ثَلاثَۃٌ نو ہوتے ہیں یعنی ۳+۳+۳=۹ ہوئیں پس معلوم ہوا کہ یہ حقیقتاً کسی کی جمع نہیں ہے لیکن چونکہ یہ صورت اور اعراب میں جمع مذکر سالم کے مشابہ ہیں لہذا یہ مشابہ جمع ہوئے اور ان کا نون بھی مشابہ بنون جمع ہوگا اس لئے تمام دہائیاں اپنے مابعد اسم کو تمیز کی بنا پر نصب دیں گی۔

سوال: الف لام بھی تو اسم کو تام کرتا ہے پھر مصنفؒ نے اس کو کیوں بیان نہیں کیا؟

جواب: اگر چہ اسم الف لام سے مل کر بھی تام ہو جاتا ہے مگر وہ عمل نہیں کرتا اور یہاں ان اشیائے عاملہ کا بیان چل رہا ہے جو عمل کرتے ہیں اور وہ (الف لام سے بننے والا اسم تام) عمل نہیں کرتا اس لئے مصنفؒ نے اس کو بیان نہیں کیا جیسے: مَافِي السَّمَاءِ قَدْرُ رَاحَةٍ سَحَابًا میں السَّماءِ ہے کہ اگر چہ الف لام کی وجہ سے اسم تام ہے کہ اب اس کی اضافت نہیں ہو سکتی اس لئے کہ وہ عامل نہیں ہے اس لئے وہ اس بحث سے خارج ہے۔

عبارت: یازدہم اسمائے کنایہ از عدد، وآں دو لفظ است کَم و کَذَا، کَم بر دو قسم است استفہامیہ وخبریہ۔ کَمْ استفہامیہ تمیز رانصب کند و کَذَا نیز چوں: کَمْ رَجُلاً عِنْدَكَ و عِنْدِی کَذَا دِرْهَمًا و کَمْ خبریہ تمیز را بر کند چوں: کَمْ مَالٍ اَنْفَقْتُ: کَمْ دَارٍ بَنَيْتُ وگاہِ مِنْ جار بر تمیز کَمْ خبریہ آید چوں: قولہ تعالیٰ: و کَمْ مِنْ مَلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ۔

ترجمہ: گیارہویں قسم: اسمائے کنایہ عدد سے، یہ دو لفظ ہیں کمْ اور کَذَا کم کی دو قسمیں ہیں (۱) کم استفہامیہ (۲) کم خبریہ، کم استفہامیہ تمیز کو نصب دیتا ہے ایسے ہی کَذَا بھی، جیسے: کَمْ رَجُلاً عِنْدَكَ (کتنے آدمی آپ کے پاس ہیں) و عِنْدِی کَذَا دِرْهَمًا (میرے پاس اتنے درہم ہیں) اور کم خبریہ تمیز کو جر دیتا ہے جیسے: کَمْ مَالٍ اَنْفَقْتُ: کَمْ دَارٍ بَنَيْتُ (میں نے کتنا ہی مال خرچ کیا اور میں نے کتنے ہی گھر بنائے) اور کبھی کَمْ خبریہ کی تمیز پر مِنْ حرف جر آتا ہے جیسے: اللہ تعالیٰ کا فرمان کَمْ مِنْ مَلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ (آسمان میں کتنے ہی فرشتے ہیں)۔

تشریح: اسمائے عاملہ کی گیارہویں قسم اسمائے کنایہ ہیں، اسمائے کنایہ وہ اسم ہیں جو مبہم عدد یا مبہم بات پر دلالت کرے چنانچہ اسمائے کنایہ کی دو قسمیں ہیں (۱) کنایہ از عدد یعنی وہ اسم جس سے کنایہ مقدار عدد کی طرف ہو اور اس کے دو لفظ آتے ہیں پہلا کم بمعنی کتنا، پھر کم کی بھی دو قسمیں ہیں، اول کم استفہامیہ جس میں

استفہام و استفسار کا معنی ہو اور کمیت و مقدار کا سوال ہو یہ اپنی تمیز کو نصب دیتا ہے جیسے : کَمْ رَجُلاً عِنْدَكَ (تیرے پاس کتنے مرد ہیں) اس مثال میں کم استفہامیہ ہے اس نے اپنی تمیز رَجُلاً کو نصب دیا ہے، دوم کَمْ خبریہ یعنی وہ کَمْ جس میں استفہام نہ ہو بلکہ کسی چیز کی خبر دی گئی ہو اور یہ اپنی تمیز کو جر دیتا ہے جیسے: کَمْ دَارٍ بَنَيْتُ (میں نے کتنے ہی گھر بنائے) کَمْ مَالٍ اَنْفَقْتُ (میں نے کتنا ہی مال خرچ کر دیا) ان دونوں مثالوں میں کَمْ خبریہ نے اپنی تمیز کو جر دیا ہے، دوسرا لفظ كَذَا ہے بمعنی اتنا یہ صرف خبر کے لئے آتا ہے اور اپنی تمیز کو نصب دیتا ہے جیسے: عِنْدِي كَذَا دِرْهَمًا (میرے پاس اتنے درھم ہے) پس كَذَا خبریہ نے اپنی تمیز درھما کو نصب دیا ہے۔

کَمْ خبریہ اپنی تمیز کو جر دینے سے اس وقت قاصر ہو جاتا ہے جب کہ اس کی تمیز کے درمیان کوئی چیز حائل ہو جائے کیونکہ اس وقت کم خبریہ کا عمل کمزور ہو جاتا ہے پس اس صورت میں اس کی تمیز منصوب ہوتی ہے جیسے : كَمْ عِنْدِي دَارًا (میرے پاس کتنے ہی گھر ہیں) پس یہاں کَمْ اور اس کی تمیز کے درمیان عِنْدِي حائل ہے اس لئے اس کا عمل کمزور ہو گیا لہذا تمیز منصوب ہو گئی بر خلاف مجرور ہونے کے، نیز وہ صورت کہ جس میں تمیز کے درمیان کسی چیز کے حائل ہونے کے باوجود جر آتا ہے وہ یہ ہے کہ حائل ہونے والی چیز حرف جر کی صورت میں ہو جیسے کَمْ مِنْ مَلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ (آسمان میں کتنے ہی فرشتے ہیں)

سوال: مِنْ زائدہ کس پر داخل ہوتا ہے، کَمْ خبریہ پر یا کَمْ استفہامیہ پر، اس مختلف فیہ مسئلہ کی وضاحت کیا ہیں؟

جواب: مِنْ زائدہ کے دخول کے بارے میں اختلاف ہیں، چنانچہ مصنفؒ کا مذہب تو یہ ہے کہ مِن حرف جر زائدہ صرف کَمْ خبریہ کی تمیز پر داخل ہوتا ہے جیسے: كَمْ مِنْ مَلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ اور صاحب کافیہ کا قول ہے کہ مِنْ زائدہ جس طرح کہ خبریہ پر آتا ہے اسی طرح کم استفہامیہ پر بھی آتا ہے لیکن شارح کافیہ کہتے ہیں کہ مِنْ زائدہ کَمْ خبریہ کی تمیز پر تو آتا ہے لیکن کَمْ استفہامیہ کی تمیز پر اس کا استعمال میں نے نہیں

دیکھا، چنانچہ علامہ زمخشریؒ نے اس کا جواب دیتے ہوئے صاحب کافیہ کے قول کی تائید میں دلیل پیش کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ مِنْ زائدہ کَمْ خبریہ اور کَمْ استفہامیہ دونوں کی تمیز پر آسکتا ہے جیسے قرآن میں آیا ہے: سَلْ بَنِي إِسْرَائِيلَ كَمْ اٰتَيْنٰهُمْ مِنْ اٰيَةٍ بَيِّنَةٍ (بنی اسرائیل سے پوچھیئے کہ ہم نے ان کو کتنی واضح نشانیاں دیں)۔

عوامل معنوی کا بیان

عبارت: قسم دوم: درعوامل معنوی بدانکہ عوامل معنوی بردو قسم ست، اوّل ابتدا یعنی خلو اسم ازعوامل لفظی کہ مبتدا وخبر را رفع کند چوں: زَيْدٌ قَائِمٌ واین جا گویند کہ زَيْدٌ مبتدا است مرفوع بابتدا و قَائِمٌ خبر مبتدا است مرفوع بابتدا، واین جا دو مذہب دیگرست، یکے آنکہ ابتدا عامل است درمبتدا، ومبتدا درخبر، دیگر آنکہ ہر یکے از مبتدا وخبر عامل ست در دیگر، دوم خلو فعل مضارع از ناصب وجازم، فعل مضارع رابرفع کند چوں: يَضْرِبُ زَيْدٌ، این جا يَضْرِبُ مرفوع ست زیرا کہ خالی ست از ناصب وجازم، تمام شد عوامل نحو بتوفیق اللّٰہ تَعَالٰی وَعَوْنِهٖ

ترجمہ: دوسری قسم عوامل معنوی کے بیان میں جاننا چاہئے کہ عوامل معنوی دو قسم پر ہیں، پہلی قسم ابتدا یعنی عوامل لفظی سے اسم کا خالی ہونا جو کہ مبتدا اور خبر کو رفع دیتا ہے جیسے زَيْدٌ قَائِمٌ (زید کھڑا ہے) اس جگہ یہ کہیں گے کہ زید مبتداء ہے اور ابتدا کی وجہ سے مرفوع ہے قَائِمٌ مبتداء کی خبر ہے اور ابتدا کی وجہ سے مرفوع ہے نیز یہاں پر دو مذہب اور ہیں، کہ ابتدا عامل ہے مبتدا میں اور مبتدا خبر میں، تیسرا مذہب یہ ہے کہ مبتدا اور خبر میں سے ہر ایک دوسرے میں عامل ہیں۔

دوسری قسم: فعل مضارع کا ناصب اور جازم سے خالی ہونا فعل مضارع کو رفع دیتا ہے جیسے: يَضْرِبُ زَيْدٌ اس جگہ يَضْرِبُ مرفوع ہے اس لئے کہ عامل ناصب وجازم سے خالی ہے، عوامل نحو پورے ہو گئے اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اس کی مدد سے۔

تشریح: آپ کو پہلے معلوم ہو چکا کہ عامل کی دو قسمیں ہیں ایک لفظی اور دوسری معنوی، عامل لفظی فعل ہوگا یا اسم ہوگا یا حرف، مصنفؒ نے ان تینوں کو تین بابوں میں تفصیل سے بیان کر دیا، پہلے باب میں حروف عاملہ بیان ہوئے اور دوسرے باب میں افعال عاملہ بیان ہوئے اور تیسرے باب میں اسمائے عاملہ بیان ہوئے، اب یہاں سے مصنفؒ عوامل معنوی کا بیان شروع کر رہے ہیں، چنانچہ مصنفؒ فرماتے ہیں کہ عوامل معنوی کی دو قسمیں ہیں ایک اسم کا عامل معنوی اور ایک فعل مضارع کا عامل معنوی، عامل معنوی وہ عامل ہے جو لفظوں میں تو موجود نہ ہو مگر پوشیدہ ہو کر عمل کر رہا ہوں. پس عوامل معنوی عقلی چیز ہے جس کو لفظوں میں نہیں دیکھا جا سکتا، پہلی قسم ابتداء، ابتداء کا مطلب یہ ہے کہ مبتدا اور خبر پر کوئی عامل لفظی نظر نہیں آتا یعنی نہ اسم ہے اور نہ فعل ہیں اور نہ حرف ہے اور دونوں کو رفع ہے اور رفع نصب جر بغیر عامل کے نہیں پائے جا سکتے تو مبتداء اور خبر پر رفع کہاں سے آیا، بس جس نے مبتدا اور خبر کو رفع دیا اس کا نام عامل معنوی ہے اور وہ ابتداء ہے، یا اس کی تعبیر یوں کر لو کہ مبتدا اور خبر کا عامل لفظی سے خالی ہو کر مرفوع ہونا اس کا نام ابتداء ہے جیسے: زیدٌ قائمٌ دیکھو زیدٌ مبتدا ہے اور قائمٌ خبر ہے، دونوں پر رفع ہے اور کوئی عامل لفظی موجود نہیں لہذا یہ رفع عامل معنوی یعنی ابتداء کا دیا ہوا ہے یہاں پر مبتداء اور خبر کے رفع کے سلسلہ میں دو مذہب اور بیان کئے جاتے ہیں، ایک مذہب یہ بتایا جاتا ہے کہ زید مبتداء پر رفع تو عامل معنوی کا ہے اور قائم کو رفع مبتداء زید نے دیا ہے تو اس صورت میں مبتداء کا عامل معنوی ہوا اور خبر کا عامل لفظی ہوا، اس موقع پر دوسرا مذہب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ مبتداء عمل کرتا ہے خبر میں اور خبر عمل کرتی ہیں مبتداء میں تو اس صورت میں دونوں کا رفع عامل لفظی کا ہوا یعنی خبر کا عامل لفظی مبتداء اور مبتداء کا عامل لفظی خبر یعنی زید کو رفع دیا قائم نے اور قائم کو زید نے دیا۔

آپ کو معلوم ہے کہ کلام عرب میں کل دو چیزیں معرب ہیں، ایک اسم متمکن اور دوسرا فعل مضارع، اسم متمکن کے عامل لفظی اور معنوی ختم ہو گئے، مضارع کے عامل لفظی دو تھے یعنی ناصب و جازم، وہ بھی ختم

ہو گئے، اب یہاں پر مصنفؒ قسم دوم میں عامل معنوی کا بیان شروع فرماتے ہیں چنانچہ مصنفؒ بیان کرتے ہیں کہ مضارع کا عامل ناصب اور جازم سے خالی ہو کر مرفوع ہونا یہی اس کا عامل معنوی ہے جیسے یَضْرِبُ زَیْدٌ دیکھو یضرب مرفوع ہے رفع اس کو عامل معنوی نے دیا ہے کیونکہ اس وقت یَضْرِبُ عامل ناصب اور جازم سے خالی ہے اللہ تعالی کی توفیق اور اس کی مدد سے علم نحو کے عوامل اس جگہ تمام ہو گئے۔۔

عبارت: خاتمہ در فواید متفرقہ کہ دانستن آں واجب است وآں سہ فصل است۔۔

ترجمہ: یہ خاتمہ متفرق فوائد کے بیان میں ہیں جن کا جاننا نہایت ضروری ہے اور اس میں تین فصلیں ہیں۔

تشریح: مصنفؒ اب اپنی کتاب کو مختلف قسم کے فوائد پر ختم کر رہے ہیں کہ جن فوائد کا جاننا اور سمجھنا طالب علم کے لئے ضروری ہے اور اس خاتمہ کتاب میں تین فصلیں ذکر کی ہے۔

سوال: مصنفؒ نے عوامل لفظی کے بعد توابع کا بیان کیوں شروع کیا، دونوں میں کیا مناسبت ہے؟

جواب: مصنفؒ نے اب تک جو معربات ذکر کئے ہیں وہ اپنے اوپر عامل کے آنے کی وجہ سے بلا واسطہ اعراب قبول کرتے تھے مگر اب خاتمہ میں ان معربات کا ذکر کر رہے ہیں جو نہ براہ راست کسی کے معمول ہوتے ہیں اور نہ براہ راست اعراب قبول کرتے ہیں بلکہ وہ کسی عامل کے معمول کے تابع ہونے کی وجہ سے اعراب قبول کرتے ہیں۔۔

فصل اول توابع کا بیان

عبارت: فصل اول: در توابع بدانکہ تابع لفظی ست کہ دومے از لفظ سابق باشد باعراب سابق از یک جہت ،ولفظ سابق را متبوع گویند وحکم تابع آنست کہ ہمیشہ در اعراب موافق متبوع باشد وتابع پنج نوع ست۔

ترجمہ: پہلی فصل توابع کے بیان میں، جان لو کہ تابع وہ لفظ ہے جس سے پہلے ایک لفظ ہو اور تابع کا لفظ دوسرے نمبر پر ہو اور دونوں کا اعراب ایک ہو دونوں کے اعراب کی جہت یکساں ہو۔ پہلے لفظ کو متبوع کہتے ہیں، تابع کا حکم یہ ہے کہ ہمیشہ اعراب میں متبوع کے موافق ہوتا ہے تابع کی پانچ قسمیں ہیں۔۔

تشریح: مصنفؒ پہلی فصل میں توابع بیان کر رہے ہیں تابع اس لفظ کا نام ہیں کہ جس سے پہلے کوئی دوسرا لفظ ہو جو اعراب اس پہلے لفظ کا ہوں وہی اعراب اس بعد والے لفظ کا ہو جس وجہ سے اعراب پہلے کو ہو خاص اسی وجہ سے اعراب دوسرے لفظ کا ہو یعنی اگر پہلے لفظ پر رفع ہو تو دوسرے پر بھی رفع ہو اور اگر پہلے پر نصب ہوں تو دوسرے پر بھی نصب ہو اور اگر پہلے پر جر ہو تو بعد والے پر بھی جر ہو، اگر پہلے کو رفع فاعل ہونے کی بنا پر ہے تو بعد والے تابع کو بھی رفع فاعل ہونے کی وجہ سے ہو اگر پہلے کو نصب مفعول ہونے کی بنا پر ہو تو بعد والے تابع کو بھی نصب مفعول ہونے کی بنا پر ہو گا علی ہذا۔ جر مضاف الیہ ہونے کی وجہ سے ہو گا جیسے جاءَنی رَجُلٌ عَالِمٌ دیکھو جاء فعل رجل پر بلا واسطہ داخل ہوا اور رجل فاعل کو رفع دیا، عالم تابع ہے رجل کا تو رجل کے واسطے سے عالم کو بھی رفع ہو گیا دونوں کا رفع خواہ ایک ہی جہت سے ہے یعنی فاعل ہونے کی وجہ سے کیونکہ جاء کی نسبت مطلق رجل کی طرف نہیں ہے بلکہ جاء کی نسبت ایسے رجل کی طرف ہے کہ جس میں صفت علم بھی ہو، پہلے لفظ کو متبوع کہتے ہیں اور دوسرے کو تابع۔۔

سوال: تابع اس لفظ کو ہی کہیں گے جو پہلے لفظ کے بعد بلا فاصلہ واقع ہو؟

جواب: اس کی کوئی تخصیص نہیں ہے، تخصیص صرف یہ ہے کہ پہلے لفظ کے بعد ہونا چاہیے اس کے بعد چاہے دوسرے درجے میں ہو، چاہے تیسرے درجے میں ہو، چاہے چوتھے درجے میں ہو جیسے: جاء رجل عالم حافظ کریم جمیل ظریف کہ اس مثال میں رجل کے بعد ہر اسم تابع ہیں سب کو اعراب ایک ہی جہت سے ہے یعنی فاعل ہونے کی وجہ سے بس جو تابع ہو گا اس پر یہ اثر مرتب ہو گا کہ وہ ہمیشہ اپنے متبوع کے موافق اعراب میں ہو گا، تابع متبوع کی مثال سہل انداز میں اس طرح سمجھیے کہ جیسے کسی عقیدت مند نے کسی بزرگ کی دعوت کی اب دعوت میں بزرگ صاحب اپنے کسی مرید کو لے گئے چنانچہ داعی دونوں کو دسترخوان پر بٹھاتا ہے حالانکہ مرید کی اس نے دعوت نہیں کی تھی بس ان بزرگ صاحب کو کھلانا اس وجہ سے ہے کہ اس نے ان کو براہ راست دعوت دی ہے اور مرید کو کھانا کھلانا اس وجہ

سے ہے کہ وہ ان بزرگ صاحب کا خادم بن کر آیا ہیں اب مثال میں بزرگ صاحب مطبوع ہے اور مرید تابع ہے، کھانا ان کا عمل ہیں اور دعوت ہونا یہ کھانے کی وجہ سے ہے یعنی جہت اور سبب ہیں اسی طرح تابع میں بھی اعراب متبوع کی وجہ سے آتا ہے اور اعراب کی جہت بھی ایک ہوتی ہیں اور اعراب بھی ایک ہی ہوتا ہے جب آپ کو تابع کی تعریف معلوم ہوگئی تو اب سمجھ لو کہ تابع کی پانچ قسمیں ہیں۔۔

عبارت: اول صفت واو تابعی است کہ دلالت کند بر معنی کہ در متبوع باشد چوں جَاءَنِی رَجُلٌ عالم یا بر معنی کہ در متعلق متبوع باشد چوں جَاءَنِی رَجُلٌ حَسَنٌ غُلَامُه یا اَبُوهُ مثلا۔

ترجمہ: پہلی قسم صفت، صفت وہ ایسا تابع ہے جو ایسے معنیٰ پر دلالت کریں جو اس کے متبوع میں موجود ہوں جیسے: جَاءَنِی رَجُلٌ عالم (میرے پاس ایک عالم مرد آیا) یا ایسے معنیٰ پر جو مطبوع کے متعلق میں ہوں جیسے: جَاءَنِی رَجُلٌ حَسَنٌ غُلَامُه یا اَبُوهُ مثلا۔

تشریح: مصنفؒ تابع کی پانچ قسموں میں سے پہلی قسم صفات کو بیان کر رہے ہیں جس کو نعت بھی کہتے ہیں اور اس کے متبوع کو موصوف یا منعوت کہتے ہیں چنانچہ صفت کی دو قسمیں ہیں (۱) صفت بحال الموصوف یعنی وہ صفت جو اپنے موصوف کی حالت کو بیان کرے جیسے جَاءَنِی رَجُلٌ عالم (میرے پاس ایک عالم آدمی آیا) یہاں عالم صفت ہے جو کہ ایسے معنیٰ پر دلالت کر رہی ہے جو خاص اس کے موصوف میں ہیں یعنی علمیت کے معنی جو رجل کی ذات میں ہیں۔

(۲) صفت بحال متعلق الموصوف یعنی جو صفت اپنے موصوف کے متعلق کی حالت کو بیان کرے جیسے: جَاءَنِی رَجُلٌ حَسَنٌ غُلَامُه (میرے پاس وہ مرد آیا کہ جس کا غلام خوبصورت ہے) یہاں حَسَنٌ صفت ہے اور رَجُلٌ موصوف ہے مگر حَسَنٌ صفت اپنے موصوف رجُلٌ کی حالت بیان نہیں کر رہی ہیں بلکہ اس کے متعلق غلام کی حالت بیان کر رہی ہے، متعلق موصوف اس کو کہیں گے جو موصوف سے کسی طرح تعلق رکھتا ہوں جیسے کہ موصوف کا غلام یا اس کا باپ، بھائی، چچا وغیرہ جیسے: جَاءَنِی رَجُلٌ حَسَنٌ

اَبُوہٗ یہاں حَسَنٌ صفت ہے جو اپنے موصوف کے متعلق یعنی رَجُلٌ کے باپ کی حالت کو بیان کررہی ہے۔

عبارت: قسم اول دردہ چیز موافق متبوع باشد درتعریف وتنکیر، تذکیروتانیث، افرادوتثنیہ وجمع ورفع نصب وجر چوں عندی رَجُلٌ عَالِمٌ و رَجُلانِ عَالِمَانِ و رِجَالٌ عَالِمُونَ و اِمْرَأَۃٌ عَالِمَۃٌ و اِمْرَأَتَانِ عَالِمَتَانِ و نِسْوَۃٌ عَالِمَاتٌ۔

ترجمہ: پہلی قسم دس چیزوں میں متبوع کے موافق ہوگی تعریف وتنکیر، تذکیروتانیث افرادوتثنیہ وجمع اوررفع ونصب وجر میں جیسے عندی رَجُلٌ عَالِمٌ و رَجُلانِ عَالِمَانِ و رِجَالٌ عَالِمُونَ و اِمْرَأَۃٌ عَالِمَۃٌ و اِمْرَأَتَانِ عَالِمَتَانِ و نِسْوَۃٌ عَالِمَاتٌ۔

تشریح: وہ صفت جوکہ اپنے متبوع کے حال کو روشن کرتی ہیں یعنی صفت بحال الموصوف، موصوف صفت کے درمیان دس چیزوں میں مطابقت ضروری ہوتی ہیں اور وہ یہ ہیں (۱) تعریف (۲) تنکیر (۳) تذکیر (۴) تانیث (۵) واحد (۶) تثنیہ (۷) جمع (۸) رفع (۹) نصب (۱۰) جر۔

اور بیک وقت موصوف صفت کے درمیان چار چیزوں میں مطابقت ضروری ہے (۱) تعریف وتنکیر (۲) تذکیروتانیث (۳) واحد تثنیہ وجمع (۴) اعراب یعنی رفع، نصب، جر۔

جیسے عنْدِی رجلٌ عالمٌ میں موصوف وصفت دونوں نکرہ ہیں، دونوں مذکر ہیں، دونوں واحد ہیں، دونوں مرفوع ہیں، اور عندی رَجُلانِ عَالِمَانِ میں موصوف وصفت دونوں نکرہ ہیں، دونوں مذکر ہیں، دونوں تثنیہ ہیں، دونوں مرفوع ہیں، اوراسی طرح عِنْدِی رِجَالٌ عَالِمُونَ میں دونوں نکرہ ہیں، دونوں مذکر ہیں، دونوں جمع ہیں، اور دونوں مرفوع ہیں، عِنْدی اِمْرَاۃٌ عَالِمَۃٌ میں موصوف وصفت نکرہ ہیں، دونوں مؤنث ہیں، دونوں واحد ہیں، دونوں مرفوع ہیں، اور عِنْدی اِمْرَأَتَانِ عَالِمَتَانِ میں موصوف وصفت دونوں نکرہ ہیں، دونوں تثنیہ ہیں، دونوں مؤنث ہیں، اور دونوں مرفوع ہیں، عِنْدی نِسْوَۃٌ عَالِمَاتٌ میں موصوف و

صفت دونوں نکرہ ہیں، دونوں مؤنث ہیں، دونوں جمع ہیں، دونوں مرفوع ہیں، موصوف وصفت کے معرفہ ہونے اور منصوب مجرور ہونے کی مثالیں از خود نکال لیں جیسے: **رَأَیتُ زَیْدَنِ العَالِمِ، مَرَرْتُ بِزَیْدَنِ العَالِمِ۔۔۔**

عبارت: اما قسم دو موافق متبوع باشد در پنج چیز تعریف وتنکیر ورفع ونصب وجر: چوں جاءنی رَجُلٌ عَالِم اَبو ہٗ۔

ترجمہ: بہر حال دوسری قسم تو وہ مطبوع کے موافق ہوں گی پانچ چیزوں میں، تعریف وتنکیر رفع، نصب اور جر میں جیسے: جاءنی رَجُلٌ عَالِم اَبو ہٗ (میرے پاس ایسا مرد آیا جس کا باپ عالم ہے)۔

تشریح: وہ صفات جو کہ اپنے متبوع کے متعلق کے حال کو روشن کرتی ہے یعنی صفت بحال متعلق الموصوف میں موصوف وصفت یعنی تابع ومتبوع کے درمیان پانچ چیزوں میں مطابقت ضروری ہے (۱) تعریف (۲) تنکیر (۳) رفع (۴) نصب (۵) جر۔

اور بیک وقت دو چیزوں میں مطابقت ضروری ہے (۱) تعریف وتنکیر (۲) رفع، نصب وجر جیسے: جاءنی رَجُلٌ عَالِم اَبو ہٗ اس مثال میں عالم صفت اور رجُلٌ موصوف چنانچہ موصوف وصفت (۱) دونوں نکرہ ہیں (۲) دونوں مرفوع ہیں۔

صفت کے چند فوائد ہیں (۱) موصوف کی تخصیص کا فائدہ دیتی ہیں جب کہ موصوف نکرہ ہو جیسے رجلٌ عالم کہ رجل نکرہ تھا مگر صفت علم کے ساتھ متصف ہو کر مختص ہو گیا۔

(۲) موصوف کی توضیح کا فائدہ دیتی ہیں جب کہ موصوف معرفہ ہو جیسے: جَاءَنی زیدٌنِ الظَّریفُ۔

(۳) موصوف کے مدح یا ذم کے لئے آتی ہے جیسے بسم اللہ الرحمن الرحیم میں صفت موصوف کی مدح کے لئے ہے اور اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم میں صفت موصوف کی ذم کے لئے ہے۔

(۴) کبھی صفت تاکید موصوف کے لئے آتی ہے جیسے صیحۃً واحِدَۃً کیوں کہ یہاں وحدت تو تائے مرۃ

سے مفہوم ہو رہی تھی واحِدَۃٌ مزید تاکید کے واسطے لایا گیا ہے۔

عبارت: بدانکہ نکرہ را بجملہ خبریہ صفت توان کرد چوں جاءَنی رَجُلٌ اَبوہُ عَالِمٌ ودر جملہ ضمیری عائد بنکرہ لازم باشد۔

ترجمہ: جان لو کے نکرہ کی صفت جملہ خبریہ کو بنایا جا سکتا ہے جیسے: جَاءَنی رَجُلٌ اَبوہُ عَالِمٌ (میرے پاس ایسا مرد آیا جس کا باپ عالم ہے) اور جملہ میں ایک ضمیر جو نکرہ کی طرف لوٹے ضروری ہے۔۔

تشریح: آپ کو موصوف صفت کی مثالوں سے یہ معلوم ہوا ہوگا کہ صفت ہمیشہ مفرد ہوتی ہوگی، یعنی جملہ نہ ہوتی ہوگی، یہاں سے مصنفؒ بیان فرماتے ہیں کہ کبھی کبھی ایسا بھی ہوگا کہ نکرہ موصوف ہوگا اور اس کی صفت جملہ خبریہ ہوگی جیسے: جاءَنی رَجُلٌ اَبوہُ عَالِمٌ میں رجلٌ نکرہ موصوف، ابوہ مبتداء ہے اور عالم خبر ہے مبتداء اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر صفت ہوئی رجل کی، رجل اپنی صفت سے مل کر فاعل ہوا جاء کا، جاء فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا، مگر جملہ خبریہ اس وقت نکرہ کی صفت ہوگا جبکہ جملہ میں کوئی ضمیر ہو اور لوٹتی ہوں نکرہ موصوفہ کی طرف تاکہ دونوں میں ربط پیدا ہو جائے، یہاں تک ایک تابع کا بیان ہوا، یعنی تابع صفت کا، آگے مصنفؒ دوسرے تابع کو بیان کرتے ہیں۔

عبارت: دوم تاکید واو تابعی ست کہ حال متبوع را مقرر گرداند در نسبت یا در شمول تا سامع را شک نماند و تاکید بر دو قسم ست لفظی و معنوی، تاکید لفظی بتکرار لفظ ست چوں: زَیْدٌ زَیْدٌ قَائِمٌ و ضَرَبَ ضَرَبَ زَیْدٌ و اِنَّ اِنَّ زَیْدًا قَائِمٌ، وتاکید معنوی بہشت لفظ ست نفس و عَین و کِلا و کِلتَا و کُلٌّ و اَجمعُ و اَکتَعُ و اَبتَعُ و اَبصَعُ چوں: جَاءَنی زَیدٌ نَفْسُہٗ و جَاءَنی الزَّیدَانِ اَنْفُسَہُمَا و جَاءَنی الزَّیدُونَ اَنْفُسَہُمْ و عین **را بریں قیاس کن** و جَاءَنی الزَّیدَانِ کِلاھُمَا والھِندَانِ کِلتَاھُمَا و کِلَا و کِلتَا **خاصند بمثنٰی** و جَاءَنی القَومُ کُلُّھُمْ اَجمعُونَ و اَکتَعُونَ و اَبتَعُونَ وَاَبصَعُونَ **بدانکہ** اَکتَعُ ،اَبتَعُ، اَبصَعُ **اتباع اند بہ اجمع پس بدون اجمع نیایند و مقدم بر اجمع نباشد۔**

ترجمہ: دوسرا تابع تاکید ہے، یہ ایسا تابع ہے جومتبوع کے حال کو ثابت کردے نسبت میں یا شمولیت میں تاکہ سامع کو شک نہ رہے، تاکید کی دو قسمیں ہیں: (۱) لفظی (۲) معنوی، تاکید لفظی لفظ کے تکرار سے ہوتی ہیں جیسے: **زَیْدٌ زَیْدٌ قَائِمٌ** (زید ہی کھڑا ہے) **وضَرَبَ ضَرَبَ زَیْدٌ** (زید ہی نے مارا) **واِنَّ اِنَّ زَیْدًا قَائِمٌ** (بے شک زید ہی کھڑا ہے) تاکید معنوی آٹھ لفظ کے ذریعہ ہوتی ہے نفس، عَین و کِلا و کِلتَا و کُلُّ و اَجمعُ و اَکْتَعُ و اَبتَعُ و اَبصَعُ جیسے: جَاءَنی زَیدٌ نَفْسُہٗ و جَاءَنی الزَّیدَانِ اَنفُسَھُما و جَاءَنی الزَّیدُونَ اَنفُسَھُمْ، عین کو بھی اسی پر قیاس کرلیجئے و جَاءَنی الزَّیدَانِ کِلاھُما والھِنْدَانِ کِلتَاھُما و کِلَا و کِلتَا تثنیہ کے ساتھ خاص ہیں، وجَاءَنی القَومُ کُلُّھُمْ اَجمعُونَ یہ تینوں و اَکْتَعُونَ و اَبتَعُونَ وَاَبصَعُونَ جان لوکہ اَکْتَعُ، اَبتَعُ، اَبصَعُ اَجمعُ کے تابع ہیں لہذا اجمع کے بغیر نہیں آتے ہیں، نیز اجمع پر مقدم بھی نہیں ہوتے۔

تشریح: مصنفؒ اس عبارت میں تابع کی دوسری قسم تاکید کو بیان فرمارہے ہیں، تاکید کے لغوی معنی ہیں پختہ کرنا، اور تاکید کی اصطلاحی تعریف کہ وہ ایسا تابع ہیں جو متبوع کے حال کو نسبت فعل یا شمول حکم میں اچھی طرح ثابت کردے تاکہ سامع کو کسی طرح کا شک نہ رہے، درنسبت کا مطلب یہ ہے کہ مثلاً فعل کی فاعل کی طرف نسبت کرنے میں شک ہو یعنی آپ نے کہا جاء زیدٌ مگر متکلم کو یقین نہیں ہوا تو آپ نے جاء فعل کی نسبت میں جو کہ زید کی طرف ہیں تاکید کردی اور کہا کے جاء زیدٌ زیدٌ یعنی زید ہی آیا، اب اس کو یقین ہوگیا، پس گویا کہ آپ نے متبوع کے حال کو نسبت میں ثابت ومضبوط کردیا اور درشمولیت کا مطلب یہ ہے کہ حکم کے تمام افراد کو شامل ہونے میں شک ہو جیسا کہ آپ نے کسی سے کہا کہ جاء القوم کلھم پوری قوم آئی، پس جاء فعل کا حکم بظاہر تمام افراد کو شامل ہے مگر یہ بھی احتمال ہے کہ قوم کے اکثر افراد مراد ہوں اور آنے کا حکم تمام افراد کو شامل نہ ہو کیوں کہ بسا اوقات فعل کی نسبت کسی چیز کی طرف کردی جاتی ہے حالانکہ اس کے بعض افراد کی طرف نسبت مقصود ہوتی ہے، اسی لئے قائدہ ہے للاکثر حکم

الکل کہ کبھی کبھار اکثر پر کل کا حکم لگا دیا جاتا ہے، پس اس لئے یہاں شمولیت افراد میں شک پیدا ہو گیا کہ قوم کے تمام افراد آئے یا اکثر آئے اس لئے لفظ کل سے تاکید لائے تا کہ معلوم ہو کہ وہ اپنے تمام افراد کو شامل ہے، تا کہ سامع کو کسی طرح کا شک وشبہ نہ رہے۔

تاکید کی دو قسمیں ہے، تاکید لفظی اور تاکید معنوی، پس تاکید لفظی وہ تاکید ہیں جو لفظوں کے تکرار کے ساتھ لائی جائے اور یہ تاکید اسم، فعل، حرف تینوں کے تکرار سے لائی جاتی ہے جیسے: زیدٌ زیدٌ قائمٌ (زید زید کھڑا ہے) **ضَرَبَ ضَرَبَ زَیْدٌ** (مارا مارا زید نے) **اِنَّ اِنَّ زَیْدًا قائِمٌ** (بیشک بیشک زید کھڑا ہے)

تاکید معنوی وہ تاکید ہے جو محض الفاظ کے ذریعہ متبوع کے معنی میں حاصل ہوئی ہو اور وہ کل آٹھ الفاظ ہے (۱) **نَفْسٌ، عَیْنٌ** (۲) **کِلَا** (۳) **کِلْتَا** (۴) **اجمع** (۵) **اَکْتَعُ** (۶) **اَبْتَعُ** (۷) **کُلٌّ** (۸) **اَبْصَعُ**،

نَفْسٌ اور عین کی مثالیں جیسے: جاءنی زیدٌ نفسہ (زید میرے پاس بذات خود آیا) جاءنی الزیدان انفسھما (میرے پاس دونوں زید بذات خود آئے) جاءنی الزیدون انفسُھما (میرے پاس تمام زید بذات خود آئے) جاءَتْنی اِمْرَأۃٌ نَفْسُھَا (میرے پاس ایک عورت بذات خود آئی) جاءتنی اِمْرَأَتَانِ اَنْفُسُھما (میرے پاس دو عورتیں بذات خود آئی) جاءتنی نِسَاءٌ اَنْفُسُھُنَّ (میرے پاس تمام عورتیں بذات خود آئی) جاءنی زیدٌ عینُہٗ (میرے پاس زید بذات خود آیا) جاءَنِیْ الزَّیْدَانِ اَعْیُنُھما (میرے پاس دونوں زید بذات خود آئے) جاءَنِیْ الزَّیْدُونَ اَعْیُنُھُمْ (میرے پاس تمام زید بذات خود آئے) جاءَتْنِی اِمْرَأَۃٌ عَیْنُھَا (میرے پاس ایک عورت بذات خود آئی) جاءَتْنِی اِمْرَأَتَانِ اَعْیُنُھما (میرے پاس دو عورتیں بذات خود آئی) جاءَتْنِی نِسَاءٌ اَعْیُنُھُنَّ (میرے پاس تمام عورتیں بذات خود آئی)۔

کلا اور کلتا کی مثالیں: جاءَنِی الزَّیْدَانِ کِلَاھُما (میرے پاس دونوں کے دونوں زید آئیں) **جاءَتْنِی الْمَرْأَتَانِ کِلْتَاھُمَا** (میرے پاس دونوں کی دونوں عورتیں آئیں) کلا اور کلتا یہ دونوں

صرف تثنیہ کی تاکید کے لئے آتے ہیں، کلا دو مذکر کی تاکید کرتا ہے اور کلتا دو مؤنث کی تاکید کرتا ہے بخلاف نفس اور عین کے کہ وہ دونوں واحد، تثنیہ اور جمع سب کی تاکید کے لئے آتے ہیں۔

مصنفؒ "عین رابریں قیاس کن" سے یہ کہنا چاہتے ہیں کہ عین بھی نفسٌ کی طرح ہے اور یہ بھی نفس ہی کی طرح واحد میں واحد اور تثنیہ میں تثنیہ اور جمع میں جمع استعمال ہوتا ہے، نیز تابع کی اس قسم میں متبوع کو مؤکد اور تابع کو تاکید کہتے ہیں، کُلُّ واحد اور جمع کے لئے آتا ہے اور وہ جملہ میں مضاف ہوا کرتا ہے اور اس کا مضاف الیہ ہمیشہ ضمیر ہوتی ہے اور یہ واحد اور جمع میں اپنی حالت پر رہتا ہے اس کا مضاف الیہ ضمیر اپنے مرجع کے اعتبار سے بدلتی رہتی ہے جیسے مذکر کی مثال: قَرَأتُ الكِتَابَ كُلَّهُ (میں نے پوری کی پوری کتاب پڑھی) اَشْتَرَيتُ العَبِيدَ كُلَّهُمْ (میں نے پورے کے پورے غلام خریدے) مؤنث کی مثال: قَرَأْتُ الصَّحِيفَةَ كُلَّهَا (میں نے پورا کا پورا اخبار پڑھا) طَلَّقْتُ النِّسَاءَ كُلَّهُنَّ (میں نے پوری کی پوری عورتوں کو طلاق دی)

اور اَجمعُ، اَكْتَعُ، اَبْتَعُ، اَبْصَعُ یہ سب ایک ہی معنی کے لئے آتے ہیں اور یہ بھی واحد اور جمع کے لئے آتے ہیں، ان میں اَجمعُ پہلے آتا ہے اور یہ تینوں اس کے بعد میں آتے ہیں، مذکر کی مثال: اِشْتَرَيتُ العَبدَ اَجمعُ، اَكْتَعُ، اَبْتَعُ، اَبْصَعُ (میں نے پورا کا پورا غلام خریدا) جَاءَنِي القَومُ أَجمعُونَ اَكْتَعُونَ اَبْتَعُونَ اَبْصَعُونَ (میرے پاس پوری کی پوری قوم آئی)۔

مؤنث کی مثال جیسے اِشْتَرَيتُ الجَارِيَةَ جمعَاءَ كَتْعَاءَ بَتْعَاءَ بَصْعَاءَ (میں نے پوری کی پوری باندی خریدی) جَاءَتْنِي النِّسوَةُ جمعُ كُتَعُ بتَعُ بُصَعُ (میرے پاس ساری کی ساری عورتیں آئیں)

مصنفؒ کی بیان کردہ مثال جَاءَنِي القَومُ كُلُّهُمْ أَجمعُونَ اَكْتَعُونَ اَبْتَعُونَ اَبْصَعُونَ پر یہ اعتراض ہوتا ہے كُلُّهُمْ کو أَجمعُونَ وغیرہ کے ساتھ کیوں لائے، کسی بھی ایک سے تاکید کا لانا کافی تھا، دونوں کی کیا ضرورت تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر كُلُّهُمْ نہ لاتے تو سامع کو شبہ ہوسکتا تھا کہ پوری قوم نہیں آئی بلکہ

اکثر افراد آئے ہوں گے لیکن کُلُّهُمْ سے اکثر افراد کی نفی کر کے تمام افراد کو آنے میں شامل کر دیا، پھر اس کے بعد اجمعون وغیرہ کو اس لئے لائے کیونکہ سامع کو شبہ ہو سکتا تھا کہ قوم تو پوری آئی مگر ایک ساتھ نہیں آئی بلکہ یکے بعد دیگرے، سب علیحدہ علیحدہ آئے ہوں گے لہذا اجمعون وغیرہ لا کر اس شبہ کی نفی کر دی اور کہا کہ نہیں سب بیک وقت ایک ساتھ مل کر آئے۔

اب آگے مصنفؒ اپنی عبارت " پس بدون اَجمعُ نیا بد و مقدم بر اَجمعُ نباشد" سے یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اَكْتَعُ ، اَبْتَعُ ، اَبْصَعُ یہ تینوں اَجمعُ کے بغیر استعمال نہیں ہوتے اگر اَجْمَعُ عبارت میں ہوگا تو یہ تینوں آئیں گے ورنہ نہیں گویا یہ اَجمعُ کے تابع ہیں اور اسی طرح یہ اَجمعُ سے پہلے بھی نہیں آسکتے کیونکہ اَجمعُ متبوع ہے اور یہ اس کے تابع اور تابع بعد میں آتا ہے اس لئے یہ اس پر مقدم نہیں ہو سکتے۔

نوٹ: غلام کو پورا خریدنے کا مطلب یہ ہے کہ پہلے زمانہ میں یہ رواج تھا کہ دو آدمی مل کر آدھی آدھی قیمت دے کر ایک غلام خرید لیتے تھے اب غلام آدھا وقت ایک کی خدمت کرتا تھا اور آدھا وقت دوسرے کی، اس وجہ سے یہاں کہا گیا کہ میں نے پورا کا پورا غلام خریدا، یعنی اس میں کوئی دوسرا میرے ساتھ شریک نہیں ہے۔

سوال: کیا تاکید معنوی کے کلمات بغیر تاکید کے بھی استعمال ہوتے ہیں؟

جواب: جی ہاں: (۱) جب یہ بغیر اضافت کے ہوں تو بجاء تاکید کے حال واقع ہوتے ہیں جیسے: حَضَرَ الطُّلَّابُ جمیعًا (سبھی طلبہ حاضر ہوئے)۔

(۲) اسم ظاہر کی طرف مضاف ہوں تو ان پر تاکید کے احکام نافذ نہیں ہوتے ہیں، اس وقت ان کا اعراب عامل کے موافق ہوگا جیسے: حَضَرَ جمیعُ الاُسَاتِذَةِ، اَکْرَمْتُ کُلَّ زُمَلَائی : اَدرُسُ فِي نَفْسِ المدْرَسَةِ-

عبارت: سوم بدل واو تابعیت کہ مقصود بہ نسبت او باشد و بدل چہار قسم است: بدل الکل، و بدل الاشتمال،

وبدل الغلط، وبدل البعض، بدل الکل آنست کہ مدلولش مدلول مبدل منہ باشد چوں: جَاءَنِی زَیْدٌ اَخُوْكَ وبدل البعض اں ست کہ مدلولش خبر و مبدل منہ باشد چوں: ضرِبَ زَیْدٌ رَاْسَہٗ، وبدل الاشتمال آنست کہ مدلولش متعلق مبدل منہ باشد ہوں: چوں سُلِبَ زَیْدٌ ثَوْبُہٗ وبدل الغلط آنست کہ بعد از غلط بلفظے دیگر یاد کنند چوں: مَرَرْتُ بِرَجُلٍ حِمَارٍ.

ترجمہ: تیسرا تابع بدل ہے یہ ایسا تابع ہے جو اپنی نسبت میں مقصود ہوتا ہے، بدل کی چار قسمیں ہیں: (۱) بدل الکل (۲) بدل الاشتمال (۳) بدل الغلط (۴) بل البعض، بدل الکل وہ تابع ہے کہ اس کا مدلول مبدل منہ کا مدلول ہو جیسے: جَاءَنِی زَیْدٌ اَخُوْكَ (میرے پاس تیرا بھائی زید آیا)۔

بدل البعض وہ تابع ہے کہ اس کا مدلول مبدل منہ کا جزء ہو جیسے:: **ضُرِبَ زَیْدٌ رَاْسُہٗ** (زید کہ اس کے سر کی پٹائی کی گئی)۔

بدل الاشتمال وہ تابع ہے کہ اس کا مدلول مبدل منہ کا متعلق ہو جیسے: سُلِبَ زَیْدٌ ثَوْبُہٗ (زید کہ اس کا کپڑا چھینا گیا)۔

بدل الغلط وہ تابع ہے کہ جس کو غلطی کے بعد دوسرے لفظ سے یاد کریں جیسے: مَرَرْتُ بِرَجُلٍ حِمَارٍ (میں آدمی کے پاس سے گزرا نہیں گدھے کے پاس سے)۔

تشریح: توابع کی پانچ قسموں میں سے تیسری قسم تابع بدل ہے، تابع بدل ایسے تابع کا نام ہے کہ جو پہلے لفظ کے بعد میں ہو اور جس چیز کی نسبت پہلے لفظ کی طرف ہے اس نسبت سے وہ پہلا مقصود نہ ہو بلکہ یہ دوسرا کہ جس کا نام بدل ہے اس نسبت سے مقصود ہو دیکھنے میں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نسبت پہلے کی طرف ہو رہی ہے تو پہلا ہی مقصود ہوگا مگر واقعہ اس طرح ہے کہ پہلا تو ویسے ہی ذکر کر دیا جاتا ہے مقصود اس نسبت سے دوسرا ہی ہوتا ہے پہلے کو یعنی متبوع کو مبدل منہ کہتے ہیں اور دوسرے کو یعنی تابع کو بدل کہتے ہیں۔

بدل کی چار قسمیں ہیں اوّل بدل الکل، دوسرا بدل البعض، تیسرا بدل الاشتمال، چوتھا بدل الغلط۔

بدل الکل اس بدل کو کہتے ہیں کہ جو معنی اور مدلول اس کے مبدل منہ کا ہو بعینہ وہی معنی اور مدلول اس بدل کا ہو جیسے: جَاءَنِی زَیْدٌ اَخُوْكَ (میرے پاس تیرا بھائی زید آیا) تو جس ذات پر زید دلالت کرتا ہے بالکل اسی پر اَخُوْكَ دلالت کرتا ہے اس مثال میں زید مبدل منہ ہے اور اَخُوْكَ بدل ہے، دیکھو زید کی طرف نسبت جَاءَ کی ہو رہی ہے مقصود اس سے اَخُوْكَ ہے مطلب یہ ہوا کہ میرے پاس تیرا بھائی آیا، زید کا ذکر محض تمہیداً ہے۔

بدل البعض وہ بدل ہے کہ جس کے معنی اور مدلول مبدل منہ کے معنیٰ کا جزء ہو جیسے **ضُرِبَ زَیْدٌ رَأْسُهٗ** (زید کہ اس کے سر کی پٹائی کی گئی) دیکھو اس مثال میں زید مبدل منہ ہے اور رَأْسُهٗ میں رَأس بدل ہے زید کی دلالت تمام بدن پر ہے اور رَأْسُ کی دلالت صرف سر پر ہے اور سر زید کے معنی کا جزء ہے لہذا رَأس کی دلالت مبدل منہ کے جزء پر ہوئی اس وجہ سے اس کا نام بدل البعض ہوا۔

تیسرا بدل بدل الاشتمال ہے۔ بدل الاشتمال اس بدل کو کہتے ہیں کہ جس کا مدلول نہ تو مبدل منہ کے معنیٰ کا کل ہو اور نہ جزء ہو بلکہ مبدل منہ کے متعلقات اور حوائج زندگی سے ہو جیسے: سُلِبَ زَیْدٌ ثَوْبُهٗ (زید کہ اس کا کپڑا چھینا گیا) مقصد یہ ہے کہ زید خود نہیں چھینا گیا بلکہ اس کا کپڑا جو کہ اس کے متعلقات اور ضروریات تَسَتُّر تھا چھین لیا گیا۔

چوتھا بدل بدل الغلط ہے، بدل الغلط اُس صحیح اور درست لفظ کو کہتے ہیں کہ جو مبدل منہ سے غلط لفظ نکلے ہوئے کے بعد بولا جائے یعنی مبدل منہ غلط لفظ ہو اور بدل اس کا صحیح لفظ ہو کہ متکلم اس کو بولنا چاہتا تھا مگر غلطی سے اور نکل گیا ہو، پھر اس کے بعد صحیح لفظ سے اس کی اصلاح کر دی جیسے: مَرَرْتُ بِزَیْدٍ حِمَارٍ یعنی متکلم کہنا چاہتا ہے مَرَرْتُ بِحِمَارٍ یعنی میں گدھے کے ساتھ گزرا مگر زبان سے مَرَرْتُ بِزَیْدٍ نکل گیا اور زید کا زبان سے نکلنا غلط ہے تو پھر آگے حمارٍ کہہ کر اصلاح کر دی اس مثال میں مبدل منہ زید ہے اور حمارٍ بدل ہے۔

سوال: بدل بنانے کا کونسا طریقہ ہے؟

جواب: اصل یہ ہے کہ اسم سے اسم کو بدل بنایا جائے فعل سے فعل کو اور جملہ سے جملہ کو بدل بنایا جائے، جملہ کی مثال اَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْلَمُوْنَ اَمَدَّكُمْ بِاَنْعَامٍ وَّبَنِيْنَ ۞ (اور اس ذات سے ڈرو جس نے اُن چیزوں سے نواز کر تمہاری قوت میں اضافہ کیا ہے جو تم خود جانتے ہو اس نے تمہیں مویشیوں اور اولاد سے بھی نوازا ہے) بحوالہ آسان ترجمہ قرآن مفتی تقی عثمانی، لیکن کبھی مفرد سے بھی جملہ بدل واقع ہوتا ہے۔

سوال: بدل اسم ظاہر ہوتا ہے یا ضمیر؟

جواب: اسم ظاھر اور ضمیر دونوں بدل ہو سکتے ہیں، لیکن اس کی عقلاً چار صورتیں بنتی ہیں (۱) اسم ظاہر بدل واقع ہو اسم ظاھر سے۔

(۲) ضمیر بدل واقع ہو اسم ضمیر سے۔

(۳) ضمیر بدل واقع ہو اس ظاھر سے۔

(۴) اسم ظاھر بدل واقع ہو ضمیر سے جیسے: تَكُوْنُ لَنَا عِيْدً لِاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا۔ ان چار صورتوں میں دوسری اور تیسری صورت ناجائز ہے اور چوتھی صورت جائز ہے۔

سوال: بدل اور مبدل منہ پہچاننے کی علامت کیا ہے؟

جواب: اس کی کئی علامات ہیں: (۱) بظاھر لقب کے بعد نام ذکر ہو تو عام طور پر وہ بدل مبدل منہ بنتے ہیں جیسے قَالَ الشَّيْخُ الاِمَامُ الْأَجَلُّ الزَّاهِدُ اَبُوْالحسَنِ اَحْمَدُ۔

(۲) اسی طرح کسی چیز کی تعداد ذکر کرنے کے بعد اس کی تفصیل ہو تو تفصیل میں ہر ایک ماقبل سے بدل بن سکتا ہے جیسے: مِأَةُ عَامِلٍ لَفْظِيَّةٍ وَمَعْنَوِيَّةٍ۔

(۳) ھذا اسم اشارہ کے بعد معرف باللام ہو تو وہ صفت کی طرح بدل اور عطف بیان بھی ہو سکتا ہے جیسے: رَبِّ يَسِّرْ هٰذَا الْكِتَابَ عَلَيَّ۔

فائدہ: بدل اگر نکرہ اور مبدل منہ معرفہ ہو تو اس وقت بدل کی صفت لانا واجب ہے جیسے: بِالنَّاصِيَةِ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ یہاں نَاصِيَةٍ بدل ہے جس کی صفت كَاذِبَةٍ لائی گئی ہے۔

سوال: بدل کو کونسا اعراب ہوتا ہے؟

جواب: بدل کو تمام صورتوں میں مبدل منہ والا اعراب ہوتا ہے۔

سوال: بدل اور عطفِ بیان میں کونسا فرق ہے؟

جواب: (۱) عطفِ بیان میں متبوع مقصود ہے نہ کہ تابع جیسے: عَبْدُ اللّٰهِ بِنْ عُمَرَ بخلاف بدل کے کہ اس میں تابع مقصود ہے جیسے: جَاءَنِي زَيْدٌ اَخُوْكَ اس میں مقصود اَخُوْكَ ہے۔

(۲) عطفِ بیان کا علم ہونا ضروری ہے بخلاف بدل کے کہ وہ غیر علم بھی ہو سکتا ہے جیسے: جَاءَنِي زَيْدٌ اَخُوْكَ۔

(۳) عطفِ بیان کا اسم ظاہر ہونا ضروری ہے بخلاف بدل کے۔

عبارت: چہارم عطف بحرف واو تابعیت کہ مقصود باشد بہ نسبت بامتبوعش بعد از حرف عطف چوں: جَاءَنِي زَيْدٌ وَ عَمْرٌو وحرف عطف دہ است در فصل سوم یاد کنیم انشاءاللہ تعالیٰ واو را عطف نسق نیز گویند۔

ترجمہ: چوتھی قسم عطف بحرف ہے وہ ایسا تابع ہے کہ جو اپنے متبوع کی نسبت میں مقصود ہو اور حرف عطف کے بعد آئے جیسے: جَاءَنِي زَيْدٌ وَ عَمْرٌو (میرے پاس زید اور عمرو آیا) حروف عطف دس ہیں جنہیں ہم تیسری فصل میں ذکر کریں گے انشاءاللہ تعالیٰ، اس عطف کو عطف نسق بھی کہتے ہیں۔

تشریح: مصنفؒ یہاں پر تابع کی چوتھی قسم کو بیان فرماتے ہیں کہ تابع عطف بحرف ایسا تابع ہے کہ جو حرفِ عطف کے بعد ذکر کیا جائے اور جو نسبت اس کے متبوع کی طرف ہے اس نسبت میں دونوں برابر مقصود ہوں جیسے: جَاءَنِي زَيْدٌ وَ عَمْرٌو دیکھے اس مثال میں زید متبوع ہے واو حرفِ عطف ہے عَمْرٌو زید کا

تابع ہے، واوحرف عاطفہ کے واسطے کے ساتھ جَاءَ کی نسبت میں دونوں شریک ہے یعنی زید اور عمرو دونوں آئے، عطف بحرف کو عطف نسق بھی کہتے ہیں کیونکہ نسق کے معنی ترتیب کے ہیں اور بعض حروف عاطفہ میں ترتیب بھی ہے جیسے: جَاءَنِی زَیْدٌ فعَمْرٌو اس کا مطلب یہ ہے کہ پہلے زید آیا اور اس کے بعد فورا بغیر توقف کے عمرو آیا یعنی حرف فاء سے پہلے والا پہلے آیا اور حرف فاء کے بعد والا بعد میں آیا، دوسری مثال جیسے: جَاءَنِی زَیْدٌ ثُمَّ عَمْرٌو اس کا مطلب یہ ہے کہ زید پہلے آیا اور حرف ثم کے بعد والا کچھ وقت گزرنے کے بعد آیا بخلاف حرف واو کے کہ اس کے معطوف علیہ اور معطوف میں ترتیب نہیں جیسے: جَاءَنِی زَیْدٌ و عَمْرٌو اس کا مطلب یہ ہے کہ دونوں آئے چاہے عمرو پہلے آیا ہو یا زید پہلے آیا ہو، یہاں ترتیب ملحوظ نہیں، حروف عطف کل دس ہیں جن کا ذکر تیسری فصل کے آخر میں آئیگا انشاء اللہ تعالی۔

سوال: مصنفؒ کی ذکر کردہ تعریف سے کون کون سی قسمیں نکل گئی؟

جواب: مصنفؒ کی ذکر کردہ تعریف سے چار قسمیں نکل گئی (۱) صفت (۲) تاکید (۳) عطف بیان ان تینوں میں مقصود صرف متبوع ہوتا ہے جبکہ عطف بحرف میں دونوں مقصود ہوتے ہیں، نیز مذکورہ عبارت سے بدل بھی نکل گیا کیونکہ اس میں صرف تابع مقصود ہوتا ہے اس وجہ سے مصنفؒ کی یہ تعریف جامع و مانع ہے۔

سوال: حروف عاطفہ کی وجہ تسمیہ کیا ہے؟

جواب: حروف عاطفہ کو عاطفہ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ عطف کے معنی مائل ہونا ہے اور یہ حرف بھی اپنے مابعد کو اپنے ماقبل کے حکم کی طرف مائل کردیتے ہیں اسی وجہ سے اس کا نام حروف عاطفہ ہے۔

سوال: معطوف اور معطوف علیہ کے پہچان کی کیا علامت ہے؟

جواب: معطوف کی پہچان آسان ہے کہ وہ حرفِ عطف کے بعد ہوتا ہے البتہ معطوف علیہ کی پہچان ذرا مشکل ہے، اس کی علامت یہ ہے کہ اگر معطوف کو معطوف علیہ کی جگہ پر رکھ دیا جائے تو معنی میں کسی قسم کا

فساد نہ آئے تو یہ عطف صحیح ہوگا اور اس چیز کا معطوف علیہ بننا صحیح ہوگا جیسے: جَاءَنِي زَيْدٌ وعَمرٌو اس مثال جَاءَنِي عَمرٌو و زَيْدٌ کہنا بھی صحیح ہے۔

سوال: ایک معطوف علیہ کے کئی معطوف ہوسکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: جی ہاں! جس طرح ایک مبتداء کی کئی خبریں آسکتی ہیں، موصوف کی کئی صفتیں آسکتی ہیں، اسی طرح ایک معطوف علیہ کے کئی معطوف آسکتے ہیں جیسے:: جَاءَنِي زَيْدٌ وعَمرٌو ثُمَّ خَالِدٌ فبَكرٌ۔

(۱) نیز کلام میں دو یا زیادہ فعلوں یا اسموں کے درمیان واؤ آجائے تو بھی دوسرے فعلوں کا پہلے فعلوں پر عطف ہوگا۔

(۲) اسی طرح کلام کے اندر اسم موصول مکرر ہو اور درمیان میں واؤ وغیرہ آجائے تو دوسرے اسم موصول کا عطف پہلے اسم موصول پر ہوگا۔

(۳) اسی طرح اسم اشارہ مکرر ہو اور درمیان میں واؤ آجائے تو دوسرے اسم اشارہ کا عطف پہلے اسم اشارہ پر ہوگا جیسے۔أُولٰئِكَ عَلٰى هُدًى مِنْ رَبِّهِمْ وَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔

سوال: عطف صرف اسم ظاہر پر ہوتا ہے یا کسی ضمیر پر بھی ہوتا ہے؟

جواب: عطف میں اصل یہ ہے کہ عطف مفرد کا مفرد پر ہو اور فعل کا فعل پر جیسے: يَقْدُمُ قَوْمَهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ۔

(۲) اور اسم کا اسم پر، حرف کا حرف پر، جملہ کا جملہ پر، عطف ہو اور عامل کا عامل پر، معمول کا معمول پر۔

(۳) فعل کا اسم پر جبکہ مشابہ فی المعنیٰ ہو تو بھی عطف جائز ہے جیسے فَالْمُغِيْرَاتِ صُبْحًا فَاَثَرْنَ بِهِ نَقْعًا اور اسی کا عکس بھی جائز ہے۔

(۴) لیکن خبر کا انشاء پر اور اس کا عکس جمہور کے نزدیک ناجائز ہے، اگر کہیں اس طرح ہوگا تو تاویل کی جائیگی۔

(۵) اسی طرح ضمیر پر بھی عطف جائز ہے۔

(٦) لیکن جب ضمیر مرفوع متصل پر عطف کرنا ہو تو اس میں ضمیر متصل کا فاصلہ کرنا ضروری ہوگا جیسے: قُمْ اَنْتَ وَزَیْدٌ، قُمْتُمْ اَنْتُمْ و الزَّیْدُوْنَ۔

عبارت: پنجم عطف بیان واو تابعیست غیر صفت کہ متبوع را روشن گرداند چوں: اَقْسَمَ بِاللّٰہِ اَبُوْ حَفْصٍ عُمَرُ وقتیکہ بعلم مشہورتر باشد و جَاءَنِیْ زَیْدٌ اَبُوْ عَمْرٍو وقتیکہ کنیت مشہورتر باشد۔

ترجمہ: پانچواں تابع عطف بیان ہے، وہ ایسا تابع ہے کہ جو صفت کے علاوہ ہو (صفت نہ ہو) اور متبوع کو واضح کردے جیسے اَقْسَمَ بِاللّٰہِ اَبُوْ حَفْصٍ عُمَرُ (اللہ کی قسم کھائی ابو حفص عمر نے) اس وقت جب کہ علم مشہورتر ہو اور جَاءَنِیْ زَیْدٌ اَبُوْ عَمْرٍو (میرے پاس ابو عمرو زید آیا) جس وقت کہ کنیت زیادہ مشہور ہو۔

تشریح: مصنفؒ نے یہاں سے تابع کی پانچویں قسم کو بیان فرمارہے ہیں اور وہ عطف بیان ہے، عطف بیان وہ تابع ہے کہ اپنے متبوع کے حال کو روشن کرے۔

سوال: تابع صفت بھی اپنے متبوع کے حال کو روشن کرتی ہے پھر دونوں میں فرق کیا ہوا؟

جواب: دونوں میں فرق یہ ہے کہ تابع صفت میں صفت کا صیغہ اپنے متبوع کے حال کو روشن کرتا ہے اور عطف بیان میں صفت کا صیغہ نہیں ہوتا، عطف بیان میں تو اتنی بات ہوتی ہے کہ ایک شخص دو لفظوں سے پکارا جاتا ہے، دونوں لفظوں میں ایک بہت زیادہ مشہور ہوتا ہے اور ایک کم شہرت حاصل کرتا ہے، اب جس وقت اس شخص کو اس کے اس نام سے پکارا کہ جس سے اس کی شہرت نہیں تو آدمی اس کو بہت کم سمجھیں گے تو اس غیر مشہور لفظ کے آگے مشہور لفظ رکھ دیا جائے تاکہ وہ مشہور لفظ اس غیر مشہور لفظ کے معنی کو واضح کردے یہ حال ہے عطف بیان کا، مثلاً کسی نے کہا اَقْسَمَ بِاللّٰہِ اَبُوْ حَفْصٍ یعنی قسم کھائی ابو حفص نے تو لوگ اس کو نہ سمجھیں کہ ابو حفص کون ہے، ابو حفص کے معنی کو روشن اور واضح کرنے کے لئے عمر کو بڑھا دیا۔ اب

معلوم ہو گیا کہ ابو حفص کنیت حضرت عمرؓ کی ہے، ابو حفص سے حضرت عمرؓ مشہور نہیں، اپنے نام سے مشہور ہے، لہذا عمر ابو حفص کے لئے عطف بیان ہو جائیگا۔

دوسری مثال عطف بیان کی جَاءَنِی زَیْدٌ اَبُو عَمْرٍ یعنی آیا میرے پاس زید عمرو کا باپ اس مثال میں ابو عمرو زید کا عطف بیان ہے، زید کو اپنے نام سے شہرت نہیں بلکہ ابو عمرو سے زیادہ شہرت ہے اس وجہ سے زید کے معنی روشن اور واضح کرنے کو ابو عمرو کو زید کے آگے اضافہ کر دیا ہے، خلاصہ یہ ہوا کہ دو اسموں میں سے جونسا بھی زیادہ مشہور ہوگا وہ پہلے والے غیر مشہور لفظ کا عطف بیان ہوگا، یعنی جو شخص علم سے زیادہ مشہور ہو اور کنیت سے کم، تو کنیت کے لئے عَلَم عطف بیان ہوگا، اور جو شخص کنیت سے زیادہ مشہور ہو اور علم سے کم، تو علم کے لئے کنیت عطف بیان ہوگی۔

سوال: اَقْسَمَ بِاللّٰہِ اَبُو حَفْصٍ عُمَرُ اس شعر کا پس منظر کیا ہے؟

جواب: یہ پورا شعر اس طرح ہے،

اَقْسَمَ بِاللّٰہِ اَبُو حَفْصٍ عُمَرُ ۔۔ مَا مَسَّہٗ مِنْ نَصَبٍ وَّ لَا دَبَرٍ

اِغْفِرْ لَہٗ اَللّٰھُمَّ اِنْ کَانَ فَجَرُ ۔۔ اَللّٰھُمَّ صَدِّقٍ صَدِّق۔

ترجمہ: ابو حفص عمر نے اللہ کی قسم کھائی کہ اس اونٹنی کے نہ تو پیر میں سوراخ ہے اور نہ پیٹھ میں زخم، اے اللہ! تو ان کی مغفرت کر دے اگر انہوں نے جھوٹی قسم کھائی، اے اللہ! ان کو سچا کر سچا کر۔

جو ایک اعرابی نے کہا تھا جب وہ حضرت عمرؓ کے پاس حاضر ہو کر کہنے لگے کہ میرا مکان دور ہے میری اونٹنی کمزور ہو گئی ہے اس کی پیٹھ زخمی ہے پاؤں میں سوراخ ہیں اس لئے مجھے ایک اونٹنی عنایت فرمائیں تو مہربانی ہوگی، حضرت عمرؓ اس کے جواب میں قسم کھا کر فرمایا کہ تم جھوٹے ہو اور اسے اونٹنی دینے سے انکار کر دیا۔

اعرابی نے یہ جواب سن کر پتھریلی زمین پر اپنی اونٹنی کے پیچھے چلتے چلتے یہ شعر پڑھے۔ اتفاق سے حضرت

عمرؓ نے یہ شعر سن لیا اور فرمایا، اَللّٰھُمَّ صَدِّق صَدِّق اللہ اس اعرابی کو سچا کر لیں پس اس کی اونٹنی کو دیکھا تو اعرابی کو سچا پایا تو اس کو اونٹ اور زادِ راہ وغیرہ دے کر رخصت فرمایا۔

سوال: القاب کے بعد اگر علم آ جائے تو ترکیب کیسے ہوگی؟

جواب: اس صورت میں دو ترکیبیں ہوتی ہیں (۱) علم، لقب سے بدل الکل واقع ہوگا۔

(۲) علم، لقب سے عطف بیان واقع ہوگا جیسے: وَالصَّلٰوۃُ عَلٰی سَیِّدِ الاَنْبِیَاءِ مُحَمَّدٍ یعنی محمد سید الانبیاء سے بدل ہے یا عطف بیان۔

سوال: عطف بیان کی اپنے متبوع سے کتنی چیزوں میں موافقت ہوتی ہے؟

جواب: صفت کی طرح اس کی بھی اپنے متبوع سے دس چیزوں میں سے چار چیزوں میں موافقت ہوتی ہے۔

سوال: عطف بیان اور باقی توابع میں کونسا فرق ہے؟

جواب: عطف بیان اور صفت کے لئے اسم ہونا ضروری ہے، لیکن دوسرے توابع کیلئے یہ ضروری نہیں۔

سوال: اگر کہیں ان اسماء خمسہ (صفت، بدل، عطف بحرف وغیرہ) میں سے دو سے زیادہ جمع ہوں تو ترکیب کیسے ہوگی؟

جواب: اس صورت میں اوّل مبیّن اور باقی توابع عطف بیان ہونگے جیسے: قَالَ اَبُو القَاسِمِ مُحَمَّدُ بنُ عَبْدِ اللّٰہِ الرَّسُوْلُ الاُمِّیِ الھَاشِمِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ۔

فصل دوم

عبارت: فصل دوم: در بیان منصرف وغیر منصرف، منصرف آنست کہ ہیچ سبب از اسباب منع صرف در و نہ باشد، وغیر منصرف آنست کہ دو سبب از اسباب منع صرف در و باشد، و اسباب منع صرف نہ است عدل و وصف و معرفہ و عجمہ و جمع و ترکیب و وزن فعل و الف نون مزیدتان چنانچہ در عمر عدل ست و در ثُلٰثُ و مَثْلَثُ

صفت است وعدل ودر طلحة تانیث است وعلم ودر زینب تانیث معنوی است وعلم ودر حبلی تانیث است بالف مقصوره ودر حمرَ آءُ تانیث است بالف ممدوده واین مؤنث بجائی دوسبب است ودر ابراہیم عجمہ ست وعلم ودر مساجد و مصابیح جمع منتہی الجموع بجائی دوسبب است ودر بعلبکّ ترکیب ست و علم و در اَحمدُ وزن فعلست وعلم ودر سَکرَانُ الف نون زائدتان ست ووصف و در عثمان الف نون زائدتانست وعلم وتحقیق غیر منصرف از کتب دیگر معلوم شود۔

ترجمہ: دوسری فصل منصرف وغیر منصرف کے بیان میں، منصرف وہ اسم ہے جس میں اسباب منع صرف میں سے کوئی سبب نہ ہو۔ غیر منصرف: وہ اسم ہے جس میں اسباب منع صرف میں سے دو سبب موجود ہوں ،اسبابِ منع صرف نو ہیں: عدل، وصف، تانیث معرفہ، عجمہ، جمع، ترکیب، وزن فعل اور الف نون زائدتان جیسا کہ عمر میں عدل اور علم ہیں، ثُلٰثُ و مثلّثُ میں صفت و عدل ہیں، طلحة میں تانیث اور علم ہیں، زینب میں تانیث معنوی اور علم ہیں، حبلیٰ میں تانیث بالف مقصورہ ہے، حمرَ آءُ میں تانیث بالف ممدودہ ہے اور یہ مؤنث دو سبب کے قائم مقام ہیں، ابراہیم میں عجمہ اور علم ہیں، مساجد و مصابیح میں جمع منتہی الجموع ہے جو ایک سبب دو سبب کے قائم مقام ہے، بعلبکّ میں ترکیب اور علم ہے، اَحمدُ میں وزن فعل اور علم ہیں، سَکرَانُ میں الف نون زائدتان اور وصف ہیں، اور عثمان میں الف نون زائدتان اور علم ہیں، غیر منصرف کی تحقیق دیگر کتابوں سے معلوم ہو جائیگی۔

تشریح: مصنفؒ خاتمہ کی دوسری فصل میں منصرف اور غیر منصرف کو بیان فرما رہے ہیں، منصرف اور غیر مصنرف کا تھوڑا سا بیان اسم متمکن کی پانچویں قسم میں آچکا ہے، اس جگہ کچھ اور اضافہ کر کے بیان ہوگا، پوری تفصیل ان دونوں کی بڑی بڑی کتابوں میں آئیگی۔

(منصرف کی تعریف) منصرف اس اسم کو کہتے ہیں کہ جن میں دو سب اسبابِ منعِ صرف سے نہ ہوں۔

سوال: اسباب منع صرف کس کو کہتے ہیں؟

جواب: اسباب منع صرف ان سببوں کو کہتے ہیں کہ اسم معرب کو منصرف پڑھنے سے منع کریں۔
(غیر منصرف کی تعریف) غیر منصرف اس اسم کو کہتے ہیں کہ جس میں دوسبب اسباب منع صرف سے ہوں، اسباب منع صرف نو ہیں: اول عدل ہے، عدل مصدر ہے مجہول معنی میں معدول کے ہے۔
عدل کی تعریف: اسم معدول اس اسم کو کہیں گے کہ جو اپنی اصلی حالت چھوڑ کر دوسری حالت اختیار کرے۔ پہلی حالت کو معدول منہ کہتے ہیں اور وہ حالت کہ جس کو اختیار کیا ہے اس کو معدول کہتے ہے، عدل کی دو قسمیں ہیں ایک عدل تقدیری، دوسری عدل تحقیقی، عدل تقدیری اس کو کہتے ہیں کہ جس میں معدول عنہ محض فرضی اور مانی ہوئی ہو، غیر منصرف پڑھنے کے علاوہ معدول عنہ کے وجود پر اور کوئی دوسری دلیل نہ ہو۔ مثال اس اسم کی جس میں عدل تقدیری ہے جیسے: عُمَرُ اور زُفَرُ کہا جاتا ہے کہ عُمَرُ زُفَرُ میں عدل تقدیری ہے، عُمَرُ کی اصل عَامِرٌ بتائی جاتی ہے اور زُفَرُ کی اصل زَافِرٌ بتائی جاتی ہے، عَامِرٌ اپنی اصلی حالت کو چھوڑ کر عُمَرُ ہو گیا، عَامِرٌ معدول عنہ ہے اور عُمَرُ معدول ہے، زَافِرٌ اپنی اصلی حالت کو چھوڑ کر زُفَرُ ہو گیا، زَافِرٌ معدول عنہ ہے اور زُفَرُ معدول ہے، عدل حقیقی اس اسم معدول میں ہوگا کہ جس کے معدول عنہ کے وجود پر غیر منصرف پڑھنے کے علاوہ اور بھی کوئی دوسری دلیل ہو، مثال اسم معدول کی جس میں عدل تحقیقی ہے، جیسے: ثُلٰثَ اور مَثْلَثَ، ثُلٰثَ اور مَثْلَثَ کو غیر منصرف عدل اور وصف کی وجہ سے پڑھنا اس بات کی دلیل ہے کہ ان دونوں کی کوئی نہ کوئی معدول عنہ ضرور ہے، چنانچہ ثُلٰثُ کے معنی ہے تین تین، مَثْلَثُ کے معنی بھی تین تین، قاعدہ یہ ہے کہ ایک لفظ کا ایک ہی معنی ہوگا اور یہاں معنی دو ہیں اور لفظ ایک ہے اور ایک لفظ کے دو معنی ہوتے ہیں تو اس قاعدہ سے معلوم ہوا کہ اس موقع پر لفظ بھی دو تھے یعنی ثَلٰثَ ثَلٰثَ پہلا تین، پہلے ثَلٰثَ کا ترجمہ ہے اور دوسرا تین دوسرے ثَلٰث کا ترجمہ ہے یہی بیان ہے مَثْلَثَ کے اندر تو معلوم ہوا کہ ثُلٰثَ کی اصل ثَلٰثَ ثَلٰثَ تھی ثُلٰثَ نے یہ شکل چھوڑ کر دوسری اختیار کرلی بجائے دو دفعہ کے ایک دفعہ ہو گیا، دو دفعہ ہونے کو معدول عنہ کہتے ہیں اور ایک دفعہ ہو جانے کو معدول کہتے

ہیں۔

خلاصہ یہ ہوا کہ ثُلٰثَ ثُلٰثَ مَثْلَثَ مَثْلَثَ معدول عنہ ہے اور اکیلا ثُلٰثَ اور اکیلا مَثْلَثَ معدول ہے۔

دوسرا سبب اسباب منع صرف میں سے وصف ہے، وصف نام ہے ایسے اسم کا جو کسی ذات کے احوال اور صفات سے کسی خاص حالت اور صفت پر دلالت کرے، یعنی وہ ذات جو اپنی صفات میں سے بعض صفت کے ساتھ ملحوظ ہو لیکن غیر منصرف کا ہر سبب وصف نہیں ہوتا بلکہ وہ وصف غیر منصرف کا سبب ہوتا ہے کہ اصل وضع میں وصف ہو، اگر کسی اسم کو استعمال میں وصفیت عارض ہوگئی تو یہ وصف عارضی اسباب منع صرف سے نہ ہوگا۔

تیسرا سبب اسباب منع صرف میں سے تانیث ہے، تانیث کی دو قسمیں ہیں ایک تانیث لفظی، دوسری تانیث معنوی، تانیث لفظی تانیث بالتاء کو کہتے ہیں: جیسے طَلْحَۃُ تانیث لفظی اس وقت اسباب منع صرف میں سے ہوگی جبکہ وہ اسم کہ جس میں تانیث بالتاء ہے وہ کسی شخص کا علم ہو جیسے: طَلْحَۃُ طلحہ نام ہے کسی خاص شخص کا اور تانیث لفظی اس میں تاء ہے، تانیث معنوی وہ کہلاتی ہے کہ لفظوں میں نہ ہو اور وہ کلمہ کسی مؤنث ذات کا علم ہو جیسے: زَیْنَبَ زینب نام ہے عورت کا اس میں ایک علم ہے اور ایک تانیث معنوی، تانیث معنوی کے لئے علم ہونا ضروری نہیں، ضروری چیز تانیث معنوی کے لئے غیر منصرف کا سبب ہونے کے لئے یہ ہے کہ وہ کلمہ جس میں تانیث معنوی ہے تین حرفوں سے زائد والا ہو جیسے زَیْنَبَ اس میں چار حرف ہیں اور اگر تین حرف ہوں تو پھر شرط غیر منصرف کا سبب ہونیکی یہ ہے کہ بیچ والا حرف متحرک ہو ساکن نہ ہو جیسے، سَقَرَ اگر بیچ والا حرف ساکن ہو تو پھر شرط غیر منصرف ہونیکی یہ ہے کہ وہ کلمہ عربی نہ ہو عجمی ہو جیسے: ماہ، جور۔

چوتھا سبب اسباب منع صرف میں سے معرفہ ہے، معرفہ کی سات قسمیں ہے ان میں سے صرف ایک قسم معرفہ کی جو علمیت میں پائی جاتی ہے غیر منصرف کا سبب ہوگی اور بس۔

پانچواں سبب اسباب منع صرف میں سے عجمہ ہے، عرب کے علاوہ سب عجم ہے، عجمہ اس وقت غیر منصرف

کا سبب بنے گا جبکہ وہ عربی زبان میں علم ہو۔
چھٹا سبب اسباب منع صرف میں سے جمع ہے لیکن ہر جمع نہیں، بلکہ وہ جمع جو کہ جمع منتہي الجموع کے وزن پر ہو، جمع منتہی الجموع کے دو وزن ہیں ایک مَفَاعِلُ اور دوسرا مَفَاعِيْلُ جیسے مَسَاجِدُ بروزن مَفَاعِلُ اور جیسے مَصَابِيْحُ بروزن مَفَاعِيْلُ۔
ساتواں سبب اسباب منع صرف میں سے ترکیب ہے، ترکیب کے لئے غیر منصرف کا سبب ہونیکی شرط یہ ہے کہ یہ ترکیب کسی کا علم ہو۔
آٹھواں سبب اسباب منع صرف میں سے وزن فعل ہے، یعنی اسم کا فعل کے وزن پر پایا جانا۔
نواں سبب اسباب منع صرف میں سے الف نون زائدتان ہے، یعنی وہ اسم کہ جس کے اخیر میں الف ونون زیادہ کر دیئے گئے ہوں اصلی نہ ہوں، جس اسم میں الف ونون زائد ہوں وہ اسم اس وقت غیر منصرف کا سبب ہوگا جبکہ وہ کسی شخص کا علم ہو جیسے عِمرَانَ میں ایک سبب عدل ہے اور ایک علم ہے، ثُلٰثَ مَثْلَثَ میں ایک سبب وصف ہے ایک عدل، طَلْحَةَ میں ایک سبب تانیث لفظی ہے، اور دوسرا علم ہے، زَيْنَبَ میں ایک سبب تانیث معنوی ہے اور دوسرا علم، حُبلٰی میں ایک مقصورہ ہے جو دوسببوں کے قائم مقام ہے، حمرَاءُ میں الف ممدودہ ہے جو دوسببوں کے قائم مقام ہے، اِبرَاهِيمَ میں ایک سبب عجمہ ہے اور دوسرا علم ہے، مَسَاجِدُ میں جمع منتہی الجموع ہے جو دو سببوں کے قائم مقام ہے وقس علی هذا مَصَابِيحُ، بَعلَبَک میں ترکیب ہے اور دوسرا سبب علم ہے، اَحمَدُ میں ایک سبب وزن فعل ہے اور دوسرا سبب علم ہے، سَکرَانَ میں ایک سبب الف ونون زائدتان ہے اور دوسرا سبب وصف ہے کیونکہ سَکرَانَ ایسے مرد کو کہتے ہیں جو نشہ والا ہو، عُثمانَ میں ایک سبب الف ونون زائدتان ہے اور دوسرا سبب علم ہے۔۔

فصل سوم

عبارت: فصل سوم در حروف غیر عاملہ وآن سانزدہ قسم ست، اول حروف تنبیہ وآن سہ است اَلَا و اَمَا و ھَا

-

ترجمہ: تیسری فصل حروف غیر عاملہ کے بیان میں اس کی سولہ قسمیں ہیں، پہلی قسم: حروف تنبیہ یہ تین ہیں (۱) اَلَا (۲) أَمَا (۳) هَا-

تشریح: مصنفؒ نے یہاں سے حروف غیر عاملہ کو بیان فرما رہے ہیں یہ وہ حروف ہیں جو لفظوں میں کچھ عمل نہیں کرتے اور ان حروف عاملہ کا بیان سولہ قسموں میں ہوگا۔

پہلی قسم حروف غیر عاملہ کی وہ حروف ہیں جو آگاہ اور ہوشیار کرنے کو آتے ہیں اور ایسے حروف تین ہیں (۱) اَلَا (۲) أَمَا (۳) هَا اور ان کا ترجمہ آگاہ رہو، خبردار ہو جاؤ جیسے: کلمات سے کیا جاتا ہے اور یہ حروف جملہ اسملیہ وفعلیہ دونوں پر داخل ہوتے ہیں تاکہ مخاطب کو متنبہ کیا جائے، جملہ اسمیہ پر دخول کی مثالیں جیسے: اَلَا زَیْدٌ قَائِمٌ، اَمَا زَیدٌ قَائِمٌ، هَا زَیْدٌ قَائِمٌ سب کا ترجمہ ایک ہے، آگاہ رہو کہ زید کھڑا ہے، جملہ فعلیہ پر دخول کی مثالیں جیسے: اَلَا قَامَ زَیْدٌ، أَمَا قَامَ زَیْدٌ، هَا قَامَ زَیْدٌ سب کا ترجمہ ایک ہی ہے متنبہ رہو کہ زید کھڑا ہوا، پس ان تمام مثالوں کے شروع میں حروف غیر عاملہ ہیں جنہوں نے کچھ عمل نہیں کیا۔

سوال: حروف تنبیہ کا آپس میں کونسا فرق ہے؟

جواب: اَلَا، اَمَا صرف جملہ پر داخل ہوتے ہیں مفرد پر نہیں آتے، البتہ هَا یہ جملہ اسمیہ اور مفرد دونوں پر آتا ہے لیکن یہ ہر مفرد پر نہیں آتا، بلکہ اسم اشارہ کے شروع میں آتا ہے جیسے: هٰذَا، هٰذَانِ، یا منادی معرف باللام کے شروع میں آتا ہے جیسے: یَا یُّهَا الرَّجُلُ، یا ضمیر مرفوع متصل کے شروع میں آتا ہے جیسے: هَا اَنْتُمْ اُوْلَاءِ-

سوال: کیا لفظ اَلَّا فقط تنبیہ کے لئے آتا ہے؟

جواب: یہ تنبیہ کے علاوہ بھی چند معانی کے لئے آتا ہے جیسے: تمنی، توبیخ، استفہامِ انکاری، عرض اور تحضیض وغیرہ۔

عبارت: دوم حروف ایجاب وآں شش است، نَعَمْ، و بَلٰی، و اَجَلْ و إِی و جَیْرِ و اِنَّ۔

ترجمہ: دوسری قسم: حروف ایجاب، یہ چھ ہیں: (۱) نَعَمْ (۲) بلی (۳) أجل (۴) إِیْ (۵) جَیرِ (۶) اِنّ۔۔

تشریح: دوسری قسم حروف غیر عاملہ کی حروف ایجاب ہیں، ایجاب وہ حروف جو جواب کیلئے آتے ہیں ایسے حروف چھ ہیں اوران حروف ستہ میں سے نعم خواہ کلام انشائیہ ہو، یا خبریہ، مثبت ہو یا منفی، سب کے جواب میں آتا ہے، کلام انشائیہ مثبت کی مثال جیسے: اَجَاءَ زَیْدٌ؟ کیا زید آیا، اس کے جواب میں آئیگا: نَعَمْ جَاءَ زَیْدٌ ہاں زید آیا، کلام انشائیہ منفی کی مثال جیسے: اَما جَاءَ زَیْدٌ، کیا زید نہیں آیا جواب ہوگا نعم مَا جَاءَ زَیْدٌ جی ہاں! زید نہیں آیا، کلام خبریہ مثبت کی مثال جیسے: قَامَ زَیْدٌ؟ زید کھڑا ہے جواب ہوگا نَعَمْ قَامَ زَیْدٌ ہاں! زید کھڑا ہے، کلام خبریہ منفی کی مثال جیسے: مَا قَامَ زَیْدٌ؟ زید کھڑا نہیں ہے؟ اس کا جواب ہوگا نَعَمْ مَا قَامَ زَیْدٌ جی ہاں! زید نہیں کھڑا ہے بَلٰی یہ کلام منفی کے اثبات کے لئے آتا ہے جیسے: اللہ تعالی کا قول اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ؟ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں، جواب ہوگا قَالُوْا بَلٰی انہوں نے کہا کیوں نہیں (یعنی بیشک آپ ہمارے رب ہیں) اِیْ کلام سابق کو ثابت کرنیکے کے لئے استفہام کے جواب میں آتا ہے اور اس کے پہلے قسم کا لانا لازم ہے جیسے: أَجَاءَ زَیْدٌ؟ کیا زید آیا؟ جواب ہوگا اِیْ واللّٰہ جَاءَ زَیْدٌ، جی ہاں! اللہ کی قسم زید آیا ہے۔

باقی تین حروف اَجَلْ، جَیْرِ، اِنَّ خبر کی تصدیق کے لئے آتے ہیں خواہ خبر مثبت ہو یا منفی ہو جیسے: قَدْ جَاءَ زَیْدٌ تحقیق کہ زید آیا ہے جواب میں اس خبر کی تصدیق کے لئے آئے گا، اَجَلْ قَدْ جَاءَ زَیْدٌ جَیرِ قَدْ جَاءَ زَیْدٌ، اِنَّ قَدْ جَاءَ زَیْدٌ سب کا ترجمہ ہوگا، جی ہاں! زید آیا ہے اور خبر کے منفی ہونے کی مثال جیسے: لم یَاتِكَ زَیْدٌ، زید تیرے پاس نہیں آیا اس کا جواب ہوگا اَجَلْ مَا جَاءَ عِنْدِی زَیْدٌ، جَیرِ مَا جَاءَ عِنْدِی زَیْدٌ، اِنَّ مَا جَاءَ عِنْدِی زَیْدٌ سب کا ترجمہ ہوگا جی ہاں! میرے پاس زید نہیں آیا۔ مگر ہاں اِنَّ کا

استعمال بہت قلیل ہے۔

عبارت: سوم حروف تفسیر و آں دو است اَیْ و اَنْ کقوله تعالیٰ نَادَیْنَاهُ أَنْ یَا إِبْرَاهِیمُ۔

ترجمہ: تیسری قسم حروف تفسیر یہ دو ہیں اَیْ اور اَنْ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے وَنَادَیْنَاهُ أَنْ یَا إِبْرَاهِیمُ (ہم نے پکارا ان کو یعنی اے! ابراہیم علیہ السلام)

تشریح: تیسری قسم ان حروف کی جو عمل نہیں کرتے حروف تفسیر ہیں ایک اَیْ ہے دوسرا اَنْ ہے، زیادہ تر تفسیر کے لئے اَیْ ہے، اَنْ کا استعمال کم ہے، اَیْ کی مثال جیسے: جَاءَ زَیْدٌ اَیْ اَبُو عَبْدُ اللّٰهِ (زید آیا معنی عبداللہ کا باپ) زید غیر مشہور ہونیکی وجہ سے متعین نہیں ہو رہا تھا جس کی وجہ سے اس میں ابہام اور پوشیدگی تھی اَیْ نے آکر اس کی تفسیر کردی کہ زید سے مراد ابوعبداللہ ہے، اَنْ کی مثال جیسے: وَنَادَیْنَاهُ أَنْ یَا إِبْرَاهِیمُ (ہم نے اس کو پکارا یہ کہ اے ابراہیم) یہاں پہلے جملہ میں (ہُ) ضمیر میں جو پوشیدگی تھی اس کی ان نے تفسیر کردی یعنی (ہُ) سے مراد حضرت ابراہیم علیٰ نبینا علیہ الصلوۃ والسلام ہیں معلوم ہونا چاہئے کہ اَنْ ہر کسی کی تفسیر نہیں کرتا برخلاف اَیْ کے کہ وہ کہیں بھی آجاتا ہے، کسی بھی لفظ کی تفسیر کردیتا ہے مگر اَنْ کے لئے شرط یہ ہے کہ اس کا مُفَسَّرْ عین قول یا غیر قول نہ ہو بلکہ معنیٰ قول ہو، عین قول کا مطلب یہ ہے کہ جو فعل بھی لفظ قول سے مشتق ہوگا اس کے بعد اس کی تفسیر کے لئے اَنْ نہیں آئیگا جیسے: قُلْتُ اَنْ اِئْتِ (میں نے کہا یہ کہ تو آ) یہ کہنا غلط ہے کیونکہ یہاں مُفَسَّرْ عین قول ہے اور اسی طرح اس کا مفسّر غیر قول بھی نہ ہو یعنی لفظ قول کے علاوہ بھی نہ ہو جیسے: ذَهَبْتُ اَنْ اَلْعَبُ (میں گیا یہ کہ میں کھیلوں) یہ بھی غلط ہے کہ اَنْ سے پہلا جملہ یعنی مُفَسَّرْ غیر قول ہے، البتہ معنیٰ قول ہو جیسے: مَا قُلْتُ لَهُ اِلَّا مَا اَمَرْتَنِی اَنِ اعْبُدُ اللّٰهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ (میں نے کچھ نہیں کہا اس کو مگر جو تو نے مجھ کو حکم دیا یہ کہ تم بندگی کرو اللہ کی جو میرا اور تمہارا رب ہے) یہاں اَمَرْتَنِی کی اَنْ کے ذریعہ تفسیر کی گئی ہے اور اَمَرَ نہ تو عین قول ہے یعنی قول مصدر سے مشتق نہیں اور نہ غیر قول ہے بلکہ معنیٰ قول ہے کیونکہ، اَمَرَ کے معنی حکم دینا اور حکم بھی زبان سے دیا جاتا ہے اور کہنا

بھی زبان سے ہوتا ہے اس لئے یہ معنی قول ہے یعنی قول تو نہیں مگر قول کے حکم اور معنی میں ہے۔

عبارت: چہارم حروف مصدر و آں سہ است مَا و اَنْ و اَنَّ، مَا و اَنْ در فعل روند تا فعل بمعنی مصدر باشد۔

ترجمہ: چوتھی قسم حروف مصدر یہ، یہ تین ہیں: مَا، اَنْ و اَنَّ پس مَا اور اَنْ فعل پر داخل۔ ہوتے ہیں تا کہ فعل مصدر کے معنی میں ہو جائے۔

تشریح: چوتھی قسم ان حروف کی جو عمل نہیں کرتے حروف مصدر یہ ہے اور حروف مصدر یہ تین ہیں (۱) مَا (۲) اَنْ (۳) اَنَّ اُن میں مَا اور اَنْ فعل پر داخل ہوتے ہیں اور اس کو مصدر کے معنی میں کر دیتے ہیں جیسے: وَضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ اَیْ بِرُحْبَتِهَا (زمین ان پر تنگ ہوگئی باوجود کشادہ ہونے کے) یہاں مَا مصدر یہ نے فعل رَحُبَتْ کو مصدر رُحْبَۃً کے معنی میں کر دیا، اَنْ کی مثال جیسے: أَعْجَبَنِي أَنْ خَرَجْتَ (تیرا نکلنا مجھ کو پسند آیا) یہاں لفظ اَنْ نے خَرَجْتَ فعل کو خُرُوْجًا مصدر کے معنی میں کر دیا یعنی اَعْجَبَنِي خُرُوْجُكَ اور اَنَّ صرف اسم پر داخل ہوتا ہے جیسے اَعْجَبَنِي اَنَّکَ قَائِمٌ (مجھے تیرا کھڑا ہونا پسند آیا) یہاں اَنَّ نے قَائِمٌ کو قیام مصدر کے معنی میں کر دیا ہے یعنی اَعْجَبَنِي قِيَامُكَ۔ لیکن کبھی کبھی اَنَّ پر ماکافہ بھی داخل ہوتا ہے اس وقت اَنَّ اسم اور فعل دونوں پر داخل ہوتا ہے جیسے: اَعْجَبَنِي اَنَّمَا قَائِمٌ (مجھے تیرا کھڑا ہونا پسند آیا) اور فعل کی مثال جیسے: اَعْجَبَنِي اَنَّمَا قُمْتَ (مجھے تیرا کھڑا رہنا پسند آیا)۔

عبارت: پنج حروف تحضیض و آں چہار است اَلَّا و ھَلَّا و لَوْلَا و لَوْمَا۔

ترجمہ: پانچویں قسم حروف تحضیض ہے اور یہ چار ہیں اَلَّا و ھَلَّا و لَوْلَا و لَوْمَا۔

تشریح: پانچویں قسم حروف غیر عاملہ کی حروف تحضیض ہیں یہ حروف مخاطب کو کسی کام پر ابھارنے کے لئے لائے جاتے ہیں اور فعل پر داخل ہوتے ہیں اور یہ چار حروف ہیں (۱) اَلَّا (۲) ھَلَّا (۳) لَوْلَا (۴) لَوْمَا اگر فعل ماضی پر داخل ہو تو تین معنی دیتے ہیں (۱) توبیخ یعنی جھڑکنا (۲) تندیم یعنی عار دلانا (۳)

تحضیض یعنی ابھارنا جیسے : اَلَّا ضَرَبْتَ زَیْدًا (تو نے زید کو کیوں نہیں مارا) هَلَّا اَکْرَمْتَ زَیْدًا (تو نے زید کا اکرام کیوں نہیں کیا) لَوْلَا جِئْتَنِی (تو میرے پاس کیوں نہیں آیا) لَوْمَا اَکَلْتَ السَّمَكَ (تو نے مچھلی کیوں نہیں کھائی) اور اگر یہ حروف فعل مضارع پر داخل ہوں تو ترغیب کے معنی دیتے ہیں جیسے : اَلَّا تُطَالِعُ الْکُتُبَ فَتَکُوْنَ عَالِمًا (تو کتابوں کا مطالعہ کیوں نہیں کرتا تا کہ تو عالم بن جائے ، هَلَّا تَجْتَهِدُ فَتَکُوْنَ فَائِزًا (تو محنت کیوں نہیں کرتا تا کہ تو پاس ہو جائے) لَوْلَا تَحْفِظُ الْقُرْآنَ فَتَکُوْنَ حَافِظًا (تو قرآن کیوں یاد نہیں کرتا تا کہ تو حافظ بن جائے) لَوْمَا تَتَعَلَّمُ فَتَکُوْنَ مُعَلِّمًا (تو علم کیوں نہیں سیکھتا تا کہ تو معلم بن جائے)۔

عبارت : ششم حروف توقع و آں قَدْ است برائے تحقیق در ماضی و برائے تقریب ماضی بحال و در مضارع برائے تقلیل۔

ترجمہ : چھٹی قسم حروف توقع ہے اور یہ قَدْ ہے فعل ماضی میں تحقیق کے لئے ہے اور فعل ماضی کو حال سے قریب کر دیتا ہے اور فعل مضارع میں تقلیل کے واسطے آتا ہے۔

تشریح : چھٹی قسم ان حروف کی جو عمل نہیں کرتے ہیں حروف توقع ہے اور یہ صرف ایک حروف ہے " قَدْ " ۔ یہ ہمیشہ فعل پر داخل ہوتا ہے ، پس اگر یہ حرف فعل ماضی پر داخل ہو تو تین معنی دیتا ہے (۱) تحقیق جیسے : قَدْ ضَرَبَ زَیْدٌ (تحقیق کہ زید نے مارا) (۲) تقریب یعنی ماضی کو حال کے قریب کر دیتا ہے جیسے : قَدْ رَکِبَ الْأَمِیْرُ (قریب ہی زمانے میں امیر سوار ہوا ہے) (۳) توقع یعنی امید کا معنی دیتا ہے جیسے : قَدْ سَافَرَ زَیْدٌ (امید ہے کہ زید نے سفر کیا) اگر یہ حرف فعل مضارع پر داخل ہو تو دو معنی دیتا ہے بشرطیکہ فعل مضارع حروف ناصب و جازم اور سین اور سوف سے خالی ہو (۱) تقلیل کے معنی دیتا ہے جیسے : قَدْ یَصْدُقُ الْکَذُوْبُ (کبھی کبھی جھوٹا آدمی بھی سچ بول جاتا ہے) (۲) تحقیق کے معنی دیتا ہے جیسے : قَدْ یَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِیْنَ مِنْکُمْ (تحقیق کہ اللہ تعالیٰ تم میں سے رکاوٹ ڈالنے والوں کو جانتا ہے) اور اسی طرح قَدْ

نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِی السَّمَاءِ (تحقیق کہ ہم تمہارے چہرے کا آسمان کی طرف بار بار اٹھنا دیکھ رہے ہیں۔

عبارت۔ ہفتم حروف استفہام وآں سہ است مَا و ہمزہ و ھَل۔

ترجمہ: ساتویں قسم حروف استفہام یہ تین ہیں مَا و ہمزہ و ھَل

تشریح: ساتویں قسم حروف غیر عاملہ کی حروف استفہام ہیں اور یہ تین حرف ہیں ایک مَا دوسرا ہمزہ تیسرا ھَلْ ہے، یہ تینوں حروف کلام کے شروع اور اول میں آتے ہیں وسط اور اخیر میں نہیں آتے، جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں، جملہ فعلیہ پر بھی داخل ہوتے ہیں۔

جملہ اسمیہ کی مثالیں جیسے مَا اسْمُكَ (تیرا نام کیا ہے؟) أَزَيْدٌ قَائِمٌ (کیا زید کھڑا ہے؟) ھَلْ زَيْدٌ قَائِمٌ) کیا زید کھڑا ہے؟) جملہ فعلیہ کی مثالیں جیسے: مَا قَالَ زَيْدٌ (زید نے کیا کہا؟) أَقَامَ زَيْدٌ (کیا زید کھڑا ہوا ؟) ھَلْ قَامَ زَيْدٌ (کیا زید کھڑا ہوا؟) لفظ ھَلْ استفہام کے علاوہ "قَدْ" یعنی تحقیق کے معنی بھی دیتا ہے جیسا کہ اللہ تعالی کا قول ہے ھَلْ أَتٰی عَلَی الْاِنْسَانِ حِینٌ مِّنَ الدَّھْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَذْكُوْرًا (تحقیق کہ انسان پر زمانہ میں سے ایک ایسا وقت بھی آچکا ہے کہ جب وہ کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا) یہاں لفظ ھَلْ قَدْ کے معنی میں ہے۔

عبارت: ہشتم حرف ردع وآں كَلَّا است بمعنی گردانیدن وبمعنی حقا نیز آمدہ است چوں: كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ۔

ترجمہ: آٹھویں قسم حرف ردع یہ كَلَّا ہے جو کہ جھڑکنا اور روکنے کے معنی میں ہے جیسے كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ (تحقیق کہ تم اس کو جان لوگے)

تشریح: آٹھویں قسم حروف غیر عاملہ کی حرف ردع ہے ردع کے لغوی معنی جھڑکنا، اور حرف ردع كَلَّا ہے جو تین معنی کے لئے آتا ہے (۱) مضمون سابق سے روکنے اور جھڑکنے کے لئے جیسے کسی نے کہا زَيْدٌ

يُبْغِضُكَ (زید آپ سے بغض رکھتا ہے تو آپ نے جواب میں کہا کَلَّا (ہرگز نہیں)۔

(۲) مضمون جملہ کی تحقیق کے لئے جیسے: كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ (تحقیق کہ تم اس کو جان لوگے)۔

(۳) کبھی کسی چیز کی عدم قبولیت کے لیے آتا ہے جیسے کوئی کہے: اِفْعَلْ كَذَا (ایسا کرو) تو آپ کہے کَلَّا (ہرگز نہیں) کَلَّا کے بارے میں اختلاف ہے چنانچہ ہمارے مصنف کے نزدیک یہ حرف ہے کیونکہ آپ نے اس کو حروف غیر عاملہ میں بیان کیا ہے، اور پھر مبنی اصل ہونیکی وجہ سے وہ مبنی ہے، بعض حضرات کا قول یہ ہے کہ وہ اسم ہے پس اگر اسم مانیں تو حرف سے لفظی طور پر مشابہت ہونیکی وجہ سے مبنی ہے البتہ پہلا قول ہی راجح ہے۔

عبارت: نہم تنوین وآں پنج است. تمکن چوں زَیْدٌ وتنکیر چوں صَهٍ ای اُسْكُتْ سُكُوْتًا مَّا فِي وَقْتٍ مَّا اِمَّا صَهْ بغیر تنوین فمعناہ اُسْكُتِ السُّكُوْتَ الْآنَ وعوض چوں يَوْمَئِذٍ ومقابلہ چوں مُسْلِمَاتٍ وترنم در آخر ابیات باشد شعر: أَقِلِّي اللَّوْمَ عَاذِلَ وَالْعِتَابَنْ وَقُوْلِي إِنْ أَصَبْتُ لَقَدْ أَصَابَنْ۔ وتنوین ترنم در اسم وفعل وحرف رود اما چہار اوّلین خاص است باسم۔

ترجمہ: نویں قسم تنوین ہے یہ پانچ ہیں (۱) تنوین تمکن جیسے: زَيْدٌ (۲) تنوین تنکیر جیسے صَهٍ ای اُسْكُتْ سُكُوْتًا مَّا فِي وَقْتٍ (کسی بھی وقت خاموش ہوجا) رہا صہ بغیر تنوین کے تو اسکے معنی اُسْكُتِ السُّكُوْتَ الْآنَ ہیں (تو اب چپ ہوجا) (۳) تنوین عوض يَوْمَئِذٍ (۴) تنوین مقابلہ جیسے مُسْلِمَاتٍ (۵) تنوین ترنم وہ اشعار کے آخر میں ہوتی ہے جیسے شعر

اَقِلِّي اللَّوْمَ عَاذِلَ وَالْعِتَابَنْ ۔۔ وَقُوْلِي إِنْ أَصَبْتُ لَقَدْ أَصَابَنْ

ترجمہ: (اے محبوبہ تو ملامت کرنے اور عتاب کرنے کو کم کر اور تو کہہ اگر میں درست کام کروں کہ اس نے درست کام کیا) یہ تنوین ترنم اسم فعل اور حرف میں سے ہر ایک پر آتی ہے، رہی شروع کی چار تنوین تو وہ اسم کے ساتھ خاص ہیں۔

تشریح: نویں قسم حروف غیر عاملہ کی تنوین ہے تنوین درحقیقت نون ساکن کو کہتے ہیں اگر چہ کہنے میں دو حرکتیں ہوتی ہیں مگر واقع میں حرف ہے اس کے حرف ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اس تنوین کے بعد اگر کوئی ساکن ہے تو اس تنوین کو کسرہ کی حرکت دے کر اگلے ساکن سے ملا دیتے ہیں جیسے خَیرانِ الوَصِیَّۃِ دیکھوں اس مثال میں کہ اول تنوین ہے اسکے آگے لام ساکن ہے تو اس فتح کی تنوین کو کسرہ دیکر ایسے پڑھیں گے خَیرانِ الوَصِیَّۃِ اس سے صاف ظاہر ہے کہ تنوین حرف ہے ورنہ حرکت پر تو حرکت نہیں آتی حرکت تو حرف پر ہی آتی ہے۔

تنوین کے لغوی معنی نون کو داخل کرنا اصطلاح میں تنوین اس نون ساکن کو کہتے ہے جو کلمہ کے آخر میں دو زبر دو زیر دو پیش کو ادا کرنے سے بولنے میں آتی ہے اور لکھی نہیں جاتی اور نہ ہی وہ فعل کی تاکید کے لئے آتی ہے اس تعریف میں مذکورہ قید "فعل کی تاکید کے لئے نہ آتی ہوسے نون خفیفہ نکل گیا اور دوسری قید "لکھی ہوئی نہ ہو" سے لَدُن لم یَکُن کا نون نکل گیا۔۔

تنوین کی پانچ قسمیں ہیں (۱) تنوین تمکن وہ تنوین ہے جو اسم کے آخر میں کلمہ کو منصرف ظاہر کرنیکے لئے آتی ہے جیسے زَیدٌ رَجُلٌ۔

(۲) تنوین تنکیر وہ تنوین ہے جو اسم کے نکرہ ہونے پر دال ہو جیسے۔ صَہٍ معنی کسی بھی وقت چپ ہو جا، اصل میں صَہْ اسم فعل بمعنی امر حاضر تھا بمعنی اُسکُتْ اور یہ معرفہ تھا عربی میں مطلب تھا اُسکُت السُّکُوتَ الآنَ یعنی تو اب چپ ہو جا، پس جب اس پر تنوین آئی تو اس نے اس کو نکرہ بنا دیا اب صَہٍ کا عربی میں ترجمہ ہوا اُسکُتْ سُکُوتاً مَّا فِی وَقتٍ یعنی کسی بھی وقت چپ ہو جا۔

(۳) تنوین عوض وہ تنوین ہے جو اسم پر مضاف کے عوض میں لائی جائے جیسے: یَومَئِذٍ کہ اصل میں یَومَ إذْ کَانَ کَذَا تھا معنی جس دن کہ ایسا ہوا، یَوم مضاف ہے اس کی اضافت إذْ کی طرف ہے پھر إذْ مضاف الیہ ہو کر اس کی اضافت کَانَ کَذَا کی طرف ہے پس کَانَ کَذَا کو تخفیفاً حذف کر دیا چنانچہ اب اِذ جس کی کَانَ

كَذَا کی طرف اضافت ہو رہی تھی اور اب تک وہ اضافت کے ذریعہ تام تھالہذا اب وہ اضافت نہ رہنے کی وجہ سے ناقص ہو گیا اس لئے اب اس کے مضاف الیہ كَانَ كَذَا کے عوض میں تنوین لے آئے کیونکہ تنوین بھی اسم کو تام کر دیتی ہے اس لئے اب اِذْ تام ہو گیا اور اس طرح يَوْمَئِذٍ ہو گیا، مضاف الیہ چونکہ مجرور ہوتا ہے اس لئے اس کے عوض میں آنے والی تنوین بھی مجرور ہے۔

(۴) تنوین مقابلہ وہ تنوین ہے جو جمع مذکر سالم کے نون کے مقابلہ میں جمع مؤنث سالم میں آتی ہے یعنی جب جمع مذکر سالم کو تنوین یا جمع بنانے کے لئے واؤ یا یاء نون دیدیا تو جمع مؤنث سالم کی طرف سے بھی تقاضہ ہوا کہ اسے بھی نون دیا جائے مگر چونکہ نون تو جمع مذکر سالم کو دیا جا چکا تھا اس لئے اب جمع مؤنث سالم کو نون کے بدلے میں تنوین دیدی تو یہ ہے وہ تنوین جو جمع مذکر سالم کے نون کے مقابلہ میں آئی ہے جیسے مُسْلِمَاتٍ۔

(۵) تنوین ترنم وہ تنوین ہے جو شعر یا مصرع کے آخر میں تزئین کلام اور تحسین صورت کے لئے بڑھائی جائے حرف اطلاق یعنی الف، واؤ، یاء کے عوض جیسے: اَقِلِّي اللَّومَ عَاذِلَ و العِتَابَنْ وَقُولِي اِنْ أَصَبْتُ لَقَدْ أَصَابَنْ - ترجمہ: اے محبوبہ تو ملامت کرنے اور عتاب کرنے کو کم کر اور تو کہہ اگر میں درست کام کروں بیشک اس نے صحیح کام کیا۔

مذکورہ بالا شعر کے شاعر قبیلۂ بنو تمیم کے جریر بن عطیہ تمیمی ہے یہ شعر بحر وافر میں ہے جس کے اوزان یہ ہے:

مَفَاعِيلُنْ، مَفَاعِلَتُنْ، فَعُولُنْ ★ مَفَاعِيلُنْ، مَفَاعِلَتُنْ، فَعُولُنْ

شعر کی تقطیع بحر کے مطابق اس طرح ہوگی۔

مفاعيلُ	مفاعِلَتُن	فَعُوْلُ
اَقِلْ لِلْ لَوْ	مَ عَاذِلَ	وَل العِتَابَنْ

مَفَاعِیلُنْ	مفاعِلَتُنْ	فُعُولُنْ
وَقَوْلِی اِنْ	اَصَبْتُ	لَقَدْ اَصَابَنْ

پس شعر کے دونوں مصرعوں کے آخر میں تنوین ترنم بڑھائی گئی ہے اگر اس کو نہ بڑھاتے تو شعر وزن سے خارج ہوجاتا جیسا کہ فی الحال عِتَابَنْ اور اَصَابَنْ اپنی بحر فَعُولُنْ کے مطابق ہیں اگر تنوین کو حذف کردے تو فَعُولُنْ کے مقابلہ میں عِتَاب اور اَصَاب ہوگا جس کی وجہ سے شعر بحر سے خارج ہوجائیگا اس لئے عتاب اور اصاب کے آخر میں استقامت وزن کے لئے حرف اطلاق الف بڑھایا گیا پس عِتَابا اور اَصَابَا ہوگئے پھر تحسین صوت کے لئے الف کے عوض تنوین ترنم لے آئے اَصَابَنْ اور عِتَابَنْ ہوگئے اس شعر کے ترجمہ میں بھی اختلاف ہے ایک ترجمہ تو یہ ہے کہ اے! ملامت کرنے والی تو اپنی ملامت اور عتاب کو کم کر الخ!

اس وقت جب کہ عاذل کو علم نہ مان کر اسم فاعل مانیں یعنی ملامت کرنے والی کہ اصل میں یَاعَاذِلَۃُ تھا حرف نداء یاء کو حذف کیا اور منادی کے آخر سے (ۃ) لفظ گرا کر منادی مرخم ہوا۔ اور دوسرا ترجمہ یہ ہے کہ اے! عاذلہ! تو ملامت اور عتاب کو کم کر الخ! جب کہ عَاذِلُ کو محبوبہ کا نام مانیں کہ اصل میں یَاعَاذِلَۃُ تھا یاء حرف نداء کو حذف کر دیا جو کہ جائز ہے اور اسی طرح منادی عَاذِلَۃُ کے آخر سے ایک حرف (ۃ) کو بھی حذف کر دیا یہ بھی جائز ہے اس کو ترخیمِ منادی کہتے ہیں جیسے: یَاعُثْمَانُ سے یَاعُثْمُ، یَاحَارِثُ سے یَا حَارِ۔

شعر میں محلِ شاہد دو ہیں عتابن اور اصابن نیز تنوین ترنم اسم، فعل، حرف سب پر آتی ہے جب کہ باقی جو تنوین کی چار قسمیں ہیں وہ صرف اسم کے ساتھ خاص ہیں اس لئے آپ نے دیکھا کہ اَصَابَنْ اصل میں اَصَابَ فعل ماضی ہے اور فعل پر کبھی تنوین نہیں آتی اسی طرح وَالْعِتَابَنْ اصل میں وَالْعِتَابَ تھا یہاں اسم پر الف لام داخل ہونیکے باوجود تنوین آئی ہے اس لئے کہ یہ وہ تنوین نہیں، بلکہ یہ "میوزکل تنوین" ہے جو

کہیں بھی آجاتی ہے:

سوال: موانع تنوین کتنے ہیں؟

جواب: موانع تنوین پانچ ہیں۔(۱) معرف باللام ہونا (۲) مضاف ہونا (۳) غیر منصرف ہونا (۴) مبنی ہونا (۵) فعل ہونا۔

عبارت: **دہم نون تاکید در آخر فعل مضارع ثقیلہ وخفیفہ چوں اضْرِبَنَّ و اضْرِبَنْ -**

ترجمہ: دسویں قسم: نون تاکید جو فعل مضارع کے آخر میں آتی ہے ثقیلہ ہو یا خفیفہ جیسے: اِضرِبَنَّ و اضْرِبَنْ -

تشریح: دسویں قسم حروف غیر عاملہ کی نون تاکید ہے، اور نون تاکید وہ نون ہے جو تاکید کا معنی دیتا ہے اور اس کی دو قسمیں ہیں (۱) نون تاکید ثقیلہ (۲) نون تاکید خفیفہ جیسے **لَیَضْرِبَنَّ و لَیَضْرِبَنْ.**

نون تاکید ہمیشہ اس جگہ داخل ہوگا جہاں طلب کے معنی ہوں اور وہ چند محل ہیں: (۱) امر اس میں طلب کے معنی ہوتے ہیں جیسے: اضْرِبَنَّ، اِضْرِبَنْ (ضرور بالضرور مارتو)۔

(۲) نہی اس میں بھی طلب کے معنی پائے جاتے ہیں جیسے: لَا تَضْرِبَنَّ، لَا تَضْرِبَنْ (ہرگز مت مارتو)۔

(۳) اس میں بھی طلب پائی جاتی ہے جیسے: هَلْ تَضْرِبَنَّ، هَلْ تَضْرِبَنْ (کیا تو ضرور بالضرور مارے گا)۔

(۴) تمنی اس میں بھی طلب ہوتی ہے: جیسے لَیتَكَ تَضْرِبَنَّ، لَیتَكَ تَضْرِبَنْ (کاش تو ضرور بالضرور مارتا)۔

(۵) عرض اس میں بھی طلب کے معنی ہوتے ہیں جیسے: اَلَا تَنْزِلُ بِنَا فَتُصِیبَنْ خَیْرًا، اَلَا تَنْزِلُ بِنَا فَتُصِیبَنْ خَیْرًا (آپ ہمارے پاس کیوں نہیں اُترتے تا کہ آپ ضرور بالضرور خیر پائیں)۔

(۶) قسم اس میں بھی طلب ہوتی ہے جیسے: وَاللّٰہِ لَاضْرِبَنَّ زَیْدًا، وَاللّٰہِ لَاضْرِبَنْ زَیْدًا (اللہ کی قسم

میں زید کوضرور بالضرور ماروں گا)۔

(۷)فعل مضارع اس میں بھی نون تا کید آئی ہے جیسے: لَيَضْرِبَنَّ اور لَيَضْرِبَانْ(ضرور بالضرور مارے گا وہ ایک مرد) اب مسئلہ یہ ہے کہ نون تا کید ثقیلہ اصل ہے یا نون خفیفہ، اس میں اختلاف ہے، پہلا مذہب بصریین کا ہے وہ کہتے ہیں کہ نون خفیفہ اصل ہے اور نون ثقیلہ اس کی فرع ہے، بصریین کی دو دلیلیں ہیں، پہلی دلیل یہ ہے کہ نون خفیفہ میں ایک نون ہے اور ثقیلہ میں دو ہیں اور ایک دو پر مقدم ہوتا ہے لہذا نون خفیفہ اصل ہے، دوسری دلیل یہ ہے کہ نون تا کید خفیفہ اور ثقیلہ حرف ہونیکی وجہ سے مبنی ہیں اور نون خفیفہ مبنی بر سکون اور نون ثقیلہ مبنی بر فتح ہے اور آپ کو معلوم ہے کہ مبنی کی اصل حرکت سکون ہے پس نون خفیفہ اصل ہوئی اور ثقیلہ اس کی فرع۔

اس کے برخلاف کوفیین کا مذہب یہ ہے کہ نون ثقیلہ اصل ہے اور خفیفہ اس کی فرع، ان کی بھی دو دلیلیں ہیں ،پہلی دلیل یہ ہے کہ نون ثقیلہ میں دونون ہیں اور خفیفہ میں ایک، لہذا نون ثقیلہ کثرت نون کی وجہ سے افضل ہوگی اور خفیفہ ادنی، افضل اصل ہوتا ہے ادنی اس کی فرع، اس لیے نون ثقیلہ اصل ہے، دوسری دلیل یہ ہے کہ نون ثقیلہ کے تمام صیغے آتے ہیں اور خفیفہ کے بعض صیغے آتے ہیں لہذا جس کے کل صیغے آتے ہیں وہ افضل ہونیکی وجہ سے افضل ہے اور جس کے بعض صیغے آتے ہیں وہ ادنی ہے اس لئے وہ فرع ہے، بہر حال بصریوں کا مذہب ہی صحیح ہے اور انہی کا قول مضبوط ہے۔

عبارت: یازدہم حروف زیادت وآں ہشت حرف ست اِنْ وأَنْ وَمَا ولَا ومِنْ وكَافَ وبَا دو لَامَ چہار آخر در حروف جر یاد کردہ شود.

ترجمہ: گیارہویں قسم حروف زیادت ہیں یہ آٹھ حروف ہیں۔ اِنْ وأَنْ وَمَا ولَا ومِنْ وكَافَ وبَا، لَامَ آخری چہار حروف جارہ میں ذکر کئے گئے ہیں۔

تشریح: گیارہویں قسم حروف غیر عاملہ کی حروف زیادت ہیں، حروف زیادت وہ حروف ہیں جو کلام زائد

ہوتے ہیں نہ لفظی عمل کرتے ہیں اور نہ معنوی یعنی ان کو کلام سے حذف کر دیا جائے تو نہ لفظی خلل واقع ہو اور نہ معنوی البتہ ان کی موجودگی کے کچھ فوائد ہیں مثلاً یہ کہ ان سے الفاظ کی تزئین و تحسین ہوتی ہے اور اوزانِ شعر کی استقامت ہوتی ہے وغیرہ۔

حروف زیادت کل آٹھ ہیں: اِنْ و أَنْ وَمَا و لَا و مِنْ و کَاف و بَا، لَامَ - اِنْ اکثر ما نافیہ کے ساتھ استعمال ہوتا ہے جیسے: مَا اِنْ رَأَیْتُ زَیْدًا (میں نے زید کو نہیں دیکھا) اسی طرح اِنْ کبھی ما مصدریہ کے ساتھ آتا ہے جیسے: اِنْتَظِرْ مَا إِنْ جَلَسَ الأَمِیرُ أَيْ مُدَّةَ جُلُوسِهِ (تو انتظار کر امیر کے بیٹھنے کی مدت تک) یہاں مَا مصدریہ نے جَلَسَ فعل کو مصدر جُلُوْسٌ کے معنی میں کر دیا ہے، کبھی اِنْ لما کے ساتھ بھی آتا ہے جیسے: لما إِن قَامَ زَیْدٌ قُمْتُ) جب زید کھڑا ہو گا میں بھی کھڑا ہوں گا)

(۲) أَنْ یہ اکثر لما کے ساتھ آتا ہے جیسے: فَلَمَّا أَنْ جَاءَ الْبُشَرُ (جب خوش خبری دینے والا آیا، اور کبھی أن قسم اور لَوْ کے درمیان آتا ہے جیسے: وَاللّٰہِ اَنْ لَوْ قَامَ زَیْدٌ قُمْتُ (اللہ کی قسم اگر زید کھڑا ہوا تو میں بھی کھڑا ہوں گا) کبھی أَنْ کاف تشبیہ کے ساتھ بھی مستعمل ہوتا ہے جیسے هِيَ کَاَنْ ظَبْیَةٍ (وہ عورت گویا کہ ہرنی کی طرح خوبصورت ہے)۔

(۳) مَا یہ اِذْ کے ساتھ استعمال ہوتا ہے جیسے: اِذْ مَا تخرُجُ أَخرُجُ (جب تو نکلے گا میں بھی نکلوں گا) اور کبھی مَامتٰی کے ساتھ آتا ہے جیسے: متٰی تخرُجُ أَخرُجُ (جب تو نکلے گا میں نکلوں گا) کبھی اَیَّ کے ساتھ آتا: جیسے اَیّامَا تَدْعُوا فَلَهُ الأَسْمَاءُ الحسنٰی (تم اس کو جس نام سے پکارو پس اس کے لئے بہترین نام ہیں) کہ اصل میں اَیًّا مَا تھا دونوں کا ادغام ہو گیا، اسی طرح مَا اَیْنَ کے ساتھ بھی آتا ہے جیسے: اَیْنَمَا تجلِس اَجْلِس (جہاں تو بیٹھے گا میں وہاں بیٹھوں گا) اسی طرح کبھی اِنْ کے ساتھ بھی استعمال ہوتا ہے جیسے: اِمَّا تَرَیِنَّ مِنَ البَشَرِ اَحَدًا (اگر تو کسی آدمی کو دیکھے) کہ اصل میں یہاں اِنْ مَا تھا ادغام ہو کر اِمَّا ہو گیا، کبھی مَا حرف جر باء کے ساتھ بھی آتا ہے جیسے: فَبِمَا رَحمةٍ مِنَ اللّٰہِ لِنْتَ لَهُمْ (پس اللہ کی رحمت کی وجہ

سے آپ ان کے لئے نرم ہو گئے) اس طرح مِنْ حرف جار کے ساتھ بھی آتا ہے جیسے: مِمَّا خَطِيْئٰتِهِمْ أُغْرِقُوا (ان کے گناہوں کی وجہ سے وہ غرق کر دیئے گئے) کبھی مَا زائدہ مضاف کے ساتھ بھی آتا ہے جیسے: اَيَّمَا الأَجَلَيْنِ قَضَيْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَيَّ (میں دونوں مدتوں میں سے جو بھی پوری کروں پس مجھ پر کوئی زبردستی نہیں) یہاں اَیَّ مضاف ہے جس کے ساتھ مَا آیا ہے۔

(۴) لا یہ نفی کے بعد واو عاطفہ کے ساتھ آتا ہے جیسے: مَا جَاءَنِي زَيْدٌ وَلَا عَمْرٌو (میرے پاس زید آیا نہ کہ عمرو) کبھی لَا اَنْ مصدریہ کے بعد بھی زائد آتا ہے جیسے: مَا مَنَعَكَ اَنْ لَا تَسْجُدَ (تجھ کو سجدہ کرنے سے کس چیز نے روکا) کبھی لَا لفظ أُقْسِمُ سے پہلے بھی آتا ہے جیسے: لَا أُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيَامَةِ (میں قیامت کے دن کی قسم کھاتا ہوں) مِنْ، كَافْ، بَا، لَامْ یہ چاروں حروف مصنفؒ نے اس لئے بیان کیے کہ مصنفؒ کے نزدیک ان کی دو حالتیں ہیں اگر یہ حروف جارہ میں استعمال ہوں تو عامل ہوں گے اور اگر حروف زیادت میں استعمال ہوں تو غیر عامل ہوں گے مگر یہ جواب دیگر شراح نے محض مصنفؒ کی پشت پناہی کی ہے ورنہ تو حقیقت یہ ہے کہ ان حروف کو حروف زیادت میں بیان کرنا جبکہ یہ عامل ہیں مصنفؒ کی طرف سے تسامح ہے، یا پھر دوسرا جواب مصنفؒ کی طرف سے یہ دیا گیا ہے کہ مصنفؒ کے نزدیک غیر عامل وہ ہے جو دو عملوں میں سے ایک عمل نہ کرتا ہو لفظی یا معنوی چونکہ یہ حروف لفظی عمل تو کرتے ہیں مگر معنوی عمل نہیں کرتے اس لئے ان کو حروف غیر عامل میں بیان کیا اور پہلے جو حروف غیر عاملہ بیان ہوئے ہیں وہ لفظی عمل نہیں کرتے مگر معنوی عمل کرتے ہیں مگر اس جواب میں بھی کوئی زیادہ قوت نہیں، حقیقت یہی ہے کہ یہ مصنفؒ کا تسامح ہے۔

مِنْ کلام منفی میں زائد ہوتا ہے جیسے: مَا جَاءَنِي مِنْ اَحَدٍ (میرے پاس کوئی نہیں آیا) اور کلام استفہام میں بھی زائد ہوتا ہے جیسے: كَمْ مِنْ مَلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ (آسمان میں کتنے فرشتے ہیں)۔

(۲) کاف یہ بھی کلام منفی میں زائد ہوتا ہے جیسے: لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ (اس اللہ کے مانند کوئی چیز نہیں)

(۳) باء یہ بھی لَیْسَ کی خبر پر زائد ہوتا ہے جیسے لَیْسَ زَیْدٌ بِقَائِمٍ (زید کھڑا نہیں ہے) اور اسی طرح ما نافیہ کی خبر پر بھی باء زائد ہوتا ہے جیسے: مَا زَیْدٌ بِغَائِبٍ (زید غیر حاضر نہیں ہے) اور استفہام کی خبر پر بھی باء زائد ہوتا ہے جیسے: هَلْ زَیْدٌ بِقَائِمٍ (کیا زید کھڑا ہے)۔

(۴) لام یہ مطلق زائد ہوتا ہے کہیں بھی آجاتا ہے جیسے: رَدِفَ لَکُمْ زَیْدٌ (زید تمہارے پیچھے ہے) اَيْ رَدِفَکُمْ زَیْدٌ۔

عبارت: دوازدہم حروف شرط وآں دو است اَمَّا و لَوْ اَمَّا برائے تفصیل وفا در جوابش لازم باشد کقولہ تعالٰی فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَسَعِيْدٌ فَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا فَفِي النَّارِ وَأَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا فَفِی الْجَنَّةِ. و لَوْ برائے انتفاء ثانی بسبب انتفاء اوّل چوں: لَوْ کَانَ فِيْهِمَا اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا۔

ترجمہ: بارہویں قسم: حروف شرط ہے، یہ دو ہیں اَمَّا و لَوْ۔ اَمَّا برائے تفسیر ہے اس کے جواب میں فاء کا لانا لازم ہوتا ہے جیسے کہ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَسَعِيْدٌ فَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا فَفِي النَّارِ وَأَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا فَفِی الْجَنَّةِ. (پس ان میں سے بعض بد بخت ہیں اور بعض نیک بخت، بہر حال جو لوگ بد بخت ہیں وہ جہنم میں ہونگے اور جو لوگ نیک بخت ہیں وہ جنت میں ہوں گے) تو لَوْ انتفاء اوّل کی وجہ سے انتفاء ثانی کے لئے ہے جیسے: لَوْ کَانَ فِيْهِمَا اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا۔ (اگر زمین و آسمان میں اللہ کے علاوہ چند معبود ہوتے تو ان میں فساد ہوتا)

تشریح: بارہویں قسم حروف غیر عاملہ کی حروف شرط ہیں، حروف شرط دو ہیں (۱) اَمَّا (۲) لَوْ۔ پہلا اَمَّا اس کی دو قسمیں ہیں پہلی قسم اَمَّا شرطیہ، یہ اجمال کے بعد تفسیر بیان کرنے کے لئے آتا ہے، اور اس کے جواب میں فاء کا لانا ضروری ہیں نیز یہ معنوی عمل کرتا ہے جیسے: فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَسَعِيْدٌ (پس ان میں کچھ بد بخت ہیں اور کچھ نیک بخت) اس عبارت میں اجمال ہے لہذا اس کی تفسیر کرنے کے لئے اَمَّا آیا، فَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا فَفِي النَّارِ وَأَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوا فَفِی الْجَنَّةِ (بہر حال جو لوگ بد بخت ہیں وہ جہنم میں

ہوں گے اور جو لوگ نیک بخت ہیں وہ جنت میں ہونگے) پس لفظ اَمَّا نے پہلے جملہ کے اجمال کی تفسیر کردی پس ففِي النَّارِ اور فِي الجنَّةِ میں فاء آیا ہے جو اَمَّا کے جواب میں ہے۔ دوسری قسم اَمَّا استینافیہ اس کے پہلے کوئی اجمال نہیں ہوتا جیسے :اَمَّا بعْدُ (بہر حال اس کے بعد)۔

لَوْ دو جملوں پر داخل ہوتا ہے، دوسرے جملہ کی نفی کرتا ہے اس وجہ سے کہ پہلا جملہ منتفی ہے یعنی پہلے کلام کے منتفی ہونے کی وجہ سے دوسرے کلام کی نفی کرتا ہے جیسے: لَوْ كَانَ فِيهِمَا الِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا (اگر زمین و آسمان میں اللہ کے علاوہ چند معبود ہوتے تو ان میں فساد ہوتا) لیکن چونکہ آسمان و زمین میں چند معبود نہیں ہیں، یہ پہلے جملے کا حکم منتفی ہے اس وجہ سے آپ نے دوسرے جملے کی بھی نفی کردی یعنی آسمان و زمین میں فساد نہیں ہے، اور لَوْ معنوی عمل کرتا ہے جیسا کہ مذکورہ مثال سے واضح ہوا۔

سوال: لَوْ اور وَلَوْ میں کیا فرق ہیں؟

جواب: لَوْ حرف شرط ہے اور وَلَوْ نہ یہ حرف شرط ہے اور نہ ہی اس کے بعد جوابی جملہ ہوتا ہے۔

سوال: کیا لَوْ صرف ایک معنی کے لئے آتا ہے؟

جواب: نہیں یہ کئی معانی کے لئے آتا ہے (۱) تقلیل کے لئے جیسے تَصَدَّقُوا وَلَو بِظِلْفٍ۔

(۲) تمنی کے لئے جیسے: وَلَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً۔

(۳) عرض کے لئے۔

(۴) لو مصدریہ۔

عبارت: سیزدہم لَوْلا واُو موضوع است برائے انتفاع ثانی بسبب وجود اوّل چوں: لَوْلَا عَلِيٌّ لَهلَكَ عُمَرُ۔

ترجمہ: تیرہویں قسم: لَوْلا یہ موضوع ہے اوّل کے وجود کی وجہ سے دوسرے کے انتفاء کے واسطے جیسے لَوْلَا عَلِيٌّ لَهلَكَ عُمَرُ (اگر علیؓ نہ ہوتے تو عمرؓ ہلاک ہوجاتے)

تشریح: تیرہویں قسم حروف غیر عاملہ کی لَوْ لَا ہے، یہ بھی دو جملوں پر داخل ہوتا ہے جملہ ثانیہ کی نفی کرتا ہے اس وجہ سے کہ جملہ اولیٰ کا وجود اور ثبوت ہوتا ہے: جیسے لَوْ لَا عَلِیٌّ لَھَلَکَ عُمَرُ اس مثال میں جملۂ اولیٰ لَوْ لَا عَلِیٌّ مَوْجُوْدٌ ہے اور دوسرا لَھَلَکَ عُمَرُ ہے اگر حضرت علیؓ موجود نہ ہوتے تو حضرت عمرؓ ہلاک ہو جاتے، چونکہ حضرت علیؓ موجود تھے اس وجہ سے حضرت عمرؓ ہلاکت سے محفوظ رہے یعنی ہلاک نہیں ہوئے کیونکہ حضرت علیؓ موجود تھے۔ لَوْ لَا عَلِیٌّ لَھَلَکَ عُمَرُ یہ مقولہ ہے حضرت عمرؓ کا، قصہ اس کا یہ ہے کہ ایک عورت کو حضرت عمرؓ کے پاس لے کر آئے جس سے زنا کا صدور ہوا تھا اور اس کی وجہ سے اس کو حمل تھا پس حضرت عمرؓ نے قرآنی فیصلہ کے مطابق اس کو سنگسار کر دیئے جانے کا حکم فرمایا چنانچہ حضرت علیؓ بھی وہاں موجود تھے تو آپؓ نے کہا کہ اے امیر المؤمنین شریعت کا حکم حاملہ کے بارے میں یہ ہے کہ اس کو اس وقت تک سنگسار نہ کیا جائے جب تک کہ وہ بچہ نہ جن دے اور اس بچہ کی مدتِ رضاعت پوری نہ ہو جائے اور آپؓ نے اس حکم کی تائید میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث یاد دلائی، جب حضرت عمرؓ نے اس حدیث کو سنا تو بے اختیار فرمایا کہ اگر آج حضرت علیؓ موجود نہ ہوتے تو عمرؓ ہلاک ہو گیا ہوتا، اس لئے کہ آج میرے فیصلہ سے ایک معصوم بچہ ناحق مارا جاتا کہ جس کا کوئی قصور نہیں تھا پس حضرت علیؓ نے مجھے ایک معصوم کے قتل سے بچا لیا۔

عبارت: چہاردہم لام مفتوحہ برائے تاکید چوں: لَزَیْدٌ اَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو۔

ترجمہ: چودہویں قسم: لام مفتوحہ تاکید کے واسطے آتا ہے جیسے: لَزَیْدٌ اَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو (یقیناً زید عمرو سے افضل ہے)۔

تشریح: چودہویں قسم حروف غیر عاملہ کی لام مفتوحہ ہے، لام مفتوحہ تاکید کے معنی دیتا ہے اور اس کے تین نام ہیں (۱) لام مفتوحہ (۲) لام تاکید (۳) لام ابتدائیہ۔

اسم اور فعل دونوں پر داخل ہوتا ہے، اسم کی مثال جیسے: لَزَیْدٌ اَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو (تحقیق کہ زید عمرو سے

افضل ہے)۔

فعل کی مثال جیسے: اِنَّ رَبَّكَ لَيَحْكُمُ بَيْنَهُمْ (بیشک آپ کا رب ان کے درمیان فیصلہ کرے گا)

عبارت: پانزدہم ما بمعنی مادام چوں: اَقُوْمُ مَا جَلَسَ الاَمِيْرُ۔

ترجمہ: پندرہویں قسم: مَا جو کہ مادام کے معنی میں ہے جیسے: اَقُوْمُ مَا جَلَسَ الاَمِيْرُ (میں کھڑا ہوں گا جب تک کہ امیر بیٹھا ہے)۔

تشریح: پندرہویں قسم حروف غیر عاملہ کی مَا ہے اور وہ مادام کے معنی میں آتا ہے بمعنی جب تک جیسے: اَقُوْمُ مَا جَلَسَ الاَمِيْرُ۔ اس مثال میں مَا بمعنی مادام ہے (میں کھڑا ہوں گا جب تک امیر بیٹھا ہوا ہے) جاننا چاہئے کہ اوّلاً ما کی دو قسمیں ہیں (۱) ما اسمیہ (۲) ما حرفیہ، پھر مَا اسمیہ کی تین قسمیں ہیں (۱) مَا موصولہ (۲) مَا موصوفہ (۳) مَا شرطیہ اور اسی طرح مَا حرفیہ کی بھی تین قسمیں ہیں (۱) مَا نافیہ (۲) مَا کافہ (۳) مَا بمعنی مادام، یہاں مَا پہلی تقسیم کے مطابق مَا حرفیہ ہے، پھر مَا حرفیہ کی تیسری قسم مَا بمعنی مادام ہے جیسے: اَقُوْمُ مَا جَلَسَ الاَمِيْرُ (میں کھڑا ہوں گا جب تک امیر بیٹھا ہے)۔

عبارت: شانزدہم حروف عطف وآں دہ است. واؤ و فاء و ثم و حتی و امّا و او و ام و لا و بل و لکن۔

ترجمہ: سولہویں قسم: حروف عطف وہ دس ہیں واؤ و فاء و ثم و حتی و امّا و او و ام و لا و بل و لکن۔

تشریح: سولہویں قسم حروف غیر عاملہ کی حروف عطف ہیں، کل حروف عاطفہ دس ہیں (۱) واؤ (۲) فاء (۳) ثم (۴) حتی (۵) امّا (۶) او (۷) ام (۸) لا (۹) بل (۱۰) لکن۔

اب ہر ایک کی مثال یہ ہے کہ سب سے پہلے واؤ: جیسے: جَاءَنِیْ زَيْدٌ وعَمْرٌو (میرے پاس زید اور عمرو آئے)۔

فاء: جیسے: قَامَ زَیْدٌ فَعَمْرٌو (زید کھڑا ہوا پس عمرو کھڑا ہوا) فاء تقریب مع الوصل کے لئے آتا ہے۔
ثم جیسے: دَخَلَ زَیْدٌ ثُمَّ عَمْرٌو (زید داخل ہوا پھر عمرو داخل ہوا)۔
ثم: تاخیر مع الوصل کے لئے آتا ہے، جاننا چاہیے کہ تقریب مع الوصل کہتے ہیں کسی کام کا یکے بعد دیگرے ہونا مثلاً پہلے زید داخل ہوا پھر فوراً اس کے پیچھے عمرو داخل ہوا اور تاخیر! مع الوصل کہتے ہیں کہ کسی کام کا تھوڑی تاخیر کے بعد ہونا مثلا پہلے زید داخل ہوا پھر تھوڑی تاخیر کے بعد عمرو داخل ہوا مگر اس تاخیر کے درمیان کوئی دوسرا داخل نہیں ہوا یعنی زید کے بعد داخل ہونیوالا عمرو ہی ہے اگر چہ تھوڑی دیر بعد۔
حتی: جیسے: قَدِمَ الحاجُ حَتّٰی المَشَاۃُ (حاجی لوگ آگئے یہاں تک کہ پیدل چلنے والے بھی)۔
امّا: جیسے: اَلْعَدَدُ اِمّا زَوْجٌ أَوْ فَرْدٌ (عدد یا تو جفت ہے یا طاق ہے)۔
او: جیسے: جَاءَنِی زَیْدٌ اَوْ عَمْرٌو (میرے پاس زید آیا یا عمرو)۔
اَمْ: جیسے: اَزَیْدٌ عِنْدَكَ اَمْ عَمْرٌو (کیا تیرے پاس زید ہے یا عمرو)۔
لا: جیسے: مَا جَاءَنِی زَیْدٌ وَ لَا عَمْرٌو (میرے پاس نہ زید آیا نہ عمرو)۔
بل: جیسے: مَا جَاءَنِی زَیْدٌ بَلْ عَمْرٌو (میرے پاس زید نہیں آیا بلکہ عمرو آیا)۔
لکن: جیسے: جَاءَنِي زَیْدٌ لکن عَمْرٌو مَا جَاءَ (میرے پاس زید آیا لیکن عمرو نہیں آیا)۔
سوال: حروف غیر عاملہ کی سولہ قسموں کے کل حروف کی تعداد کیا ہے؟
جواب: حروف غیر عاملہ کی کل حروف کی تعداد باون ہیں: قسم اوّل میں تین، قسم دوم میں چھ، قسم سوم میں دو، قسم چہارم میں تین، قسم پنجم میں چار، قسم ششم میں ایک، قسم ہفتم میں تین، قسم ہشتم میں ایک، قسم نہم میں پانچ، قسم دہم میں ایک، قسم یازدہم میں آٹھ، قسم دوازدہم میں دو، قسم سیزدہم میں ایک، قسم چہاردہم میں ایک، قسم پانزدہم میں ایک، قسم شانزدہم میں دس۔
سوال: کیا واو صرف عاطفہ ہوتا ہے؟

جواب: اس کی کئی قسمیں ہیں حقیقۃً تو عطف کے لئے آتا ہے اور مجازاً کئی معانی کے لئے آتا ہے۔ مثلاً (۱) واو استینافیہ (۲) تفسیریہ (۳) حالیہ وغیرہ پھر اگر واؤ شروع کلمہ میں ہو تو استینافیہ ہوگا، اگر درمیانی کلمہ میں ہو اور ماقبل و مابعد مغایرت ہو تو واؤ عاطفہ ہوگا، اگر مغایرت نہیں ہے تو تفسیریہ ہوگا۔

سوال: حتی کے عطف کے لئے کونسے شرائط ہیں؟

جواب: تین شرائط ہیں (۱) معطوف اسم ظاہر ہو (۲) معطوف، معطوف علیہ کا جزء ہو (۳) حتی غایت کے لئے ہو جیسے: اَکَلْتُ السَّمَکَةَ حَتّٰی رَأْسَهَا۔

سوال: اِمّا کس معنی کے لئے آتا ہے؟

جواب: اِمّا کئی معانی کے لئے آتا ہے (۱) حرف تفصیل (۲) تقسیم (۳) تخییر (۴) ابہام وشک کے لئے بھی آتا ہے، نیز یہ عام طور پر دو مرتبہ آتا ہے جیسے: الکلمة اِمّا اِسْمٌ وَاِمّا فِعْلٌ وَاِمّا حَرْفٌ تخییر کی مثال جیسے: خُذْمِنْ مَّالِي اِمّا دِرْهمًا وَاِمّا دِیْنَارًا۔

سوال: اِمَّ اور اَمّا کا ضابطہ کیا ہے؟

جواب: اگر ابتداء ہو تو اِمّا شرطیہ ہوگا، اگر درمیان میں ہو یا اِمّا کے بعد اِمّا یا اَو ہو تو یہ اِمّا عاطفہ ہوگا۔

سوال: تخییر اور اباحت میں کونسا فرق ہے؟

جواب: تخییر میں معطوف علیہ اور معطوف میں سے ایک کو اختیار کیا جاتا ہے جمع نہیں کیا جاسکتا اور اباحت میں دونوں کو جمع بھی کیا جاسکتا ہے۔

سوال: اَوْ کس معانی کے لئے آتا ہے؟

جواب: یہ احد الامرین، دو میں سے ایک چیز بنانے کے لئے آتا ہے یعنی غیر معین طور پر کسی ایک چیز کو ثابت کرتا ہے، اَوْ بھی کئی معانی کے لئے آتا ہے (۱) احد الامرین کے لئے (۲) شک (۳) اباحَت (۴) ابہام (۵) تفصیل (۶) تقسیم کے لئے بھی آتا ہے، البتہ تخییر میں زیادہ استعمال ہوتا ہے جیسے: تَزَوَّجَ

زَیْنَبَ أَوْ أُخْتَهَا (زینب یا اس کی بہن جسے تو چاہے شادی کر (۷) اسی طرح اَوْ واو کے معنی میں بھی آتا ہے۔

سوال: اَمْ کا معنی کیا ہے اور اس کی کتنی قسمیں ہے؟

جواب: اَمْ کا معنی ہے یا، اس کی دو قسمیں ہیں (۱) متصلہ (۲) منقطعہ اَم متصلہ یہ تسویۃ کے لئے آتا ہے یعنی احد الامرین کی تعیین کے لئے جیسے: أَزَیْدٌ عِنْدَكَ اَمْ عَمْرٌو اور اس کی علامت یہ ہے کہ اس سے پہلے ہمزۂ تسویۃ ہو یا اس کے ہم معنی کوئی چیز۔

اَمْ منقطعہ یہ ماقبل سے اعراض اور مابعد میں شک کیلئے آتا ہے جیسے: اِنَّهَا لَاِبِلٌ کے بعد کوئی کہے اَمْ هِيَ شَاةٌ یا یہ بکری ہے اس کی علامت یہ ہے کہ اس سے پہلے نہ ہمزہ تسویہ ہو نہ ہمزہ بمعنی ای۔

سوال: لَا کس معنی کے لئے آتا ہے؟

جواب: یہ کئی معانی کے لئے آتا ہے۔ نفی کے لئے اور اس کے ذریعہ عطف کی کئی صورتیں ہیں، کبھی امر کے بعد جیسے: اِضْرِبْ زَیْدًا لَا عَمْرًا (مار زید کو نہ کہ عمرو کو) کبھی اثبات کے بعد جیسے: جَاءَ زَیْدٌ لَا عَمْرٌو، اسی طرح اضراب کے لئے بھی آتا ہے یعنی بَل معطوف علیہ سے ہٹ کر معطوف پر حکم لگانے کے لئے۔

سوال: بَلْ کس معنی کے لئے آتا ہے؟

جواب: بَلْ بمعنی بلکہ، یہ معطوف علیہ سے اعراض کر کے معطوف کے لئے حکم ثابت کرتا ہے جیسے: جَاءَنِي زَیْدٌ بَلْ عَمْرٌو یہاں آنے کا حکم عمرو کے لئے ثابت کیا گیا ہے۔

سوال: لٰکِنْ کس معنی کے لئے آتا ہے؟

جواب: یہ عاطفہ ہے اور استدراک کے لئے آتا ہے یعنی پہلے کلام میں جو وہم ہوتا ہے اس کو دور کرنے کے لئے آتا ہے پھر لٰکِنْ کے ذریعہ عطف نفی یا نہی کے بعد کیا جاتا ہے۔

نفی کی مثال جیسے: مَاضرِبتُ زَیْدًالٰکِنْ عَمْرًوا (نہیں مارا میں نے زید کو بلکہ عمرو کو مارا) نہی کی مثال جیسے: لَا تَضْرِب زَیْدًا لٰکِنْ عَمْرًوا (نہ مار تو زید کو بلکہ عمرو کو مار) البتہ اثبات کے لئے لٰکِنْ سے عطف کرنا درست نہیں اس لئے جَاءَنِي زَیْدٌ لٰکِنْ عَمْرٌو کہنا غلط ہے، اللہ کے فضل وکرم اور اس کے احسان وتوفیق سے نحو میر کی شرح ختم ہوئی۔

مستثنیٰ

عبارت: چوں بحث مستثنیٰ در کتاب نحو میر نہ بود برائے فائدہ طلاب افزودہ شد۔

ترجمہ: مستثنیٰ کی بحث نحو میر میں نہیں تھی، مگر طلبہ کے فائدے کے لئے اس کو بڑھایا گیا ہے۔

تشریح: آپ یہ دیکھتے ہوں کہ بعض کام ایسے ہوتے ہیں کہ ان کو ایک بڑی جماعت کرتی ہے مگر ایک شخص اس کو نہیں کرتا بعض کام ایسے ہوتے ہیں کہ ان کو صرف ایک شخص کرتا ہے اور تمام لوگ اس سے علحیدہ رہتے ہیں تو جس وقت اس کام کے کرنے کا ذکر کیا جائیگا تو یوں کہا جائیگا کہ فلاں کام سب نے کیا مگر زید نے نہیں کیا یا یوں کہا جائیگا کہ فلاں کام کسی نے نہیں کیا مگر زید نے کیا تو سب لوگوں کو مستثنیٰ منہ کہیں گے اور زید کو مستثنیٰ کہیں گے، مستثنیٰ اسم مفعول کا صیغہ ہے باب استفعال سے اس کا مصدر استثناء ہے، استثناء کا معنی خارج کرنا مستثنیٰ خارج کیا گیا جس سے خارج کیا گیا وہ مستثنیٰ منہ۔

عبارت: بدانکہ مستثنیٰ لفظی ست کہ مذکور باشد بعد اخوات آں یعنی غیر و سِوٰی و حَاشَا و خَلَا و عَدَا و مَاخَلَا و لَیْسَ وَ لَا یَکُونُ تا ظاہر گردد کہ منسوب نیست بسوی. مستثنیٰ آنچہ نسبت کردہ شدہ است بسوٰی ماقبل دے وآں بر دو قسم است متصل و منقطع۔

ترجمہ: مستثنیٰ وہ لفظ جو کلمات استثناء اِلا اور اس کے نظائر غیر سِوٰی حَاشَا خَلَا عَدَا مَاخَلَا مَاعَدَا لیس، اور لَا یَکُوْنُ کے بعد مذکور ہو، تاکہ معلوم ہو جائے کہ جس چیز کی نسبت مستثنیٰ کے ماقبل (یعنی مستثنیٰ منہ) کی طرف کی گئی ہے اس کی نسبت مستثنیٰ کی طرف نہیں ہو رہی ہے، مستثنیٰ کی دو قسمیں ہیں: (۱)

مستثنی متصل (۲) مستثنی منقطع۔۔

تشریح: مستثنی کی تعریف: مستثنی اس لفظ کو کہتے ہیں کہ جو لفظ اِلا اور اس کے ہم معنی لفظوں کے بعد ذکر کیا جائے، وہ لفظ جو ہم معنی اِلَّا کے ہیں وہ یہ ہیں غَیر، سِوٰی، حَاشَا، خَلَا، عَدَا، مَاخَلَا، لَیسَ، لَا یَکُونُ جس وقت یہ الفاظ اِلَّا کے ہم معنی ہوں گے اس وقت جو اسم ان کے بعد مذکور ہوگا اس کو مستثنیٰ کہیں گے اور جو اسم ان سے پہلے مذکور ہوگا ان کو مستثنی منہ کہیں گے۔

سوال: مستثنی کو اِلَّا کے اور اس کے ہم معنی لفظوں کے بعد کیوں ذکر کرتے ہیں کیا فائدہ ہے؟

جواب: مستثنی کو اِلَّا اور اس کے ہم معنی لفظوں کے بعد اس وجہ سے ذکر کرتے ہیں تاکہ لوگوں پر یہ بات ظاہر ہو جائے کہ جس فعل اور جس کام کی نسبت مستثنی منہ کی طرف منسوب ہے چاہے وہ فعل مثبت ہو، چاہے منفی ہو یعنی اگر وہ فعل جو مستثنی منہ کی طرف منسوب ہے مثبت ہے تو مستثنی سے وہ منفی ہوگا اور اگر وہ فعل جو مستثنی منہ کی طرف منسوب منفی ہے تو مستثنی سے وہ مثبت ہوگا پھر مستثنی کی دو قسمیں ہیں متصل منقطع۔

عبارت: متصل است کہ خارج کردہ شود از متعدد بلفظ اِلَّا و اخوات وی مثل جَاءَنِی القَومُ إِلَّا زَیدًا پس زید کہ در قوم داخل بود از حکم مجیٔ خارج کردہ شد۔

ترجمہ: مستثنی متصل، وہ مستثنی ہے جو مستثنی منہ میں داخل ہو اور اس کو اِلَّا یا اس کے نظائر کے ذریعہ متعدد سے نکالا گیا ہو جیسے: جَاءَنِی القَومُ إِلَّا زَیدًا (میرے پاس قوم آئی سوائے زید کے) پس زید جو کہ قوم میں داخل تھا اِلَّا کے ذریعہ اس کو آنے کے حکم سے خارج کیا گیا۔

تشریح: مستثنی متصل اس مستثنی کو کہتے ہیں کہ جو مستثنی منہ میں داخل ہو اور اِلَّا اور اس کے ہم معنی کلموں کے ذریعہ سے اس حکم سے خارج کر دیا گیا ہو جو مستثنی منہ کے لئے ثابت ہے جیسے: جَاءَنِی القَومُ إِلَّا زَیدًا دیکھو اس مثال میں قوم مستثنی منہ ہے اور زید مستثنی ہے اور اِلَّا حرفِ استثناء ہے قوم کے لیے آنا ثابت ہے یعنی میرے پاس قوم آئی مگر زید جو قوم کا ایک فرد تھا وہ نہیں آیا تو اس مثال میں زید کے آنے کی

نفی ہوگئی اور زید کو آنے کے بارے میں حرف الَّا کے ذریعہ سے خارج کردیا تو جو مستثنی منہ میں داخل ہو اور اِلَّا وغیرہ سے خارج کردیا گیا ہوایسے مستثنٰی کو مستثنی متصل کہتے ہیں۔

عبارت: منقطع آں باشد کہ مذکور شود بعد اِلّا واخوات آں وخارج کردہ نہ شود از متعدد بسبب آنکہ مستثنی داخل نہ باشد در مستثنی منہ مثل جَاءَنِي الْقَوْمُ اِلَّا حِمَارًا کہ در قوم داخل نہ بود۔

ترجمہ: مستثنی منقطع: وہ مستثنی ہے جو الا یا اس کے نظائر کے بعد مذکور ہو اور اس کو متعدد سے نہ نکالا گیا ہو اُس کے مستثنی منہ میں داخل نہ ہونے کی وجہ سے جیسے: جَاءَنِي الْقَوْمُ اِلَّا حِمَارًا (میرے پاس قوم آئی سوائے گدھے کے) اس لئے کہ گدھا قوم میں داخل نہیں تھا۔

تشریح: مستثنٰی کی دوسری قسم مستثنی منقطع ہے، مستثنی منقطع وہ مستثنی ہے کہ جو اِلَّا اور اس کے ہم معنی الفاظ کے بعد مذکور ہو اور متعدد سے یعنی مستثنی منہ سے نہ نکالا گیا ہو اور مستثنی منہ سے نہ نکالنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ مستثنی منقطع مستثنی منہ میں داخل نہیں ظاہر ہے کہ جو چیز کسی چیز میں داخل نہ ہو اس کے خارج کرنے کے کیا معنی جیسے: جَاءَنِي الْقَوْمُ اِلَّا حِمَارًا (آئی میرے پاس قوم مگر گدھا نہیں آیا) اس مثال میں قوم مستثنی منہ اور حمارا مستثنی منقطع ہے کیونکہ قوم میں حمار داخل نہیں۔

عبارت: بدانکہ اعراب مستثنی بر چہار قسم است اوّل آنکہ مستثنی بعد اِلّا در کلام موجب واقع شود پس مستثنی ہمیشہ منصوب باشد چوں جَاءَنِي الْقَوْمُ اِلَّا زَيْدًا و کلام موجب آنکہ دراں نفی نہی و استفہام نہ باشد و ہمچنیں در کلام غیر موجب اگر مستثنی را بر مستثنی منہ مقدم گردانند منصوب خوانند، نحو مَا جَاءَنِي اِلَّا زَيْدًا اَحَدٌ و مستثنی منقطع ہمیشہ منصوب باشد و اگر مستثنی بعد خَلَا و عَدَا واقع شود بر مذہب اکثر علماء منصوب باشد و بعد مَا خَلَا و مَا عَدَا و لَيْسَ و لَا يَكُونُ ہمیشہ منصوب باشد نحو جَاءَنِي الْقَوْمُ خَلَا زَيْدًا وَ عَدَا زَيْدًا۔

ترجمہ: جان لو کہ مستثنی کے اعراب کی چار صورتیں ہیں، اول یہ کہ مستثنی اِلّا کے بعد کلام موجب میں واقع ہو پس جیسے مستثنی ہمیشہ منصوب ہوگا جیسے: جَاءَنِي الْقَوْمُ اِلَّا زَيْدًا اور کلام موجب وہ کلام ہے جس میں نفی

، نہی اور استفہام انکاری جو نفی کو شامل ہو، نہ ہو اور کلام غیر موجب میں اگر مستثنیٰ کو مستثنیٰ منہ پر مقدم کر دیا جائے تو مستثنیٰ منصوب ہوگا جیسے: مَاجَاءَنِي اِلَّا زَيْدًا اَحَدٌ اور مستثنیٰ منقطع ہمیشہ منصوب ہوگا اور اگر مستثنیٰ خَلَا اور عَدَا کے بعد واقع ہو تو اکثر علماء کے مذہب پر منصوب ہوگا اور مَا خَلَا اور مَا عَدَا لَيْسَ اور لَا يَكُوْنُ کے بعد ہمیشہ منصوب ہوگا جیسے جَاءَنِي الْقَوْمُ خَلَا زَيْدًا وَ عَدَا زَيْدًا۔

تشریح: اوّل آپ کو مستثنیٰ کی تعریف معلوم ہوئی اس کے بعد اس کی دو قسمیں بتائی گئیں اب یہ بتایا جائیگا کہ مستثنیٰ کا اعراب کیا ہوتا ہے، چنانچہ مصنفؒ فرماتے ہیں کہ مستثنیٰ کا اعراب چار قسم کا ہوگا، پہلی قسم میں مستثنیٰ کے منصوب ہونے کی صورتیں بیان ہوئی ہیں، پہلی صورت مستثنیٰ کے منصوب ہونے کی یہ ہے کہ مستثنیٰ کلام موجب میں اِلَّا کے بعد واقع ہو تو مستثنیٰ اس صورت میں ہمیشہ منصوب ہوگا جیسے جَاءَنِي الْقَوْمُ اِلَّا زَيْدًا دیکھو یہ کلام موجب ہے مستثنیٰ اِلَّا کے بعد واقع ہے۔

سوال: کلام موجب کس کو کہتے ہیں؟

جواب: کلام موجب اس کلام کو کہتے ہیں کہ جو نفی اور نہی اور استفہام سے خالی ہو دیکھو اس کلام میں نہ نفی ہے اور نہ نہی ہے اور نہ استفہام ہے لہذا یہ کلام موجب ہوا، اور کلام غیر موجب اس کلام کو کہتے ہیں کہ جس میں یا تو نفی ہو یا نہی ہو یا استفہام ہو۔

دوسری صورت مستثنیٰ کے منصوب ہونے کی یہ ہے کہ مستثنیٰ کلام غیر موجب میں ہو، اور مستثنیٰ منہ پر مقدم ہو تب بھی مستثنیٰ منصوب ہوگا جیسے: مَاجَاءَنِي اِلَّا زَيْدًا اَحَدٌ اس کلام میں اَحَدٌ مستثنیٰ منہ ہے، زَيْدٌ مستثنیٰ ہے، ترتیب پلٹی ہوئی ہے یعنی مستثنیٰ منہ مؤخر ہے اور مستثنیٰ مقدم لہذا ایسی صورت میں بھی مستثنیٰ منصوب ہوگا یہ کلام غیر موجب ہے کیونکہ اس کے اوّل میں مَا نافیہ ہے۔

تیسری صورت مستثنیٰ کے منصوب ہونے کی یہ ہے کہ مستثنیٰ منقطع ہو تب بھی ہمیشہ منصوب ہوگا جیسے جَاءَنِي الْقَوْمُ اِلَّا حِمَارًا۔

چوتھی صورت مستثنیٰ کے منصوب ہونے کی یہ ہے کہ مستثنیٰ خَلَا اور عَدَا کے بعد واقع ہو تو اس وقت اکثر علماءِ نحاۃ اس کو منصوب پڑھیں گے جیسے: جَاءَنِی الْقَوْمُ خَلَا زَیْدًا وَ عَدَا زَیْدًا۔

پانچویں صورت: مستثنیٰ کے منصوب ہونے کی یہ ہے کہ مستثنیٰ مَاخَلَا مَاعَدَا، لَیْسَ اور لَا یَکُوْنُ کے بعد واقع ہو تو ہمیشہ منصوب ہوگا جیسے: جَاءَنِی الْقَوْمُ مَاخَلَا زَیْدًا وَ مَاعَدَا زَیْدًا وَلَیْسَ زَیْدًا وَ لَا یَکُوْنُ زَیْدًا۔ ان مثالوں میں زید ہر جگہ مستثنیٰ ہے اور قوم مستثنیٰ منہ ہے اور خَلَا اور عَدَا اور مَاخَلَا اور مَاعَدَا اور لَیْسَ اور لَا یَکُوْنُ وہ الفاظ ہیں کہ جو اس مقام پر اِلَّا کے معنیٰ میں ہیں۔

عبارت: دوم آنکہ مستثنیٰ بعد اِلَّا در کلامِ غیر موجب واقع شود و مستثنیٰ منہ مذکور باشد پس در آں دو وجہ رواست یکے آنکہ منصوب باشد بر سبیل استثناء و دیگر آنکہ بدل باشد از ماقبل چوں مَا جَاءَنِي اَحَدٌ اِلَّا زَیْدًا وَ اِلَّا زَیْدٌ۔

ترجمہ: دوسری قسم یہ کہ مستثنیٰ اِلَّا کے بعد کلامِ غیر موجب میں واقع ہو اور مستثنیٰ منہ مذکور ہو پس اس میں دو وجہ جائز ہیں اوّل یہ کہ مستثنیٰ استثناء کی بنا پر منصوب ہو اور دوم یہ کہ مستثنیٰ اپنے ماقبل یعنی مستثنیٰ منہ سے بدل ہو جیسے: مَا جَاءَنِي اَحَدٌ اِلَّا زَیْدًا وَ اِلَّا زَیْدٌ۔

تشریح: مستثنیٰ کے اعراب کی دوسری قسم یہ ہے کہ اگر مستثنیٰ اِلَّا کے بعد کلامِ غیر موجب میں واقع ہو اور مستثنیٰ منہ لفظوں میں مذکور ہو ایسے مستثنیٰ میں دو وجہ جائز ہیں ایک نصب اور دوسرا بدل مستثنیٰ منہ سے، نصب اس وجہ سے کہ یہ مستثنیٰ ہے اور مستثنیٰ کو نصب ہوتا ہے، دوسرا وہ اعراب جو مستثنیٰ منہ کا ہے یعنی اگر مستثنیٰ منہ مرفوع ہے تو مستثنیٰ بھی بدل ہونے کی وجہ سے مرفوع ہوگا۔ جیسے: مَا جَاءَنِي اَحَدٌ اِلَّا زَیْدًا دیکھو یہ کلامِ غیر موجب ہے مستثنیٰ اِلَّا کے بعد ہے، اَحَدٌ مستثنیٰ منہ لفظوں میں موجود ہے، اس مستثنیٰ پر نصب بھی جائز ہے اور رفع بھی کیونکہ زید بدل ہوگا اَحَدٌ سے اور اَحَدٌ مرفوع ہے لہذا زَیْدٌ بھی مرفوع ہوگا کیونکہ بدل اور مبدل منہ کا ایک ہی اعراب ہوگا مقصد یہ ہے کہ پڑھنے والے کو اختیار ہے جو چاہے

پڑھے۔

عبارت: سوم آنکہ مستثنیٰ مفرغ باشد یعنی مستثنیٰ منہ مذکور نباشد و در کلام غیر موجب واقع شود پس اعراب مستثنیٰ بہ اِلّا دریں صورت بحسب عوامل مختلف باشد چوں مَا جَاءَنِی اِلَّا زَیْدٌ وَ مَا رَأَیْتُ اِلَّا زَیْدًا و مَا مَرَرْتُ اِلَّا بِزَیْدٍ.

ترجمہ: تیسری قسم یہ ہے کہ مستثنیٰ مفرغ ہو یعنی مستثنیٰ منہ مذکور نہ ہو اور مستثنیٰ کلام غیر موجب میں واقع ہو اس صورت میں مستثنیٰ بااِلّا کا اعراب عوامل کے اعتبار سے بدلے گا جیسے: مَا جَاءَنِی اِلَّا زَیْدٌ وَ مَا رَأَیْتُ اِلَّا زَیْدًا و مَا مَرَرْتُ اِلَّا بِزَیْدٍ.

تشریح: مستثنیٰ کے اعراب کی تیسری قسم یہ ہے کہ اگر مستثنیٰ مفرّغ ہو یعنی ایسا مستثنیٰ ہو کہ جس کا مستثنیٰ منہ مذکور نہ ہو کلام غیر موجب ہو مستثنیٰ الا کے بعد میں ہو ایسے مستثنیٰ کا وہ اعراب ہوگا کہ جس کو عامل چاہے گا یعنی اگر عامل رافع ہے تو مستثنیٰ کو رفع ہوگا اور اگر عامل ناصب تو مستثنیٰ کو نصب ہوگا اور اگر عامل جار ہے تو مستثنیٰ کو جر ہوگا، وجہ اس کی یہ ہے کہ جب مستثنیٰ منہ محذوف ہوا تو عامل اپنا عمل کس میں کرلے، لامحالہ یہ عامل فارغ کر دیا گیا، مستثنیٰ میں عمل کرنے کو اسی وجہ سے، اس کو مستثنیٰ مفرّغ کہتے ہیں جیسے: مَا جَاءَنِی اِلَّا زَیْدٌ اس مثال میں زَیْدٌ مستثنیٰ ہے اور اس کا مستثنیٰ منہ اَحَدٌ محذوف ہے لہٰذا اجاءَ نے زید مستثنیٰ کو رفع دیدیا۔ وَ مَا رَأَیْتُ اِلَّا زَیْدًا یہاں بھی مستثنیٰ منہ محذوف ہے لہٰذا رَأَیْتُ نے نصب زَیْدًا مستثنیٰ کو دیدیا۔ وَ مَا مَرَرْتُ اِلَّا بِزَیْدٍ میں زید مستثنیٰ کو باء حرف جر نے جر دیدیا۔

عبارت: چہارم آنکہ مستثنیٰ بعد لفظ غیر و سوی و سواء واقع شود پس مستثنیٰ را مجرور خوانند بعد حَاشَا **برمذہب اکثر نیز مجرور باشد و بعضے نصب ہم جائز داشتہ اند چوں** جَاءَنِی الْقَوْمُ غَیْرَ زَیْدٍ و سِوَی زَیْدٍ و سِوَاءَ زَیْدٍ و حَاشَا زَیْدٍ **بدانکہ اعراب لفظ غَیْرَ مثل اعراب مستثنیٰ بہ اِلّا باشد در جمیع صورتہائے مذکورہ چنانکہ گوئی** جَاءَنِی الْقَوْمُ غَیْرَ زَیْدٍ و غَیْرَ حِمَارٍ و مَا جَاءَنِي غَیْرُ زَیْدٍ نِ الْقَوْمُ و مَا جَاءَنِي اَحَدٌ

غَیرِ زَیْدٍ وَمَا جَاءَنِي غَیرُ زَیْدٍ وَمَا رَأَیْتُ غَیرَ زَیْدٍ وَمَا مَرَرْتُ بِغَیرِ زَیْدٍ و بدانکہ لفظ غیر موضوع است برائے صفت وگاہ برائے استثناء آید چنانکہ اِلّا برائے استثناء موضوع است وگاہ در صفت مستعمل شود وقولہ تعالیٰ لَوْ کَانَ فِیْهِمَا اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا یعنی غیر اللہ و ہمچنیں ۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔

ترجمہ: چوتھی قسم یہ ہے کہ مستثنیٰ لفظ غیر و سوی و سواء کے بعد واقع ہو پس ان صورتوں میں مستثنیٰ کو مجرور پڑھیں گے اور اکثر علماء کے مذہب پر حَاشَا کے بعد بھی مستثنیٰ مجرور ہوگا اور بعض علماء نے حَاشَا کے بعد نصب بھی جائز رکھا ہے جیسے: جَاءَنِی الْقَوْمُ غَیْرَ زَیْدٍ و سِوٰی زَیْدٍ و سِوَاءَ زَیْدٍ و حَاشَا زَیْدٍ جان لو کہ مذکورہ تمام صورتوں میں لفظ غَیْرَ کا اعراب مستثنیٰ بالّا کے اعراب کی طرح ہوگا جیسا کہ آپ کہیں گے جَاءَنِی الْقَوْمُ غَیرَ زَیْدٍ و غَیرَ حِمَارٍ و مَا جَاءَنِي غَیرَ زَیْدٍ اِلْقَوْمُ و مَا جَاءَنِي اَحَدٌ غَیرُ زَیْدٍ وَمَا جَاءَنِي غَیرُ زَیْدٍ وَمَا رَأَیْتُ غَیرَ زَیْدٍ وَمَا مَرَرْتُ بِغَیرِ زَیْدٍ ۔ جان لو کہ لفظ غَیرِ صفت کے لئے وضع کیا گیا ہے اور غیر کبھی استثناء کے لئے استعمال ہوتا ہے جیسا کہ اِلّا استثناء کے لئے وضع کیا گیا ہے، اور کبھی صفت کے لئے استعمال ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول لَوْ کَانَ فِیْهِمَا اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا یہ غیر اللہ کے معنیٰ میں ہے اور اسی طرح ۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔

تشریح: مستثنیٰ کے اعراب کی چوتھی قسم یہ ہے کہ اگر مستثنیٰ لفظ غیر سوء سواء کے بعد واقع ہو تو مجرور ہوگا کیونکہ لفظ غیر اور سوی اور سواء مستثنیٰ کی طرف مضاف ہونگے اور مستثنیٰ مضاف الیہ ہوگا اور مضاف الیہ ہمیشہ مجرور ہوتا ہے اسی طرح اگر لفظ حَاشَا کے بعد واقع ہو تو اکثر علماء نحوی مستثنیٰ کو مجرور پڑھے گے اور بعض نحوی حَاشَا کے بعد منصوب پڑھے گے، مثال ان سب کی جَاءَنِي الْقَوْمُ غَیرَ زَیْدٍ و سِوٰی زَیْدٍ و سِوَاءَ زَیْدٍ و حَاشَا زَیْدٍ اور بعض نحوی اس طرح پڑھیں گے جَاءَنِي الْقَوْمُ حَاشَا زَیْدًا جیسا کہ ابھی اوپر معلوم ہوا، یہاں تک مستثنیٰ کے اعراب کی تفصیل ختم ہوئی۔

دیکھو قسم اوّل میں تمام وہ صورتیں بیان کردیں کہ جس میں مستثنیٰ منصوب ہوگا اور قسم دوم میں وہ صورت

بیان کی کہ جس میں مستثنی کے دو اعراب ہیں، ایک نصب اور دوسرا اعراب مستثنی منہ سے بدل، تیسری قسم میں یہ بتایا کہ مستثنی کا اعراب عامل کی چاہت کے موافق ہوگا، چوتھی قسم میں یہ بتایا ہے کہ مستثنی بوجہ مضاف الیہ ہونے کے ہمیشہ مجرور ہوگا، اب یہاں سے بتانا چاہتے ہیں کہ خود لفظ غیر جب کے اِلَّا کے معنی میں واقع ہو تو اس کا کیا اعراب ہوگا تو اس کا ایک قاعدہ کلیہ بیان کر دیا وہ یہ ہے کہ جو اعراب اس مستثنی کا ہوتا ہے کہ جو لفظ اِلَّا کے بعد واقع ہو وہی اعراب بعینہ لفظ غَیر کا ہوگا مثلاً قسم اوّل میں بتایا کہ کلام موجب میں اِلَّا کے بعد مستثنی منصوب ہوگا تو اگر کلام موجب میں لفظ اِلَّا کو ہٹا کر لفظ غیر لائیں تو جو اعراب مستثنی کا تھا یعنی نصب وہ نصب مستثنی سے اتر کر غَیر پر آجائے گا اور مستثنی بوجہ مضاف الیہ ہونے کے مجرور ہو جائے گا جیسے: جَاءَنِي الْقَوْمُ اِلَّا زَيْدًا دیکھو کلام موجب ہے مستثنی اِلَّا کے بعد ہے، اب بجائے اِلَّا کے لفظ غَیر لاؤ اور یوں کہوں جَاءَ الْقَوْمُ غَيرَ زَيْدٍ دیکھو جو نصب زید پر تھا وہ لفظ غَیر پر آ گیا، اور زید مجرور ہو گیا، دوسری مثال جَاءَنِي الْقَوْمُ اِلَّا حِمَارًا یہ مثال مستثنی منقطع کی ہے، لفظ اِلَّا کے بعد واقع ہے، اب بجائے لفظ اِلَّا کے لفظ غَیر لاؤ اور یوں کہو جَاءَ الْقَوْمُ غَيرَ حِمَارٍ تو جو نصب حمار پر تھا وہ لفظ غَیر پر آجائیگا اور حمار بوجہ مضاف الیہ ہونے کے مجرور ہو جائیگا، اور اگر کلام غیر موجب ہو اور مستثنی مستثنی منہ پر مقدم ہو تو ایسے کلام میں بھی لفظ غیر کو نصب ہوگا جیسے مَا جَاءَنِي اِلَّا زَيْدًا اَحَدٌ اب بجائے لفظ اِلَّا کے لفظ غیر لائیں اور اس طرح کہیں مَا جَاءَنِي غَيرَ زَيْدٍ اَحَدٌ تو اس صورت میں لفظ غیر کو نصب ہوگا اور زید بوجہ مضاف الیہ ہونے کے مجرور ہوگا، اگر کلام غیر موجب ہو اور مستثنی منہ مذکور اور مقدم ہو تو ایسے کلام میں مستثنٰی بہ اِلَّا کے دو اعراب تھے اگر ایسے کلام میں لفظ غَیرَ اِلَّا کی جگہ واقع ہوگا تو لفظ غَیر کے بھی دو اعراب ہوں گے ایک نصب دوسرا بدل جیسے: مَا جَاءَنِي اَحَدٌ اِلَّا زَيْدًا و اِلَّا زَيْدٌ۔ اگر اس مثال میں دونوں جگہ سے لفظ اِلَّا کو ہٹا کر لفظ غیر لا کر ایسے کہا جائے مَا جَاءَنِي اَحَدٌ غَيرَ زَيْدٍ و غَيرُ زَيْدٍ تو لفظ غیر پر نصب بھی جائز ہے اور رفع بھی اَحَدٌ سے بدل ہونے کی وجہ سے، اور اگر مستثنی مفرغ ہو اور کلام غیر

موجب ہوتو اس وقت مستثنیٰ بہ اِلَّا کا اعراب وہ ہوگا کہ جس کو عامل چاہیگا، یعنی کہیں رفع، کہیں نصب اور کہیں جر ہوگا جیسے: مَاجَاءَنِی اِلَّا زَیْدٌ و مَارَأَیْتُ اِلَّا زَیْدًا و مَا مَرَرْتُ اِلَّا بِزَیْدٍ۔ پہلی مثال میں مستثنیٰ کو رفع ہے تو اگر اس موقع پر لفظ غیر لایا جائے تو اس کو بھی رفع ہوگا جیسے: مَاجَاءَنِی غَیْرُ زَیْدٍ۔ دوسری مثال میں مستثنیٰ منصوب ہے اگر اس جگہ پر لفظ غَیر لایا جائے تو وہ بھی منصوب ہوگا جیسے: و مَارَأَیْتُ غَیْرَ زَیْدٍ۔ تیسری مثال میں مستثنیٰ حرف جر کی وجہ سے مجرور ہے اگر اس جگہ لفظ غیر لایا جائے تو وہ بھی مجرور ہوگا جیسے: مَا مَرَرْتُ بِغَیْرِ زَیْدٍ۔ اس جگہ لفظ غیر کے اعراب کی تفصیل ختم ہوگئی، اب یہاں سے غَیر کے اصلی معنی اور اِلَّا کے اصلی معنی کا بیان شروع ہوتا ہے۔

دیکھو اصل میں لفظ غیر استثناء کے لئے نہیں وضع کیا گیا بلکہ اصل میں غیر کی وضع صفت کے لئے ہے یعنی غیر اپنے مضاف الیہ سے مل کر اپنے ماقبل کی صفت واقع ہوگا اور اس کا ماقبل موصوف ہوگا جیسے: جَاءَنِی رَجُلٌ غَیرِ زَیْدٍ (آیا میرے پاس ایسا مرد جو زید کے علاوہ ہے) ترکیب اس کی اس طرح ہوگی جَاءَ فعل رَجُلٌ موصوف غَیْرَ مضاف زَیْدٍ مضاف الیہ غَیر کا، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر صفت ہوئی رَجُلٌ موصوف کی، رَجُلٌ موصوف اپنی غَیر صفت سے مل کر فاعل ہوا جَاءَ کا، لیکن کبھی کبھی مجازًا اِلَّا کے معنی میں ہوجاتا ہے، اس کی مثالیں اوپر گزر چکیں۔

جس وقت لفظ غَیر اِلَّا کے معنی میں ہوگا تو اس وقت اس کے معنی صفت کے نہ رہیں گے، اب لفظ اِلَّا کو دیکھئے، لفظ اِلَّا کی اصل وضع استثناء کے واسطے ہے مگر کبھی کبھی لفظ اِلَّا غیر کے معنی میں ہوکر استثناء کے معنی سے نکل جاتا ہے۔ مثال اس اِلَّا کی جو غَیر کے معنی میں ہو جیسے: لَوْ کَانَ فِیْهِمَا اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا اس آیت کریمہ میں لفظ اِلَّا غَیر کے معنی میں ہے تو عبارت اس طرح ہوگی لَوْ کَانَ فِیْهِمَا اٰلِهَةٌ غَیرُ اللّٰهِ لَفَسَدَتَا یعنی اگر ہوتے زمین و آسمان میں بہت سے ایسے معبود کہ اس موجودہ اللہ کے غیر ہوں تو نظام عالم زیر و زبر اور درہم برہم ہوجاتا اور یہ امر مشاہد ہے کہ زمین و آسمان، سورج، چاند، تارے، سمندر اپنی اپنی

جگہ موجود ہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ سوائے اللہ کے کوئی اور دوسرا معبود نہیں۔ کلمہ طیبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے اندر بھی لفظ اِلَّا غیر کے معنی میں ہے اَی لا الہ غیر اللہ۔

سوال: اس کی کیا وجہ ہے کہ اُن دونوں مقام میں لفظ اِلَّا کو اپنے اصلی معنی سے نکال کر غیر کے معنی میں لیا؟

جواب: اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر لفظ اِلَّا کو اِلَّا کے معنیٰ میں رکھیں اور غَیر کے معنی میں نہ لیں تو خدا کا ایک ہونا مکمل طور پر ثابت نہیں ہوتا یعنی مخالف کو اعتراض کا موقع ہوگا جب لفظ اِلَّا غَیر کے معنیٰ میں ہوگا تو مکمل توحید ثابت ہو جائے گی یعنی خدا کا غیر کوئی معبود نہیں شبہ کی تقریر اس جگہ مناسب نہیں۔

چند اعتراضات کی حقیقت

سوال: یہاں اٰلِھَۃٌ (موصوف) اور غیر اللّٰہِ (صفت) میں مطابقت نہیں، کیونکہ اٰلِھَۃٌ نکرہ ہے اور غَیرِ اللّٰہِ معرفہ ہے؟

جواب: درحقیقت دونوں نکرہ ہیں کیونکہ نحو میں دو لفظ۔ غَیرَ مِثلَ مُتَوَغّل فِي الا بھام ہے کہ اضافت کے باوجود معرفہ نہیں بنتے بلکہ نکرہ ہی رہتے ہیں۔

سوال: اٰلِھَۃٌ جمع کا صیغہ ہے اور غَیرِ واحد ہے پھر بھی موصوف، صفت میں مطابقت نہیں رہی؟

جواب: غَیرِ ایسا لفظ ہے جو واحد اور جمع دونوں میں استعمال ہوتا ہے۔

سوال: اٰلِھَۃٌ تو مؤنث ہے اور غَیرِ اللّٰہِ مذکر ہے پھر بھی موصوف، صفت میں موافقت نہیں رہی؟

جواب: اٰلِھَۃٌ میں جو تاء ہے وہ تانیث کی نہیں ہے، اٰلِھَۃٌ فَاعِلَۃٌ کے وزن پر جمع کا صیغہ ہے اب موافقت ہو گئی۔

سوال: کلمۂ طیبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ میں لفظ اللّٰہ مرفوع کیوں ہے؟

جواب: اس میں لفظ اللّٰہُ، لَا کے اسم کے محل سے بدل ہے کیونکہ محل اِلٰہَ کی رفع ہے مبتداء کی وجہ ہے۔

جواب: لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کس صورت کی مثال ہے اور اس کی ترکیب کیا ہے؟

جواب: یہ مثال بھی اس اِلَّا کی ہے جو غَیر کے معنی میں ہو کر صفت ہے، اس میں لَا نفی جنس ہے۔ اِلٰہَ، موصوف، اِلَّا اللہُ بمعنی غَیرُ اللہِ، غَیر مضاف، اللہ مضاف الیہ، مضاف اور مضاف الیہ سے مل کر لفظ اِلٰہَ کی صفت، موصوف صفت سے مل کر لَا نفی جنس کا اسم، اس کی خبر محذوف ہوگی مَوْجُوْدٌ، لا نفی جنس اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

سوال: کلمہ طیبہ کے دوسرے جزء مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ کی ترکیب کیسے ہوگی؟

جواب: اس میں مُحَمَّدٌ مبتداء، رَسُولُ مضاف، اللہ مضاف الیہ ہے، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مبتداء کی خبر ہوئی، مبتداء اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

بفضلہٖ و کرمہٖ ختم شد

اللّٰھم لك الحمد ولك الشكر اوّلًا و اٰخِرًا لَا احصي ثناءً عليك كما اثنيت على نفسك فصلّ و سلم على نبيّك و حبيبك محمّد و على اٰلہٖ و اصحابہٖ اجمعين۔۔۔۔۔